فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃُ الاطفال

لاہور پاکستان

130 | 26 اکتوبر 2012ء، 9 ذوالحجہ 1433ھ

ایک پرنالے کی کہانی

رَبِّ اجعَل ھٰذا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارزُق اَھلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

دعاءِ ابراھیم علیہ السلام کی قبولیت

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

﴿سورۃ الانفال:45﴾

(میمونہ بنت فاروق۔شاہ کوٹ)

حدیثِ نبوی ﷺ

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ رب العزت کو ان دس دنوں سے زیادہ محبوب ہوں۔سوائے اس مجاہد کے جو اپنے جان و مال کے ساتھ نکلا پھر واپس نہ آیا اور شہید ہو گیا۔

﴿بخاری﴾

(حافظہ ذونیرہ۔فاروق آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی پیارے بچو!

کیسے ہیں نونہالان وطن؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ہم ہمیشہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔کیونکہ ہمیں یہ یقین ہے کی آپ صبح و شام کے اذکار اور دعائیں پڑھتے ہیں۔جس کے نتیجے میں آپ بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو آپ سے دور کر دیتے ہیں۔

کیسی چل رہی ہیں عید کی تیاریاں؟........یقیناً خوب زور و شور سے جاری ہوں گی۔قربانی کا جانور بھی اگر گھر آ گیا ہے تو اس کی بھی خوب خدمتیں ہو رہی ہوں گی۔لیکن اس موقع پر آپ نے دکھاوے سے مکمل اجتناب کرنا ہے کیونکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ریا کاری نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے، جس طرح آگ لکڑی کو۔قربانی کے جانور کی خوب خدمت کریں یہ باعث اجر و ثواب ہے۔

ہم ہر سال یہ عید حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد میں مناتے ہیں۔ہمارے والدین جانور بھی قربان کرتے ہیں لیکن ہم قربانی کی یاد میں کیا کرتے ہیں؟ ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔لیکن آپ یہ کام کیسے کر سکتے ہیں، اس کا طریقہ ہم آپ کو بتاتے ہیں۔آپ میں سے بہت سے بچے یہ جانتے ہوں گے کہ پاکستان کے کچھ علاقوں میں سیلاب آیا ہوا ہے۔وہاں کے لوگ ہماری امداد کے منتظر ہیں۔آپ نے محض یہ کرنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت زندہ کرتے ہوئے اپنا وقت قربان کرنا ہے۔اپنے ہم وطن بھائیوں کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرنی ہیں۔ان کی قربانی کی کھالوں کو بیچ کر سیلاب زدگان کے لئے کپڑے اور دیگر ضرورت کی چیزیں خریدی جائیں گی۔اس طرح وہ تمام لوگ بھی عید کی خوشیوں میں ہمارے ساتھ شریک ہو سکیں گے۔

اور جو بچہ سب سے زیادہ کھالیں جمع کرے گا اس کو روضۃ الاطفال کی جانب سے انعام دیا جائے گا۔

والسلام

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو

آمین

ربنا

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعا

اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ۔ (سنن ابی داؤد:1525)

اللہ اللہ میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں کرتا۔

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

لاٹھی کا تحفہ

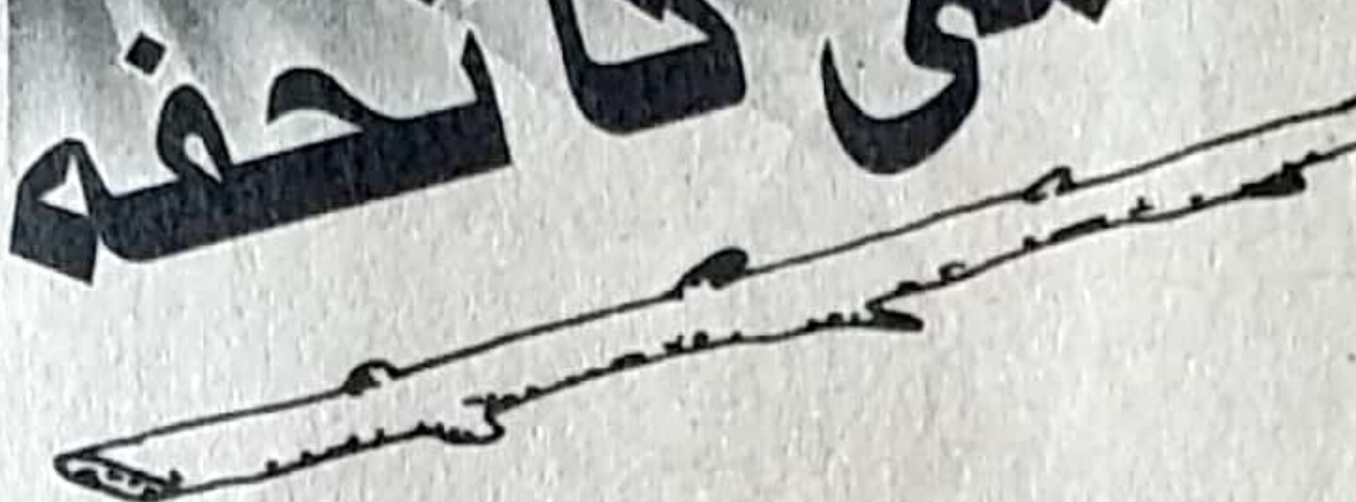

اے عبداللہ! ادھر آؤ۔

جی اللہ کے رسول ﷺ! عبداللہ حاضر ہے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ خالد بن سفیان لوگوں کو اکٹھا کر رہا ہے۔ اس کا مقصد مجھ سے جنگ کرنا ہے۔ اس وقت وہ ''عُرَنَۃ'' کے مقام پر موجود ہے۔ اس تک پہنچو اور اسے قتل کر دو۔

عبداللہ بن انیس ؓ: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی کوئی نشانی بتا دیں تاکہ میں اسے پہچان سکوں۔''

رسول اللہ ﷺ: ''اے انیس کے بیٹے عبداللہ جب تو اسے دیکھے گا تو محسوس کرے گا کہ اس پر کپکپی طاری ہے۔''

حضرت عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ اب میں نے اپنی تلوار لٹکائی اور نکل کھڑا ہوا۔ آخر کار میں نے ''عُرَنَۃ'' میں اس کو جا پکڑا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کجاوے اس کی اونٹنیوں پہ رکھے جانے کے لئے تیار تھے۔ جن میں عورتیں بیٹھی تھیں۔ قافلہ روانہ ہونے کو تیار تھا۔ اس وقت عصر کی نماز کا وقت بھی ہو چکا تھا۔

میں نے جب خالد بن سفیان کو دیکھا تو اسے اسی طرح پایا جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا تھا۔ میں نے اس کی طرف رخ کیا۔ اب میں اس بات سے بھی ڈرنے لگا کہ میرے اور اس کے درمیان کشمکش طول پکڑ گئی تو کہیں اس وجہ سے میری نماز ہی نہ رہ جائے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور اس کی جانب چلنے لگا۔ سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ کرتا چلا گیا۔ پھر جب میں اس تک پہنچ گیا تو وہ مجھے دیکھ کر پوچھنے لگا: ''کون آدمی ہے؟'' میں نے کہا: عرب کا ایک شخص ہے، اس نے آپ کے بارے میں سنا ہے اور اس شخص (محمد کریم ﷺ) کے خلاف لڑائی کے لئے لوگوں کے اجتماع کے بارے میں سنا ہے۔ چنانچہ یہ شخص اس مقصد کے لئے آ گیا ہے۔''

یہ سن کر وہ کہنے لگا: ہاں ہاں! یہ سارا کچھ میں ہی کر رہا ہوں۔ اب میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا حتیٰ کہ جب میں نے دیکھا کہ اب وہ میری دسترس میں آ گیا ہے تو میں نے موقع پا کر تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر میں نکل کھڑا ہوا اور اسے اس حال میں چھوڑا کہ کجاووں میں بیٹھی اس کی عورتیں اس کی لاش پر اوندھے منہ گری پڑی تھیں۔ پھر میں منزلیں طے کرتا ہوا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ پہنچا۔

آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''چہرہ کامیابی پا کے آیا ہے۔''

میں نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اسے قتل کر ڈالا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور باہر آ کر مجھے ایک لاٹھی عطا فرمائی اور کہا: ''اے انیس کے بیٹے عبداللہ! اس کو اپنے پاس سنبھال کے رکھنا۔''

یہ عصا لے کر جب میں لوگوں کے پاس آیا تو صحابہ نے پوچھا: اس عصا کا مطلب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ''یہ عصا مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس کو سنبھال کے رکھنا۔''

صحابہ ؓ نے کہا: ''کیا تم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جاتے نہیں اور جا کر اس کے بارے میں پوچھتے نہیں؟''

چنانچہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف پلٹا اور آپ ﷺ سے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے مجھے یہ عصا کس مقصد کے لئے عطا فرمایا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لاٹھی میرے اور تیرے درمیان قیامت کے دن ایک نشانی ہوگی، بلاشبہ اس روز لوگوں میں سے بہت تھوڑے ہوں گے جو قیامت کے دن ٹیک لگائے ہوں گے۔''

چنانچہ عبداللہ بن انیس ؓ نے اپنی تلوار کے ساتھ اس عصا کو بھی چمٹا کر رکھا۔ یہ عصا ہمیشہ ان کے پاس رہا حتیٰ کہ جب وہ فوت ہونے لگے تو اس کے بارے میں اپنے ساتھ دفن کرنے کا حکم دے گئے۔ چنانچہ یہ عصا بھی ان کے ساتھ ہی رکھ دیا گیا اور دونوں کو ایک ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

(بحوالہ: سیرت کے سچے موتی)

(محمد صہیب بن عبدالمجید۔ گوجرانوالہ)

ایک ننھے شہید

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اسلامی فوج کے ایک بہت بڑے جرنیل اور فارس کے بہت سے علاقوں کے فاتح تھے۔ حضرت عمیر ؓ ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ چھوٹی عمر میں مسلمان ہوئے تھے۔ جنگ بدر کے موقع پر وہ سولہ برس کے تھے۔ حضرت سعد ؓ جب بدر کی طرف روانہ ہوئے، اپنے چھوٹے بھائی کی طرف نظر دوڑائی تو وہ صحابہ کے پیچھے چھپ چھپ کر میدان بدر کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے بلا کر پوچھا ''بھائی کیا وجہ ہے، اس طرح چھپ چھپ کر کیوں میدان کی طرف جا رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے۔ حالانکہ میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں میدان جنگ میں جاؤں اور اللہ مجھے شہادت سے نوازے۔ حضرت سعد ؓ چھوٹے بھائی کے جذبات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے چھوٹے بھائی عمیر ؓ جنگ میں جانا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے لڑکے کو بلایا اور پوچھا تو اس نے اپنے ارادہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں دہرا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ابھی بچے ہیں، واپس چلے جائیں۔ حضرت عمیر ؓ نے آپ ﷺ کی بات سنی تو زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے جب اس ننھے مجاہد کے جذبات دیکھے تو اجازت دے دی۔ حضرت سعد ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس ننھے مجاہد کو تیار کر کے میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ مجاہد تلوار کندھے پر لٹکا کر جا رہا تھا تو تلوار بڑی تھی اور مجاہد چھوٹا تھا۔ تلوار قد چھوٹا ہونے کے سبب زمین پر لگ رہی تھی تو اس ننھے مجاہد نے نیام کو گرہ لگا دی تاکہ تلوار زمین سے بلند رہے۔ یہ ننھا مجاہد اسلام کی اس پہلی جنگ میں جوانمردی سے لڑا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا ہوا شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہو گیا۔

اللہ ہمیں بھی شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین

(اخت محمد شعیب۔ گوجرانوالہ)

شہر میں خوب رونق اور چہل پہل تھی، سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ

"حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح"

کی صدا آنے لگی۔ مومن جوق در جوق مسجد میں جمع ہونے لگے۔ مٹی کے گارے، کھجور کی چھال اور تنوں سے بنی یہ مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ رش صرف نماز کے اوقات میں ہی نہ ہوتا تھا بلکہ ہر وقت یہ مسلمانوں سے بھری رہتی کیونکہ مسلمانوں کا یہی ایوان حکومت تھا اور اسی مسجد کے کچے فرش پر بیٹھ کر ایشیا و افریقہ کی طرف جہادی قافلے روانہ کئے جاتے تھے۔ حسب معمول خلیفہ وقت نے امامت کروائی اور نماز کے بعد وعظ و نصیحت سے دلوں کو گرمانے لگے۔

اس مسجد سے متصل مکان کا پرنالہ مسجد میں گرتا تھا۔ بعض اوقات اس میں سے پانی آتا تو نمازیوں کو تکلیف ہوتی۔ مسجد کے احترام اور نمازیوں کی سہولت کے لئے امیر المومنین نے اس کو اکھڑوا دیا۔ اتفاق سے اس وقت مالک موجود نہ تھے۔ جب وہ گھر آئے تو ناراض ہوئے کہ ان کی اجازت کے بغیر پرنالے کو کیوں اکھڑوایا گیا چنانچہ انہوں نے فوراً ہی قاضی کے ہاں خلیفہ وقت پر دعویٰ دائر کر دیا۔ قاضی صاحب نے وقت کے سب سے بڑے حکمران کے نام فرمان جاری کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر ؓ کے خلاف عباس بن عبدالمطلب ؓ نے مقدمہ دائر کر کے انصاف چاہا ہے لہٰذا فوراً حاضر ہو کر مقدمے کی پیروی کریں۔

کوئی عام حاکم یا بادشاہ ہوتا تو اس طلبی کو اپنی توہین سمجھتا مگر عرب و عجم کا یہ حکمران نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر قاضی شہر حضرت ابی بن کعب ؓ کے مکان پہ حاضر ہوئے۔ اندر آنے کی اجازت دیر سے ملی کہ قاضی صاحب نہایت مصروف تھے۔ اتنی دیر مومنوں کے حکمران باہر کھڑے اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔

جب ان کی باری آئی اور مقدمہ پیش ہوا تو خلیفہ وقت حضرت عمر ؓ نے کچھ کہنا چاہا مگر فاضل منصف نے فوراً روک دیا اور فرمایا "مدعی کا حق ہے کہ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے، مہربانی فرما کر آپ خاموش رہیں"۔ بات قاعدہ کی تھی اس لئے آپ ؓ فوراً خاموش ہو گئے اور مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی۔

حضرت عباس ؓ نے بیان دیا: "جناب میرے مکان کا پرنالہ شروع سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف تھا۔ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں بھی، مگر اب خلیفہ وقت نے اسے اکھاڑ پھینکا جس سے میرا نقصان ہوا ہے اور میری دل شکنی ہوئی ہے۔"

حضرت ابی بن کعب ؓ نے فرمایا امیر المومنین! آپ صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عمر ؓ بولے: "بے شک پرنالہ میں نے ہی اکھڑوایا ہے اور میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں لیکن اس کی ایک وجہ بھی ہے کہ پرنالے سے بعض دفعہ پانی آئے تو نمازیوں پر چھینٹے پڑتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کی سہولت اور آرام کے لئے میں نے پرنالے کو اکھڑوا دیا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں میں نے کوئی نامناسب حرکت نہیں کی۔"

ابی بن کعب ؓ بولے عباس ؓ اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عباس ؓ: واقعہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے میرے لئے خود اپنی مبارک چھڑی سے زمین پر نشانات مقرر کئے اور انہی پر میں نے اپنا گھر بنایا۔ جب میرا گھر بن چکا تو آپ ﷺ نے پرنالہ اپنے حکم سے اس جگہ رکھوایا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ پیارے چچا جان! میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر اس کو نصب کریں۔ میں نے پہلے تو انکار کیا مگر رحمت اللعالمین ﷺ کے اصرار پر میں نے آپ ﷺ کے کندھوں پہ کھڑے ہو کر یہ پرنالہ لگا دیا۔ جسے امیر المومنین ؓ نے بغیر میری اجازت و موجودگی کے اکھاڑ دیا ہے۔

ابی بن کعب ؓ: "آپ اس واقعے کا کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟"

حضرت عباس ؓ: "جناب ایک دو نہیں متعدد گواہ پیش کر سکتا ہوں"۔ چنانچہ وہ باہر نکلے اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لے آئے جنہوں نے یہ شہادت دی کہ ہمارے سامنے آپ ﷺ نے حضرت عباس ؓ کو کندھوں پر چڑھا کر پرنالہ لگوایا۔

گواہی ختم ہوتے ہی وقت کا سب سے بڑا حکمران جواب تک آنکھیں نیچی کئے مقدمے کی کارروائی سن رہا تھا آگے بڑھا اور حضرت عباس ؓ سے معافی مانگنے لگا کہ میرا قصور معاف کر دیں۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ حضرت محمد ﷺ نے یہ پرنالہ لگوایا ہے ورنہ بھول کر بھی مجھ سے یہ فعل سرزد نہ ہوتا۔ اب اس کی تلافی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آپ ؓ میرے کندھوں پر چڑھ کر اسے دوبارہ نصب کر دیں۔

قاضی شہر حضرت ابی بن کعب ؓ نے تائید کی کہ آپ ؓ کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد شہر کے مکینوں نے دیکھا کہ قیصر و کسریٰ کے در و دیوار جس کا نام سن کر کانپتے ہیں وہ نہایت عاجزی کے ساتھ دیوار کے نیچے کھڑا ہے اور عباس ؓ ان کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ نصب کر رہے ہیں۔

اطاعت، محبت، انصاف اور مساوات کا ایسا حیرت انگیز واقعہ تاریخ اسلام میں ہی ملے گا اور کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں۔ پرنالہ لگانے کے بعد حضرت عباس ؓ فوراً نیچے کودے اور گستاخی کی معافی مانگی۔ ازالے کے لئے اپنا مکان وقف کر دیا کہ مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر لیں تاکہ نمازیوں کی تکلیف کا مداوا ہو۔ یوں حضرت عمر ؓ کی انصاف پسندی و انکساری کا یہ واقعہ تاریخ کا حصہ بن کر قیامت تک کے حکمرانوں کے لئے مشعل راہ بن گیا۔

(انتخاب: ارم شائستہ، گوجرانوالہ)

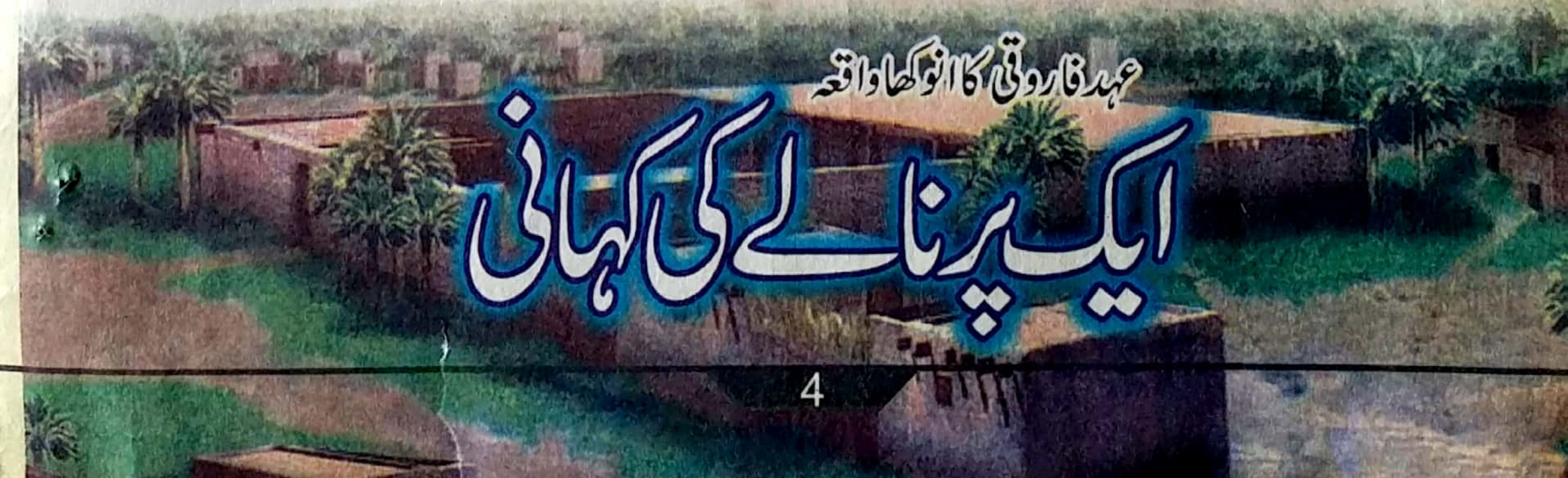

گزشتہ سے پیوستہ

بے مثال حکمران

پچھلی قسط میں بات چل رہی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو خط لکھا اور اسے دعوت دی کہ سرکشی چھوڑ دے اور مطیع و فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلی آئے۔

اب جب ملکہ سبا نے درباریوں سے مشورہ کیا تو درباریوں نے کہا کہ ملکہ سلامت آپ حکم کریں، ہم اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے۔ لیکن ملکہ سبا سمجھدار تھی۔ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کا اندازہ تھا۔ اس لئے ملکہ نے کہا کہ جنگ ہمارے مفاد میں نہیں ہے۔ اگر ہم جنگ کریں گے تو ہمارے لئے نقصان دہ ہوگا کیونکہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں بہت فساد اور قتل و غارت ہوتی ہے۔ اس لئے اس خط کے جواب میں ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحائف بھجوائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام خوش ہو جائیں گے اور میری حکومت بچ جائے گی۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر پر مصالحت اختیار کرنے کی بجائے صاف جواب دیا کہ یا تو میرے مطیع ہو جاؤ یا پھر ایک بڑی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ جس میں تمہیں تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

جب ملکہ سبا کے قاصد اس قدر سخت جواب لے کر واپس پہنچے تو ملکہ اور اس کے درباریوں کو اطاعت کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا اور یوں ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو اختیار کرنے کے لئے اپنے درباریوں سمیت روانہ ہو گئی۔

ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قاصدوں نے بھی ان کو خبر دے دی کہ ملکہ سبا اپنے درباریوں سمیت تشریف لا رہی ہے تو اس موقع پر آپ علیہ السلام نے ملکہ سبا کی عقل کا امتحان لینے کی ٹھانی۔ آپ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو ملکہ بلقیس کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں لے آئے؟

ایک قوی ہیکل جن اس موقع پر کھڑا ہوا اور یوں عرض کی کہ آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیں، میں آپ علیہ السلام کے اٹھنے سے پہلے اس کا تخت یہاں حاضر کر دوں گا۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اس سے جلدی تخت چاہیے۔ دربار میں سناٹا چھا گیا کہ اتنی جلدی تخت کون لے کر آئے گا کیوں کہ ایک قوی ہیکل جن تو ناکام ہو گیا تھا۔ پھر اس دربار میں ہی موجود ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور بولا کہ آپ حکم کیجئے میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت کو یہاں حاضر کر دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اجازت دے دی اور یوں پلک جھپکنے میں تخت آپ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔

بچو! یہاں سے آپ کو اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس قدر وسیع اختیارات عطا فرمائے تھے۔ اس دور میں جب سفر بھی جانوروں پر یا پیدل ہوتے تھے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے میلوں دور موجود تخت کو پلک جھپکنے کے عرصے میں منگوا لیا۔ آج سائنس کی اتنی ترقی کے باوجود یہ کام کوئی نہیں کر سکتا کہ ایک پلک جھپکنے کے عرصے میں میلوں دور سے کوئی بھی کسی چیز کو اپنے پاس منگوا سکے۔

خیر بات چل رہی تھی تخت کی۔ اب جب تخت پہنچ گیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت میں کچھ تبدیلیاں کروا دیں۔ ملکہ سبا کی آمد سے قبل حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اور کام کیا۔ آپ علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل تعمیر کروایا۔ بالکل شفاف شیشے کا اور اس کے فرش کے نیچے پانی کا حوض بنوا دیا جس میں مچھلیاں تیرتی تھیں۔ وہ فرش دیکھنے میں بالکل ایسا لگتا تھا کہ جیسے تالاب ہے۔

محل تیار ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھ گئے۔ جب ملکہ بلقیس دربار میں پہنچی تو اس قدر شان و شوکت دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس نے سمجھا کہ شاید فرش کی بجائے تالاب ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے پائنچے اوپر اٹھا لئے لیکن اسے بتا دیا گیا کہ یہ فرش شیشے کا ہے اور اس کے نیچے مچھلیاں ہیں۔ لہٰذا اپنے پائنچے نیچے کر لو پھر جب اس نے تخت کو دیکھا تو حیران رہ گئی کہ یہ تو اس کا تخت تھا۔ لیکن وہ تو اپنا تخت یمن میں چھوڑ کر آئی تھی۔ اس بات نے اسے حیران کر دیا۔ لہٰذا جب اس کے سامنے حقیقت کھلی تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی اور بت پرستی چھوڑ دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دور میں بیت المقدس کو دوبارہ تعمیر کروایا۔ اس کی پہلی تعمیر تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی لیکن حضرت سلیمان نے اس کو جنوں سے تعمیر کروایا اور یوں بہت مضبوط عمارت وجود میں آئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا قصہ بھی بہت عجیب ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے عصا کے سہارے کھڑے تھے اور جنوں کے کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس دوران آپ کو موت نے آ لیا لیکن جنوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ اس دوران آپ کے عصا کو گھن لگ گیا اور یہ گھن آہستہ آہستہ عصا کھاتا رہا۔ جب عصا کمزور ہو کر ٹوٹ گیا تو آپ کا بدن مبارک زمین پر گرا۔ اس کے بعد جنوں اور دیگر لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔

آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ علیہ السلام کا بیٹا جعام بادشاہ ہوا۔ اس نے سترہ سال حکومت کی اور اس کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

(بلال وظیم)

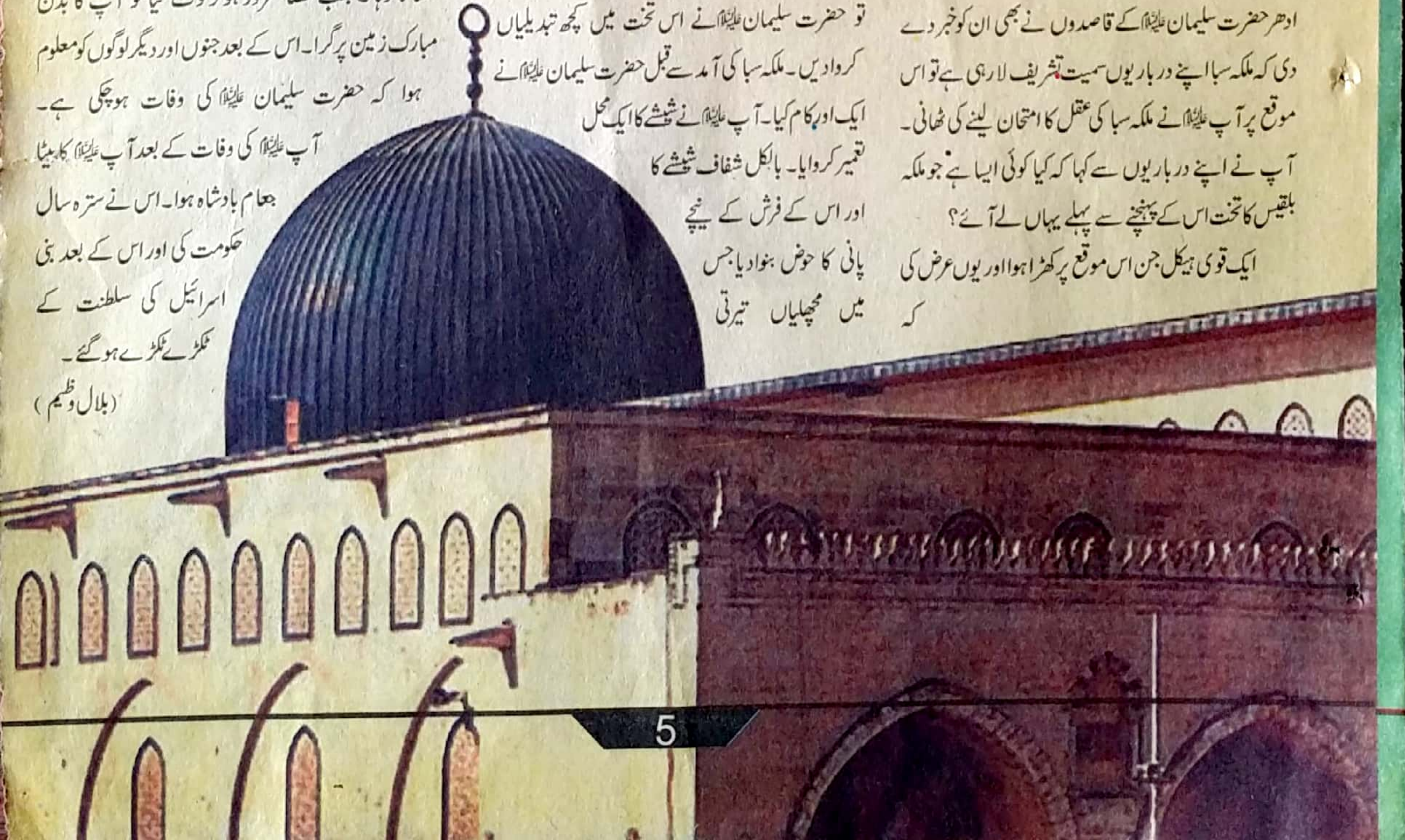

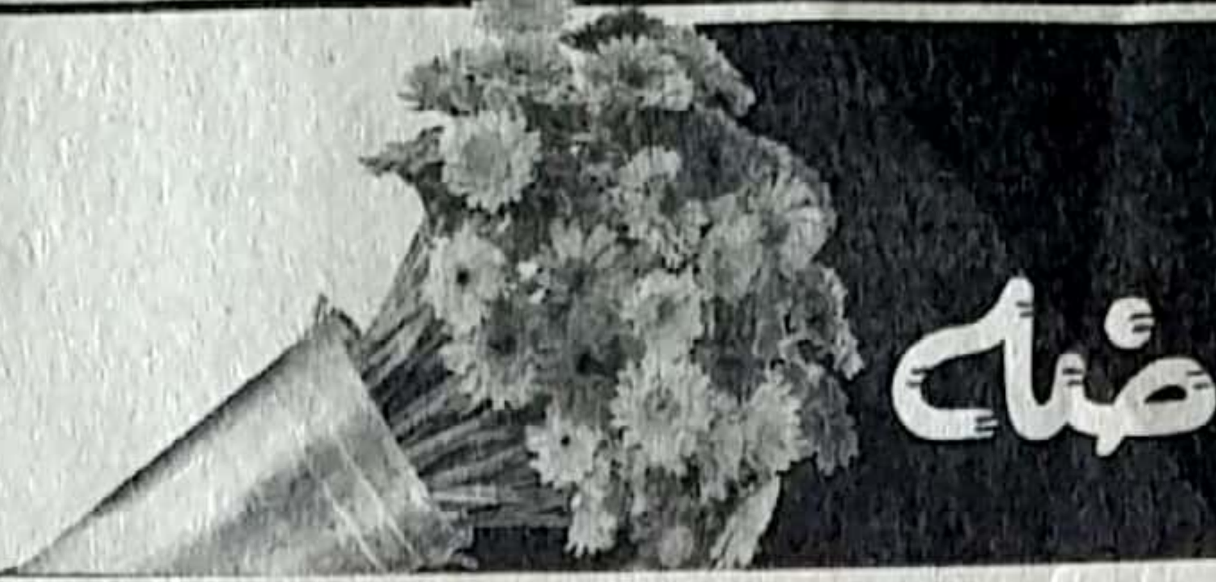

گلدستہ روضہ

بچے کا جذبہ

میرا بھائی طلحہ پانچ سال کا ہے اس کو دعا مانگنے کا بہت شوق ہے۔ اس کو اگر موقع مل جائے تو جب سارے گھر والے اکٹھے ہوں تو وہ دعا مانگنا شروع کر دیتا ہے تاکہ سب آمین کہیں۔ وہ اپنی دعا میں کشمیر کے بارے میں ضرور دعا مانگتا ہے۔ جب وہ چار سال کا تھا تو ایک دن وہ دعا مانگ رہا تھا کہ اس نے کہا کہ اللہ کشمیر آزاد کر دے۔ پھر کہنے لگا "ابو کشمیر میں ایسا کیا ہے جو اس کو آزادی چاہیے"۔ ابو کہنے لگے بیٹا وہاں ہمارے مظلوم بھائی ہیں، بچے ہیں جن کو کافر مارتے ہیں، کافروں نے ان کو باندھ رکھا ہے، اس لئے کہتے ہیں۔ میری بہن کہنے لگیں طلحہ! وہاں آپ کے ہم عمر بچے ہیں۔ کافر ان کو مارتے ہیں، ان کو باہر نہیں جانے دیتے۔ مار مار کر ان کا خون نکال دیتے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ طلحہ رو دیا، روتے روتے بولا اللہ! ان بچوں کو تکلیف ہوتی ہے، اللہ ان کو آزاد کر دے، اللہ جی ان کو آزاد کر دے۔ اتنا کہا اور روتا روتا سو گیا۔

(مریم بشیر۔ قصور)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت محمد ﷺ سے اپنی ضرورت بیان کی کہ راستوں پر بیٹھنے کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات گھر میں جگہ کم ہوتی ہے۔ کبھی جماعی معاملات کے لئے مل بیٹھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں راستے کے حقوق ادا کرنے کی شرط کے ساتھ راستے پر بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ اس حدیث میں راستے کے پانچ حقوق یہ ہیں۔

۱۔ نگاہ نیچی رکھنا

۲۔ کسی کو تکلیف نہ دینا۔

۳۔ سلام کا جواب دینا۔

۴۔ نیکی کا حکم دینا۔

۵۔ برائی سے منع کرنا۔

بعض دوسری احادیث میں بھولے ہوئے کو راستہ بتانا۔ مظلوم کی مدد کرنا۔ چھینک مار کر الحمد اللہ کہنے والے کو یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہنا، بوجھ اٹھانے میں مدد کرنا بھی آیا ہے۔

(فتح الباری حدیث نمبر ۶۲۲۹)

(حافظ توصیف رضا، مزمل سلیم۔ قصور)

نماز

پھول رحمت کے کھلاتی ہے نماز
رستہ جنت کا دکھاتی ہے نماز
آگ دوزخ کی بجھاتی ہے نماز
ہر برائی سے بچاتی ہے نماز
شاہ و گدا میں بھی نہیں رکھتی تمیز
فرق دنیا کے مٹاتی ہے نماز
سوہنے رب سے مسلمانو! سنو
ہر نمازی کو ملاتی ہے نماز
درس دیتی ہے طہارت کا نماز
پاک رہنا بھی سکھاتی ہے نماز

(اخت عمر عبدالوہاب۔ گوجرانوالہ)

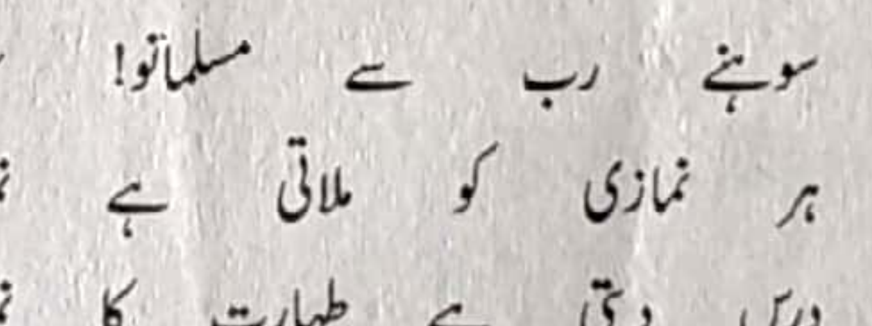

مسجد کے آداب

۱۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں۔ (رواہ الحاکم)

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (رواہ مسلم)

۳۔ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کریں۔ (صحیح بخاری)

۴۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے جانا منع ہے۔ (سنن ابوداؤد)

۵۔ نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا بھی انتہائی سخت گناہ ہے۔ (جامع ترمذی)

۶۔ مسجد میں کوئی بدبودار چیز کھا کر نہ آئیں۔ (صحیح مسلم)

۷۔ مسجد سے باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے باہر رکھیں اور دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (رواہ مسلم)

(حافظ راشد منیر۔ لاہور)

اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سورۃ آل عمران کی چند آیات کا مطلب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں قندیلوں کے اندر ہیں۔ ان کا ٹھکانا ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں، یہ روحیں جہاں چاہتی ہیں گھومتی پھرتی ہیں۔ پھر اپنی قندیلوں میں آ رہتی ہیں۔ یہ اپنی اس زندگی میں مگن تھیں کہ رب ذوالجلال نے ان کی طرف جھانک کر دیکھا اور ان سے پوچھا: "تمہیں کچھ چاہیے؟" انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم کیا مانگیں؟ جہاں ہم چاہتے ہیں جنت میں سیر کرتے ہیں۔ نعمتیں خواہشات سے بڑھ کر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار ان سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تو پوچھتے ہی رہیں گے تو کیوں نہ ہم کچھ مانگ لیں۔ آخر کار وہ کہیں گے "اے اللہ! ہمارا سوال یہی ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے۔ حتیٰ کہ ہم تیرے رستے میں ایک بار پھر شہید کر دیئے جائیں"۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ ان کی کوئی خواہش نہیں تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیں گے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

(مزمل حسین۔ کسووال)

انمول موتی

۱۔ مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔

۲۔ عقل مند کی پہچان کم گوئی ہے۔

۳۔ خوشی کی زندگی کے لئے زبان کو شکوہ سے روکے رکھو۔

۴۔ بُرے لوگوں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے۔

۵۔ علم بغیر عمل کے بے کار ہے۔

(اقصیٰ شیٹ، طیبہ سلیم۔ ارزانی پور)

آواز محمد ﷺ کا اثر ختم نہ ہوگا
تھک جائے گا سورج ' یہ سفر ختم نہ ہوگا
آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والو!
تمہارا حشر نمرود اور فرعون سے کم نہ ہوگا

(حمنہ بنت عبدالغفور۔کھڑیانوالہ)

☆☆☆☆☆

جو کرتے ہیں شانِ محمد ﷺ میں گستاخی
ان کی گردنیں اڑاتے ہیں محمد ﷺ کے سپاہی

(اقراء سرور۔سادوگورائیہ)

☆☆☆☆☆

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہوئے ' اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

(انس حبیب۔سمندری)

دشمن جان پر مہربانی

خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے نافذ کردہ عادلانہ اسلامی نظام کے بہت سے حاسدین اور مخالفین تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ ان کی بدکرداری کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور ان کی بات ماننے کو ہرگز تیار نہیں ہیں تو ان کے غلام کو ایک ہزار دینار میں خریدا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تم خلیفہ کے کھانے میں زہر ملا دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور آپ نے وہ کھانا کھالیا۔ زہر کے اثر سے بیمار ہوگئے۔ طبیب نے بتایا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے۔ فرمایا جس دن مجھے زہر دیا گیا تھا مجھے معلوم ہوگیا تھا۔ پھر اپنے اس غلام کو طلب کیا جس نے انہیں زہر دیا تھا۔ کہنے لگے ''تمہاری بربادی! تم نے یہ کام کیوں کیا؟''۔ اس نے کہا کہ ایک ہزار دینار کے لئے جو مجھے ادا کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''جاؤ یہ رقم جلدی سے لیکر آؤ''۔ جب وہ ہزار دینار لے کر آیا تو آپ نے اسے بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا اور غلام سے کہا جلدی سے بھاگ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی تلاش نہ کر سکے ورنہ لوگ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

(حافظ صفی الرحمٰن عاصم)

امام المجاہدین کا ''پہلا غزوہ''

پیارے بچو! آپ جانتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مدنی زندگی جہاد فی سبیل اللہ سے عبارت ہے۔ مگر کیا آپ جانتے ہیں کہ ''اس اللہ کے سپاہی نے سب سے پہلے جو قدم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اٹھایا وہ موقع کونسا تھا؟ کس علاقے کی طرف پیش قدمی کی؟۔ جی ہاں ہم بتلاتے ہیں کہ قمری لحاظ سے ۲ ہجری اور ماہ صفر تھا۔ عیسوی لحاظ سے ماہ اگست ۶۳۳ عیسوی کو رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید کپڑا منگوایا اور اسے جھنڈے کی شکل دے کر سیدنا حمزہؓ کے ہاتھ میں تھمادیا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ستر صحابہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے مقام ودان پر پہنچ کر قیام کیا۔ (جو کہ رابغ سے مدینہ جاتے ہوئے ۲۹ میل کے فاصلے پر ہے) آپ ﷺ دراصل قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنے کے لئے آئے تھے مگر کوئی معاملہ درپیش نہ آیا۔ البتہ بنوخمرہ کے سردار عمرو بن فحشی الغمری سے حلیفانہ معاہدہ طے کیا۔ یہ پہلی فوجی مہم تھی جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے اور پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر واپس آئے۔ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں حضرت سعد بن عبادہؓ آپ ﷺ کے قائم مقام تھے۔

(بحوالہ۔الرحیق المختوم۔عمر فاروق۔گوجرانوالہ)

اقوال زریں

۱۔ دنیا وہ ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل کردے۔
۲۔ جو نفس کی گرفت میں رہیں وہ مقام قرب نہیں حاصل کرسکتے۔
۳۔ ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح سے کامل ایمان نصیب ہوتا ہے۔
۴۔ معمولی نیکی کو حقیر نہ سمجھو شاید میزان عمل میں وہی نیکی نجات کا ذریعہ بن جائے۔
۵۔ حلال روزی سے دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔
۶۔ آدمی کی قیمت اعتماد میں ہے، یہی زندگی کی معراج ہے۔
۷۔ دانائی کی سب سے بڑی بات اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔

(عرفان علی فریدی۔چیچہ وطنی)

ہم مسلمان ہیں

کیوں نہ اچھے بنیں
سب سے مل کر رہیں
راہ سیدھی چلیں
ہر بدی سے بچیں
ہم مسلمان ہیں

جھوٹ ' چوری ' دغا
کام ' ہو جو بڑا
جس سے رب ہو خفا
دور اس سے رہیں
ہم مسلمان ہیں

جانتا ' ہوں میں ۔ جب
اس سے خوش ہوگا رب
پھر بڑوں کا ادب
کیوں نہ دل سے کریں
ہم مسلمان ہیں

اپنے پیارے نبی ﷺ
جن کے ہیں امتی
ان کی ہم پیروی
کیوں نہ ہر دم کریں
ہم مسلمان ہیں

(حافظ محمد انس سعید۔فورٹ عباس)

دعاء ابراھیم علیہ السلام کی قبولیت

حنظلہ عماد

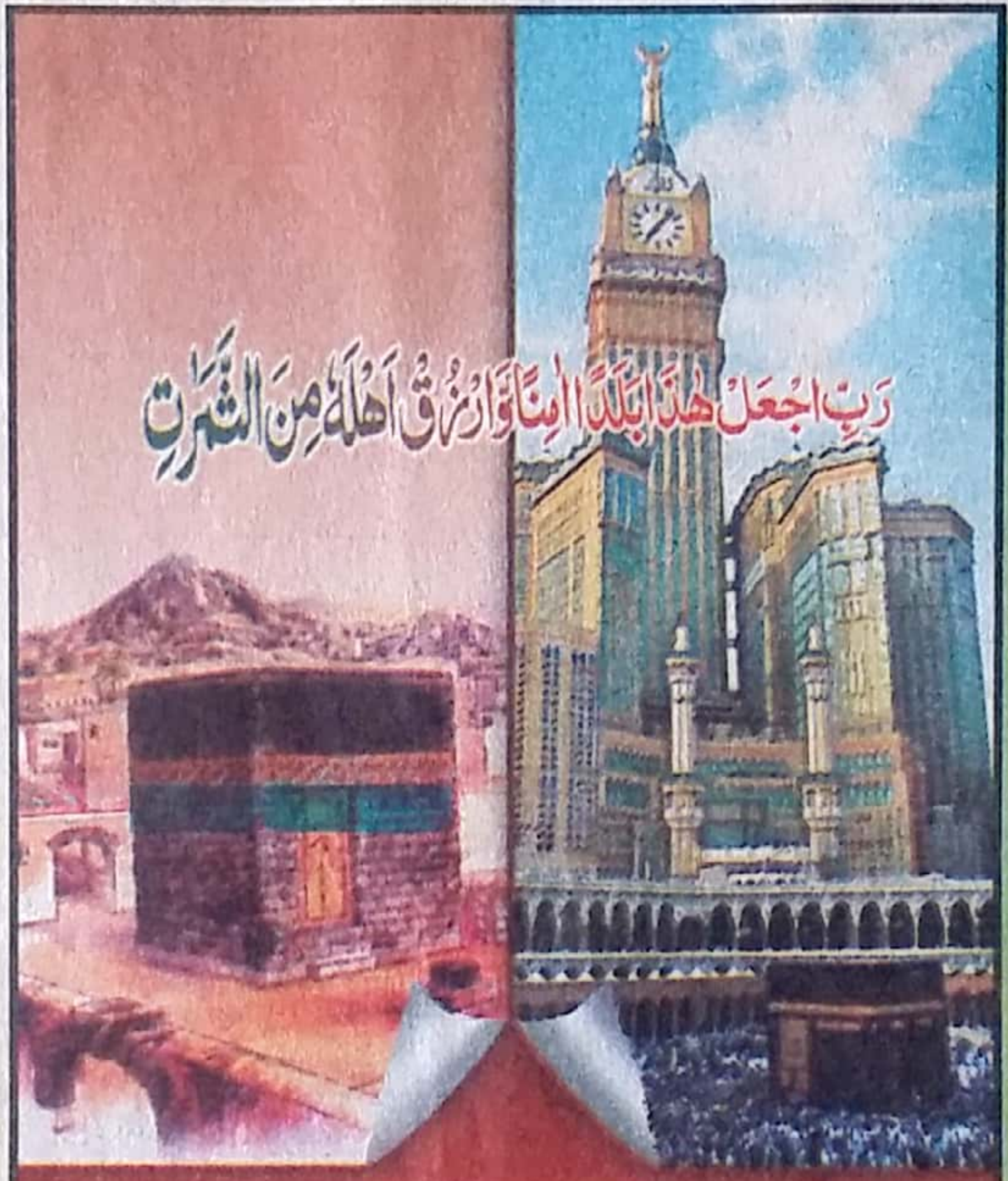

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ

حرم کا حسین منظر...... تلبیہ کی گونج...... دنیا بھر سے ہر رنگ، ہر نسل اور ہر بولی کے لوگ......

تلبیہ کے کلمات تو جیسے خود بخود ہی زبان سے ادا ہوتے جارہے تھے۔طواف بھی اپنے آپ ہی ہوتا جارہا تھا۔ نہ کوئی تھکان تھی اور نہ ہی اکتاہٹ، آب زم زم کی فراوانی مزید طاقت مہیا کر رہی تھی۔

ان سب سے بڑھ کر اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اس سے کی جانے والی دعائیں، التجائیں...... اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں کریں گے۔

خانہ کعبہ پر پڑنے والی نظر جونہی پلٹتی، ایمان کی تقویت کا باعث بنتی۔

انہی خیالات میں مگن میری سوچ نے اپنا رخ بدلا۔ اس کے آغاز کی طرف نظر دوڑائی، ساری دنیا کا مرکز بننے والے اس بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر کی طرف۔

اس کی تعمیر کے ابتدائی مناظر گویا میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔

☆☆☆☆☆

باپ اور بیٹا اللہ کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہیں۔

بیٹا! مجھے پتھر پکڑاتے جاؤ میں انہیں یہاں نصب کرتا ہوں۔

لیکن پتھر نصب کرتے کرتے ایک خاص پتھر کی ضرورت آن پڑی۔ باپ نے بیٹے کو حکم دیا کہ جاؤ بیٹا اس پتھر کو تلاش کر کے لاؤ۔

بیٹا پتھر ڈھونڈ کر لاتا ہے لیکن پتھر تو نصب ہو چکا ہے۔

یہ پتھر کہاں سے آیا؟ بیٹے نے سوال کیا۔

یہ پتھر اس نے دیا جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ باپ نے شفقت سے جواب دیا۔

یہ دونوں باپ بیٹا تندہی سے ایک چھوٹا سا گھر بنانے میں مصروف ہیں لیکن یہ گھر وہ اپنے لئے نہیں بنا رہے بلکہ یہ گھر وہ اللہ کے لئے بنا رہے ہیں۔ یہ اللہ کا گھر ہے۔ اللہ نے انہیں حکم دیا ہے کہ دونوں باپ بیٹا میرا گھر تعمیر کرو۔

اب جس جگہ گھر تعمیر ہو رہا ہے وہ صحرا ہے۔ وہاں کوئی آبادی نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ کا حکم ہے اس لئے باپ بیٹا بغیر کچھ سوچے حکم کی تعمیل میں مصروف ہیں۔

اس دوران باپ بیٹا اپنے رب سے دعائیں کر رہے ہیں کہ اے اللہ! ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول کرلے۔ قرآن پاک میں یہ دعا ان الفاظ میں نقل ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

(سورۃ البقرۃ:127)

''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''۔

گھر تو تعمیر ہوگیا ہے۔ لیکن اب یہاں آئے گا کون؟ اس صحرا میں کون اس میں حاضری دے گا؟ اس گھر کو آباد کرنے کے لئے دونوں باپ بیٹا اپنے رب سے خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے ہیں۔

اے اللہ! اس گھر کو آباد کر۔ اس شہر کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا۔ یہاں کے باسیوں کو پھلوں کا رزق عطا کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کیا تو اس وقت کوئی گمان بھی نہ کرسکتا تھا کہ یہ گھر دنیا میں اتنا بڑا گھر بن جائے گا۔ اپنی تعمیر کے بعد یہ گھر مرکز ہی رہا ہے۔ عربوں کی تجارت کا مرکز، ثقافت کا مرکز۔ اس کے متولی ہمیشہ مکرم رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی گئی دعاؤں کا نتیجہ یہ نکلا کہ گارے، مٹی اور پتھروں سے تعمیر ہونے والا بیت اللہ اس وقت وسعت اختیار کر چکا ہے۔

بنو جرہم ہی نہیں بلکہ پورے صحرائے عرب کے چپے چپے سے قبائل یہاں آتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ کعبۃ اللہ کو نئے پاسبان مل گئے ہیں۔ بتوں اور دیگر آلائشات سے اس گھر کو پاک کر دیا گیا ہے۔ طلوع اسلام کے بعد کعبہ مزید وسعت اختیار کرتا چلا گیا ہے۔ اس کی طرف کھنچے چلے آنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جب تعداد بڑھتی ہے تو پھر کعبۃ اللہ بھی تنگی داماں کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے۔ اس تنگی کو دور کرنے کے لئے اللہ کے اس گھر کو مزید وسعت دی جاتی ہے۔ مرحلہ وار وسعت کے نتیجے میں اب یہ حرم اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا مکہ اسی حرم میں سما گیا ہے۔

گارے اور پتھروں سے آغاز کرنے والا بیت اللہ اب پوری دنیا کا مرکز ہے۔ کچی اینٹوں کی بجائے سنگ مرمر اور دنیا بھر کے قیمتی پتھر یہاں نصب ہیں۔ لاکھوں لوگ بیک وقت نماز ادا کرتے ہیں۔ صرف صحرائے عرب سے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا سے لوگ اب یہاں آتے ہیں۔ یہ لوگ ہر رنگ، ہر نسل اور ہر خطے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہاں آکر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

اجتماعیت اور مساوات کا جو منظر یہاں دیکھنے کو ملتا ہے وہ پوری دنیا میں کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول فرمایا ہے جس کے نتیجے میں بیت اللہ آج پوری شان سے قائم و دائم ہے اور ہر سال لاکھوں لوگ یہاں آتے ہیں اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں جبکہ دیگر ایام میں آنے والے لاکھوں لوگ اس کے علاوہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت اور حج کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جبلہ نے کہا: ''میں غسان کا بادشاہ ہوں' میرا باپ بادشاہ' میرا دادا بادشاہ گزرے' یہ ایک غریب اور بے حیثیت آدمی' میری آنکھ اس کی آنکھ کے برابر کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کی آنکھ کے بدلے میں میری آنکھ کیوں نکالی جاسکتی ہے؟''

سیدنا عمر ؓ نے جواب دیا: ''میں نے تم سے پہلے کہہ دیا کہ اسلام کی نظر میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب برابر ہیں۔ تم میرا وقت خراب نہ کرو۔ تم یا تو اس نوجوان کو راضی کر دو یا پھر سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

جبلہ نے بڑے غرور اور غصے سے جواب دیا: ''اگر آپ کا اسلام ایسا ہے جو زیردستوں' کمزوروں کے مقابلے میں زبردستوں اور شرفا کا خیال نہیں کرتا اور بڑے لوگوں اور حاکموں کو خاص حقوق نہیں دیتا تو ایسے اسلام کو میرا سلام میں پھر عیسائی ہو جاؤں گا۔''

سیدنا عمر ؓ نے کہا: ''اگر تو اسلام سے پھر جائے گا تو جو مرتد کی سزا ہے' تجھے دی جائے گی' میں تیری گردن اڑا دوں گا۔''

یہ فیصلہ سن کر غسان کے بادشاہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ وہ اسلامی سلطنت میں کھڑا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ سے بات کر رہا ہے۔ مرتد کی سزا کے نام سے اُسے کپکپی سی آئی۔ وہ جان گیا کہ اس وقت معاملہ انتہائی نازک ہے۔ اس نے کہا: ''بہت خوب' مجھے آج سوچنے کا موقعہ دیجیے۔ میں کل اس کا جواب دوں گا۔'' سیدنا عمر فاروق ؓ نے اسے ایک دن کے لیے سوچنے کی مہلت دے دی۔

جبلہ مہلت لے کر اپنے پڑاؤ پر گیا تو آتے ہی اس نے بھاگنے کی تیاری شروع کر دی۔ رات کو اپنے پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ غسان بھی نہیں گیا بلکہ سیدھا روم پہنچا جہاں بادشاہ ہرقل حکومت کرتا تھا۔ ہرقل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی آؤ بھگت کی۔ ایک بڑے محل میں اسے ٹھہرایا اور غسان کی ریاست سے بڑی جاگیر سے اسے نوازا۔ یہاں پہنچ کر جبلہ دوبارہ عیسائی ہو گیا اور غسان سے بھی زیادہ ''شان و شوکت'' کے ساتھ رہنے لگا۔

جبلہ ابن ایہم ہرقل کے ہاں رہ رہا تھا کہ ایک بار سیدنا عمر ؓ کا قاصد ہرقل کے پاس پہنچا' یہ قاصد سیدنا جثامہ ؓ تھے۔ سیدنا جثامہ ؓ ہرقل سے گفتگو کر رہے تھے کہ اس نے کہا:

''جثامہ (ؓ)! تم اپنے پڑوسی بادشاہ جبلہ ابن ایہم سے بھی ملے ہو؟'' سیدنا جثامہ ؓ نے جواب دیا: ''نہیں تو' کیا وہ یہیں ہے؟'' ہرقل نے بتایا: ''ہاں' وہ یہیں ہے' تم اس سے مل کر خوش ہو گے۔''

اصل میں اس ملاقات کا مطلب یہ تھا کہ ہرقل سیدنا جثامہ ؓ پر یہ جتانا چاہتا تھا کہ جس شخص کی تم نے عزت نہیں کی اور ایک معمولی سی بات پر اسے خفا کر دیا' ہم نے اس کو بڑا شرف بخشا اور وہ بڑے جاہ و جلال سے رہ رہا ہے۔

ہرقل نے ایک آدمی ساتھ بھیج دیا۔ وہ سیدنا جثامہ ؓ کو جبلہ کے محل میں لے گیا۔ جثامہ ؓ نے جبلہ کے محل کی شان و شوکت دیکھی تو اس کے سامنے ہرقل کے دربار کا رنگ پھیکا نظر آیا۔ جبلہ کے محل میں سونے کی کرسیاں اور تخت تھے' جن پر بیش قیمت ہیرے اور جواہرات جڑے تھے۔ ہیروں اور جواہرات کی جڑاؤ کرسی پر جبلہ ابن ایہم بیٹھا ہوا تھا۔ تخت کے دونوں طرف خوبصورت غلام ریشم اور قیمتی کپڑے کی وردیاں پہنے' چاندی کی پٹیاں کسے ہوئے کھڑے تھے۔ چاروں طرف ریشم کے ہزاروں پردے لٹک رہے تھے اور عود و عنبر (ایک خوشبو) کی خوشبو سے محل بسا ہوا تھا۔

جبلہ نے سیدنا جثامہ ؓ کو آتے دیکھا تو تخت پر کھڑا ہو گیا' ملا اور اپنے برابر کرسی پر بٹھا لیا اور پھر دونوں میں اس طرح بات چیت شروع ہوئی۔

جبلہ: ''کہو جثامہ! مزاج اچھا ہے؟''

جثامہ ؓ: ''الحمدللہ! بخیرت ہوں۔

جبلہ: ''مسلمانوں کا کیا حال ہے؟''

جثامہ ؓ: ''اچھے ہیں اور اللہ کے فضل سے اب ان کی تعداد میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔''

جبلہ: ''اور عمر (ؓ) زندہ ہیں؟''

جثامہ ؓ: ''اللہ کے فضل و کرم سے امیر المؤمنین خوش و خرم ہیں۔ مجھے سیدنا عمر ؓ ہی نے ہرقل کے پاس قاصد بنا کر بھیجا ہے۔''

سیدنا عمر فاروق ؓ کی سلامتی کا حال سن کر جبلہ کے چہرے پر پریشانی سی آئی' وہ کچھ دیر کے لیے رکا۔ اس عرصے میں سیدنا جثامہ ؓ کی نظر سونے کی کرسی پر پڑی۔ وہ ''لاحول ولاقوۃ'' پڑھ کر اٹھے اور تخت پر بیٹھ گئے۔ جبلہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

جس وقت حضرت جثامہ ؓ نے نبی ﷺ کا نام لیا تو چپکے سے جبلہ نے بھی ''ﷺ'' کہا۔ سیدنا جثامہ ؓ نے سن لیا۔ انہوں نے تاڑ لیا کہ ابھی اسلام کا اثر اس کے دل پر باقی ہے۔ اس لیے انہوں نے پھر اسے اسلام کی دعوت پیش کی۔ فرمایا: ''جبلہ! تم اسلام لانے اور ہدایت پانے کے بعد نصرانی کیوں ہو گئے؟ میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے تمہاری ہی بھلائی کے لیے مشورہ دیتا ہوں کہ تم پھر مسلمان ہو جاؤ۔''

یہ سن کر جبلہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ بولا: ''جثامہ! ایسی بری حرکتیں کرنے کے بعد بھی میں مسلمان ہوسکتا ہوں؟ جثامہ! سچ بتانا' تمہارا دین مجھ جیسے گندے آدمی کو پھر قبول کر لے گا؟ نہیں جثامہ! اب یہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔''

سیدنا جثامہ ؓ اس کی باتوں سے صاف طور پر سمجھ گئے کہ وہ مرتد ہونے کے بعد اور ناز و نعمت کی زندگی گزارتے ہوئے بھی خوش نہیں ہے۔ انہوں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ نصیحت اور خیر خواہی کے بعد وہ پھر مسلمان ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے سمجھایا:

''جبلہ! کیسی بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم! اشعث بن قیس بھی تمہاری طرح مرتد ہو گیا تھا۔ اس نے تو مسلمانوں سے جنگ بھی کی تھی لیکن پھر اس نے اسلام کو قبول کر لیا۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے نہ صرف یہ کہ اس کی ساری شرارتوں کو معاف کر دیا بلکہ اپنی بہن ام فروہ ؓ سے اس کی شادی کر دی۔ اے جبلہ! دنیا کے اس ٹھاٹ باٹ پر نہ بھولنا' یہ محض دھوکا ہے۔ یہ وہ نہیں جو کچھ نظر آتا ہے۔

اس طرح سیدنا جثامہ ؓ دیر تک اسے سمجھاتے رہے۔ جبلہ غور سے سنتا رہا پھر بولا: ''جثامہ! اگر میں پھر مسلمان ہوسکتا ہوں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا' لیکن میری دو شرطیں ہیں۔''

''وہ کیا؟'' سیدنا جثامہ ؓ نے فوراً پوچھا:

بولا: ''پہلی شرط تو یہ ہے کہ سیدنا عمر ؓ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے بعد مجھے خلیفہ نامزد کر دیں۔''

ان شرطوں کا مقصد یہ تھا کہ جبلہ کو وہ سزا یاد آ رہی تھی کہ جو ایک نوجوان کی آنکھ پھوڑنے کے سلسلے میں اسے دی جانے والی تھی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ مقدمہ پھر نہ اس پر قائم کر دیا جائے۔ یہ دونوں شرطیں اسی بچاؤ کے لیے کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کی شرطوں کو سنا اور جواب دیا کہ ''میں اپنے بس سے زیادہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ تمہارا نکاح تو میں امیر المؤمنین کی بیٹی سے کرا سکتا ہوں لیکن ولی عہد کا معاملہ غلط ہے۔ اس کی ذمہ داری میں نہیں لیتا۔''

''تو پھر مشکل ہے۔'' جبلہ کی زبان سے نکلا۔ اس نے بڑے شاندار انداز سے جثامہ ؓ کی دعوت کی۔ رخصت ہوتے ہوئے بہت سے تحفے اور ایک ہزار اشرفیاں بقیہ صفحہ 13

ماں سے زیادہ رحم دل

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک قوم سے ملاقات ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

کہنے لگے ہم مسلمان ہیں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خاتون بیٹھی چولہا سلگا رہی تھی' اس کے قریب اس کا ننھا بچہ بھی تھا' جب آگ خوب جل اٹھی تو وہ بچے کو لے کر رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی:

"آپ اللہ کے رسول ہیں؟"

سرورعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں میں اللہ کا رسول ہوں۔"

پھر بولی میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ کیا ایک ماں جس قدر مہربان ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیوں نہیں بلاشبہ تو درست کہتی ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ پھر ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی تو اللہ اپنے بندے کو آگ میں کیسے ڈالے گا؟ اس صحرانشین صحابیہؓ کی یہ بات سن کر رسول اکرم ﷺ پر سخت رقت طاری ہوگئی اور رسول ﷺ رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے سر اٹھا کر فرمایا:

"اللہ اس بندے کو عذاب میں ڈالے گا جو اللہ کی نافرمانی پر ڈٹا رہے اور اس کو ایک نہیں مانتا۔ (اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہراتا ہے)۔ (ابن ماجہ)

(عائشہ صدیق۔ چاہ رستم والا)

کیمرے کی زد میں

کاش ہمیں یہ احساس ہر دم رہنے لگے کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو ہم بہت سی برائیوں سے بچے رہیں گے۔ جس طرح کسی تقریب میں جب مووی بنتی ہے جو کیمرہ جس طرف جاتا ہے' وہاں موجود اکثر لوگ اپنی حالت درست کرنے لگتے ہیں۔ کوئی اپنا لباس درست کرتا ہے تو کوئی اپنے بال درست کرتا ہے۔ غرض کوئی بھی شخص نازیبا حرکت نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ انہیں کیمرہ دیکھ رہا ہے۔ آج کل بڑے بڑے سٹوروں میں جہاں پر آمدورفت زیادہ ہوتی ہے۔ بہت سے کیمرے لگائے جاتے ہیں۔ ہر شخص کیمرے کی زد میں ہوتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے کوئی بھی مشکوک حرکت نہیں کرتا۔ اے کاش! ہم ان دنیوی کیمروں کی طرح اللہ کے کیمروں کا بھی خوف کرنے لگیں۔ تو نہ صرف ہماری دنیا کی بلکہ اخروی زندگی بھی سنور جائے گی۔ پیارے بچوں کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہری' باطنی تمام حالات جانتے ہیں۔

(بنت عبدالکریم۔ راجہ جنگ)

روضہ اور میں

پہلے پہل ہمارے گاؤں 294/HR میں ایک ہی روضۃ الاطفال آتا تھا اور وہ ڈاکخانے پڑا آتا تھا۔ میں نے روضۃ الاطفال 2007ء میں پڑھنا شروع کیا اور تقریباً دسمبر 2007ء سے روضۃ الاطفال میں لکھنا بھی شروع کر دیا۔ میں روضۃ الاطفال کے ہر شمارے میں لکھتا رہا لیکن مجھے خوش آمدید نہ کہا گیا۔ میں نے کوشش جاری رکھی اور شمارہ نمبر 82 میں مجھے "شخصیت بتائیں انعام پائیں" والے سلسلہ میں حصہ ملا اور شمارہ نمبر 86 میں "گلدستہ" میں میری بھیجی ہوئی تحریر "شہید کا مقام" روضۃ الاطفال کی زینت بنی اور روضۃ الاطفال شمارہ نمبر 87 میں میرا خط شامل ہوا۔ مجھے مکمل طور پر یقین ہے کہ آپ آئندہ بھی مجھے روضۃ الاطفال میں خوش آمدید کہیں گے۔

مجھے تو جب روضۃ الاطفال ملتا ہے' سب سے پہلے فرمان الٰہی اور فرمانِ رسولؐ پڑھتا ہوں۔ خاص طور پر پہلی بات پڑھنا کبھی نہیں بھولتا اور تمام قارئین سے بھی اپیل ہے کہ آپ بھی روضۃ الاطفال میں پہلی بات پڑھنا کبھی نہ بھولیں۔ بھائی الیاس حامد صاحب آپ سے بھی اپیل ہے کہ آپ مجھے گاؤں سے شہر نہ بھیجا کریں۔ بھائی آپ میرے نام کے ساتھ پورا پتہ 294/H.R مروٹ لکھا کریں۔

شمارہ نمبر 89 میں "بوریا نشین حکمران"......محمد راشد الیاس "فداک ابی وامی" عمر فاروق ارشد' "بہادر خاتون"......محمد بلال شاہین اور "میرے دل کی آواز"......حبیب اللہ اور باقی شماروں میں حرا کی شہادت' غزہ کی کہانی' موت کا عہد' سلطان کا جواب' دلکش مگر زہریلے پھول' جنت کا راستہ' حرمت رسولؐ کا محافظ' جہاد اسلام کا محافظ' کلیسا میں اسلام' عظیم فیصلہ' جنت کی کھڑکی' اللہ کی اونٹنی' شہید کا مقام' پیارے نبی کیسے تھے' اللہ کے بندے' نیت کا پھل' مزدور کا روزہ' توحید کی صدا' نبی ﷺ کا کھانا' نوجوان کا قتل اور بہت سی سبق آموز کہانیاں اور خوبصورت کہانیاں تھیں۔

آخر میں روضہ قارئین سے ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ روضہ کو محض وقت گزاری کے لیے نہ پڑھیں۔ اس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل بھی کریں۔ (اللہ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے) اور دوسرا اس لیے کہ ہمیں اتنی محنت کرنی ہے کہ پوری دنیا میں اس کی دھوم مچ جائے۔

اللہ تعالیٰ روضہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

(راشد شاہین' محمد اعظم۔ چک 294/H.R مروٹ)

عشرہ مبشرہ

اس سے مراد وہ دس صحابہؓ جن کو اللہ کے نبی ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی اور وہ یہ ہیں۔

1- سیدنا ابوبکر صدیقؓ
2- سیدنا عمر فاروقؓ
3- سیدنا عثمان غنیؓ
4- سیدنا علی المرتضیٰؓ
5- سیدنا طلحہؓ
6- سیدنا زبیر بن عوامؓ
7- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ
8- سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ
9- سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ
10- سیدنا سعید بن زیدؓ

(بحوالہ: الرحیق المختوم)

(حفصہ' عائشہ صدیقہ بنت عبدالستار۔ گجروالا فیصل آباد)

معلومات دنیا

1- مصر کی ہوائی سروس کا نام "یونائیٹڈ عرب ایئر لائنز" ہے۔
2- ڈھاکہ سے لاہور تک 1045 میل فضائی فاصلہ ہے۔
3- عالمی یوم ماحول 5 جنوری کو منایا جاتا ہے۔
4- انسانی حقوق کا عالمی دن 10 دسمبر کو منایا جاتا ہے۔
5- انسداد منشیات کا عالمی دن 26 جون کو منایا جاتا ہے۔
6- آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے۔
7- دنیا کی سب سے خطرناک چوٹی نانگا پربت ہے۔
8- رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک روس ہے۔
9- سب سے زیادہ پہاڑ سوئٹزرلینڈ میں ہیں۔
10- PIA سے مراد پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز ہے۔
11- کراچی سے بیروت تک 1829 میل فضائی فاصلہ ہے۔

(محمد حامد' محمد راشد الیاس' بدر شبیر۔ 294-HR)

اذیت ناک ٹیلی فون

حافظ یوسف سراج

رات بہت گزر چکی تھی مگر نیند اب تک آنکھوں سے روٹھی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ پریشانی، بے چینی اور اداسی کی کوئی وجہ تو نہیں ہوتی مگر اس کے باوجود ہم اداس ہو جاتے ہیں، وہ بھی شاید کوئی ایسا ہی وقت تھا اور میری اس وقت کچھ ایسی ہی حالت تھی۔ میں اس وقت گھر سے کوسوں میل دور ایک دینی جامعہ میں زیر تعلیم تھا۔ ہمیں دن رات یہیں رہنا پڑتا تھا اور کبھی مہینے ڈیڑھ مہینے بعد یا اس سے بھی زیادہ وقفے کے بعد گھر جانا نصیب ہوتا تھا۔ گھر سے دور رہنا مشکل تو بڑا لگتا تھا مگر دینی تعلیم کے لیے ہم اور ہمارے گھر والے یہ سب برداشت کر رہے تھے۔

جس رات کا میں ذکر کر رہا ہوں، اس رات عشاء کے بعد میں سونے کے لیے بستر میں لیٹ تو گیا تھا مگر نیند تھی کہ آنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ بہت کروٹیں بدلتے رہے اور ذہن کو تھپکیاں دے دے کر سلانے کی کوشش کرتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تنگ آ کر چارپائی کو چھوڑا اور تکیہ اٹھا کے فرش پہ بچھے قالین پہ لیٹ گیا مگر جب یہاں بھی نتیجہ وہی رہا تو اب کے کمرا چھوڑا اور باہر مسجد کے کھلے صحن کی تازہ ہوا میں ڈیرے ڈال دیے۔ جانے کیا بات تھی کہ نیند یہاں بھی نہیں آئی۔ دل میں اک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ ہلچل مچا رہی تھی اور اس کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ خیر جیسے تیسے کروٹیں بدلتے لیٹے رہے اور رات آہستہ آہستہ دبے پاؤں گزرتی رہی۔ صبح کی اذان میں کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے ہی باقی ہوں گے کہ جامعہ کے چوکیدار نے آ کے مجھے جگا دیا اور کہا: یوسف بیٹا! آپ یہاں سو رہے ہیں؟ ہم تو آپ کے کمرے میں آپ کو ڈھونڈ رہے تھے۔

خیریت تو ہے نا چچا جان! میں نے حیران ہوتے ہوئے ان کے ڈھونڈنے اور بے وقت جگانے کی وجہ پوچھتے ہوئے کہا...... وہ دراصل تمہارے گھر سے فون آ رہا تھا۔

ان سے یہ سننا تھا کہ میری حیرانی انتہائی پریشانی میں بدل گئی۔ یا اللہ خیر! رات کے اس وقت گھر سے فون کا آنا کسی بڑی پریشانی کی وجہ ہی سے ہو سکتا تھا اور یہی سب سوچ کر میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ پریشانی میرے ذہن پر پوری طرح چھا چکی تھی اور میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے متعلق مختلف اندیشوں اور وسوسوں کا شکار ہو کر مسلسل دعائیں کر رہا تھا۔ ایسی ہی حالت میں جامعہ کے گیٹ کے پاس پڑے فون تک پہنچ کر میں نے کال کا انتظار شروع کر دیا۔ تاہم اسی لمحے چوکیدار نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا اور پریشان سے لہجے میں کہا کہ بیٹا! فون تو آپ کا بے شمار دفعہ آیا تھا مگر آپ ملے نہیں تھے، چنانچہ ہم نے پیغام لے لیا ہے اور پیغام یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب وفات پا گئے ہیں، لہٰذا اب آپ گھر چلے جائیں۔

یہ سننا تھا کہ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، مجھے یوں لگا جیسے آسمان میرے وجود پر آ گرا ہو اور میں اس کے نیچے دبتا جا رہا ہوں۔ اباجی کے متعلق کتنا ہی کچھ میری نگاہوں میں گھومنے لگا۔ وہ پیارا سا چہرہ، وہ نرم اور محبت کرنیوالی شخصیت جسے میں دیکھ دیکھ کر جیتا تھا اور جس کی محبتوں کی بدولت میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اب یہاں دینی تعلیم حاصل کر رہا ہوں تو کیا وہ ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ کے جا چکے ہیں، غرض اس وقت بے شمار اذیت ناک اور تکلیف دہ سوچیں موسلا دھار بارش کی طرح میرے ذہن پر برس رہی تھیں اور میری آنکھیں مسلسل آنسو بہانے میں مصروف تھیں۔

میں نے اپنے ساتھ ہی زیر تعلیم گاؤں کے دوستوں عبدالوکیل اور عبدالجلیل کو جگا کے بتایا اور کہا کہ میں تو اب گھر جاتا ہوں وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ چھوٹے بھائی یونس کو بھی ساتھ لے لیا مگر اسے یہ نہیں بتایا کہ آج گھر جا کے اباجی کے استقبال کی امید نہ رکھنا۔

رات کا وقت تھا اور عوامی ٹریفک بند ہو چکی تھیں۔ ہم نے رکشہ لیا اور بسوں کے اڈے پر پہنچ گئے۔ بس روانہ ہونے میں تاخیر تھی اور انتظار مجھ سے بالکل نہ ہو رہا تھا۔ آنسو گر گر کر میری قمیص کے دامن میں جذب ہو رہے تھے۔ دوست مجھے تسلی دے رہے تھے مگر اس سے میری اور ہچکی بندھ جاتی تھی، لیکن جب میں چھوٹے بھائی کو دیکھتا تو پھر ضبط کرنے کی کوشش کرتا تا کہ کہیں اسے پتا نہ چل جائے۔

اللہ اللہ کر کے بس روانہ ہوئی۔ وہ انتہائی تیزی سے دوڑ رہی تھی اور رات کے اندھیرے میں آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر کار جب صبح کا اجالا اچھی طرح پھیل چکا تھا تو ہمارا سٹاپ بھی آ گیا۔ ہم اتر آئے۔ یہاں چونکہ فون کی سہولت موجود تھی چنانچہ جہاں جہاں رشتہ داروں کو اطلاع کرنا تھی وہ بھی میں نے یہیں سے کر دی۔

اس سے آگے گاؤں تک پہنچنے کے لیے کسی اور سواری کی ضرورت تھی۔ جب دن خوب چڑھ آتا تھا تو تب یہاں سے ویگنیں گاؤں کی طرف آنا جانا شروع کر دیتی تھیں مگر اتنی صبح تو وہ بھی موجود نہ تھیں چنانچہ ہم نے تانگہ کرائے پر لے لیا اور تانگے بان کو ہدایت کی کہ وہ گھوڑے کو پوری رفتار سے دوڑائے۔ اب تانگہ تیزی سے گھر اور گاؤں کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

جب تانگہ گاؤں میں داخل ہوا تو گاؤں کے لوگ صبح کا آغاز کر چکے تھے۔ پہلے میرے ان ہم سفر دوستوں کا گھر آتا تھا اور ان کے والد صاحب ہمارے گاؤں کے امام اور خطیب بھی تھے۔ وہ ہمیں گھر کے باہر ہی مل گئے۔ انہوں نے جو ہمیں یوں آتے دیکھا تو حیرانی سے گھورنے لگے۔ میں تو ایسی کیفیت میں تھا کہ مجھے اس کا احساس نہ ہوا مگر ان کے اطمینان اور سکون کو دیکھ کر میرے ساتھی کو کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا۔

اس نے فوراً پوچھا ابا جان! یوسف کے والد صاحب کدھر ہیں؟ ادھر ہی تھے، ابھی تو میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، مگر تم لوگ اتنی جلدی کیوں واپس آ گئے ہو، ابھی تو تمہیں گئے ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے الٹا ہم سے سوال کر دیا۔ یہ سنتے ہی میرے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ سب کسی نا سمجھ کی حماقت اور شرارت تھی اور انتہائی خطرناک مذاق تھا کیونکہ اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ بزرگ ہم سے آنے کا سوال نہ کرتے۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے والد صاحب اللہ کے فضل سے حیات ہیں۔ مجھے یہاں سلام دعا کرتے کچھ دیر لگ گئی، اتنے میں چھوٹے بھائی دوڑ کے والد صاحب کو دیکھ آئے۔ والد صاحب اس وقت گائے کے لیے چارے کا انتظام کر رہے تھے۔ فارغ ہوتے ہی میں بھی دوڑا دوڑا گھر پہنچا، والد صاحب کو زندہ سلامت دیکھا تو بے ساختہ ان سے چمٹ گیا اور خوب پیار کیا۔ پھر انہیں ساری بات بتائی تو وہ بہت حیران ہوئے کہ کس نے اتنا اذیت ناک مذاق کر ڈالا ہے۔

عبدالوکیل نے فوراً جامعہ فون کر کے اصل صورتحال بتا دی۔ پرنسپل صاحب نے کہا کہ اچھا ہوا آپ لوگوں کا وقت پر

مسواک صحت بھی، رب کی خوشنودی بھی

مسواک کے بارے میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ: ''مسواک سے منہ کی صفائی ہوتی ہے اور رب کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔''

اسی طرح ایک اور فرمان کے مطابق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''اگر میں اپنی امت پر اسے بھاری اور مشکل نہ سمجھتا تو ہر وضو یا ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا ضروری قرار دے دیتا۔''

ننھے منے ساتھیو! دیکھیں ہمارے منہ کی صفائی اور ستھرائی کے لیے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کتنی تاکید کی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے، اس طرح جب آپ ﷺ بیمار تھے اور دنیا میں اپنا آخری وقت گزار رہے تھے، اس وقت آپ ﷺ نے مسواک کرنے کا اشارہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسواک کو منہ سے نرم کیا تاکہ آپ ﷺ آسانی سے چبا سکیں کیونکہ بیماری کے باعث آپ ﷺ بہت کمزور ہو چکے تھے اور آپ ﷺ نے مسواک اس حالت میں کی جبکہ آپ ﷺ شدید تکلیف سے دوچار تھے۔ یہ تو تھا مسواک کے متعلق ہمارے نبی ﷺ کا حکم اور عمل۔ اب یہاں صحت اور طب کے اعتبار سے بھی مسواک کو بے حد مفید قرار دیا گیا ہے۔

مسواک قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔ کسی زمانے میں مسواک کا روزمرہ استعمال معمول کا حصہ تھا لیکن اب یہ رواج ختم ہو گیا ہے۔ عراق میں 7000 سال پہلے مسواک استعمال ہوتی تھی، اس کے علاوہ زمانہ قدیم کی بہت سی دوسری تہذیبوں میں مسواک کا روزانہ استعمال معمول تھا۔ آج کل مسواک فروخت کرنے والے صرف مساجد کے باہر نظر آتے ہیں یا پھر جڑی بوٹیوں والی دکانوں سے مسواک ملتی ہے۔

مسواک پنسل کی طرح شاخ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اس کے ایک سرے کو منہ میں ڈال کر چبایا جاتا ہے اور اس وقت تک چبایا جاتا ہے جب تک مسواک کے سرے پر ریشے نہ بن جائیں۔ یہاں تک کہ یہ ایک برش کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کے بعد اس سے بالکل ایسے دانت صاف کیے جاتے ہیں۔ جیسے دانت صاف کرنے والے برش سے۔

مسواک ایک ایسا اینٹی بائنگ ہے جو دانتوں پر جمنے والے پیلے مادے مسوڑھوں کی بیماریاں اور مسوڑھوں سے نکلنے والے خون کو بند کرنے کے لیے بے حد مفید ہے۔ نیم کی مسواک کو دانتوں کی صحت کے حوالے سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ عوام کی بڑی تعداد اس بات سے بھی لاعلم ہے کہ مسواک سے نہ صرف دانتوں اور مسوڑھوں کی مختلف تکالیف ختم ہو جاتی ہیں بلکہ اس کے روزانہ استعمال سے نظام انہضام بھی بہتر رہتا ہے۔

ڈینٹل سرجن کے مطابق مسواک کے متواتر استعمال سے دانتوں پر جما ہوا پیلے رنگ کا سخت مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ دانت اور مسوڑھے صحت مند رہتے ہیں۔ ان کی شکل بالکل درست رہتی ہے۔ ٹیڑھے نہیں ہوتے۔ جبکہ پلاسٹک کا برش دانتوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کا واضح مشاہدہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جب پلاسٹک کے برش سے دانت صاف کرتے ہوئے اگر غلطی سے اس کا زاویہ غلط ہو جائے تو مسوڑھوں پر لگنے سے وہاں سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے جبکہ مسواک کو جیسے مرضی استعمال کریں، یہ کبھی بھی مسوڑھوں کو زخمی نہیں کرتی۔

پلاسٹک کے برش سے دانت اوپر سے نیچے کی طرف یا پھر برش کو گھما کر دانت صاف کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ دانتوں کو جس طریقے سے صاف کرنا چاہیے اس کا یہ مقصد صرف مسواک سے حل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ خشک مسواک مسوڑھوں کو زخمی بھی کر سکتی ہے۔ دانتوں کی مختلف بیماریوں کو ختم کرنے کے لیے مسواک قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔ اسے روزانہ استعمال کرنے سے دانت صحت مند رہتے ہیں۔

عمارہ شہزاد۔ سمندری

کلائی گھڑی

کلائی گھڑی کا استعمال کب شروع ہوا؟ صحیح تاریخ کا تعین آج تک نہیں ہو سکا۔ تاہم 20 ویں صدی کے آغاز میں زنانہ چھوٹی بڑی جیبی گھڑیاں خاص طور پر تیار کی گئیں چمڑے یا سونے کے بازو بند استعمال ہونا شروع ہوئیں جو بہت جلد خاص وعام میں مقبول ہو گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ان کی افادیت اس لیے بھی زیادہ سامنے آئی کہ اس طرح وقت بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل وقت دیکھنے کے لیے قمیض یا کوٹ کی جیب میں سے گھڑی نکالنا پڑتی تھی۔ سب سے پہلی چابی والی گھڑی ایک انگریز جان ہاورڈ نے ایجاد کی تھی۔ جسے 1924 میں رجسٹرڈ کروایا گیا۔ آج گھڑی سازی کی سب سے بڑی صنعت یورپ کے خوبصورت ملک سوئٹزرلینڈ کی وادی ''آر'' میں جوار کی پہاڑیوں میں عمل پذیر ہے۔

انیسہ بنت عبدالحکیم زاہد۔ گوجرانوالہ

تین عدالتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن تین قسم کی عدالتیں ہوں گی۔''

1- پہلی عدالت میں تو معافی کا تصور ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کی ہوگی یعنی اس عدالت میں صرف ایمان اور کفر کا مقدمہ پیش ہوگا۔

2- دوسری عدالت میں اللہ تعالیٰ صاحب حق کو اس کا حق ضرور دلائیں گے، خواہ اپنے پاس سے عطا فرمائیں یا جس کے ذمہ کسی کا حق ہے، اس سے وصول کر کے دیا جائے اور یہ عدالت بندوں کے آپس کے معاملات کی ہوگی، اس میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

3- تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ہوگی، اس میں اللہ تعالیٰ زیادہ پرواہ نہیں کریں گے یہ اللہ کریم کے اپنے حقوق کی عدالت ہوگی، چاہیں گے تو مواخذہ فرمائیں گے، چاہیں گے تو معاف فرما دیں گے۔ (بحوالہ: مشکوٰۃ)

عثمان ارشد شانی

روضۃ الاطفال کی غیر حاضریاں ختم ہو جائیں گی۔ ابھی مجھے شمارہ نمبر 97 ملا ہے اور پھر 100 یعنی دو کا ناغہ۔ مسئولین سے پتا کیا‘ وہ کہتے ہیں روضہ آیا ہی نہیں۔ پھر میں گھر چلا گیا۔ جہلم سے فراغت حاصل کر کے تو میر پور کے مسئولین کا بھی وہی جواب۔ آخر کار ایک کام کے لیے جب جہلم واپس آیا تو ایک بھائی کی مہربانی سے دونوں شمارے مل گئے اور یہ جان کر حیرانگی بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ ہماری کہانی چھپ کر آ چکی ہے۔ لیکن ہے آدھی۔ یہ جان کر دکھ ہوا کہ رسالہ پہلے مل جاتا تو دوسرا حصہ بھی لکھ کر بھیج دیتا۔ اب میں اس کا دوسرا حصہ بھیج رہا ہوں۔

شمارہ نمبر 100 دھماکہ خیز آفرنیکیوں کی لوٹ سیل بہت کامیاب رہا۔ دوسری کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں اور پسند آئیں۔ جلی کٹی سنانے پر معذرت خواہ......

(حافظ عبدالقدوس راشد۔ سول لائنز جہلم)

☜......السلام علیکم!

میں کیا کروں......؟

علی کے ہاتھ میں روضۃ الاطفال تھا۔ ایک منٹ کے اندر اس نے سارے شمارے پر نظر دوڑائی‘ اس کا رنگ سرخ ہو چکا تھا۔ غصے سے اس کے بال کھڑے ہو چکے تھے اور پیشانی سے پسینہ بارش کے قطروں کی طرح گر رہا تھا۔ پھر کیا تھا اس نے دوڑ لگا دی۔ ایک منٹ کے اندر وہ احمد کے گھر پہنچ چکا تھا۔

علی: ارے یار احمد میں پچھلے سال سے روضہ میں تحریریں بھیج رہا ہوں مگر آج تک کوئی چیز شائع نہیں ہوئی۔ میں کیا کروں‘ کدھر جاؤں کس سے کہوں۔ پتہ نہیں ڈاکیا میرا خط نہیں پہنچاتا یا ایڈیٹر روضۃ الاطفال کو مجھ سے کوئی دشمنی ہے۔ مگر یار پچھلی بار ہم نے مل کر ڈاک بھیجی تھی۔ آپ کا نام تو آ چکا ہے مگر میرا نام تو اس بار بھی غائب ہے۔ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح۔ بتاؤ یار میں کیا کروں‘ کہاں جاؤں‘ کس کو بتاؤں۔ احمد ایک منٹ مجھے سوچنے دو۔ احمد: یار علی مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم صفحے کے ایک جانب لکھتے ہو......اور کیا لائن چھوڑ کر لکھتے ہو......اپنا نام اور شہر کا نام بڑے الفاظ میں خوبصورت کر کے لکھتے ہو......کیا تم جب اسلامی تحریر بھیجتے ہو تو اس کا حوالہ دیتے ہو؟ علی اُف اللہ! یار میں تو یہ کام واقع نہیں کرتا تھا۔ احمد پھر تم خط لکھو صفحے کے ایک جانب‘ ایک لائن چھوڑ کر لکھو پھر مجھے بتاؤ۔ بہت اچھے دوست‘ مشورہ دینے کا شکریہ۔ دیکھو اس بار میرا نام آ گیا ہے۔ میں الیاس حامد بھائی کے پاس مشورہ دینے جا رہا ہوں۔

(آصف فصیح۔ سلطان پور)

☜......السلام علیکم!

بھائی جان! آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ تاریخ پاکستان یا معلومات پاکستان کے حوالے سے کوئی مستقل سلسلہ شروع کریں اور اس وطن کے لیے جدوجہد کرنے والے رہنماؤں کے کارہائے نمایاں بیان کریں تا کہ بچے فلمی اداکاروں کو اپنے ہیرو سمجھنے کی بجائے اپنے اصلی ہیرو پہچانیں اور ان کی طرح عزم وہمت اور بلند حوصلے سے مظلوم مسلمانوں‘ کشمیریوں اور فلسطینیوں کو آزادی دلائیں اور ان کی اپنے پیارے وطن کے ساتھ محبت کا رشتہ اور زیادہ مضبوط ہو۔ تا کہ وہ اس کی ترقی اور خوشحالی میں بہتر کردار ادا کریں۔

براہ مہربانی میری اس درخواست پر سچے دل سے غور فرمائیں۔

(راحت جبیں۔ فیصل آباد)

☆......اچھی تجویز کا شکریہ غور ہوگا۔ ان شاء اللہ

☜......السلام علیکم!

شمارہ نمبر 100 ملا۔ رمضان المبارک کی آمد پر اس ماہ تربیت کا خصوصی ٹائٹل بہت زبردست لگا۔ ہم تو سیدھے ’’نیکیوں کی لوٹ سیل‘‘ میں جا پہنچے۔

الیاس بھائی! آپ نے ماہِ مقدس کے بارے میں بالکل نئے اور بہت ہی زبردست انداز میں لکھا۔ میرے خیال میں ’’روضۃ الاطفال‘‘ کے صفحات پر رمضان المبارک کے بارے میں اتنے اچھے انداز میں لکھنے والے آپ پہلے رائٹر ہیں۔ واقعتاً لگ رہا تھا کہ یہ خاص بچوں کے لیے ہی لکھی گئی تحریر ہے۔ وگرنہ اس سے قبل جتنے بھی بڑے‘ چھوٹوں نے بعنوان رمضان لکھا بالکل عام انداز میں۔ لگتا نہیں تھا کہ بچوں کے لیے تحریر ہے۔ احادیث کا حوالہ ساتھ ہونا‘ بے شک اچھی اور مستند بات ہے۔ لیکن بچوں کے لیے اسی انداز میں لکھنا چاہیے جس انداز میں آپ نے لکھا۔

مجموعی طور پر شمارہ ہمیں کوئی خاص متاثر نہیں کر سکا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہنگامی حالت میں بہت جلدی میں میگزین منظر عام پر لایا گیا ہو۔ تمام تحریریں تقریباً پڑھی ہوئی تھیں لیکن ہم نے قدردان بنتے ہوئے انہیں پھر سے پڑھ لیا اور نہیں تو اتنا ضرور فائدہ ہوگا کہ اچھی طرح حفظ ہو جائیں گی۔ آرٹ گیلری میں تقریباً سب قصور سے تشریف لائے ہوئے تھے‘ کیا کوئی لاٹری نکل آئی ہے‘ قصور والوں کی؟

(شین معطر۔ لیہ)

ہمسائیوں سے نیکی کرو

پیارے ساتھیو!

رب رحمان نے سورۃ النساء میں والدین کے بعد رشتہ داروں اور اس کے بعد پڑوسیوں کے حقوق بیان کیے ہیں‘ جس میں قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے کے حقوق الگ الگ واضح کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

’’مجھے جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ ہمسائے کے متعلق وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ عنقریب وہ ہمسائے کو ترکہ (مرنے والے کی جائیداد) میں وارث بنا دیں گے۔‘‘ (بخاری)

نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں:

’’اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں......‘ اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں......اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں......عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔‘‘ (بخاری ومسلم)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین‘ رشتہ دار یتیم‘ رشتہ دار پڑوسی‘ بیگانہ پڑوسی‘ مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔‘‘

اگر کوئی ہمسایہ اپنے مسلمان بھائی یا بہن کی جانب سے اذیت میں مبتلا ہے تو اس مسلمان بھائی یا بہن کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ اذیت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ زمانے میں فلیٹوں میں بھی اکثر لوگ رہائش پذیر ہیں۔ فلیٹ کی دھلائی کرتے وقت اگر بے احتیاطی برتی جائے تو وہ پانی نیچے منزل والے لوگوں کے لیے اذیت کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح اوپر منزل پر رہنے والے بچے اگر بے وقت بھاگ دوڑ یا اودھم مچائیں یا بھاری اشیاء فرش پر گرائیں تو نیچے والوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔

پیارے بچو! ہمیں ہر طرح سے اپنے ہمسائیوں کا خیال رکھنا چاہیے اور کوڑا کرکٹ یا پھلوں کے چھلکے وغیرہ بھی اپنے ہمسائیوں کے دروازے کے پاس نہیں پھینکنے چاہئیں۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنے ہمسائیوں کے حقوق پورا کرنے اور ان کی راحت کا سامان پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

عدنان اکرم اعوان۔ 103/RB فیصل آباد

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

101 11 رمضان 1432ھ 12 اگست 2011ء

آزادی کے زخم

قیمت 5 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لیجیے آزادی نمبر حاضر خدمت ہے۔ امید کرتے ہیں کہ آپ پسند فرمائیں گے۔ کیا حسن اتفاق ہے کہ 14 اگست رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے میں آ رہی ہے۔ جب ہمارا پیارا وطن معرض وجود میں آیا تو اس وقت بھی رمضان کا بابرکت مہینہ تھا۔ وطن عزیز کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے آباؤاجداد نے جو قربانیاں دی انہیں اگر کوئی تحریر یا تقریر میں بیان کرنا چاہے تو ناممکن ہے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لخت جگر کٹتے دیکھے، ماں کے لاڈلے اور پیارے معصوم بچے ہندوؤں اور سکھوں کی برچھیوں میں پروئے جاتے رہے۔ ہماری پاکباز باحیا بہنوں کی عصمتیں تارتار کی گئیں۔ لوگوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ کہا جائے کہ اس سے بڑھ کر اور کچھ قربان کرنے کو نہ رہا تو غلط نہ ہوگا۔ وہ کون سی قربانی تھی جو پیارے وطن پاکستان کو پانے اور حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے نہ دی ہو۔ ہجرت اور آزادی کی کچھ ایسی داستانیں اور واقعات کو لکھتے، مرتب کرتے اور نوک پلک سنوارتے ہوئے آنکھیں کئی بار پرنم ہوئیں۔ قلم لکھتے لکھتے رک جاتی۔ غم اور درد بھری یہ آزادی کی داستان بہت ہی طویل ہے۔ ہمارے سامنے یہ صرف چند واقعات ہیں لیکن ایسی لاکھوں درد اور غم سے لبریز آپ بیتیاں، داستانیں اور کہانیاں ہیں جن سے ہم بے بہرہ ہیں۔ نہ جانے کتنی ہی قربانیوں کی طویل کہانیاں ہیں، جن کو قلم نے محفوظ ہی نہیں کیا۔ بہرحال یہ سب واقعات ہمارے لیے ایک پیغام ہیں جو ہمیں اس مقصد کو یاد دلاتی ہیں جس کے لیے ہم نے اپنا پیارا وطن حاصل کیا۔ مگر افسوس کہ ہماری قوم اس مقصد سے بہت دور ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو فراموش کر دیا اور اپنے حقیقی مقصد سے ہٹ گئے۔ ہمیں اس بات کو ہمیشہ اپنے ذہنوں میں مضبوطی سے بٹھا لینا چاہیے کہ جس عظیم مقصد کی خاطر ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی، اسے پورا کرنے کے لیے ہم اپنی کوشش کریں۔

اور ہاں رمضان المبارک اپنی تمام تر مبارک ساعتوں کے ساتھ رواں دواں ہے، ان سے خوب فائدہ اٹھائیں اور جواب بھی سستی کا شکار ہیں وہ تیز تر ہو جائیں اپنے لیے اور اپنے پیارے وطن کے لیے قبولیت کے اوقات میں خاص دعائیں کریں کہ اللہ رب العزت لا الٰہ الا اللہ کو عملی طور پر نافذ کر دے اور اللہ ہم سے اپنے دین اور پاکستان کے لیے کوئی کام لے لے۔ آمین

اگلے شمارے تک اجازت

والسلام

آپ کا بھائی

محمد الیاس حامد

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

”تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔“ (ال عمران: 195)

(محمد صہیب بن ماسٹر عبدالرحمٰن۔ ڈھیسیاں)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے زیادہ عزیز اور قیامت کے روز میرے قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہونگے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت اور قیامت کے روز مجھ سے دور وہ ہونگے جو زیادہ باتونی بڑے اکڑنے والے اور تکبر کرنے والے ہیں۔“ (ترمذی)

(شہزاد بھٹہ۔ جڑانوالہ)

چیف ایڈیٹر: امیر بابا
ایڈیٹر: محمد الیاس حامد

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

حرمتِ رسول ﷺ کا ننھا محافظ

وہ تھا تو کم عمر اور نوخیز لیکن حمیت اور غیرت میں بلند و بالا پہاڑ، جس نے حرمتِ رسول ﷺ کے لیے۔۔۔۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اپنے اصحاب کو دین کی باتیں سکھلا رہے تھے اور ان کی تربیت وتزکیہ فرمارہے تھے۔ اس مجلس میں ایک نوخیز لڑکا تھا جس کا دل ایمان سے مالا مال اور حکمت اسلامی سے لبریز تھا۔ وہ مجلس سے اٹھ کر چھوٹے چھوٹے قدموں پر چلتا سیدھا اپنے چچا جُلاس بن سوید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کی عمر ساٹھ سال ہو چکی تھی لیکن اس کے دل میں نفاق سخت چٹان کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں پانچوں وقت نمازوں کی ادائیگی کرتا تھا' روزے رکھتا تھا اور خانہ کعبہ کی زیارت (عمرہ) بھی کرتا تھا مگر اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ کی اور آپ ﷺ کی رسالت کو جھٹلاتا تھا۔

معصوم بچہ بولا!

''چچا جان! میں نے رسول اکرم ﷺ کو قیامت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا تو مجھے ایسے لگا جیسے اپنی آنکھوں سے قیامت دیکھ رہا ہوں۔''

چچا جلاس بن سوید اپنے نوخیز بھتیجے سے یوں مخاطب ہوا:

او بچے! قسم ہے اللہ کی! اگر محمد سچا ہے تو عام لوگ گدھوں سے گئے گزرے ہیں؟ یہ سننا تھا کہ بچے کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کا جسم تھرا سا گیا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا ہو۔ چنانچہ وہ طیش میں آ کر بولا:

''چچا جان اللہ کی قسم! آپ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب تھے لیکن اب میری نگاہ میں آپ سے زیادہ برا کوئی نہیں۔ چچا جان! اب میں دو میں سے صرف ایک ہو سکتا ہوں۔ یا تو میں آپ کی گستاخی کے متعلق رسول اکرم ﷺ کو اطلاع نہ دے کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں خیانت کا مرتکب ہو جاؤں' یا آپ کے گستاخانہ کلمات سے رسول اکرم ﷺ کو آگاہ کر دوں۔ اور پھر جو ہو سو ہو!!''

جلاس بن سوید بولا:

''تو ایک بے سمجھ بچہ ہے' لوگ تیری بات کی تصدیق تو کریں گے نہیں (بھلا تیری بات کون سنے گا؟) جاؤ تم جو کہنا چاہتے ہو کہو۔''

چھوٹا سا بچہ اپنے چھوٹے چھوٹے کمزور قدموں پر چلتا دربار نبوی میں حاضر ہوتا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ کر یوں کہتا ہے:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ جو جلاس بن سوید میرا چچا ہے' یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ میں پہلے اللہ کی بارگاہ میں اور پھر آپ ﷺ کے سامنے ان سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔''

رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا:

''آخر اس نے کیا کہا ہے؟''

بچے نے بتایا کہ میرے چچا نے یہ گستاخ آمیز جملہ کہا ہے۔

''اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ سچا ہے تو بلاشبہ ہم گدھوں سے بھی گئے گزرے ہیں اور ان سے زیادہ برے ہیں۔''

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور ان سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ چھوٹا بچہ ہے آپ ﷺ اس کی تصدیق نہ کریں' یہ تو اپنی بات کا مطلب بھی نہیں سمجھتا جبکہ جلاس بن سوید ایک عمر رسیدہ ہوش مند بزرگ ہیں اور لوگوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی کرتے ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشورہ سن کر رسول اکرم ﷺ خاموش ہو رہے اور اس چھوٹے بچے کی تصدیق نہیں کی۔

جب اس معصوم بچے نے فیصلہ اپنے خلاف سنا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر موتیوں کی لڑی کی طرح ٹپ ٹپ اس کے رخساروں پر گرنے لگے اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس نے انتہائی حزن وملال اور رنج وغم کے عالم میں آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور اس ہستی کی طرف متوجہ ہو گیا جو باریک بین ہے اور جس سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں بلکہ وہ دلوں کی بات سے بھی آگاہ اور باخبر ہے اور پھر یہ دعا کی:

''میرے پروردگار! اگر میں اپنی بات میں سچا ہوں تو مجھے سچا ثابت کر دے اور اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے جھوٹا ثابت کر دے؟''

اللہ کی قسم پیارے بچو! ابھی وہ بچہ اس مجلس سے رخصت بھی نہیں ہوا تھا اور مسجد کے اندر ہی بیٹھا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ساتوں آسمان کے اوپر سے اس کی تصدیق کا پروانہ لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

''یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کیا' حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔'' (التوبہ: 74)

پھر رسول اکرم ﷺ نے جلاس بن سوید کو بلا کر پوچھا تو وہ اپنی بات سے مکر گئے اور قسم کھا کہنے لگا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے خلاف کچھ بھی زبان درازی نہیں کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کہ اللہ فرماتا ہے: ''یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا' حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔''

اے جلاس! تم نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے' اب تم اللہ سے توبہ کرو کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

''یہ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔'' (التوبہ: 74)

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اس چھوٹے بچے کو اپنی خدمت میں بلا کر ارشاد فرمایا: ''اس خوش نصیب بچے کو خوش آمدید جس کی تصدیق اس کے پروردگار نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔''

پیارے ساتھیو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صداقت ونجابت غیرت وحمیت کا یہ معصوم پتلا جلیل القدر صحابی ہے جس کو تاریخ اسلامی عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہما کے نام سے جانتی ہے اور جس کی صداقت کے بارے میں قرآن مجید نازل ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے ان کا کان پکڑ کر فرمایا تھا:

''اے بچے! تیرے کان نے ٹھیک ٹھیک سنا اور تیرے پروردگار نے تیری تصدیق فرمائی۔''

اور ساتھیو! یہی وہ عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں جن کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اور جو شام میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

عمیر۔ گوجرانوالہ

افریقہ کی فتح اور شہزادی

جنگ کی آگ تیزی سے بھڑکتی جا رہی تھی۔ صاف وشفاف تلواریں خون آلود ہوتی جا رہی تھیں۔ بے شمار سر اچھل رہے تھے۔

حضرت عثمان ؓ کا زمانہ خلافت تھا۔ عبداللہ بن سعد ؓ مصر کے گورنر تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب براعظم افریقہ پر جرجیر کی حکومت تھی۔ اس کی بیٹی شہزادی ہیلن بے پناہ حسین تھی۔ وہ بڑی دلیر اور شجاع تھی۔ ان دنوں مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑی زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ عیسائیوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی اور مسلمان چالیس ہزار کے قریب تھے۔ اگرچہ عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں سے کافی زیادہ تھی لیکن مسلمان بہادری اور دلیری میں عیسائیوں سے کئی ہاتھ آگے تھے۔

جنگ کئی دنوں سے جاری تھی۔ جب کافی دیر تک جیت ہار کا فیصلہ نہ ہوا تو افریقہ کے بادشاہ جرجیر نے یہ اعلان کروا دیا کہ جو شخص مسلمانوں کے سپہ سالار عبداللہ بن سعد ؓ کا سر کاٹ کر لائے گا میں اس شخص کی شادی اپنی حور وجمال بیٹی شہزادی ہیلن سے کر دوں گا۔ یہ بات تمام عیسائی لشکر میں مشہور ہوگئی۔ ایک عام سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسر تک شہزادی کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرنے لگا۔ پست ہمت اور بزدل بھی حوصلہ مند اور بہادر بن گئے۔

جنگ کے دن عیسائی بڑے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے جبکہ مسلمان خاموشی مگر استقلال سے لڑ رہے تھے۔ دفعتاً اللہ اکبر! کے پرشور نعرہ کی آواز آئی! اس آواز کو سن کر مسلمان اور عیسائی دونوں متحیر ہوئے اور نظریں اٹھا کر گرد وغبار کی طرف دیکھنے لگے۔ جب گرد وغبار کے بادل چھٹے تو شیران اسلام گھوڑا دوڑا کر آتے نظر آئے۔ مسلمان تو ان کو دیکھ کر ہی پہچان گئے کہ یہ حضرت اسماء ؓ کے بیٹے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نواسے عبداللہ بن زبیر ؓ تھے۔ مسلمان سمجھ گئے کہ خلیفۃ المسلمین نے عین وقت پر مسلمانوں کے لیے لشکر بھیجا ہے۔ مسلمان بے حد خوش ہوئے اور عیسائیوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔

ابن زبیر ؓ نے آتے ہی کچھ ایسے جوش وغضب سے حملہ کیا کہ پوری صف کو الٹ دیا۔ کئی افسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عیسائی اب آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کے پیچھے جانا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے خود ہی اپنے خیموں کو لوٹنے لگے۔

جب جنگ ملتوی ہوگئی تو ابن زبیر ؓ اس جگہ پہنچے جہاں اسلامی علم تھا۔ غالباً وہ امیر لشکر سے ملنا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے علم امیر کی بجائے خبیب کے ہاتھوں دیکھا تو متفکر ہوئے۔ انہیں گمان ہوا کہ عبداللہ ؓ خود شہید ہوگئے ہیں اس لیے خبیب ؓ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ انہوں نے خبیب سے امیر لشکر کا پوچھا تو خبیب ؓ نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل سے تندرست ہیں۔ ابن زبیر ؓ حیران ہوئے اور کہا کہ پھر جنگ میں کیوں نہیں آئے؟

خبیب ؓ نے ان کو جرجیر کے اعلان کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ تو آنا چاہتے تھے ہم نے ان کو روک دیا۔ اسی طرح باتیں کرتے وہ عبداللہ بن سعد ؓ کے پاس پہنچ گئے۔

ابن زبیر ؓ نے عبداللہ ؓ سے کہا کہ آپ کو بھی یہ اعلان کر دینا چاہیے تھا کہ جو مجاہد جرجیر کا سر کاٹ کے لائے گا اس کو شہزادی بطور کنیز دے دی جائے گی۔ ابن زبیر ؓ کی تجویز کو بہت پسند کیا گیا اور تمام لشکر میں یہ اعلان کروا دیا گیا۔

اگلے دن جنگ میں عبداللہ بن سعد ؓ بڑے زور وشور سے لڑ رہے تھے۔ وہ پچھلے دن کی کسر بھی نکال دینا چاہتے تھے۔ اسی طرح ابن زبیر ؓ بھی شجاعت سے لڑتے بادشاہ کے قریب پہنچ گئے اور اسے للکار کر بولے۔ اے افریقہ کے مغرور بادشاہ! دلیری سے میرا مقابلہ کر۔ جرجیر بہادر تھا اس نے تلوار نکالی اور جھپٹ کر پر وار کیا۔ ابن زبیر ؓ نے ڈھال پر اس کا وار روکا اور خود اس پر حملہ کر دیا۔ جرجیر ابن زبیر ؓ کی خون آلود تلوار دیکھ کر جھجک گیا اور ڈھال نہ اٹھا سکا۔ ابن زبیر ؓ کی تلوار اس کے شانے پر پڑی اور گردن اڑاتی دور نکل گئی۔ جرجیر آہ! بھی نہ کر پایا اور موت کے گھاٹ اتر گیا۔ شہزادی ہیلن جو پاس ہی کھڑی تھی وہ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر تڑپ گئی۔ باپ کی محبت نے جوش مارا اور تلوار نکال کر ابن زبیر ؓ کے سامنے آ گئی۔ ابن زبیر ؓ نے حملہ کرنے والے کو دیکھا اور تلوار نیچے کر لی اور کہا کہ ”ابن زبیر کی تلوار کسی عورت پر نہیں اٹھ سکتی۔“

شہزادی نے غمناک لہجے میں کہا: ”بے رحم جلاد یہ تم نے کیا کیا میرے شفیق باپ کا سایہ میرے سے دور کر دیا۔“

عیسائیوں نے جب بادشاہ کا سر دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمان مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ عبداللہ بن سعد ؓ نے کافی مرتبہ اعلان کروایا کہ جرجیر کا قاتل آئے اور شہزادی بطور امانت لے جائے مگر کوئی نہ آیا۔

چنانچہ انہوں نے ابن عمر کو خط دیا اور کہا کہ یہ امیر المؤمنین کو دے دینا اور خود مصر روانہ ہوگئے۔ تمام مسلمان واپس لوٹ آئے۔ شہزادی ہیلن بھی مسلمانوں کے ساتھ آ گئی۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے جب افریقہ کی فتح کے بارے میں سنا تو سجدے میں گر گئے۔ ابن عمر نے عبداللہ بن سعد ؓ کا خط لا کر دے دیا۔ انہوں نے پڑھا۔ اس میں مختصر لکھا ہوا تھا کہ شہزادی کا آپ جو مناسب سمجھیں کر دیں۔ میں نے کافی مرتبہ اعلان کیا مگر جرجیر کا قاتل میرے پاس نہیں آیا۔

حضرت عثمان ؓ نے شہزادی کو بلوایا اور کہا کہ بیٹی! کیا تم ہماری مدد کرو گی؟ شہزادی نے کہا: جی فرمایئے۔

حضرت عثمان ؓ نے کہا: کیا تم اپنے باپ کے قاتل کو پہچانتی ہو؟ جی ہاں! اچھی طرح پہچانتی ہوں۔ حضرت عثمان ؓ نے کہا: اچھا ان مسلمانوں کو دیکھو......!

ابن زبیر ؓ قریب ہی بیٹھے تھے۔ انہیں خدشہ ہوا کہ شہزادی ان کو پہچان نہ لے اس لیے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً حضرت عثمان ؓ کی نظر ابن زبیر ؓ پر جا پڑی تو انہوں نے کہا: ”اے خلیفہ اول کے نواسے! کیا طبیعت خراب ہے؟ ایسے کیوں بیٹھے ہو؟ ابن زبیر ؓ نے کہا الحمدللہ اچھا ہوں۔ شہزادی نے انہیں دیکھ لیا اور کہا کہ میرے باپ کے قاتل وہ ہیں۔ حضرت عثمان ؓ نے کہا کہ عبداللہ ؓ نے جب بلایا تم گئے کیوں نہیں؟

تو انہوں نے کہا: امیر المؤمنین میرے ظاہر نہ ہونے کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں نے کسی انعام کے لالچ میں جرجیر کو قتل نہیں کیا اور دوسرا شہزادی میرے ساتھ کیسے خوش رہ سکتی تھی جبکہ میں اس کے باپ کا قاتل ہوں۔ حضرت عثمان ؓ نے کہا: شہزادی اب تمہاری امانت ہے۔

پھر شہزادی بولی: میں مسلمانوں سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ مسلمان حقیقت میں بہت دیندار اور پاک لوگ ہیں۔ میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ میں اسلام کی طرف جھکوں گی لیکن آج اللہ نے میرا دل اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ مجھے مسلمان کر لیجیے۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ابن زبیر ؓ کو ایک لاکھ دینار دے دیئے۔ اس کے بعد محفل برخاست ہوگئی۔ شہزادی ہیلن ابن زبیر ؓ کے پاس بڑے آرام اور آسائش سے رہنے لگی۔

ماہم احسان بٹ۔ گجرات

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

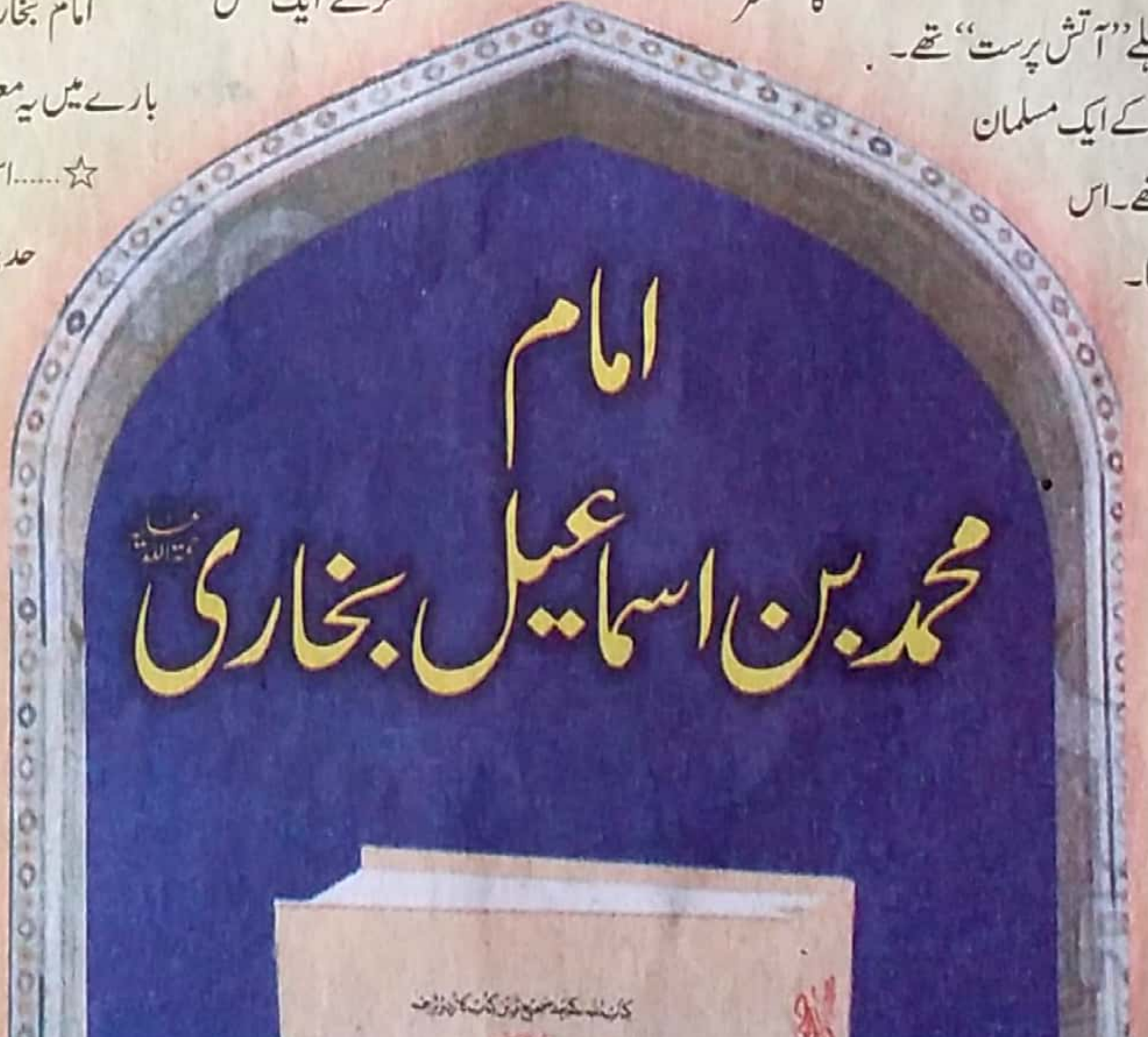

انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں میں دنیا کی سب سے بہترین اور احادیث کی سب کتابوں میں ”صحیح ترین“ کتاب امام محمد بن اسماعیل بخاری کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کا نام تو بہت لمبا ہے مگر یہ اپنے مختصر نام ”صحیح بخاری“ سے مشہور ہے۔ اس کتاب کا یہ نام اپنے لکھنے والے کے نام پر پڑ گیا ہے۔ اس کتاب کو لکھنے والے حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ ”بخاری“ اس وجہ سے لکھا جاتا ہے کہ وہ موجودہ ازبکستان کے مشہور شہر ”بخارا“ کے رہنے والے تھے۔ بخارا کے رہنے والے ”بخاری“ کہلاتے ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری حدیث یعنی رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے ”صحیح طریقوں“ کو سمجھنے کے معاملے میں سب سے آگے رہے، اسی وجہ سے ان کو ”امام“ کہا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ جمعہ 13 شوال 194 ہجری (809ء) کو بعد نماز جمعہ بخارا شہر میں پیدا ہوئے۔

امام بخاری کے آباؤ اجداد پہلے ”آتش پرست“ تھے۔ امام بخاری کے ایک بزرگ بخارا کے ایک مسلمان حکمران کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ اس مسلمان حکمران کا نام یمان الجعفی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ اس نے آگ کی پوجا کرنے والوں کی اولاد میں ایک ایسا زبردست مسلمان پیدا کیا جو علم اور عمل میں اپنے زمانے کے تمام مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا اور اس نے ایک ایسا زبردست علمی کارنامہ انجام دیا کہ وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا امام بن گیا۔

امام بخاریؒ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد محترم کا انتقال ہو گیا۔ ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔ امام بخاری کے ایک بھائی احمد بن اسماعیل اور ایک بہن تھی۔ اٹھارہ برس کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی امام بخاری خود بھی ایک کتاب لکھ چکے تھے۔ اس کتاب کا نام ”صحابہ ؓ اور تابعین کے فیصلے“ تھا۔ سولہ برس کی عمر میں امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی والدہ اور اپنے بھائی کے ساتھ پہلی بار حج کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے یہ سفر 210 ہجری میں کیا۔ حج کے بعد ان کی والدہ اور بھائی تو بخارا واپس چلے آئے مگر امام بخاریؒ مزید علم حاصل کرنے وہیں رک گئے۔ حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے امام کا کہنا ہے کہ ”میں شام، مصر اور الجزیرہ دو دو مرتبہ گیا، بصرہ چار مرتبہ گیا، حجاز میں چھ سال رہا، کوفہ اور بغداد میں تو اتنی مرتبہ محدثین کے ساتھ گیا کہ اب صحیح تعداد بھی مجھے یاد نہیں رہی۔“

امام بخاری کسی حدیث کو ”حدیث“ کی حیثیت سے قبول کرنے میں بہت احتیاط کرتے اور اچھی طرح جانچ پڑتال کے بعد اسے اپنی کتاب میں شامل کرتے تھے۔ امام بخاریؒ کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار امام بخاری دور دراز کا سفر کر کے ایک شخص کے پاس محض یہ بات معلوم کرنے کے لیے گئے کہ ”کیا یہ حدیث آپ نے بھی سنی ہے؟“ تو امام بخاری نے دور سے دیکھا کہ وہ شخص اپنے دامن کی جھولی سی بنائے ہوئے اپنے گھوڑے کو اپنی طرف بلا رہا ہے تا کہ گھوڑے کو اس طرح قریب لا کر اسے پکڑ لے۔ یعنی گھوڑے کو دھوکہ دے کر پکڑ سکے۔ امام بخاری نے یہ تماشا دیکھا تو سوچا کہ ”جو شخص جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ وہ انسان کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔“

یہ سوچ کر وہ اس سے کچھ پوچھے بلکہ ملے بغیر ہی واپس آ گئے۔ حالانکہ اسی شخص سے ملنے کے لیے انہوں نے بہت لمبا سفر کیا تھا۔ امام بخاری خود کہتے ہیں کہ ”میں نے ایک شخص سے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں جس کے بارے میں مجھے کچھ شبہ تھا۔“

امام بخاری حدیث بیان کرنے والے ہر شخص کے بارے میں یہ معلوم کرتے تھے کہ:

☆......اس شخص نے کس عمر میں حدیث سنی؟ کیا وہ حدیث سمجھنے کے قابل تھا؟

☆......جس شخص سے اس نے سنی اس سے کب، کہاں اور کیسے ملاقات ہوئی؟

☆......حدیث سنانے والے شخص کا ذاتی کردار اور چال چلن کیسا تھا؟

☆......اس شخص کا حافظہ کیسا تھا؟ وغیرہ وغیرہ

ان معلومات کی روشنی میں امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے (جو انہیں زبانی یاد تھیں) صرف 7563 احادیث کا انتخاب کیا اور انہیں اپنی کتاب ”صحیح بخاری“ میں درج کیا۔

امام بخاری کا انتقال عیدالفطر کے روز جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات یکم شوال 256 ہجری 31 اگست 870ء کو ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر (13 دن کم) 62 سال تھی۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

(عبدالمنان۔ میاں چنوں)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی چھ نصیحتیں

1- جو آدمی زیادہ ہنستا ہے' اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔

2- جو مذاق زیادہ کرتا ہے' لوگ اس کو ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔

3- جو باتیں زیادہ کرتا ہے' اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

4- جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں' اس کی حیا کم ہو جاتی ہے۔

5- جس کی حیا کم ہو جاتی ہے' اس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے۔

6- جس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے' اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد 3' ص: 562)

(محمد زوہیب رفیق۔ آر اے بازار لاہور کینٹ)

راستے کا حق

صحیح مسلم' "کتاب البر والصلۃ والادب" میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"ایک مرتبہ ایک شخص سڑک پر چل رہا تھا اس نے دیکھا راستے پر کانٹوں بھری ایک شاخ پڑی ہے۔ اس نے اس شاخ کو ہٹا دیا۔ اللہ نے اس کے اس کام کی قدردانی کی اور اسے بخش دیا۔"

اسی باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور حدیث ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:

"راستے پر پڑا ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا ایک شخص نے اسے کاٹ ڈالا اسے جنت میں داخل کر دیا گیا...... میں نے اسے جنت میں مزے اڑاتے دیکھا۔"

"ترمذی' کتاب البر" میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے' حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک شخص جو راہ بھول چکا ہے اسے راستہ دکھلانا صدقہ ہے اور جو گلی اور بازار کا راستہ دکھلا کر راہنمائی کرے اسے غلام آزاد کرنے جیسا ثواب ملتا ہے۔"

قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ نے راستے پر (یعنی کنارے پر) بیٹھنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی راستے پر بیٹھنا ہی چاہے تو صحیح مسلم کتاب اللباس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چار شرطوں کے ساتھ راستے پر بیٹھنے کی اجازت دی اور اسے راستے کا حق قرار دیا۔

1- نگاہ نیچی رکھنا۔

2- راہ میں تکلیف کا باعث نہ بننا۔

3- سلام کا جواب دینا۔

4- نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنا۔

(بحوالہ: رویے میرے حضور ﷺ کے۔ از مولانا امیر حمزہ)

(زین جاوید بٹ۔ بھلوکی کلاں)

پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر
یہ بتا رہی ہیں ہم کو وادی کشمیر
پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

ہو رہے ہیں ظلم و ستم میرے ان مکینوں پر
چھا رہے ہیں غم کے بادل میرے مہ جبینوں پر
لٹ رہی ہے ان سے آج ان کی ہی جاگیر
پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

جگا رہی ہے کب سے وہ سارے مسلمانوں کو
دکھا رہی ہے سب ظلم وہ پیارے ان جوانوں کو
کیوں نہیں ہیں جاگ رہے میرے ہی دلگیر
پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

لڑ رہے ہیں دین دشمن وادئ کشمیر میں
کر رہے ہیں تباہ چمن وہ وادئ کشمیر میں
سب اٹھا لو اے مجاہدو ہاتھوں میں شمشیر
پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

کئی پیارے کئی دلارے ہو چکے ہیں قربان
اپنے ہی کشمیر کی خاطر دے چکے ہیں جان
حق سے بھائی باطل کی توڑ دو زنجیر
پھر بلا رہی ہے ہم کو وادی کشمیر

(آمینہ رشید' شکرگڑھ)

لفظ لفظ موتی

☆...... حالات انسان کو نہیں بلکہ انسان حالات کو سنوارتا ہے۔

☆...... ماں باپ اور استاد سے کبھی شکایت نہ کرو۔

☆...... ہر شے کا ایک راستہ ہے جنت کا راستہ علم ہے۔

☆...... خود کو چاند سمجھنے سے پہلے یہ سوچ لو کہ چاند میں بھی داغ ہیں۔

☆...... زندگی کی اصل خوبصورتی یہ نہیں کہ آپ کتنے خوش ہیں' بلکہ یہ ہے کہ دوسرے آپ سے کتنے خوش ہیں۔

☆...... شک کی دھند پھیلی ہو تو منظر واضح دکھائی نہیں دیتے۔

☆...... سب سے بڑی بہادری کسی سے بدلہ نہ لینا ہے۔

☆...... اگر تمہارے پاس دشمن کا قاصد بھی آئے تو اس کی عزت کرو۔

☆...... جس بیماری کا سبب معلوم ہوتا ہے تو اس کی شفا بھی موجود ہوتی ہے۔

☆...... خوشی آپس میں بانٹنے سے اس طرح بڑھتی ہے جس طرح زمین میں بویا ہوا بیج فصل بنتا ہے۔

☆...... غصہ' عقل کو اور جھوٹ' رزق کو کھا جاتا ہے۔

(صوبیہ طاہرہ۔ تارا گڑھ قصور)

شکر آزادی

مسلمان اپنی خوشی کے لمحات کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جبکہ عیسائی، یہودی، ہندو اور سکھ وغیرہ اپنی خوشی کے لمحات جشن سے مناتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنی آزادی کے پرمسرت موقع پر جشن آزادی کی بجائے ''شکر آزادی'' کے طور پر منانی چاہیے۔ اگست کی 14 تاریخ تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے ٹھیک نوے سال بعد 1947ء کو ہم آزاد ہو گئے۔

جی ہاں! آزادی کے بدلے ہم سے بہت کچھ چھین لیا گیا۔ لاشوں کے انبار اور خون کے دریا بہا دیئے گئے۔

ظالم انگریز برصغیر چھوڑنے پر مجبور تھا۔ اس کا ظالمانہ رویہ سمٹ رہا تھا اور زمین اس کے قدموں سے کھسک رہی تھی اور جو کچھ لوٹ سکتا تھا، لوٹ کر جا رہا تھا مگر جاتے جاتے وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے ترکش کا آخری تیر بھی چلانا چاہتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن، ریڈکلف اور بہت سارے بھیانک کردار...... پنجاب کی تقسیم، بنگال کی تقسیم، حیدر آباد اور جونا گڑھ کے لیے الگ آنکھ اور ریاست جموں وکشمیر کے لیے علیحدہ قانون ملک ملا مگر اس کی جغرافیائی سرحدیں آپس میں نہیں ملتی تھیں۔

کاش! گورے انگریز کے کرتوت ہماری نوجوان نسل کو یاد آ جائیں تو کوئی انگریز بننا تو در کنار اس پر تھوکنا بھی گوارہ نہ کرے۔ مگر انگریزوں کا ظالمانہ کردار اور ان کا اصلی چہرہ بہت تھوڑے مسلمانوں کو یاد ہے۔ جلتے تندوروں میں پگھلتی چربی، اکثر لوگ بھولتے جا رہے ہیں۔ ہاں غلامی اور غفلت یہی ہوتی ہے۔ ہزاروں مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹ دیے گئے۔ ہزاروں ماؤں، بہنوں کی عصمتیں لوٹی گئیں۔ اس سب سفاکیت، درندگی، چنگیزیت، خباثت، غلاظت اور ظلم کے پیچھے انگریز، سکھ اور ہندو برابر کے شریک تھے۔ آزادی کے دن ہم شکر ادا کرتے ہیں۔ خوشی مناتے ہیں۔ مگر ظالموں کی طرف سے لگائے گئے زخموں کے رستے خون کو بھی دیکھتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے اس سرزمین کو روشن کیا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کر محمد بن قاسم تک ہم یہاں آتے رہے۔ کفر و شرک کی غلاظت کو دھوتے رہے۔ اس دھرتی کو شہدا کے لہو سے اور غازیوں کے پسینے سے مہکاتے رہے۔ ہندو برصغیر کا اقتدار سنبھالنا چاہتا تھا، وہ اسلام کی جگہ ہندومت کو فروغ اور عروج دینا چاہتا تھا۔ وہ کفر کا راج چاہتا تھا اور اسلام کا مکمل خاتمہ چاہتا تھا۔ شیطان کی طرح کسی حد تک وہ اپنے ناپاک مشن میں کامیاب رہا اور اس کی یہی کامیابی ہمارا رستا ہوا زخم ہے۔

14 اگست ہر سال آتا ہے اور ہم مسلمان ہر سال ''جشن آزادی'' مناتے ہیں۔ ہاں 14 اگست ضرور آئے گا اور ہر سال آئے گا مگر کشمیری مسلمان 14 اگست کو کیا کریں گے؟ کون ماؤں، بہنوں کے سروں کا آنچل درست کرے گا؟ کون کشمیری بچوں کے آنسو پونچھے گا؟

ناصرہ عتیق۔ مستووال تحصیل چونیاں

تکبر کی سزا

پیارے بچو! آج میں آپ کے سامنے جو کہانی پیش کر رہی ہوں وہ دو دوستوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو باغات اور اولاد سے نوازا تھا۔ اس کے پاس دو بہت بڑے بڑے انگوروں اور کھجوروں کے باغات تھے۔ دونوں باغ اپنا پورا پھل لاتے تھے، اس میں کمی نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان باغات کے درمیان ایک نہر بھی جاری کی ہوئی تھی۔ ایک دن وہ اپنے دوست کے ساتھ باغ میں آیا اور دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ آدمی جس کے پاس دو باغات تھے، وہ دوسرے سے کہنے لگا کہ میں تجھ سے امیر ہوں، یعنی دل میں تکبر اور غرور سے کہنے لگا میرے پاس بہت زیادہ مال اور اولاد ہے اور میرے پاس عزت والے لوگ بھی ہیں۔ جب وہ اپنے باغ میں داخل ہوا تو کہنے لگا میرا خیال نہیں ہے کہ یہ میرے باغات ختم ہو جائیں گے اور میرا خیال نہیں ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور پھر کہنے لگا کہ اگر میں اپنے رب کے پاس چلا بھی گیا تو میں یہ بہتر پاؤں گا۔ دوسرا دوست جو اس کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا:

''کیا تو ناشکری کرتا ہے اس ذات کی جس نے پیدا کیا ہے تجھ کو مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر تجھ کو ٹھیک ٹھاک آدمی یعنی مرد بنا دیا لیکن وہ تو میرا رب ہے، میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا۔ تم نے اس طرح کیوں نہ کہا جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا ''ماشاء اللہ'' اللہ کے سوا طاقت نہیں ہے۔''

اگر تو یہ خیال کرے کہ میں تم سے کم ہوں۔ مال میں بھی اور اولاد میں بھی اور کہنے لگا کہ شاید میرا رب مجھے تجھ سے بہتر باغات دے اور تیرے باغات پر ایسا عذاب بھیجے آسمان سے کہ یہ صبح کو چٹیل یعنی صاف ہو جائے یا پھر صبح کو اس کا پانی خشک ہو جائے۔ پھر تو دوبارہ اپنے باغات کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ تو جب صبح ہوئی اس کا سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا جس پر وہ غرور کرتا تھا۔ جب سارے کا سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا تو اپنے ہاتھوں کو ملنے لگا اور کہنے لگا: افسوس ہے مجھ پر کہ میں اپنے رب کے ساتھ شرک نہ کرتا۔ پھر اس کے لیے کوئی ایسی جماعت نہ تھی، اللہ تعالیٰ کے سوا جو اس کی مدد کو آتی، اب تو اس کے لیے افسوس اور شرمندگی رہ گئی تھی، بڑے لوگوں کی مثال ہے ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔''

پھر اسی جگہ میرے رب نے حق کو حق کر دیا اور اللہ تو بہتر ہے ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے۔''

(سورۃ الکہف 31 تا 49)

نام نہیں لکھا

روضہ کوئز پروگرام

انچارج خالد محمود

سلسلہ نمبر 4

1- حضرت صالح علیہ السلام کا کون سا معجزہ تھا؟

2- نبی کریم ﷺ کے وہ کون سے صحابی تھے جس کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی؟

3- رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ جب فوت ہوئی تو آپ ﷺ کی کتنی عمر تھی؟

4- پاکستان کے سب سے بڑے ڈیم کا نام بتائیں؟

5- امریکہ دنیا کے کس براعظم میں واقع ہے؟

نوٹ: خط و کتابت TCS,OCS,LEOPARD وغیرہ کے ذریعے ہرگز نہ کریں۔

آزادی کے زخم

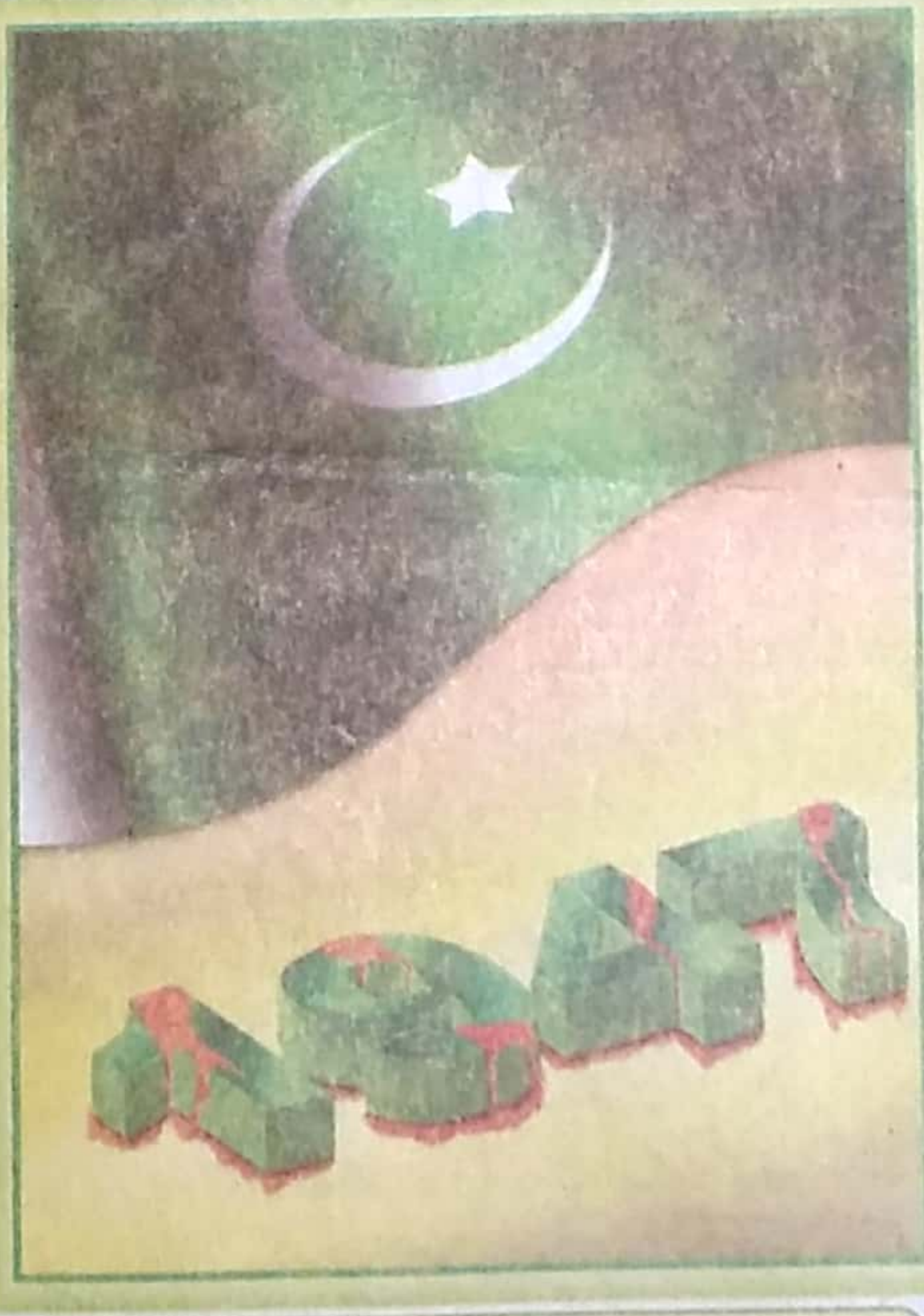

محمد الیاس حامد

جہاں یہ نعرے بلند ہو رہے تھے' لے کے رہیں گے آزادی' بن کے رہے گا پاکستان' خون میں نہائیں گے پاکستان بنائیں گے اور آزادی کی منزل قریب سے قریب تر آ رہی تھی۔ وہاں مظلوم مسلمانوں کی فریادیں' دلدوز چیخیں' آہیں اور سسکیاں بھی دلوں کو چیرتی ہوئی فضاؤں میں گونج رہی تھیں۔ درندہ صفت ہندو اور سکھ نوجوان مسلمان عورتوں کی عزتیں تار تار کر رہے تھے' معصوم بچوں کو برچھے کی نوک پر پرو کر اچھالا جا رہا تھا' ہر جگہ خون کی ہولی تھی' ہندوستان کی سرزمین خون مسلم سے رنگین تھی۔ اس موقع پر ہزاروں نہیں لاکھوں داستانیں ایسی تھیں جو کہ درد' زخم اور ظلم سے بھری پڑی تھیں جنہیں سن کر دل خون کے آنسو روتا ہے اور روح کانپ اٹھتی ہے۔ ان ہزاروں اور لاکھوں درد بھری داستانوں میں تحصیل سلطان پور لودھی ضلع کپورتھلہ ریاست پٹیالہ سے تعلق رکھنے والی مظلوم مگر بہادر لڑکی کی داستان بھی ہے جو کہ ایک پڑھے لکھے اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ہجرت کے زخم جب جھیلنا پڑے تو اس وقت زبیدہ نویں کلاس کی طالبہ تھی جو اپنی درد بھری داستان ہجرت کچھ یوں بیان کرتی ہیں۔

نصف اگست تک ہمارے دیہاتوں میں بالکل امن و سکون تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے اپنے گاؤں والے گھر کو خیر باد کہہ کر قریبی قصبے سلطان پور میں کرائے کے مکان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ یہ اقدام اس لیے کیا تھا کہ میری آپا اس بات پر ضد کر رہی تھی کہ وہ ان حالات میں گاؤں میں نہیں رہیں گے کیونکہ ہمارے ساتھ والے دیہاتوں میں فسادات شروع ہو چکے تھے۔ ابھی ہمیں قصبہ میں منتقل ہوئے تیسرا دن تھا کہ پورا قصبہ فسادات کی لپیٹ میں آ گیا۔ جگہ جگہ فوجی ٹرک نظر آتے تھے' پورے علاقے میں کرفیو نافذ ہو گیا تھا۔ اس وقت ہمیں علم نہیں تھا کہ فوج امن و امان کی بحالی کے لیے طلب کی گئی ہے یا کہ مسلمانوں کے قتل عام کے لیے۔

آدھی رات میرے بھائی کا ایک دوست اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کسی طرح ہم تک پہنچا اور اس نے بتایا کہ آدھا شہر خالی ہو چکا ہے۔ لوگ قافلوں کی صورت میں اپنی جان بچا کر نکل رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی قافلہ تیار کر لیا ہے۔ آپ لوگوں کو لینے آیا ہوں۔ ہم سب اس قافلہ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن پھر آپا کی ضد مانع آ گئی کہ میرے بچے چھوٹے ہیں اور میں انہیں لے کر پیدل نہیں چل سکتی۔ اگر کسی سواری کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے لیکن اس وقت سواری کا انتظام ممکن نہیں تھا اور اس طرح ہم نکلنے سے بھی قاصر رہ گئے۔ جاتے جاتے وہ شخص کہہ گیا کہ اگر تم لوگ اب یہاں سے نہ نکلے تو پھر کبھی بھی اس آگ سے صحیح سلامت نہ نکل پاؤ گے۔

جس محلے میں ہم مقیم تھے' وہ بالکل ویران ہو چکا تھا۔ تمام لوگ راتوں رات نکل چکے تھے۔ اگلی دوپہر بھائی نے ماحول کا جائزہ لیا اور موقع غنیمت جان کر ہمیں چلنے کا کہا۔ ہم نے نقدی اور زیور لے کر ایک خاص محلے کا رخ کیا جہاں کئی گھرانے پناہ لیے ہوئے تھے اور یہ کہ وہ محلہ قلعہ نما تھا اس کے دو راستے تھے اور دونوں پر لوہے کے گیٹ تھے' جس گھر میں ہم نے پناہ لی وہاں بہت سے گھرانوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ وہاں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ میرا بھائی 24 سالہ جوان اور نہایت اچھی صحت اور قد و قامت والا تھا۔ اس نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے بتایا کہ ہمارے لیے یہاں سے فرار ہونا ممکن نہیں رہا۔ اب ہم کو یہاں ہی دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہو گا اور آخری سانس تک لڑنا ہو گا۔ اگر کوئی بچ کر نکلا تو خیر ورنہ شہادت سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

ہم تین بہن بھائیوں نے جوش و جذبے اور ولولہ ایمان سے لوگوں کے دلوں کو خوب گرم کیا اور ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔ میرے بھائی نے محلے کے نوجوانوں کو اکٹھا کر کے چار گروپ بنائے اور محلے کے چاروں سمت چھتوں پر مورچے بنا کر پوزیشن سنبھال لی۔ میں نے اور آپا نے عورتوں سے کہا کہ چولہے پر بڑے بڑے پتیلوں میں پانی ابلنے کے لیے رکھ دو اور اگر ہو سکے تو اس میں مرچیں بھی ڈال دو۔ تمام رات ہندوؤں کے گھروں سے فائرنگ ہوتی رہی اور جواب میں ہماری طرف سے بھی گولی کا جواب گولی سے ملتا رہا۔ میں اور آپا رات بھر چھت پر رہی تا کہ مردوں کو جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کر سکیں۔ کئی بار گولیاں ہمارے سروں سے گزریں۔ ہم بال بال بچتے رہے۔ لیکن جذبہ ایمان نے وہ طاقت وہمت اور حوصلہ بخشا کہ موت کا کوئی خوف نہ رہا۔ زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا تا کہ وقت موت کلمہ نصیب ہو سکے۔

رات کے تین بجے سکھوں نے محلہ پر بھرپور حملہ کیا۔ ہمارے جانبازوں کی جوابی کارروائی سے وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ڈر تھا کہ دوبارہ زیادہ طاقت سے حملہ کریں لیکن آدھا دن گزر گیا کوئی حملہ نہ ہوا۔ دوپہر کو قریباً ایک بجے سکھوں اور ہندوؤں نے پھر حملہ کیا اور کئی سکھ ہمارے جوانوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ جوانوں کو بھی کارتوس کے شرے لگے۔ میرے بھائی کا ہاتھ بھی زخمی ہو گیا۔ دشمن ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی چھوڑ گئے۔ جب ظاہری قوت سے ہم پر قابو پانے میں ناکام رہے تو انہوں نے مکر و فریب اور دھوکہ دہی کا سہارا لیا اور سکھ فوج کے دستے کو بھیجا۔ جس نے اعلان کیا کہ سرکاری طور پر آپ کو بحفاظت پاکستان پہنچانے کے لیے ایک کیمپ تیار کرایا گیا ہے۔ شام کو آپ فوجی دستے کے ساتھ کیمپ روانہ ہو جائیں۔ فوج آپ کی حفاظت کرے گی۔ یہ اعلان سنتے ہی لوگوں نے پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے اور کیمپ تک پہنچ گئے۔ راستے میں کوئی سکھ یا ہندو نظر نہیں آیا۔ جونہی مسلمان کیمپ میں داخل ہوئے جو کہ شہر کی عیدگاہ میں بنایا گیا تھا سکھوں نے ہمارے نوجوانوں کو عیدگاہ کی مسجد میں نظر بند کر دیا اور

عورتوں اور بچوں کو ساتھ ہی واقع سکول کی عمارت میں قید کردیا۔

ہم وہاں دو دنوں سے بھوکے تھے۔ بچوں کا بھوک سے برا حال تھا۔ جس کسی کے پاس کھانے پینے کو مثلاً بھنے ہوئے چنے وغیرہ تھے' تھوڑے بہت لے کر بچوں کو دے دیے تاکہ ان کی بھوک کچھ کم ہو سکے۔ پانی پلا کر بچوں کو سلا دیا گیا۔ صبح ہوتے ہی سکھ فوج نے اعلان کیا کہ رستے میں خطرہ ہے۔ لہٰذا اپنا زیور اور نقدی وغیرہ جمع کروادیں اور رسید حاصل کرلیں۔ سادہ لوح دیہاتیوں نے فوراً اس پر عمل کیا اور اپنا تمام قیمتی مال سکھوں کے حوالے کردیا۔ جبکہ ہمیں اس سازش کا علم تھا کہ یہ صرف مسلمانوں کو لوٹنے کا ایک انداز ہے۔ ہم نے اپنا زیور' مٹی کے ایک برتن میں چھپادیا جس کے نیچے زیور رکھ کر اوپر اچار ڈال دیا۔ تاکہ کسی کے دیکھنے پر شک بھی نہ ہو۔

شام کے قریب اعلان ہوا کہ ہمارا قافلہ پاکستان کے لیے روانہ ہوگا۔ یہ خبر سنتے ہی پڑاؤ میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہر کوئی اس جلدی میں تھا کہ وہ پہلے نکل جائے اور کہیں پیچھے نہ رہ جائے۔ میرے والد اور بھائی نے فیصلہ کیا کہ رش ختم ہو جائے پھر ہم سکون سے روانہ ہوں گے۔ لوگوں کا یہ بہت بڑا قافلہ سڑکوں سے گزر رہا تھا تو ہندو اور سکھ اپنے گھروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ گویا کہ کسی تماشے کا نظارہ کرنے والے ہیں۔ شاید انہیں معلوم تھا کہ ہمارے ساتھ جو خون کا کیا کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ ہمارا قافلہ جب شہر سے باہر نکلا تو ہر سمت سکھوں کے غول تلواروں اور بھالوں سے مسلح ہو کر کھیتوں میں سے نکل کر ہمارے آگے آگے بھاگے جا رہے تھے۔ قافلے کا اگلا حصہ تو خیر و سلامتی سے گزر گیا۔

جب درمیانی حصہ سڑک پر آیا تو فوج نے فائرنگ شروع کردی۔ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جو کہ حملہ آوروں اور بلوائیوں کو الارم تھا کہ وہ ہمارے قافلے پر ٹوٹ پڑیں۔ پھر کیا تھا لمحے بھر میں قافلہ والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ حملہ ہوتے ہی میرے والد' بھائی اور بھابی تو ہم سے بچھڑ گئے۔ ہر سمت تلواریں چمک رہی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار سے پوری فضا گونج رہی تھی۔ اس ظلم و ستم کو دیکھ کر شاید آسمان بھی لرز گیا ہو۔ سورج نے آنکھیں موندھ لی تھیں' اندھیرا چھانے لگا تھا۔ قتل و غارت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ میں نے مٹی کا وہ برتن جس میں اچار کے نیچے زیور چھپائے ہوئے تھے پکڑا ہوا تھا اور ادھر ادھر بھاگ کر اپنے گھر والوں کو تلاش کر رہی تھی۔

کپورتھلہ کو جانے والی سڑک کافی اونچی تھی اور دونوں طرف کھیت تھے۔ کافی نشیب و فراز تھا۔ اچانک مجھے اپنی بڑی بہن اور ان کے دونوں بچے نظر آئے۔ آپا نے مجھے اشارہ کیا کہ برتن پھینک دو اور آ کر چھپ جاؤ' جو کہ سڑک کے نیچے ڈھلوان کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ میں نے بھی فوراً زیورات پھینک دیے اور ان کے ساتھ چمٹ کر بیٹھ گئی۔ اب اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ ہم نے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو سڑک پر کوئی نہ تھا۔ تمام وحشی کھیتوں کو چلے گئے تھے اور کھیتوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کو نکال نکال کر قتل کر رہے تھے۔ میں نے اور آپا نے دونوں بچوں کو اٹھا کر سڑک پار کی اور سڑک کی دوسری جانب درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا جس کے درمیان پانی کا جوہڑ تھا۔ ہم نے چھپنے کے لیے یہی جگہ مناسب سمجھی۔ ہم دونوں بہنیں جوہڑ کے کنارے کے ساتھ بالکل سیدھی لیٹ گئیں' پانی گہرا نہیں تھا اور دونوں بچوں کو اپنے اوپر لٹا لیا۔ ایک بچہ آپا کے سینے پر لیٹا ہوا تھا اور ایک میرے سینے پر۔ یہ ستمبر کا مہینہ تھا' موسم بدل گیا تھا' آدھی رات پانی میں ڈوبے رہنے سے ہمارے جسم ٹھٹھر گئے اور دانت بجنے لگے۔ دونوں بچوں کو شدت سے پیاس لگی تھی۔ ہم نے چلو بھر کر جوہڑ کا پانی پلایا۔ پیاس بجھنے کے ساتھ اس قیامت خیز رات میں بچے بھی سو گئے۔ رات بھر مائیں اپنے بچوں کی لاشوں پر بیٹھی روتی اور چلاتی رہیں۔ معصوم دوشیزاؤں کی عصمتیں لٹتی رہیں۔ ان کی چیخ و پکار سے زمین اور آسمان لرزتا رہا۔ لیکن ان کے محافظ تو جام شہادت نوش کر چکے تھے' ان کی مدد کون کرتا......؟

ظلم و ستم کی کوئی ایسی مثال نہ تھی جو اس رات پوری نہ ہوئی ہو۔ حملہ آوروں کی ٹولیاں ان کٹے پھٹے مسلمانوں کے قیمتی سامان کو لوٹنے میں مصروف تھے۔ جوں جوں رات گزرتی گئی ایک نیا خوف طلوع ہوتا دکھائی دیتا تھا کہ دن کی روشنی میں کہاں پناہ لیں گے۔ تمام راستے ہمارے لیے اجنبی تھے اور جگہ جگہ وحشی درندے خون مسلم سے شیطانی کھیل کھیلنے کے لیے بے چین تھے۔

اتفاقاً اندھیرے میں گرا ہوا ایک کمبل آپا کے ہاتھ آ گیا۔ آپا نے کمبل سے بچوں کو چھپا دیا اور لیٹ گئیں۔ آپا رات بھر تاکید کرتی رہی کہ دیکھو کسی قیمت پر بھی کافروں کے ہاتھ نہیں آنا۔ اپنی جان دے دینا لیکن عصمت کو بچا لینا۔ اب ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں رہا تھا بلکہ یہی فکر تھی کہ ہماری آبرو پر کوئی آنچ نہ آئے۔ صبح کی روشنی ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ تازہ دم دشمنوں کے جتھے پھر بچے کھچے مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنانے آ گئے۔ اسی دوران ہماری والدہ بھی ہم سے جا ملی لیکن ابا جی اور بھائی کا کوئی پتہ نہ تھا۔

رات کی تاریکی میں آپا نے جوہڑ کی مٹی لے کر اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں پر مل لی تھی اور مجھے بھی ملوا دی تاکہ جلد کی سفید رنگت کسی کو نظر نہ آئے۔ ہم درختوں کے جھنڈ میں ایک ہی جگہ پر مل کر بیٹھے تھے کہ سکھوں نے آ کر میری آپا کو اٹھنے کے لیے کہا۔ آپا نے اپنے گرد کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ چہرہ اور سر اسی میں چھپایا ہوا تھا۔ وحشیوں نے تین چار بار اپنا حکم دہرایا۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو غصے سے بے قابو ہو کر کمبل کو کھینچ کر آپا کو دھکے سے زمین پر گرا دیا۔ ایک سکھ درندے نے اپنا پاؤں آپا کے سینے پر رکھ کر وار کرنا شروع کر دیے۔ میں اماں اور دونوں بچے ساتھ ہی بیٹھے تھے لیکن غم اور خوف کی شدت سے نظر جواب دے گئی تھی۔ صرف ایک آواز آتی رہی جیسے کلہاڑے سے کوئی ہڈی کاٹی جائے تو آتی ہے۔ تین چار منٹ کی درندگی کے بعد وہ آپا کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ ہماری طرف انہوں نے دیکھا تک نہیں۔

ان کے جانے کے بعد جب میرے حواس صحیح ہوئے تو میں آپا کی طرف تیزی سے گئی۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔ آپا کی سانس ابھی چل رہی تھی لیکن سانس میں خرخراہٹ تھی' میں جوہڑ سے پانی لینے گئی۔ تاکہ آپا کے منہ میں پانی ڈالوں کیا دیکھتی ہوں کہ جوہڑ مسلمانوں کی لاشوں سے بھرا پڑا ہے اور پانی خون سے سرخ ہو چکا ہے۔ اسی جوہڑ سے رات کو ہم بچوں کو پانی پلاتی رہی تھیں۔ ابھی آپا کو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا کہ سکھوں کا ایک اور جتھہ آ گیا جس نے ہمیں چلنے پر مجبور کر دیا اور کہا کہ آگے ایک کیمپ ہے' اس میں پہنچو۔ سڑک کے کنارے مجھے وہی مٹی کا برتن دکھائی دیا۔ جس میں زیورات چھپائے تھے' میں نے اٹھانا چاہا تو ماں نے روک دیا اور کہا کہ جہاں اتنی قیمتی جانیں قربان ہو گئیں' وہاں ان زیورات کی قربانی کیا وقعت رکھتی ہے۔

بے بس عورتیں رات کے اندھیرے میں درندوں کے ہاتھوں محفوظ تھیں لیکن اجالا ہوتے ہی وحشیوں کے ہاتھوں آ گئی تھیں۔ والدہ نے مجھے اشارہ کیا کہ بچوں کو لے کر بھاگ جاؤں۔ ابھی میں کافی پیچھے تھی اور کسی کی مجھ پر نظر نہیں پڑی تھی۔ میں فوراً دونوں بچوں کو لے کر بیٹھ گئی اور سڑک کی ڈھلوان کی طرف سے پھسل کر ہم تینوں سڑک سے نیچے اتر گئے۔ تھوڑی دیر تک ہم لوگ لیٹ کر آگے کھسکتے رہے۔ جب دیکھا کہ کوئی آس پاس نہیں تو اٹھ کر جھاڑیوں میں چھپتے چھپاتے چلنے لگے۔ کافی دور جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کی

ایک اور ٹولی ہم سے آن ملی۔اب ہمارے ساتھ 12 بچے اور سات عورتیں تھیں۔اکثر بچے بالکل لاوارث ہو چکے تھے' کئی کے گھر والے یا تو بچھڑ گئے تھے یا سامنے شہید کردیئے گئے تھے۔

سب گھر والوں کے بچھڑ جانے کے بعد یہ دونوں بچے میرے لیے سرمایہ حیات تھے اور ان کو بچانے کے لیے ہر لمحہ اپنی زندی داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھی۔یہ بچے میری اس بہن کی نشانی تھی جو مجھے والدہ کی طرح عزیز تھی جس نے میری پرورش کی تھی کیونکہ وہ مجھ سے 14 سال بڑی تھی۔میں نے سارا بچپن انہی کی گود میں گزارا تھا۔ہماری تمام کوشش کے باوجود دشمن کو ہمارا علم ہوگیا اور وہ سڑک چھوڑ کر نیچے اتر آئے تھے۔اب بھاگنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ہمارے ساتھ جو مائیں تھی ان سب سے کسی کے تمام بچے ساتھ نہیں تھے' کسی کا ایک گم تھا اور کسی کے دو یا تین اور کئی ایسی بھی تھیں جو تمام بچوں کو پاکستان کی راہ میں قربان کر چکی تھیں۔میرے علاوہ دو لڑکیاں اور تھیں۔دشمنوں نے آگے بڑھ کر حکم دیا کہ تینوں لڑکیاں الگ ہو جاؤ۔میرے کانوں میں آپا کے الفاظ گونجنے لگے کہ "جان قربان کردینا لیکن عزت بچالینا" میں نے ان درندوں کو اشتعال دلانے کے لیے خوب گالیاں نکالی تا کہ وہ مجھے میری بہن کی طرح شہید کردیں۔مگر وہ مشتعل نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے مجھے کچھ کہا۔وہ خونخوار آنکھوں سے برابر مجھے دیکھتے رہے۔انہیں شاید کسی بڑے کی طرف سے حکم تھا کہ لڑکیاں اکٹھی کرکے ان تک پہنچانا ہے۔اب ایک ہی راستہ باقی رہ گیا تھا کہ شہر سے داخل ہونے سے پہلے ایک پہاڑی ندی تھی۔میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس میں کود جانا ہے۔کچھ دیر چلنے کے بعد ندی آ گئی۔میں نے تیز قدم چلنا شروع کردیے۔وہ بھانپ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے اور انہیں معلوم تھا کہ مسلمان لڑکیاں عزت بچانے کے لیے جان کی بازی بھی لگا دیتی ہیں۔انہوں نے ہم تینوں لڑکیوں کو حلقہ بنا کر درمیان میں کرلیا تھا۔اللہ کا شکر تھا کہ اب تک مجھے کسی کافر کا ہاتھ نہیں لگا تھا۔اب بے بسی کے عالم میں چاروں طرف بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دل کی گہرائیوں سے ایک فریاد نکلی کہ اے اللہ! کہاں ہیں تیرے فرشتے جنہیں تو مسلمانوں کی مدد کے لیے اتارتا ہے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری بے بس اور عاجزانہ فریاد کو قبول فرمایا جو کہ ایک معجزے سے کم نہیں تھا اور اس سے میرے ایمان کو ایسی قوت ملی کہ اس کے بعد کسی مشکل میں میرے قدم نہیں ڈگمگائے اور میں نے ہمیشہ اپنا کام اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔اچانک سڑک پر پولیس اور جیپیں ظاہر ہوئیں اور پل بھر میں ہمارے پاس آ کر رک گئیں۔سکھ غنڈے پولیس کو دیکھتے ہی فرار ہو گئے۔میں اپنے ساتھ کی دونوں لڑکیوں سے مختلف تھی کیونکہ ہم لوگ شہری زندگی کے عادی تھے۔اس لیے میرا لباس بول چال دیہاتی لڑکیوں سے بالکل جدا تھا۔پولیس والوں کو تجسس ہوا کہ یہ لڑکی اس علاقے میں کہاں سے آ گئی۔میں اس وقت پٹیالہ شہر میں نویں کلاس میں پڑھتی تھی اور ویسے بھی میرا تعلق تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا۔اس لیے میرا بول چال بھی ان لوگوں سے مختلف تھا۔میں نے ان لوگوں کو اپنے گاؤں کا بتایا تو ان لوگوں میں ایک افسر فوراً بولا بیٹی تم ڈاکٹر غلام محمد خان کی بیٹی ہو۔وہ شخص میرے والد اور بہنوئی کو اچھی طرح جانتے تھے۔

میں نے ان کو بتایا کہ میری بہن کے بچے بچھڑ گئے ہیں' میں انہیں تلاش کیے بغیر نہیں جاؤں گی۔آفیسر نے کہا کہ ہمارے پاس اگر وقت ہوتا تو ضرور ان بچوں کو تلاش کرتے۔انہیں وزیر اعظم کپورتھلہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ فوراً وہاں پہنچوں اور ویسے بھی یہ وحشی بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے تھک چکے ہیں۔اس لیے بچے صحیح سلامت ہی ہوں گے۔میں نے دل پر پتھر رکھ کر ان کی بات مان لی۔کپورتھلہ پہنچنے پر مجھے وہاں کے ہسپتال بھیجا گیا۔تاکہ اپنے پیاروں کو تلاش کرسکوں لیکن وہاں مجھے اپنوں میں کوئی نہیں ملا۔یہاں کئی چہرے جانے پہچانے تھے۔

کپورتھلہ سے جالندھر جانے کی تیاریاں تھیں۔بسیں مہاجرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔خوف اور امید کے ملے جلے جذبات تھے۔آخر کار ذکر اور قرآن کا ورد کرتے ہوئے یہ قافلہ سورج ڈھلنے تک جالندھر کے مہاجر کیمپ پہنچ گیا۔جالندھر کیمپ کی حالت بھی بہت بری تھی۔سکھ یہاں سے بھی عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔یہاں میرے بھائی کا ایک دوست مل گیا۔اس نے بتایا کہ یحیٰی خان کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور وہ اسی سے سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوا اور لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ بھاگو نہیں مقابلہ کرو۔بہادروں کی موت مرو' ان کے ہتھیار چھین لو لیکن اس کا ساتھ کسی نے نہیں دیا۔لوگ اپنی جانیں بچا کر بھاگ رہے تھے۔سکھوں سے مقابلہ کرتے کرتے اس نے جام شہادت نوش کیا۔میرا بھائی چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔24 سالہ دراز قد' مضبوط جسم کا مالک تھا' اس کی شادی کو بھی گیارہ ماہ ہوئے تھے۔

رات کو کیپٹن نے خوشخبری سنائی کہ کل ہمارا ٹرک کسی کام سے لاہور جائے گا' اس میں آپ سب لاہور چلی جائیں گی۔ساری رات خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات میں گزر گئی۔خوشی اس بات کی تھی کہ کل میں وہ منزل پالوں گی جس کی آرزوں میں مسلمانانِ ہند نے زندگیاں گزاریں۔غم اس بات کا تھا کہ جن اپنوں کے ساتھ خوشیاں بانٹنی تھیں' ان میں کوئی بھی یہ خوشیاں دیکھنے کے لیے میرے ساتھ نہیں ہوگا۔میرے والد صاحب بھی کہا کرتے تھے کہ یہاں نماز پڑھنے کا مزہ نہیں آتا۔مزہ تو تب آئے گا جب ہم پاک دھرتی اور آزاد وطن میں نماز ادا کریں گے۔اگلے روز شام کو ہم لاہور پہنچے۔راستے میں ایسے ایسے دلدوز مناظر تھے کہ دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔آنکھیں بند کر کے اللہ کا ذکر زبان پر کرتے ہم پاکستان پہنچے۔یہاں پہنچنے پر "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ لگا تو ایسے لگا جیسے مردہ جسموں میں روح ڈال دی گئی ہے۔جس سرزمین کو دیکھنے کے لیے لاکھوں جانیں قربان کی تھیں' آخر وہ منزل ہم نے پالی تھی۔ضبط وصبر کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور آنکھوں سے اتنے موتی برسے کہ دامن بھر گیا۔جی چاہ رہا تھا کہ ٹرک سے اتر کر پاک زمین کے ہر ذرے کو چوموں۔اس ٹرک میں ہم پانچ بے سہارا لڑکیاں تھیں جن میں ایک کیپٹن کی رشتہ دار تھی۔ہم سب کو انہوں نے اپنے گھر میں ٹھہرالیا۔اگلا سارا دن لاہور میں مہاجر کیمپوں میں میرے رشتہ داروں کے نام نوٹ کر کے تلاش کرتے رہے لیکن کسی کا علم نہ ہوسکا۔

آخر کار ایک روز میں میزبانوں کی مخالفت کے باوجود گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔اپنی بہن کے ایک سسرالی رشتہ دار کہ جن کا پتہ مجھے معلوم تھا' وہاں پہنچ گئی۔میرے پاس سو سو کے دو نوٹ تھے۔جنہیں میں نے ہجرت سے پہلے کپڑے میں باندھ کر بالوں میں گوندھ لیا تھا۔مجھے یہ پیسے زادِ راہ کا کام دیتے رہے۔آخر کار وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ میری والدہ اور بہن کے دونوں بچے وہاں موجود تھے۔لیکن میری ماں کے حواس قائم نہیں تھے۔انہوں نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔کتنی دیر اپنی ماں کے گلے سے لپٹے زاروقطار روتی رہی اور انہیں بتاتی رہی کہ میں کون ہوں' چند گھنٹوں کے بعد میری ماں کے حواس درست ہوگئے اور انہوں نے مجھے پہچان لیا۔

(استفادہ: Story of Indian Aggression 'Bleeding Punjab' 'تگ وتاز' امرتسر میں خون کی ہولی' اور انسان مرگیا)

کی سیرت اطہر اس کی راہنما ہے......!

میدانِ جہاد میں بھی اس کے لیے خاص اصول ہیں جن پر عمل کرنا ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے، میرے نبی ﷺ نے ابن ماجہ کتاب الجہاد میں ارشاد فرمایا:

''کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔'' مزید فرمایا: ''کسی بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ معذوروں کو مارنا۔'' امام مالک اپنی کتاب مؤطا میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ آج کا چمپئن امریکہ جو دنیا کو امن کا درست سکھاتا ہے اور پھر امن کیونکر ہو؟

بگرام ایئربیس اور گوانتاناموبے میں قیدیوں پر کیا مظالم روا رکھے گئے ہیں ...... پاکستان کی بیٹی عافیہ صدیقی پر کون سا ظلم کا پہاڑ نہیں توڑا گیا......؟

بھارت کشمیری قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھے ہوئے ہے...... وکی لیکس نے بھی انکشاف کیا کہ بھارتی فوج انسانیت سوز سلوک کشمیری قیدیوں کے ساتھ روا رکھتی ہے...... ! اسلام اور مسلمان کے نام سے چڑ کھانے والو ! اسلام کی آفاقی سنہری تعلیمات پر حسد کی آگ میں بھسم ہو جانے والو! اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھ کر اپنے مخالف مشن لانچ کر دینے والو آؤ ذرا میرے نبی ﷺ کی سیرت جو میری راہنما ہے کا مطالعہ کرو۔

''بدر کا میدان ہے ...... تمھارا جد امجد مشرک ابوجہل لڑنے آیا ہے...... مگر شکست سے دو چار ہو کر قتل ہو گیا ہے ......! ستر لوگ مارے گئے ......! ستر قیدی بن گئے ...... مگر وہی لوگ کہ جنھوں نے محمد عربی ﷺ کے ساتھیوں کو اذیتیں دیں ...... تپتی ریتوں پر لٹایا گیا مگر میرے نبی رحمت ﷺ کا فیصلہ سنو ......! جو شخص فدیہ دے اسے رہا کر دو ...... مالدار فدیہ دیتے گئے ...... رہائی پاتے گئے نہ تفتیش نہ ٹارچر...... جو محتاج و مسکین تھے انھیں کچھ لیے بغیر ہی رہا کر دیا گیا یہ نہیں کہ مال نہیں پاتے تو یہیں گلتے سڑتے رہو......! جن کے پاس پیسے نہ تھے پڑھے لکھے تھے ...... عادلانہ انداز رحمت دیکھو کہ رسول اکرم ﷺ نے کہا...... ہمارے دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دو ...... رہائی تمھارا مقدر ہے......!

حقوق اور اقلیتوں کے حقوق کی رٹ لگانے والو! ذرا غور تو کرو...... فرانس میں اقلیتوں کا حق اس طرح ادا کر رہے ہو کہ مسلم خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی عائد کرتے ہو...... سوئٹزر لینڈ کے اقلیتی مسلمانوں کا حق مساجد کے میناروں پر پابندی لگا کر ادا کرتے ہو!

اسلام مخالف کانفرنسز کا انعقاد کر کے اسلام کے خلاف مزاحمت کے عندیہ دیتے ہو......!

میرے نبی ﷺ کی سیرت کی یہ شان ہے کہ ہر ایک کو عقیدے کی آزادی کا حق ملا...... آپ ﷺ مدینہ کے حکمران بنے تو ''میثاق مدینہ'' پر دستخط کر کے باقی لوگوں کو بھی وہی حقوق دیے جو مسلمانوں کے تھے......!

اقلیتوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والو! اسلام تو وہ دین ہے ضروریات اور پڑوس پن کے حوالے سے بھی غیر مسلم کو وہی حق دیتا ہے جو دیگر مسلمان کے ہیں......!

آؤ دیکھیں کہ ان کے حقوق کی حفاظت کس نے کی؟ انسانیت کا ہمدرد کون ہے؟؟

ترمذی، کتاب الدیات میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! جس کسی نے غیر مسلم کو قتل کیا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول نے اٹھا رکھی ہے لہٰذا جس نے اللہ کے ذمہ کو توڑا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

یہ ہے میرے نبی ﷺ کی سیرت اور تعلیم جو ہر مسلمان کے لیے اس کی خواہشات سے زیادہ عزیز ہے......!

آؤ ذرا ایک اور منظر دیکھتے ہیں ...... خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو فاتح اعظم ...... دنیا کے طاقتور حکمران ...... لاکھوں مربع میل سرزمین کے حاکم ...... آپ رضی اللہ عنہ پر بھی ایک ذمی ہی خنجر کے وار کر دیتا ہے...... شدید زخمی ہو جاتے ہیں مگر بستر پر انتہائی زخمی حالت میں لیٹے کہتے کیا ہیں:

''میں تم لوگوں کو (ذمیوں کے حقوق کی پاسداری کے ضمن میں) اللہ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمھارے نبی ﷺ کا ذمہ ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ)

یہ تعلیم ہے میرے نبی ﷺ کی اور آپ کے نام لیواؤں اور جاں نثاروں کی......! ذرا غور کرنا...... انسانیت کا ہمدرد کون ہے؟ حقوق کا پاسدار کون ہے......؟ ضمیر کو جھنجھوڑ کر مخاطب کرنا کہ انسانیت سے انس رکھنے والا کون ہے......؟ جواب یہی آئے گا کہ اسلام یعنی سلامتی والا دین اور اس کا پیغامبر ...... محمد مصطفیٰ ﷺ ...... کہ جن کو خالق کائنات نے ''رحمۃ للعالمین'' کہہ کر پکارا...... جن کی رحمت و صداقت کا اعلان اس وقت کے منکرین نے بھی کیا ...... اور آج کے منکرین بھی کر رہے ہیں ...... کوئی عمل کرے نہ کرے ......! مسلم ہو یا غیر مسلم ...... یہ الگ بات ہے......! ذرا سی بات پر اسلام و صاحب قرآن کی تعلیمات کو مطعون کرنا بہرصورت مفید نہیں ...... اور شرعی حدود اور تعلیمات اسلام جنھیں آفاقی تعلیمات کہا جاتا ہے کو شریعت اسلامیہ سے نابلد لوگوں کے عزائم کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہیے......!

ساتھیو! آپ یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ پچھلے دنوں ذرائع ابلاغ میں توہین رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم کے لیے جو بابا کار مچی ......! اگر غور کیا جائے تو یہ سب اس ایجنڈے کا تسلسل ہے...... جس کے تحت نبی محترم ﷺ کے گستاخانہ کارٹون چھاپے گئے ......! ...... اور توہین رسالت ﷺ کے الزام میں جو عیسائی خاتون قید ہے...... اسے مظلوم بنا کر عالمی سطح پر جو تہلکہ مچا دیا گیا......!!

لیکن عدالت کی طرف سے اسے سزائے موت سنائی گئی ہے......!

لیکن یہ بات واضح رہے کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے اور تمام مکاتب فکر کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ توہین رسالت ﷺ کی سزا موت ہے۔

یہ بات الگ ہے کہ قانون کا استعمال غلط ہو...... لیکن اس بات کو جواز بنا کر قانون کو ہی ختم کر دینا کیسا انصاف ہے؟

عالمی امن کے نام نہاد ٹھیکیدار ایسے قوانین کا احترام کیا جانیں ......؟ جنھوں نے اپنے انبیاء کی توہین سے بھی گریز نہ کیا اور پھر ان مغربی اداروں کے ٹکڑوں پر پلنے والی NGO'S اور تنظیمیں ...... انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتی نظر آتی ہیں ...... لیکن مذہبی تنظیموں کے پرزور احتجاج کے بعد حکومت بظاہر ناکام نظر آتی ہے ...... ہیری ٹیج فاؤنڈیشن امریکہ کی لیز اکرٹس کہتی ہیں ...... ''کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ ایسے قوانین کے خاتمے کی کوشش کی مگر اسے ہر بار ناکام بنا دیا گیا'' ہاں ......! اور یہ بات ضرور ہے کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ کی حرمت کے دفاع میں ہر میدان میں مقابلہ کے لیے تیار ہیں......!

ایسی عظیم ہستی کہ جس کی زندگی اور تعلیمات کے جس پہلو کو لیا جائے...... رحمت، امن اور انصاف و حقوق کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا ...... اس نبی رحمت ﷺ کی حرمت کے دفاع کے لیے ہر میدان میں ہمیں جواب دینا ہوگا...... اور جان نثاران نبی ﷺ کا کل بھی یہ عہد تھا...... آج بھی موقف ہے اور کل کے لیے بھی پیغام ہے کہ ''حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے۔'' ہر بے ہودہ عمل کا ردعمل ضرور ہوتا ہے جو برابر مگر مخالف سمت میں ہوتا ہے...... اور

''النبی اولی بالمومنین من انفسھم''

(الاحزاب)

رواداری کے نعرے لگانے والو! یہ بات یاد رکھنا کہ رواداری تو مرگئی تھی...... زندگی سسک رہی تھی ...... دور تاریکی بھی تھا اور ظلمت بھری ساعتیں بھی ......! اگر محمد عربی ﷺ نے اسے گہری قبر سے نہ نکالا ہوتا تو تم اس کا چہرہ بھی نہ دیکھ پاتے ......! آؤ اسی نبی کی آفاقی تعلیمات پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹیں کہ:

اسی نام سے ہے باقی آرام جان ہمارا

بحوالہ: روپے میرے حضور کے، از امیر حمزہ

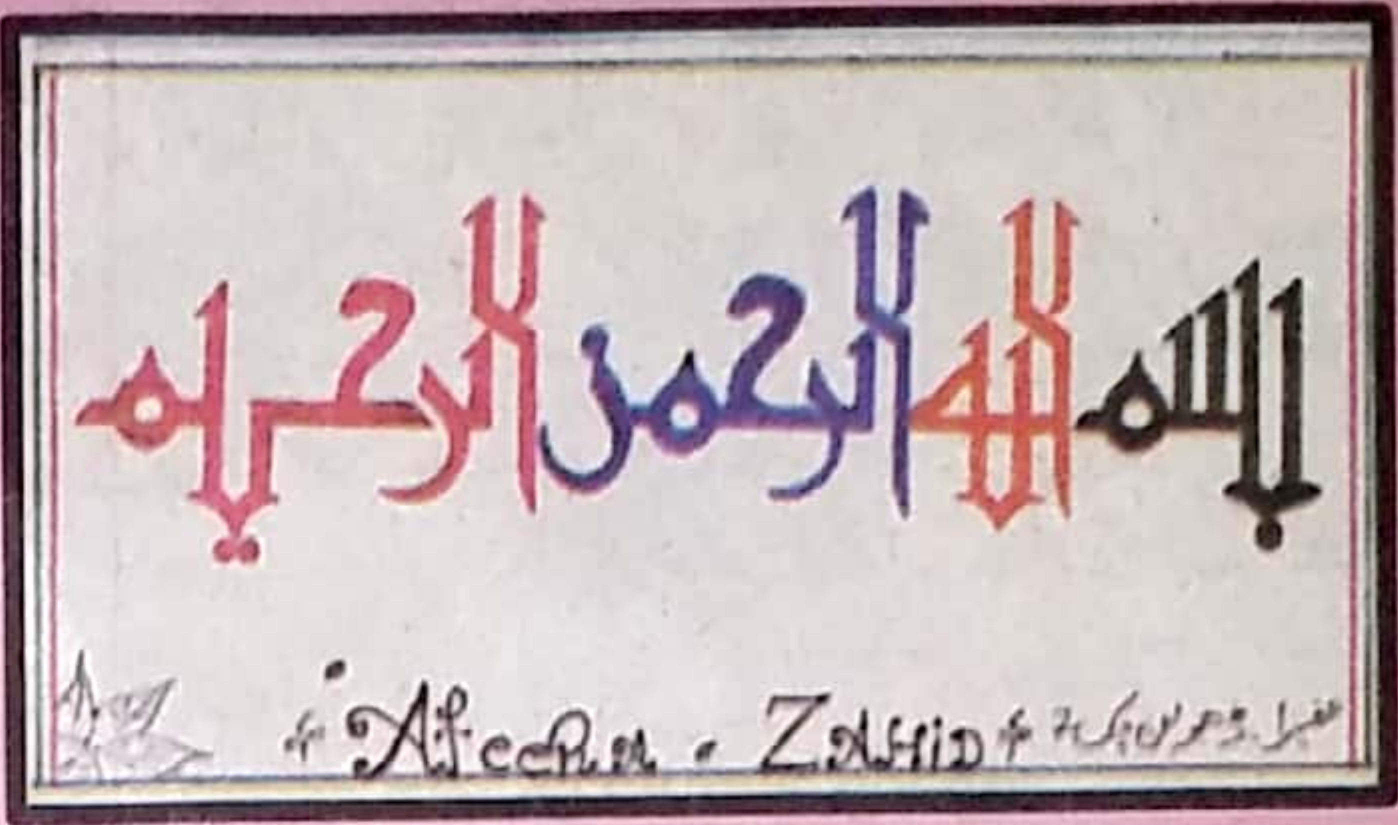

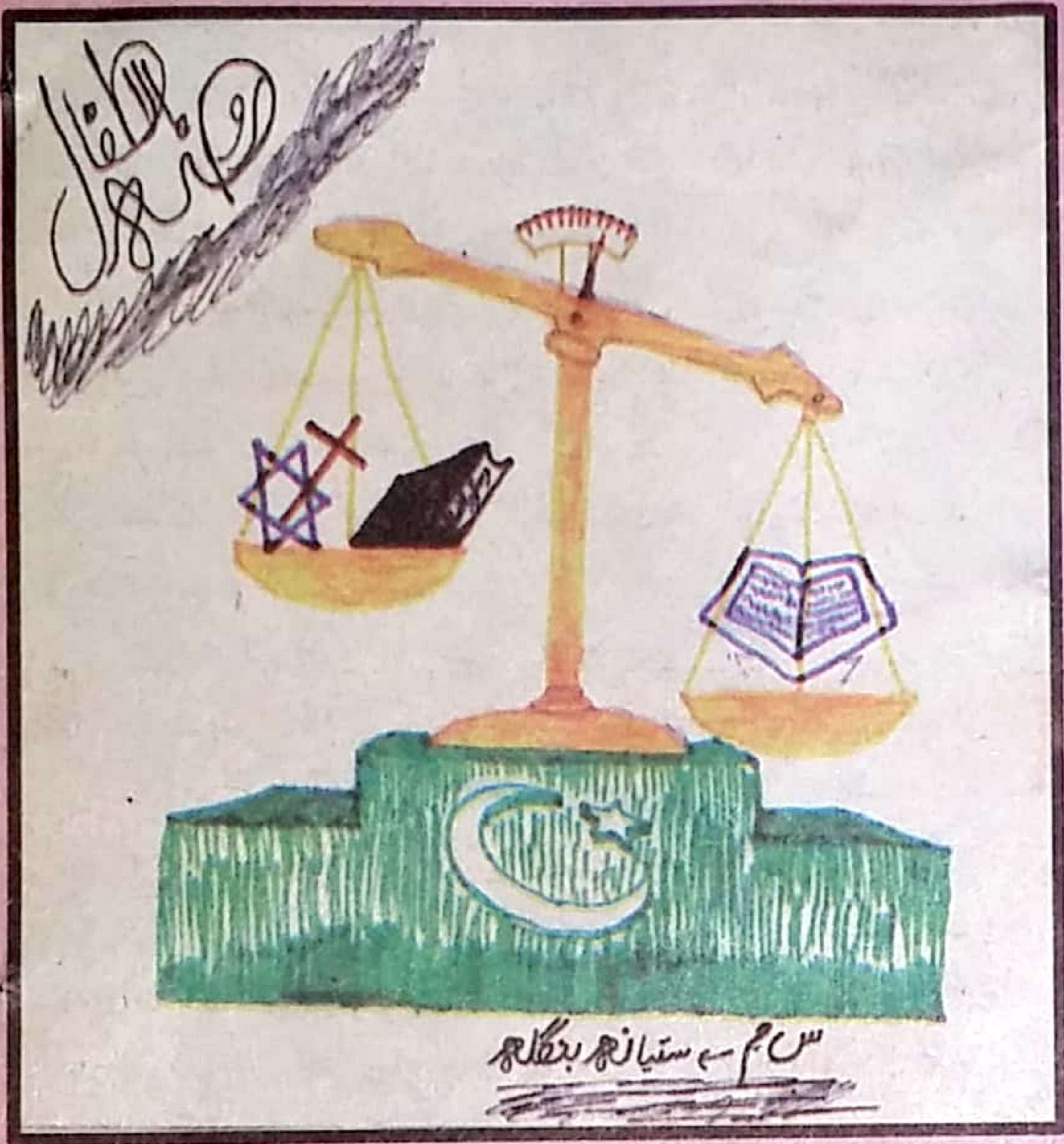

روضہ آرٹ گیلری

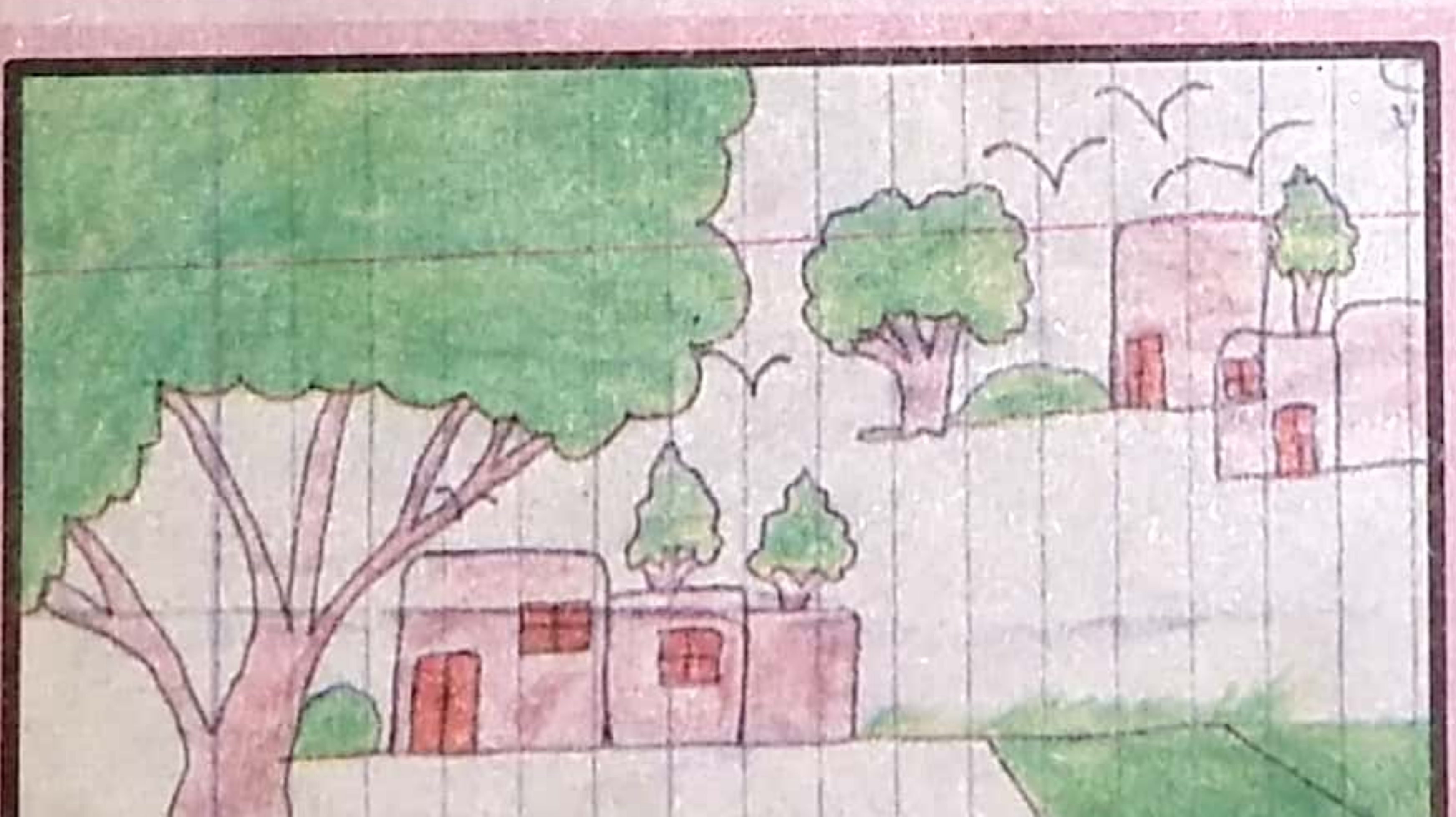

نماز ہو تو ایسی......

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مجاہدین کے ہمراہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو رات گزارنے کے لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں پڑاؤ کیا۔

ہوا یہ کہ اس غزوے میں دشمن کے قیدیوں میں ایک عورت بھی قید ہو کر آئی جس کا خاوند وہاں موجود نہ تھا۔ جب اسے صورتحال کا علم ہوا تو اس نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں مسلمانوں کے لشکر کا پیچھا کروں گا اور اسے نقصان پہنچائے اور خون بہائے بغیر واپس نہیں لوٹوں گا۔

جب مسلمانوں نے پہاڑ کی اوٹ میں پڑاؤ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا آج رات پہرہ کون دے گا؟ سیدنا عبادہ بن بشیر اور عمار بن یاسر ؓ یک دم اٹھے اور بولے رسول اللہ ﷺ ہم پہرہ دیں گے (یہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے تو نبی ﷺ نے ان دونوں کو بھائی قرار دیا تھا) جب پہرہ دینے کے لیے پہاڑ کے درے پر کھڑے ہوئے تو سیدنا عبادہ بن بشیر ؓ نے اپنے بھائی عمار بن یاسر ؓ سے پوچھا۔ آپ رات کے پہلے حصے میں سونا پسند کریں گے یا آخری حصے میں انھوں نے کہا میں پہلے حصے میں آرام کروں گا اور آخری حصے میں پہرہ دوں گا یہ کہہ کر ان کے نزدیک ہی لیٹ گئے۔

رات تاریک، خنک، پرسکون اور اطمینان بخش تھی۔ رات کی تاریکی میں جھلملاتے ہوئے تارے، لہلاتے ہوئے درخت اور اپنی جگہ ہمہ ادب واحترام کی تصویر بنے ہوئے پتھر اپنے رب کی تعریف، پاکیزگی اور عظمت کے زبان حال سے نغمے الاپ رہے تھے۔ اس دلآویز، دلفریب اور دلکش ماحول میں سیدنا عبادہ بن بشیر ؓ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ عبادت اور تلاوت سے اپنے دل کو شاد باغ وشاد کام کیا جائے۔ اسے قرآن مجید کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی چیز لطف نہ دیتی لیکن جب یہ نماز میں تلاوت کرتے تو مزا دوچند ہو جاتا۔

پھر یہ قبلہ رخ ہوئے نماز شروع کر دی۔ ابھی یہ نماز سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک بدنیت دشمن جس کی بیوی اس قافلے میں قیدی کی حیثیت سے شامل تھی، دبے پاؤں بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ جب دور سے اس نے دیکھا کہ پہاڑی کے درے میں ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ وہ سمجھا یقیناً نبی ﷺ اور اس کے ساتھی اس پہاڑی کی اوٹ میں آرام کر رہے ہوں گے۔ اس نے جلدی سے کمان پکڑی، اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور نشانہ باندھ کر چلا دیا۔ وہ سیدھا سیدنا عبادہ بن بشیر ؓ کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ انھوں نے ہاتھ سے تیر پکڑا اور اپنے جسم سے کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ دشمن نے دوسرا تیر مارا وہ بھی ان کے جسم میں پیوست ہو گیا، انھوں نے اسے بھی نکال کر پرے پھینک دیا۔ اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی سیدھا آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا اور یہ پہلے دو تیروں کی نسبت زیادہ گہرا لگا۔ لیکن انھوں نے اسے بھی کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ اب کیا تھا کہ جسم سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ دھیرے دھیرے کھسک کر اپنے سوئے ہوئے بھائی سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے قریب ہوئے۔ سلام پھیرا اور اسے جگا دیا۔ کہنے لگے بھائی اٹھو زخموں کے گھاؤ نے میرے بدن کا خون نچوڑ لیا ہے۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا ہے۔ کمزوری ونقاہت سے میرا دل ڈوب رہا ہے۔ جب تیر مارنے والے دشمن نے دیکھا درے میں ایک کی بجائے دو آدمی ہیں تو وہ خوف کے مارے بھاگ نکلا۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی سیدنا عبادہ بن بشیر ؓ کے جسم میں جگہ جگہ سے خون تیزی سے بہہ رہا ہے تو وہ گھبرا گئے۔ فرمانے لگے بڑے تعجب کی بات ہے۔ پہلا تیر لگنے پر مجھے جگا دیا ہوتا۔ سیدنا عبادہ بن بشیر ؓ نے فرمایا: ''میں اپنے من میں ڈوب کر دنیا ومافیھا سے بے نیاز نماز کی حالت میں سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور مجھے اس قدر لطف آ رہا تھا کہ دل نہ چاہا کہ سورۃ مکمل پڑھے بغیر سلام پھیروں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس ذمے داری کے زیاں ونقصان کا اندیشہ نہ ہوتا جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر عائد کی ہے تو میری جان چلی جاتی اور میں یہ نماز اور تلاوت کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیتا۔ (بحوالہ: حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو)

[محمد فیصل رفیق، ظہیر آباد کالونی چونیاں]

پزل گیم

نیچے دیئے گئے خانوں میں 1 سے 9 تک گنتی اس طرح مکمل کریں کہ کسی بھی لائن (اوپر سے نیچے یا دائیں سے بائیں) میں ایک عدد صرف ایک دفعہ ہی آئے۔

3			2	4			6	
	4						5	3
1	8	9	6	3	5	4		
				8		2		
		7	4	9	6	8		1
8	9	3	1	5		6		4
		1	9	2		5		
2			3			7	4	
9	6		5			3		2

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

بسم اللہ والا قرآن

139 8 مارچ 2013ء، 25 ربیع الثانی 1434ھ

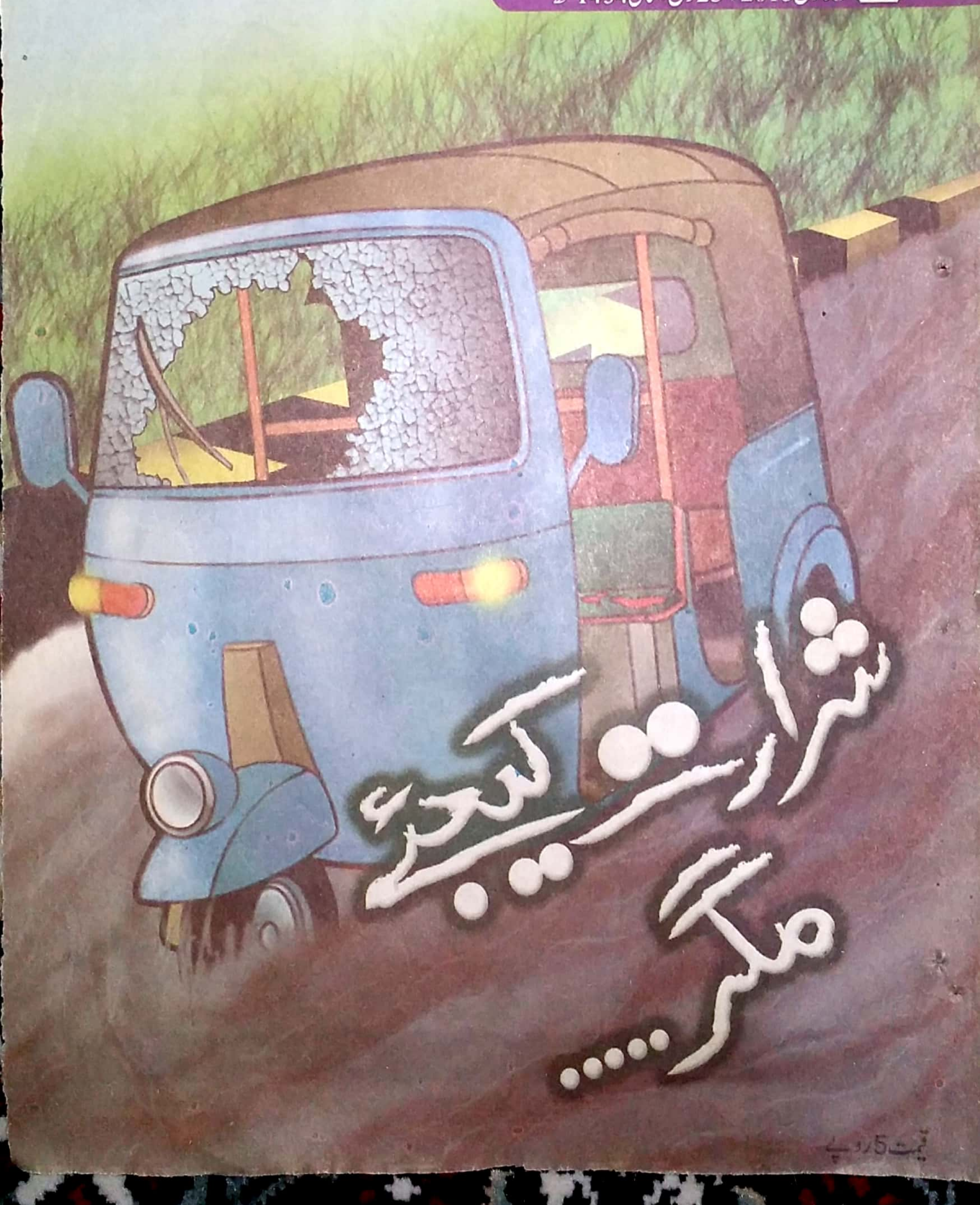

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ (سورۃ الحج:73)

(اسد الرحمن۔ کراچی)

حدیثِ نبوی

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں حفظ کرلے، وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح مسلم، مسند احمد)

(بریرہ شاہین محمود، میرپور آف شاہ کوٹ)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ننھے مجاہدو......!

کیا حال ہیں......؟ امید ہے کہ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ امتحانات
سے تو اب فراغت ہے تو کیوں نہ آپ کو کچھ مصروفیات بتائی جائیں۔
آپ ان دنوں میں روضۃ الاطفال کے لیے اچھی اچھی تحاریر لکھ کر بھیجیں۔ لیکن آپ
ابھی ردی کی نوکری کا شکوہ مت کیجئے گا۔ آج آپ کو کچھ راز کی باتیں بتاتے ہیں۔
اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ کی تحریر بہت اچھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ ردی
کی نوکری کی نذر ہو جاتی ہے۔ آج آپ کو اس کی وجوہات بتاتے ہیں۔ آپ بھی کیا یاد کریں
گے کہ کس حاتم طائی سے پالا پڑا ہے۔
ایسی تحریر جس میں کوئی حدیث یا واقعہ بیان ہوتا ہے لیکن اس پر حوالہ نہیں ہوتا وہ
یقیناً ردی کی نوکری میں بہترین جگہ پاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تحریر جس میں حوالہ بھی لکھا
ہو لیکن اگر اس کے الفاظ مشکل ہوں تو وہ بھی شائع نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ روضۃ الاطفال ہے
یعنی بچوں کا باغ اس لیے بچوں کی اردو تو اتنی مضبوط نہیں ہوتی کہ مشکل اردو پڑھ سکیں۔
لہٰذا روضہ کے تمام لکھاری یہ احتیاط کریں کہ جب بھی تحریر بھیجنی ہے ایک تو حوالے کے
ساتھ اور دوسرا آسان الفاظ میں لکھنی ہے۔ اب ان باتوں کو ذرا یاد بھی کرلیں پھر نہ کہیے گا کہ
بتایا نہیں......!

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو......!

والسلام

مصیبت کے وقت کی دعا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا ۔ (مسلم 632/2)

''اور یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز عطا فرما'' (آمین)

(عبداللہ عبید۔ لاہور)

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

رسول اللہ ﷺ کا خواب

(حافظ صہیب عاصم۔ گوجرانوالہ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے کہ کیا گزشتہ رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کوئی خواب سناتا تو آپ ﷺ اس کی تعبیر فرماتے اللہ کے حکم سے۔ ایک دن حسب معمول آپ ﷺ نے سوال پوچھ لیا۔ اس دن کسی نے کوئی خواب نہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے ہیں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدس (پاک سرزمین) کی جانب لے گئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی تھی وہ اس سے بیٹھے ہوئے شخص کی ایک باچھ میں داخل کرتا اور اس کی گدی تک چیر دیتا۔ پھر اسی طرح دوسری باچھ کے ساتھ بھی کرتا تھا۔ اس دوران اس کی پہلی باچھ ٹھیک ہوجاتی۔ تو وہ دوبارہ اسی طرح اس کی باچھیں چیرتا۔ میں ان دونوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے سر پر پتھر لے کر کھڑا تھا اور اس پتھر کے ساتھ اس کے سر کو کچل رہا تھا جب وہ اسے پتھر مارتا تو اس کا سر کچلا جاتا اور پتھر دور جا گرتا تھا۔ جب وہ پتھر اٹھانے کے لیے پتھر کی جانب جاتا تو پیچھے اس دوران اس آدمی کا سر دوبارہ ٹھیک ہوجاتا۔ وہ آدمی پھر اس کو اسی طرح پتھر سے مارتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟؟ انہوں نے کہا کہ ابھی آگے چلیے۔ پھر ہم آگے بڑھے یہاں تک کہ ہم ایک گڑھے کے پاس پہنچے جو تنور سے مشابہ تھا۔ اس کے اوپر کا حصہ کھلا تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ زیادہ ہوتی تو اس میں موجود لوگ بلندی کی طرف آتے یہاں تک وہ اس سے باہر نکل جائیں گے، اور جب آگ نیچے جاتی تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے اور اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے مجھے پھر کہا گیا کہ اور آگے چلیے۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے اس میں ایک شخص نہر کے درمیان میں کھڑا تھا اور ایک شخص نہر کے کنارے کھڑا تھا کنارے پر کھڑے ہونے والے شخص کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ نہر میں موجود شخص جب نہر کے کنارے آتا تو کنارے والا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسے واپس لوٹا دیتا۔ وہ وہیں لوٹ جاتا جہاں پہلے تھا۔ میں پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے کہا گیا کہ اور آگے چلیے۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک سرسبز باغ کے قریب پہنچ گئے جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور درخت کے قریب ایک بزرگ کھڑے تھے اور کچھ بچے بھی تھے۔ اس درخت کے سامنے آگ لگی تھی جس کو ایک شخص جلا رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور درخت کے درمیان میں موجود مکان میں لے گئے میں نے اس سے بہتر مکان کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بچے بوڑھے جوان اور عورتیں تھیں۔ پھر انہوں نے مجھے وہاں سے نکالا اور ایک دوسرے درخت پر گئے۔ وہاں بھی مجھے ایک مکان میں لے گئے۔ یہ مکان اس پہلے والے مکان سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان لوگ تھے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ''میں ان سے دریافت کیا۔ آج رات تم نے مجھے کیا سیر کرائی ہے مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں نے کیا کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ضرور بتائیں گے! وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں چیری جارہی ہیں وہ جھوٹا انسان تھا جھوٹی باتیں کرتا تھا اور اس سے جھوٹی باتیں لے کر اپنے اردگرد پہنچائی جاتی تھیں۔ اب قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا، جس شخص کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا تھا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا علم عطا کیا تھا لیکن وہ رات بھر سویا رہا اور دن بھر بھی اس پر عمل نہ کیا اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک ہوتا رہے گا۔ جن لوگوں کو آپ ﷺ نے تنور میں جلتے دیکھا وہ زانی اور بدکار ہیں۔ جس شخص کو آپ ﷺ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے اور وہ بزرگ شخص جس کو آپ ﷺ نے درخت کے پاس دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جبکہ جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا دربان فرشتہ ہے۔ پہلا مکان جس میں آپ داخل ہوئے وہ عام مومنوں کی رہائش ہے اور دوسرا مکان شہداء کا ہے۔ میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر ان دونوں نے کہا: آپ سر اٹھائیں میں نے سر اٹھایا تو میرے سر پر بادل جیسی کوئی چیز تھی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ آپ کا محل ہے۔ میں کہا: مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوسکوں۔ تو انہوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے۔ جب آپ کی عمر ختم ہوجائے گی تب آپ اس میں داخل ہوسکیں گے۔ (صحیح البخاری)

اس لمبی حدیث میں کل سات باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ چار باتیں چار گناہوں کی خطرناک سزاؤں پر مشتمل ہیں۔ اور دو باتیں ایمان اور شہادت اور ایک بات آپ ﷺ کی عظمت اور شان پر دلالت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور شہادت کی موت دے۔ (آمین)

بچپن ان شہیدوں کا

ابودجانہ ثناء اللہ شہید رحمہ اللہ

ان شاء اللہ

ثناء اللہ شہید کا بچپن بہت انوکھا ہے۔ وہ ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی انہیں جہاد اور تعلیم کا بہت شوق تھا۔ اس لیے انہیں گھر والوں نے قریبی گاؤں کے ایک سکول میں داخل کروادیا۔ وہ بہت خوش مزاج اور نیک سلوک تھے۔ جب وہ بالکل چھوٹے تھے تو ان کے والد کسی جلسے میں شریک تھے۔ اس مسجد کے ممبر پر کھڑا یہ عالم دین لوگوں کو جہاد اور مجاہدین کی فضیلت بتا رہا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم گنوا رہا تھا۔ ان کے والد صاحب نے یہ تقریر سنی۔ لوٹ کر گھر آئے تو ثناء اللہ کی والدہ سے یہ بات کہی تو سب نے خوشی سے انہیں راہ جہاد کے لیے وقف کر دیا۔

ثناء اللہ شہید اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دن ان کے والد ان کے سکول کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ان کے استاد نے ثناء اللہ کو مرغا بنایا ہوا تھا۔ ثناء اللہ جب گھر آئے تو والد صاحب نے پوچھا کیا بات ہے؟ استاد نے آپ کو سزا دی ہوئی تھی۔

ثناء اللہ نے جواب دیا کہ وہ استاد صاحب کا حق تھا۔ ثناء اللہ شہید گھر سے کافی دور سکول جاتے تھے۔ ایک دن بہت دیر سے گھر پہنچے تو گھر والوں نے پوچھا کیا بات ہے آپ دیر سے کیوں آئے ہیں؟ ثناء اللہ شہید نے جواب دیا کہ سب لڑکوں کے پاس سائیکل ہے اس لیے وہ جلدی آجاتے ہیں اور میں دیر سے آتا ہوں۔

گھر میں سب سے چھوٹا اور پھر سکول میں اچھا مقام ہونے کے ناطے اساتذہ بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ جب ثناء اللہ شہید پرائمری مڈل اور پھر کالج کی سطح پر پہنچے تو اس کے دوران ہی جہاد کی تربیت لینے کے لیے چلے گئے۔ وہ تربیت لے کر واپس آئے تو کافی بدل چکے تھے اخلاق و کردار کی پاکیزگی ان کی سمجھ میں آچکی تھی۔ ان کا دل جہادی جذبوں سے دھڑکنے لگا تھا۔ ایف ایس سی کے بعد جب وہ گھر والوں سے جہاد کی اجازت طلب کرنے لگے تو ان کے والد کہنے لگے کہ ہم نے آپ کو بڑی ڈگری والا افسر بنانا ہے۔ تم گھر میں سب سے چھوٹے ہو۔ یہاں رہ کر ہی دین کا کام کرلو۔ شہید کہنے لگے کہ سب سے زیادہ محبوب چیز کی قربانی ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند آتی ہے۔ وہ گھر والوں کو شہید اور اس کے ورثاء کے لیے جنت کے مقام اور انعامات بتاتے تھے۔ گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کی اصلاح بھی کرتے تھے۔ ثناء اللہ بھائی تہجد اشراق کی بہت پابندی کیا کرتے تھے۔ آخر کار ان کے بہت زیادہ اسرار کرنے پر گھر والوں نے انہیں جازت دے دی۔ اب وہ گھر سے میدان جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو امیر صاحب نے ان کی ذمہ داری تربیت گاہ میں لگا دی۔ وہاں انہوں نے کچھ عرصہ گزارا تو گھر والوں سے شکایت کرنے لگے کہ آپ میرے لیے دعا نہیں کرتے اس لیے میں ابھی تک یہاں ہی ہوں۔ دل میں شہادت کی تڑپ تھی اس لیے دوبارہ سے وہ اپنے امیر سے اجازت طلب کرنے لگے۔ بالآخر انہیں اجازت مل گئی۔ ثناء اللہ شہید کے والد کہتے ہیں کہ مجھے ثناء اللہ کی ایک بات بہت یاد آتی ہے۔ وہ یہ کہ جب میں نے اس سے آخری ملاقات میں پوچھا کہ اب ملاقات کب ہوگی تو کہنے لگے کہ اب ملاقات جنت میں ہوگی۔ (ان شاء اللہ) تو ان کے والد صاحب نے ان کو نصیحت کی کہ بیٹا! میدان جنگ سے کبھی نہ لوٹنا اور نہ ہی کبھی دشمن کے سامنے جھکنا۔ اس لیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو جائے اور محشر کے دن بھی ہماری عزت قائم رہے۔ وہ مقتل میں کچھ عرصہ دشمن کے ساتھ صف آراء رہے اور کافروں کو ناکوں چنے چبواتے رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کی موت سے نوازا۔ ان کے والد صاحب کہتے ہیں کہ ان کو میں نے شہادت کے بعد دیکھا تو وہ جھاڑیوں میں سکون سے لیٹے ہوئے تھے سکون کی نیند سو رہے تھے، اس کے سینے پر گولی لگی تھی اس سے میرا جگر ٹھنڈا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے۔

(برجیس احمد کامران۔ سیالکوٹ)

وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے جارہے تھے کہ اچانک وہ ایک چرواہے کی آواز سنتے ہیں۔ جو بڑے ماہرانہ انداز سے آلہ موسیقی کے ساتھ گا رہا تھا۔ ایک صاحب نے انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور تھوڑا سا دور جا کر اپنے ساتھی سے پوچھا کہ کیا اب بھی اس کے گانے کی آواز آرہی ہے؟ جواب ملا"ہاں!اب بھی آواز آرہی ہے۔" اس طرح وہ کانوں میں انگلیاں رکھے آگے چلتے گئے۔ پھر انہوں نے وہی سوال کیا تو ساتھی نے کہا کہ اب آواز نہیں آرہی۔ تب انہوں نے کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور فرمایا:

میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ہم نے ایک چرواہے کے گانے کی آواز کو سنا تو آپ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

یہ تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت نافع رحمہ اللہ تھے۔ جنہوں نے نبی ﷺ کو مانتے ہوئے اپنی زندگی کو آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق ڈھالا تھا۔

خلفائے راشدین کو اپنے لیے نمونہ بنانے کی بجائے ہم نے اپنے دشمنوں کی عادات، ان کے رہن سہن کو اپنا لیا..... جن کے خلاف ہمارے مجاہد بھائیوں نے اپنی جانیں قربان کردیں لیکن ہم پھر بھی ان کے گن گاتے جارہے ہیں۔ آؤ ذرا قرآن و حدیث سے اس بات کا نظارہ کریں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۝ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِراً كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِى أُذُنَيْهِ وَقْراً فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

ترجمہ"اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔

(لقمان:6،7)

اس آیت میں"لھو الحدیث" سے مراد اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی بات یعنی گانا بجانا اور موسیقی ہے۔ جس طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ اولین اور فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے

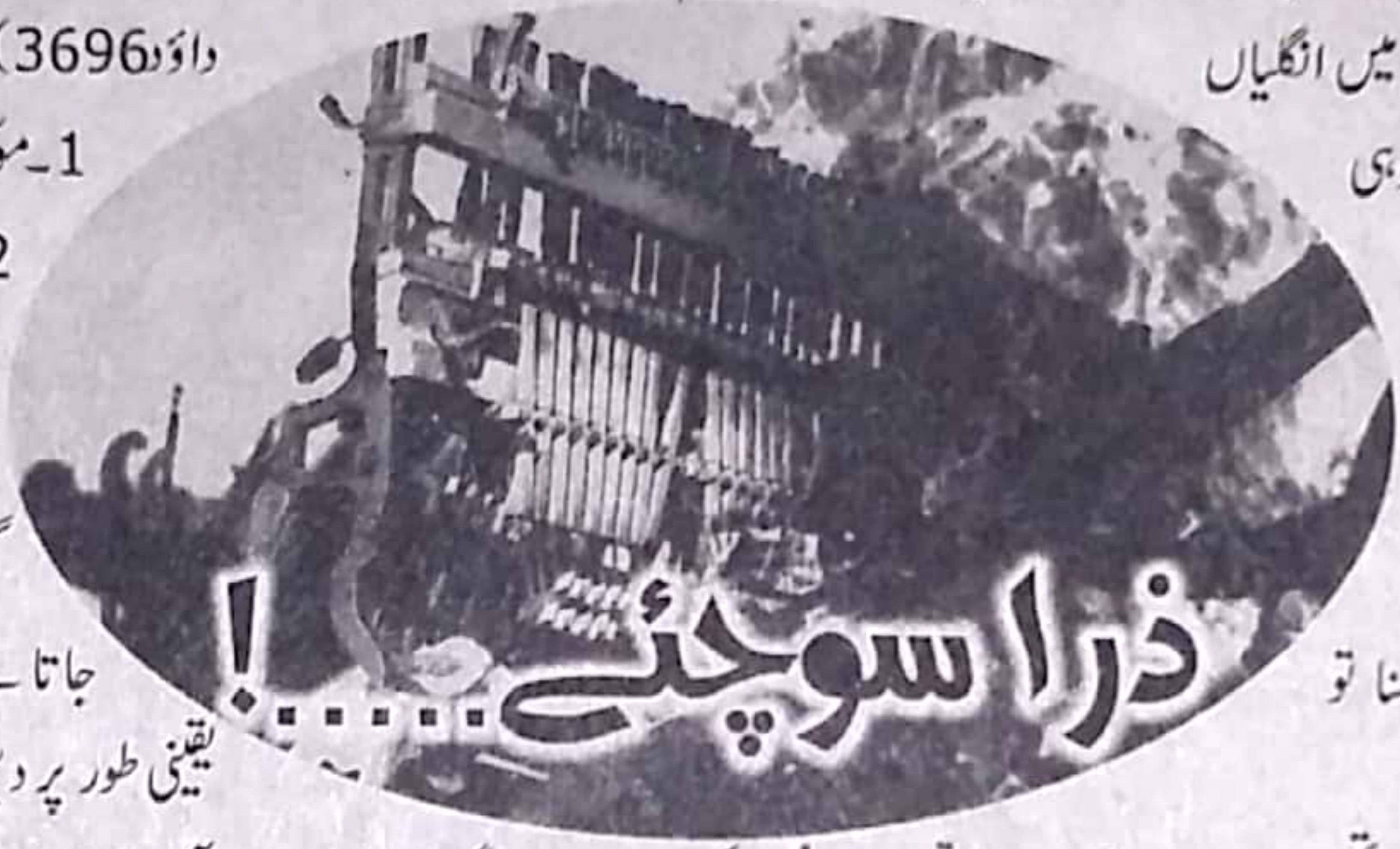

انہوں نے تین مرتبہ فرمایا کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی" اے اللہ اسے قرآن کی تفسیر کا علم دے اور اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔" انہوں نے بھی لھو الحدیث سے مراد گانا بجانا ہی لیا ہے۔

اور اب حدیث سے دلائل سنیئے!

ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایسے لوگ آئیں گے ہیں جو یقینا انا، ریشم کا لباس، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گیں۔

(بخاری:ص 5590)

۲۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان پر پتھروں کی بارش کی جائے گی۔ ان کی شکلیں مسخ کی جائیں گی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایسا کب ہوگا؟ تو فرمایا: جب آلات موسیقی پھیل جائیں گے گانا گانے والیاں عام ہوجائیں گی اور شراب کو حلال سمجھا جائے گا۔

(صحیح الجامع للالبانی 3665)

اگر اس حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ سب باتوں کا اطلاق ہو رہا ہے۔ زلزلے آرہے ہیں، زمین پھٹ رہی ہے اور لوگ اس میں دھنس رہے ہیں اور سب سے بڑی بات پچھلے دنوں میں روس میں پتھروں کی بارش ہوئی ہے جو کہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی پیشن گوئیوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: بیشک تم پر اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور ڈھول کو حرام کیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (ابو داؤد 3696)

1۔ موسیقی نفاق پیدا کرتی ہے۔

2۔ موسیقی دین سے دور کرتی ہے

کیونکہ موسیقی کی آواز شیطان کی آواز ہے اور جس شخص کے کان موسیقی کے گرویدہ ہوتے ہیں وہ شیطان کا قیدی بن جاتا ہے۔ جو شخص شیطان کا قیدی ہوتا ہے وہ یقینی طور پر دین الٰہی سے غافل ہوتا ہے اور شیطانی آوازیں سن سن کر شیطان اس پر غالب آجاتا ہے۔ انہی لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُوْلَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (المجادلہ:19)

3۔ موسیقی کو روح کی غذا کہنے والے یہ تو سوچیں کیا وہ قرآن کے منکر تو نہیں ہو رہے ہے جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:"اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور انھیں وعدے دے اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔"

(بنی الاسرائیل:64)

پیارے بچو! ان آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ یہ موسیقی کتنا بڑا گناہ اور اللہ کی ناراضگی کا کام ہے کہیں ہم تو اس سے دل لگا کر اللہ کے غصے کو دعوت تو نہیں دے رہے۔

(انتخاب: زاد الخطیب)

(محمد داؤد ابراہیم، مریم ابراہیم۔ وزیر آباد)

قبول اسلام سے شہادت تک

مصعب بن عمیر ؓ نبی ﷺ کے کہنے پر مدینہ منورہ میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں کئی لوگوں نے ان کی پر اثر دعوت کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سچے دین سے خود کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ ان میں ایک ایسا گھرانہ بھی تھا جو مکمل طور پر مصعب بن عمیر ؓ کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکا تھا سوائے ایک فرد کے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تمام افراد اپنے اسلام لانے کو کھل کر بیان نہ کر پا رہے تھے۔ جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا یہ شخص بڑے اہتمام کے ساتھ بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حبشہ سے اعلیٰ قسم کی لکڑی خرید کر بڑھئی کو دے کر آیا تھا کہ ایک بہترین بت تیار کرے۔ جب بت تیار ہو گیا تو اسے خوبصورت کپڑے پہنائے اور خوشبو میں بسا کر اسے کمرے میں نصب کر دیا۔ پھر روزانہ باقاعدگی سے اس بت کو پوجنے لگا۔ معاذ ؓ نے اپنے ساتھی سے باپ کی اس حرکت کا ذکر کیا۔ تو وہ اس سے جان چھڑوانے کے لیے کچھ سوچنے لگے۔ پھر اک نتیجے پر پہنچ کر جلد اس کو عملی جامہ پہنانے میں مگن ہو گئے۔

رات کی تاریکی نے جب ہر طرف اپنے پر پھیلائے اور سب نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ تب معاذ ؓ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر منصوبے پر عمل شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو گئے۔

یہ شخص روزانہ بت کے سامنے حاضری دیا کرتا تھا...... مگر آج صبح اسے ایک انوکھا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا بت اپنی جگہ سے غائب تھا۔ اس چیز نے اسے مشتعل کر دیا۔ بیوی بچوں سے پوچھ گچھ کی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس پر وہ غصے کے عالم میں گھر سے اپنے بت کی تلاش میں نکلا...... کیا دیکھتا ہے کہ جس کے آگے وہ جھکتا تھا...... اپنی حاجات رکھتا تھا...... وہ گندگی کے ڈھیر میں بے یار و مددگار پڑا تھا...... اس نے اپنے معبود کو اٹھایا، گھر لے کر آیا، اس کو نہلایا دھلایا، صاف کیا اور خوشبو لگا کر دوبارہ اسے اپنے کمرے میں سجا دیا۔ اس حرکت پر گھر والوں کو پھر حیرانگی نے آن گھیرا!!

اگلی رات پھر بت ان کے ہاتھوں میں تھا...... اور کام انجام دینے کے بعد وہ اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو...... اس بار تو مورتی کو نہ پا کر وہ سخت طیش میں آ گیا...... مگر گھر والوں کا جواب نہیں! سن کر وہ باہر نکل گیا...... اس دفعہ تو معاملہ عجیب و غریب ہی تھا...... اپنے بت کو مرے ہوئے کتے کے ساتھ بندھا دیکھ کر وہ اسے وہیں چھوڑ کر پریشانی کے آثار لیے گھر میں داخل ہوا...... بیوی نے وجہ پوچھی تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا...... لیکن دل کی کیفیت پر زیادہ دیر قابو نہ پا سکا......

بیوی سے کچھ سوالات کیے اور جب معاذ ؓ کے بارے میں سنا کہ مصعب بن عمیر ؓ کی مجلس اختیار کی ہے...... تو بولے کیا سنا ہے اس مکی شخص سے؟ مجھے بھی سناؤ......

اور یہی وہ لمحہ تھا کہ جب دل سے سیاہی کے دھبے صاف ہونا تھے...... جب ذہن کی الجھن دور ہونا تھی......

تو پیارے ساتھیو! کلام الٰہی جونہی ان کے کانوں سے ٹکرایا...... بول اٹھے! کیا یہ ساری باتیں ایسی ہی دلکش ہیں؟؟ بیٹے نے جھٹ جواب دیا جی! یہ ساری باتیں ایسی ہی پیاری اور دلنشین ہیں...... یہ وہ الفاظ تھے جو سورہ الفاتحہ کے نام سے قرآن میں سرفہرست ہیں۔ یہ وہ بابرکت الفاظ تھے کہ جنہوں نے اس شخص کو کفر کی دلدل سے نکال کر سبیل اللہ پر لا کھڑا کیا...... کلمہ شہادت کا پڑھنا تھا کہ بیوی بچوں کی خوشی سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی...... جس خبر کو وہ چھپائے ہوئے تھے آج اس سے پردہ اٹھنا تھا...... یوں آخری فرد کے اسلام لانے کے بعد یہ پورا گھرانہ ایمان و یقین کی کرنوں سے جگمگا اٹھا......!!

بات اسلام قبول کرنے پر ہی ختم نہ ہوئی بلکہ شوقِ شہادت کی طلب نے بے قرار کر دیا...... جذبہ صادق تھا' جنگ بدر کی تیاری عروج پر تھی...... ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا...... گھر والوں کو جب ان کے جذبات کا پتہ چلا تو انہیں جہاد پر نہ جانے کا کہا گیا۔ وجہ ان کا لنگڑا کر چلنا تھا۔!! وہ نہ مانے تو بیٹوں نے نبی ﷺ کو کہا کہ باپ کو گھر رہنے کے لیے کہیں۔

باقی صفحہ 10 پر

غیور شہزادی

(عمر عبدالسلام بھٹوی)

"ابینہ" اس دور میں پیدا ہوئی جب ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حکومت اور عظمت کا آفتاب گہنا چکا تھا اور ملک پر کئی صدیاں حکومت کرنے کے بعد اسلامی سلطنت اندرونی انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ اس دور میں ابوعبداللہ اندلس کے تخت پر بیٹھا تھا۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کے پیش نظر ہسپانیہ کے بڑے شہروں پر منظم طریقے سے قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ آخر ہسپانیہ کی تاریخ میں وہ سیاہ دن بھی آ پہنچا جب ابوعبداللہ نے 23 رمضان المبارک 898ھ میں مجبور ہو کر اندلس کی حکومت عیسائیوں کی حوالے کر دی اور خود ہسپانیہ سے نکل گیا۔ ابوعبداللہ کے اس فیصلے نے ہسپانیہ میں اسلامی حکومت کے ٹمٹماتے چراغ کو بھی گل کر دیا۔ اس کے بعد ہسپانوی مسلمانوں پر جبر وتشدد اور ظلم کا ایک طویل دور شروع ہوا۔

خاندان اموی کی بہادر اور قابل فخر دوشیزہ کے باپ "شہزادہ محمد بن امیہ" نے آخری وقت تک یہ کوشش کی کہ ابوعبداللہ تاج وتخت کو عیسائیوں کے حوالے کرنے کی بجائے بہادر اور غیور مسلمانوں کا سا رویہ اختیار کرے لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اموی حکومت پر قبضہ کرتے ہی عیسائیوں نے اموی خاندان کے افراد کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے جو زندہ بچ گئے ان کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا۔ "شہزادہ محمد کو جبراً عیسائی بنا کر اس کا نام "فرڈی ٹانڈو" رکھا گیا۔ جبکہ اندلس کی خوبصورت اور عالی شان مساجد کو گرجوں میں تبدیل کر دیا گیا اور ہر طرف قتل وغارت کا بازار گرم کیا گیا۔

سرزمین اندلس کے اس خونی انقلاب کے وقت ابینہ کی عمر 7 برس تھی۔ عیسائیوں نے نہ صرف اس کے باپ کو مجبوراً عیسائی بنایا بلکہ ابینہ کو بھی اس سے چھین لیا۔ انہوں نے اس کو ایک عیسائی تربیتی مرکز میں رکھا اور اس کا نام "اسبیلہ" رکھ دیا گیا تاکہ جب وہ ہوش سنبھالے تو اسے یہ احساس تک نہ ہو کہ وہ کسی مسلمان گھرانے کی بچی ہے۔ اسے بھی ان سینکڑوں بچیوں کے ساتھ رکھا گیا جنہیں ان کے والدین سے چھین لیا گیا تھا اور عیسائیت کی تربیت دی جا رہی تھی تاکہ جب وہ بڑی ہو جائیں تو انہیں اپنا ماضی قطعاً یاد نہ رہے اور وہ اپنے آپ کو عیسائی سمجھیں۔

ابینہ نے پورا بچپن ایک رومن کیتھولک گرجے میں گزارا اور وہیں جوان ہوئی۔ اس کا تمام ماحول اگرچہ عیسائیت میں ڈوبا ہوا تھا اور اسی ماحول میں اس نے شعور کی وادیوں میں قدم رکھا لیکن اس کے باوجود اس غیور شہزادی کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت ختم نہ ہو سکی۔ گرجا کے ماحول میں بھی اس کے طور طریقے وہی تھے جو شاہی خاندان کی ایک شہزادی کے ہونے چاہئیں۔ عیسائیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ طویل تربیت کے بعد بھی شہزادی ابینہ کے خاندانی رجحانات کو ختم نہیں کر سکے تو وہ تیخ پا ہو گئے۔ انہوں نے شہزادی کی انا اور صلاحیتوں پر کاری ضرب لگانے کے لیے ایک اور فیصلہ کیا۔ کافی سوچ وبچار کے بعد شہزادی کو ہسپانیہ کی عیسائی ملکہ کے حضور پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

رومن کیتھولک گرجے کے بڑے پادری نے صبح کی دعا سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز بڑے ڈرامائی انداز میں اعلان کیا کہ آج آپ کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ کسی عیسائی لڑکی کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ملکہ کے حضور کنیز کی حیثیت سے رہے۔ یہ خوش نصیبی ہم سب میں سے "اسبیلہ" کے حصے میں آئی ہے اور ہم سب اسے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

یہ الفاظ ابینہ پر ایک بجلی کی طرح گرے۔ فوراً اس کی شاہی غیرت جوش میں آ گئی اور اس نے کڑک کر کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں۔ کوئی انسان دوسرے انسان کا غلام بننا پسند نہیں کرتا۔ میں ملکہ کی کنیز بننے پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ انہوں نے ابینہ کو 25 سال تک رومن کیتھولک گرجے میں رکھ کر اس کے سینے سے اس شمع کو بجھا دیا ہے جو اسلام کی تعلیمات سے ہر مسلمان کے دل میں روشن ہو جاتی ہے۔

ابینہ کی حق گوئی اور بے باکی نے اسے جبر وتشدد کی اندھی وادیوں میں دھکیل دیا۔ اسے کئی روز بھوکا رکھا جاتا۔ اسے اس قسم کی سزائیں دی گئیں کہ وہ کئی کئی گھنٹے بے ہوش رہتی۔ لیکن اس بہادر خاتون نے ان تکالیف کی کوئی پرواہ نہ کی اور بڑی سختی سے اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ جوں جوں ظلم وتشدد طویل ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے صبر واستقلال میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ہر مرحلے پر یہ جواب دیتی کہ آپ مجھے موت کے گھاٹ تو اتار سکتے ہیں لیکن ایک عیسائی ملکہ کی کنیز بننے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ ابینہ کی اس بہادری اور ثابت قدمی کے باعث عیسائی حکام کو کافی تشویش ہوئی۔ وہ شہزادی کو جلد از جلد اندلس سے کسی اور جگہ منتقل کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کا باپ بھی اسی شہر میں موجود ہے اور اس کی مداخلت سے کسی بھی وقت صورتحال خراب ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ابینہ کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ مسلمان ہے اور اندلس کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

عیسائی حکمرانوں نے تنگ آ کر اسے قصر الحمرا کے ایک کمرے میں بند کر دیا اور باہر کڑا پہرہ لگا دیا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ شاید نظر بندی اور شدید تنہائی کی اذیت سے مجبور ہو کر ابینہ ان کی بات مان لے گی۔

باقی صفحہ 11 پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احسانات

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امت محمدیہ ﷺ پر بڑے احسانات ہیں۔ یوں بھی ان دو بزرگوں میں بڑی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے جو سب کے سب کہاوتوں پر مشتمل تھے اور تورات کے نزول سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے جو سب عبرتوں پر مشتمل تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن میں نمرود کے ہاتھوں سے قتل ہونے سے بچے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تمام اہل عرب اور امت محمدیہ ﷺ پر عموماً اور اہل مکہ پر خصوصاً بھاری احسان ہے۔

آپ علیہ السلام کا عمومی احسان یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ہمارے لیے ہدایت کی دعا فرمائی، رسول ﷺ اور قرآن کے نزول کے بارے میں التجا کی اور تمام مومنین کی بخشش کی دعا کی۔ اہل مکہ پر آپ ﷺ کا یہ احسان ہے کہ سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے مکہ کو آباد کیا اور اپنے بیٹے اور بیوی محترمہ کو یہاں لا کر رکھا، جن کی وجہ سے آب زم زم کا ظہور ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں خانہ کعبہ تعمیر ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں اپنا مقام چھوڑا۔ مکہ کو صاحب حرمت بنایا اور لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ جس کی بنا پر اس سرزمین کی آبادی، برکتیں اور رزق میں خوب افراط ہوگئی۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا احسان مبارک یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کی شب معراج میں چھٹے آسمان پر آپ علیہ السلام پر ملاقات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے نمازوں میں تخفیف کروائی اور فرمایا کہ آپ کی امت اسے برداشت نہیں کر سکے گی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اللہ سے تخفیف کا مطالبہ کرتے رہے۔ حتیٰ کے پچاس نمازوں کی پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام امت محمدیہ ﷺ کے مردوزن پر یہ بھاری احسان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا بڑا تجربہ تھا۔ چنانچہ آج کے لوگ پانچ نمازیں بھی چھوڑے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے محسنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

(بحوالہ تاریخ کعبہ)

(مزمل حسین۔ کسووال)

گلدستہ روضہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

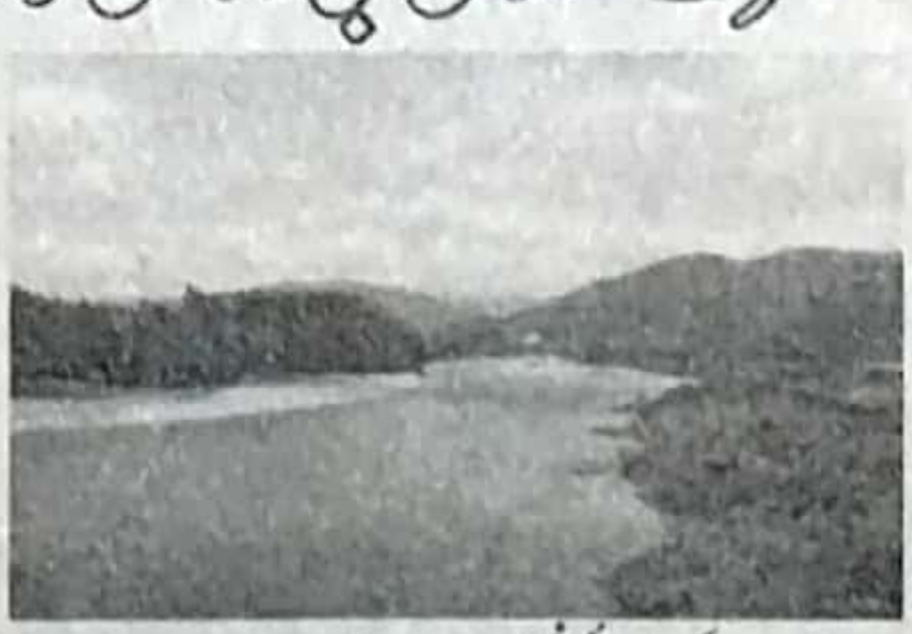

قادسیہ کی لڑائی ختم ہونے کے بعد ایرانیوں نے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا اور کشتیاں بھی ہٹالیں تاکہ اسلامی فوج مدائن میں داخل نہ ہوسکے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ساحل پر کھڑے ہو کر فرمایا: میں نے اس دریا کو پار کر کے ان دشمنوں تک پہنچنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ان کے گھوڑے کا دریا میں پڑنا تھا کہ ایک دم ساٹھ ہزار گھوڑے دریا میں تھے۔ ترتیب یہ دی گئی کہ دو دو مسلمان ساتھ ساتھ چلیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار اسلامی شہسوار دریائے دجلہ میں متحرک پانی کی سطح پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ گویا باغ کی روشوں پر چہل قدمی کر رہے ہوں اور جہاں گھوڑے تھک جاتے وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہو جاتی تھی۔ جس پر کھڑے ہو کر گھوڑے آرام کر لیتے تھے۔ نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی۔ کسی گھوڑے کے پاؤں تک نہ بھیگے۔ البتہ ایک سوار کا پیالہ پانی میں گر گیا۔ پار اتر کر اس نے کہا اللہ کی قسم! یہ نہیں ہوسکتا کہ میرا پیالہ دریا میں رہ جائے۔ کیونکہ ہم محمد ﷺ کے نام لیوا ہیں اور ہم نے اسی رسول مقبول ﷺ کے دین کی اشاعت کے لیے یہ سفر اختیار کیا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ ایک موج آئی اور اس نے وہ پیالہ کنارے پر پہنچا دیا۔ دشمن نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپس میں کہنے لگے۔

”اللہ کی قسم! تم انسانوں سے نہیں لڑ رہے بلکہ جنات سے لڑ رہے ہو“ چنانچہ انہوں نے ان حالات کو دیکھ کر مدائن شہر خالی کر دیا اور بغیر جنگ کے مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔“ اس دن کا نام عرب کی تاریخ میں یوم الماء رکھا گیا“

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

(بحوالہ: رسول اللہ ﷺ بحیثیت سپہ سالار)

(لبابہ فاروق۔ شاہ کوٹ)

خلیفہ کی فراست

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فن تعمیرات میں امتیاز حاصل تھا۔ شہروں کی منصوبہ بندی کا جو تصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا وہ آج تک اپنی مثال آپ ہے۔ حفظان صحت، ہوا، دھوپ ہر چیز کا خیال رکھنا منصوبہ بندوں کی ذمہ داری تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران عمال کو خط لکھا اور حکم دیا۔ ”اپنی اپنی عمارتوں کو منزل در منزل بلند نہ کرنا۔ تمہارے بدترین ایام وہ ہوں گے جب تم بلند عمارتیں بنانے لگو گے۔ جن کی وجہ سے لوگ دھوپ اور ہوا سے محروم ہو جائیں گے۔

اک ذرا صبر

ضبط کا مشکل پہاڑ سر ہونے کو ہے
اک ذرا صبر کہ دیوار میں در ہونے کو ہے
پھولوں سے کہو ذرا جھوم اٹھیں
زمیں پہ پھر سحر ہونے کو ہے
چھٹ جائے گی شب کی سیاہ چادر
ظلم اب دربدر ہونے کو ہے
جس نے چھین لیے گھر غریبوں کے
وہ زمانے میں بے گھر ہونے کو ہیں
لٹیرا متکبر ظلم کا عادی
بھکاری بن کے بے نور ہونے کو ہے

(سدرہ عندلیب۔قیام پور)

احادیث نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا تو میری شلوار نیچے تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: اے عبداللہ! اپنی شلوار اوپر کر میں نے اوپر کی آپ ﷺ نے پھر کہا اور اوپر کر میں نے اور اوپر کی اور اب میں اپنی شلوار کو اوپر ہی رکھتا ہوں لوگوں نے مجھ سے سوال کیا کہ: اے عبداللہ! شلوار کتنی اوپر رکھنی چاہیے؟ میں نے کہا کہ تم اپنی شلوار یا تہبند وغیرہ نصف پنڈلی تک رکھا کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کی تہبند یا شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رہ گئی۔ وہ شخص جہنم میں داخل ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کی شلوار ٹخنوں سے نیچے رہ گئی آخرت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے اور نہ ہی اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

(حافظ محمد اسامہ ندیم جاوید۔صفدر آباد)

مجھے دورہ پڑتا ہے

ایک دن حجاج بن یوسف اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تفریح کے لیے نکلے، واپسی میں اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہوگئے۔ سامنے دیکھا تو ایک بوڑھا شخص آرہا تھا۔ حجاج نے اس کو روکا اور اس سے سوال و جواب شروع کیے۔

حجاج نے یوسف سے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟

بوڑھا: فلاں گاؤں سے آرہا ہوں۔

حجاج: تمہارے حاکموں کا کیا حال ہے؟

بوڑھا: حکام بہت برے ہیں، لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور ان کے اموال کو ناحق ہڑپ کر جاتے ہیں۔

حجاج: حجاج کے بارے میں کیا خیال ہے؟

بوڑھا: اس کے بارے میں کیا پوچھتے ہو؟ سرزمین عراق پر اس سے برا حکمراں اس سے قبل نہیں آیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو غارت کرے اور اسے بھی جس نے اسے والی بنایا۔

حجاج: تجھے معلوم ہے میں کون ہوں؟

بوڑھا: نہیں۔

حجاج: میں ہی حجاج ہوں۔

بوڑھا: میں آپ پر قربان! آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟

حجاج: مجھے نہیں معلوم۔

بوڑھا: میں فلاں بن فلاں بنو عجل کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں مجھے ہفتے میں دو مرتبہ دورہ پڑتا ہے۔ جس کے دوران میری زبان سے کیا کیا نکلتا ہے مجھے خود نہیں بھی معلوم نہیں ہوتا اور آج میرے دورے کا دوسرا دن ہے۔

حجاج بن یوسف نے اس کا برجستہ جواب سنا تو ہنس پڑا اور اسے انعام سے نوازا۔

(انتخاب: مبشرہ خورشید۔لاہور)

(حوالہ: سنہرے حروف)

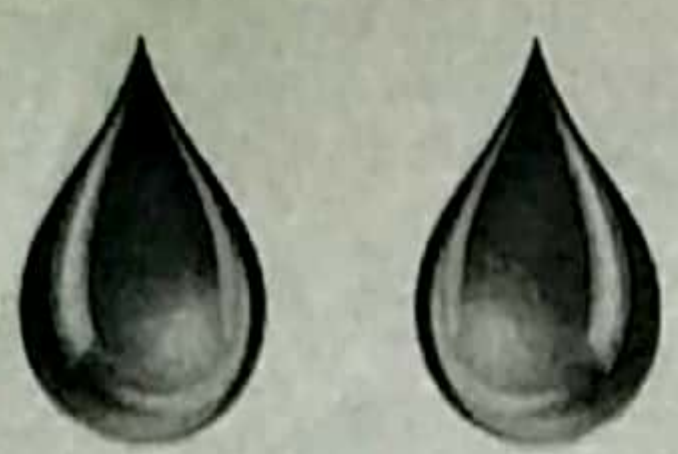

دو قطرے دو نشان

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔

☆ آنسوؤں کا وہ قطرہ جو خوف الٰہی میں گرے۔

☆ خون کا وہ قطرہ جو راہ الٰہی میں گرے۔

☆ وہ نشان جو میدان جہاد میں لگے۔

☆ وہ نشان جو فرائض الٰہی ادا کرتے وقت پڑے۔ (ترمذی، فضائل الجہاد)

(حافظ عمر امین، گوندانوالہ)

سچ ہے کہ یہ جہادی رستہ بہت کٹھن ہے
اس کے مسافروں کی پختہ مگر لگن ہے
بدر واُحد سے نکلے مر مر کے جینے والے
جام شہادت ابدی ہنس ہنس کے پینے والے
یہ طے ہے کہ اب غزوۂ ہند برپا کریں گے
ہم اسلام کے شاہین آگے بڑھیں گے
طاغوت کی افواج یہ اب ٹوٹ پڑیں گے
تاحدِ نگاہ اب ہم آگے ہی بڑھیں گے

(حافظ ابرار الحق۔ملکہ ہانس ضلع پاکپتن)

شرارت کیجیے مگر.....

عبدالرحمٰن

موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ بادل آج کھل کر برسنے کے موڈ میں تھے۔ پانی کے موٹے موٹے قطرے ایک ترتیب سے زمین پر برس رہے تھے۔ بارش میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھنا مشکل تھا کہ بارش کی بوندیں ساری فضا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جب بادل اپنا سارا بوجھ ہلکا کر چکے تو اچانک ہی بارش تھم گئی۔ چند لمحے پہلے تک لگتا تھا کہ یہ پانی کبھی نہیں رکے گا اور اب یوں لگتا تھا کہ جیسے آسمان کبھی برسا ہی نہیں۔ چند لمحے بعد دھوپ کی سنہری کرنوں نے ماحول کو پھر سے روشن کر دیا تھا۔

میں گھر سے نکلا تو ساری گلی میں پانی کھڑا تھا۔ گھروں کے آگے بنے اونچے نیچے تھڑوں پر قدم رکھتا ہوا میں قریبی چوک کی طرف چلنے لگا۔ قریب پہنچا تو مجھے چند بچے ایک طرف کھڑے شرارتی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتے نظر آئے۔ اب جس گھر کے تھڑے پر میں کھڑا تھا، اس کا دروازہ چوک سے کچھ فاصلے پر تھا اور آگے جانے کے لیے مجھے پانی میں اترنا پڑنا تھا۔ ابھی میں "آگے جاؤں......نہ جاؤں" کی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ اچانک دور سے ایک رکشے کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں نے غیر ارادی طور پر چوک کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ بچے بھی اس طرف دیکھتے ہوئے کچھ کھسر پھسر میں مشغول تھے۔ ابھی میری نظر ایک طرف سے ہٹی نہ تھی کہ قریبی سڑک سے ایک رکشہ نمودار ہوا اور جونہی چوک کے وسط میں پہنچا، اس کا اگلا ٹائر ایک جھٹکے سے کسی گڑھے میں پھنسا اور ایک زور دار دھماکے سے وہ رکشہ رک گیا۔ چوک میں کھڑے بچوں نے ایک قہقہہ لگایا اور سب اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔

میری نظر ان بچوں سے ہٹ کر جب دوبارہ رکشے پر پڑی تو منظر بہت تکلیف دہ تھا۔ رکشے والے کا سر کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور آنکھ کے اوپر ایک گہرا زخم لگا تھا جس سے خون بہہ کر اس کے کپڑوں کو رنگین کر رہا تھا۔ رکشے کا اگلا شیشہ بھی جھٹکے کی وجہ سے اتر کر سامنے پانی کے اس تالاب میں گرا پڑا تھا۔ وہ تو صد شکر کہ پانی کی وجہ سے ٹوٹا نہیں ورنہ وہ غریب آدمی کیسے اس کے پیسے پورے کرتا۔ میں جلدی سے اس کے پاس پہنچا تو وہ صفائی والے "میلے کچیلے کپڑے" سے خون صاف کر رہا تھا۔ اس سے مل کر میں نے رکشے کا اگلا ٹائر چوک کے بیچوں بیچ موجود اس گڑھے سے نکالا اور پھر شیشہ اس کے ساتھ دوبارہ لگوایا۔ میرے حال پوچھنے پر اس نے "جی میں ٹھیک ہوں" کہہ تو دیا مگر اس کے خون سے رنگین ہوئے کپڑے اس کے "ٹھیک ہونے" کا پتہ دے رہے تھے۔ میرے پٹی کے لیے کہنے کے باوجود وہ جلدی جلدی رکشہ سٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی اس گڑھے کے گرد چند اینٹیں کھڑی کر کے واپس گھر آ گیا کہ اس حادثے کے بعد کہیں بھی جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

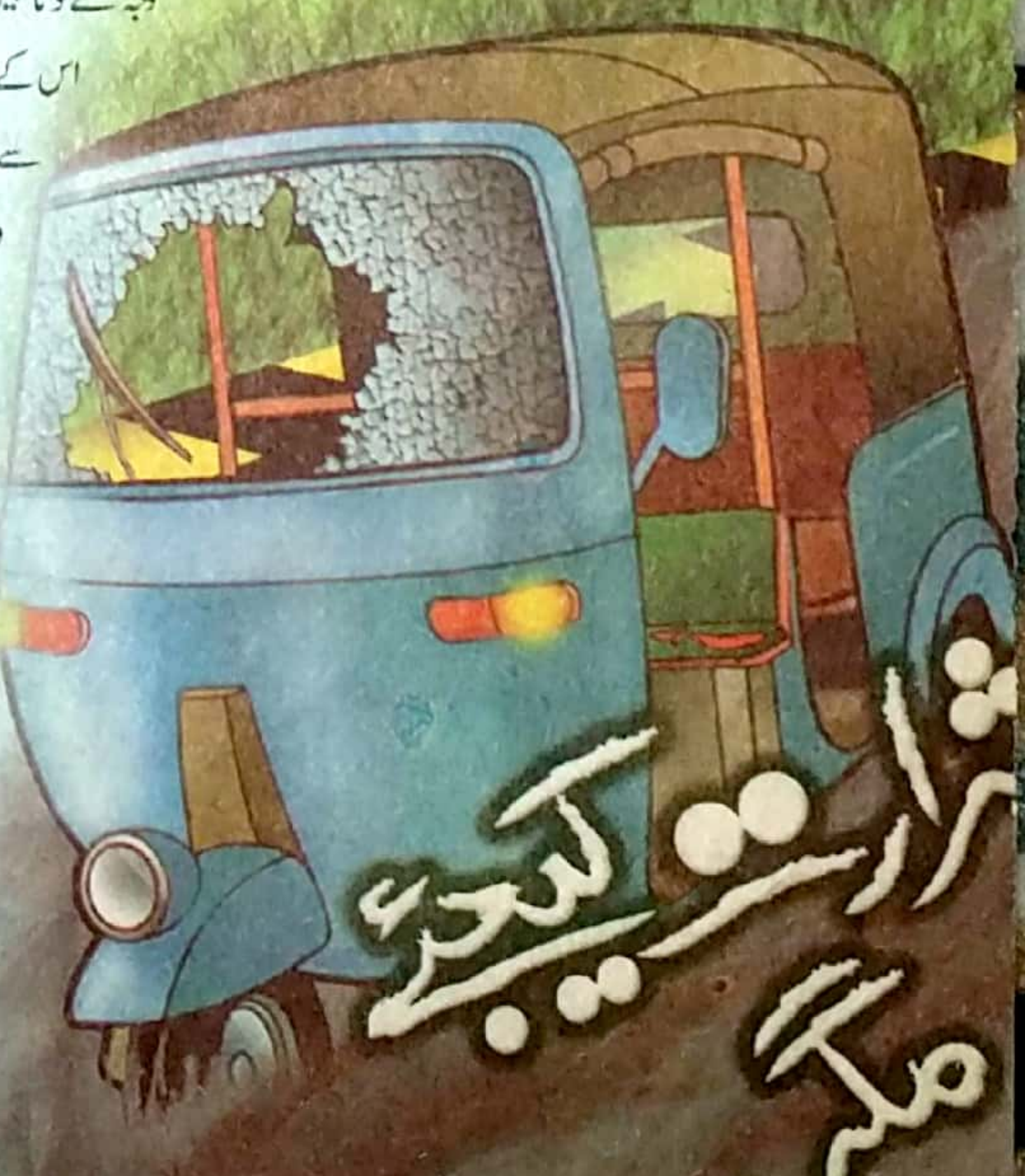

پیارے بچو! شرارتیں کرتے رہنا آپ کی زندگی کا حصہ ضرور ہے مگر یہ یاد رکھیے کہ شرارت ایسی ہونی چاہیے جس سے کسی بھی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپ میں سے اکثر بچے کسی دوسرے گھر کی گھنٹی بجا کر بھاگ جاتے ہوں گے یا اس قسم کی دوسری شرارتوں میں اپنا وقت ضائع کرتے ہوں گے حالانکہ ایک مسلمان بچے کو ایسی کوئی بھی شرارت زیب نہیں دیتی۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جو دوسروں کو تکلیف نہ دے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے اس کا مسلمان بھائی محفوظ ہو"

(صحیح بخاری: کتاب الایمان: 10)

یہ حدیث بھی ہمیں اس بات کا درس دیتی نظر آتی ہے کہ ہم کوئی بھی بات یا کام ایسا نہ کریں جس سے ہمارے مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف پہنچے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھیں تو وہ بھی ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے اور ہر کسی کے دکھ درد میں شریک ہونے والے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ ان کی وجہ سے کوئی دوسرا مسلمان کسی بھی قسم کی پریشانی یا تکلیف میں مبتلا ہو۔ ان کی اس کیفیت کو قرآن نے کچھ اس انداز سے بیان فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ. (الفتح:29)

محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ کفار پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم ہیں۔

اس لیے پیارے بچو! ہم ان تمام شرارتوں سے باز رہنا ہے، جن سے کسی دوسرے مسلمان کو بھی معمولی سی بھی تکلیف پہنچے۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے۔

(آمین)

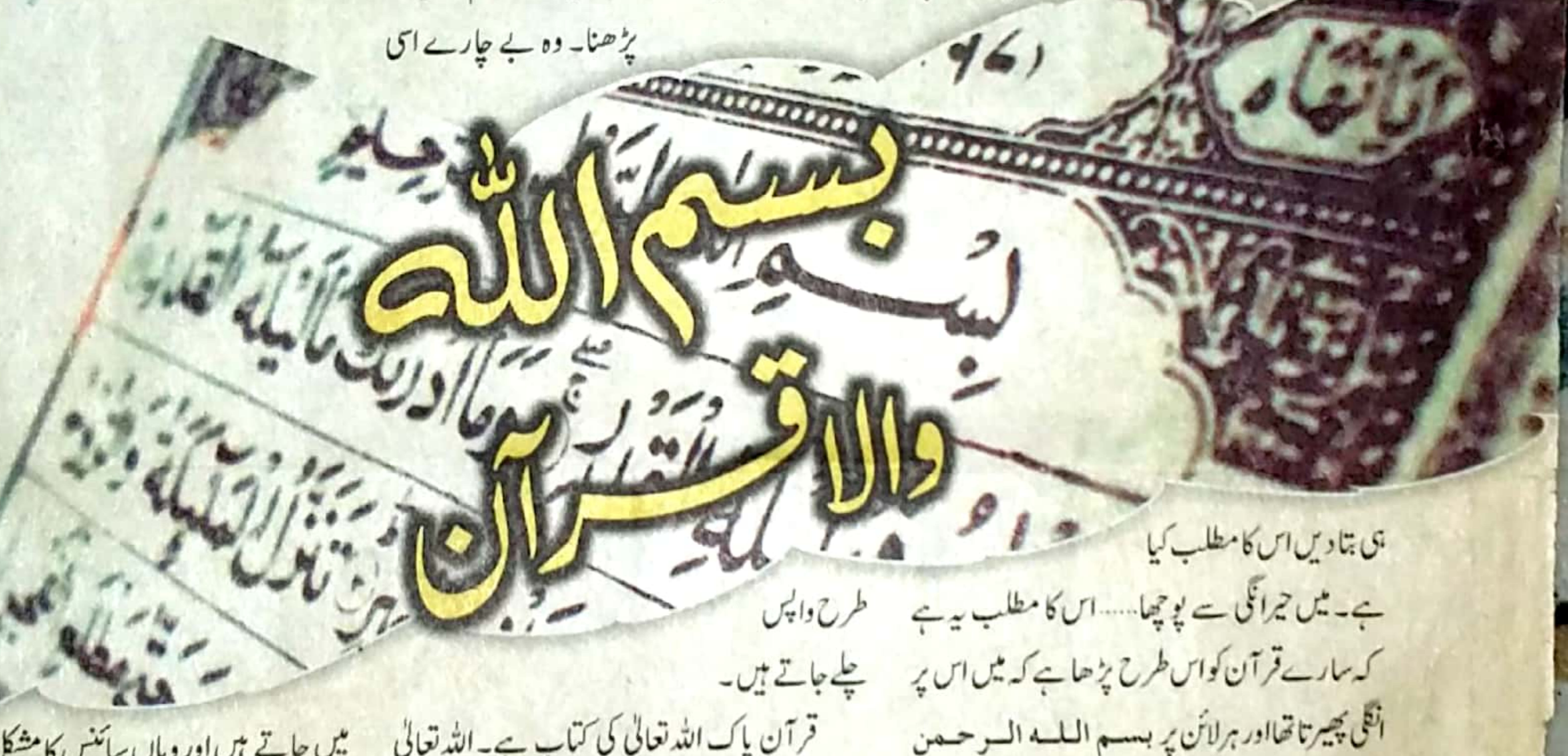

کیا آپ نے قرآن پاک پڑھا ہوا ہے......؟ جی! میں نے بسم اللہ والا قرآن پاک پڑھا ہوا ہے......!

ہیں......! یہ بسم اللہ والا قرآن کیا ہوتا ہے......؟

میں بہت حیران ہوا۔ پہلی مرتبہ سنا تھا کہ ”بسم اللہ والا قرآن“...... یہ کونسا قرآن مجید ہو سکتا ہے۔ بسم اللہ تو ہر قرآن مجید میں ہوتی ہے اور ہر صورت کے شروع میں بھی لکھی ہوتی ہے۔ میں نے یہی بات اس بھائی سے بھی کہی تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو لکھی ہوتی ہے لیکن بسم اللہ والے قرآن مجید کا مطلب کچھ اور ہے۔

اچھا پھر آپ ہی بتا دیں اس کا مطلب کیا ہے۔ میں حیرانگی سے پوچھا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے قرآن کو اس طرح پڑھا ہے کہ میں اس پر انگلی پھیرتا تھا اور ہر لائن پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا رہا تھا...... اسی انداز میں میں پڑھتے ہوئے میں نے پورا قرآن پاک پڑھ لیا......

یہ قرآن پاک آپ کو کس نے پڑھایا ہے......؟

ہمارے قاری صاحب نے...... وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو نہیں پڑھنا آتا تو آپ ہر لائن پر انگلی پھیریں...... آپ کو انگلی پھیرنے پر ہی ثواب ملے گا۔ ساتھ میں بسم اللہ پڑھتے جائیں......

یہ سب جان کر میرا ذہن تو حیران تھا اور ساتھ میں پریشان بھی کہ ہم نے قرآن پاک کو کیا بنا دیا ہے۔

بس کوشش کر کے ایک دفعہ پڑھ لیتے ہیں جو قاری صاحب ہمیں پڑھا دیتے ہیں خواہ وہ کسی بھی انداز میں کیوں نہ پڑھائیں۔ بھلے وہ بسم اللہ والا قرآن پاک ہی کیوں نہ ہو......!

پیارے بچو! آپ سکول تو روزانہ جاتے ہیں اور اس تعلیم کو بہت اہمیت بھی دیتے ہیں۔ لیکن کیا آپ قرآن پاک کی تعلیم کو بھی اہمیت دیتے ہیں کیونکہ عموماً بچے سکول کا تو یاد کر لیتے ہیں لیکن قرآن پاک کو کم دھیان دیتے ہیں۔ سکول کا امتحان ہو یا ٹیسٹ ہم بڑی توجہ سے اس کی تیاری کرتے ہیں لیکن اگر قرآن پاک کی بات ہو تو ہم اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جب کبھی دل کیا قرآن پاک پڑھ لیا وگرنہ قاری صاحب سے چھٹی لے لی یا اگر قاری صاحب گھر میں پڑھانے آتے ہیں تو ان کو کہہ دیا کہ آج ہم نے نہیں پڑھنا۔ وہ بے چارے اسی طرح واپس چلے جاتے ہیں۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ہمارے لیے نازل کی ہے۔ تاکہ ہم اس کو پڑھیں اور اس میں غور و فکر کریں۔ لیکن ہم اس میں غور و فکر کرنا تو بعد کی بات ہے...... پڑھتے ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

”تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟ (محمد:24)

ہم میں سے ہر ایک سوچے کہ کیا ہم بھی ایسے تو نہیں ہیں یا ہم قرآن پاک میں غور کرتے ہیں۔

لیکن آپ تو یہ کہیں گے کہ ہم تو بچے ہیں اور ہم کیسے اس کو سمجھ سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات یہ ہے کہ آپ میں سے بہت سے ذہین بچے ایسے ہیں کہ جو قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ بچے ہیں جو نہیں سمجھ سکتے تو وہ اس کی تلاوت ضرور شوق سے کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور بلا شبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟“ (سورہ القمر)

یعنی یہ ہمارے لیے آسان ہے۔ آپ سکول میں جاتے ہیں اور وہاں سائنس کا مشکل مضمون بھی پڑھتے ہیں۔ اسے سمجھتے بھی نہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ آسان کہہ رہے ہیں اسے ہم پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا اب آپ نے جب بھی قرآن پاک پڑھنا ہے تو شوق کے ساتھ پڑھنا ہے۔ اگر قاری صاحب کے پاس جانا ہے تو بھی شوق کے ساتھ جانا ہے اور اسے سکول کی تعلیم سے زیادہ اہم سمجھنا ہے۔

وگرنہ یہ نہ ہو کہ ہم دنیاوی تعلیم تو حاصل کر لیں لیکن قرآن جس کا علم حاصل کرنا ہمارے لیے فرض ہے اس سے محروم ہی رہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(حذیفہ)

بقیہ.....تاریخ اندلس

اس دوران میں عیسائی حکمرانوں کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر ہسپانیہ کے پہاڑی علاقوں کے مسلمانوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔اس بغاوت کے میں ان مسلمانوں کی غالب اکثریت شامل تھی جن کو جبراً عیسائی بنایا گیا تھا۔وہ بھی باغیوں سے جاملے تھے۔ان میں امینہ کے والد شہزادہ محمد بھی شامل تھے۔یہ بغاوت تین ماہ جاری رہی۔ عیسائی فوجوں نے باغیوں کوشکست دینے کے بعد ہزاروں افراد کو شہید کردیا۔ان کے گھروں کو نذر آتش کردیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا۔شہزادہ محمد مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے اور ہسپانوی سپاہیوں نے ان کا سر نیزے پر رکھ کر سپہ سالار کے پاس بھیج دیا۔شہزادہ محمد کے ایک دوست یعقوب (جس کے متعلق بعض تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ وہ غیر مسلم تھا) کو جب صورتحال کا علم ہوا تو اسے بے حد دکھ ہوا یعقوب کو شہزادی کے اغوا، جبراً عیسائی بنانے اور قصر الحمرا میں ہونیوالے تمام حالات کا بخوبی علم تھا۔وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ ہسپانیہ کے پہاڑی علاقوں کے مسلمانوں کی بغاوت شہزادہ محمد کی کوششوں ہی کا نتیجہ تھا۔اس نے کافی سوچ و بچار کے بعد شہزادی کو اصل صورتحال سے آگاہ کردیا۔

(عمر عبدالسلام)

پیوستہ رہ روضہ سے امید اشاعت رکھ

اخت امان اللہ، چک نمبر 9۔حافظ محمد اسامہ اکبر، صفدر آباد۔ماہی ایمان۔رانا سیف اللہ آفریدی، جڑانوالہ۔فائزہ یونس، چونیاں۔آمنہ جبیں، جھنگ۔نورین سلیم، بورے والا

بوجھو تو جانیں

دین۔روشن۔شہزادی۔غلام۔اغوا

سلطنت۔تعلیم۔بارش۔مجاہد

ر	ق	ب	ا	ر	ش	و	ز
ا	غ	و	ا	غ	ل	ا	م
ش	ہ	ز	ا	د	ی	ت	ع
و	ع	ق	و	ر	و	م	ن
س	ل	ط	ن	ت	ہ	گ	د
ق	و	ج	ء	ر	ت	ر	گ
ک	د	ت	ع	ل	ی	م	ن
د	ی	ن	م	ج	ا	ہ	د

غریب کسان کی بیٹی

سمیرا ایک غریب کسان کی بیٹی تھی۔ غربت کی وجہ سے گھر میں اکثر اوقات کھانے پینے کی اشیاء ختم رہتی تھیں۔ اس کا باپ اکبر ایک انتہائی شریف اور صداقت والی طبیعت کا مالک تھا۔ گھر کے سامنے والی پہاڑی پر اس کا ایک چھوٹا سا اخروٹ کا باغ تھا۔ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سارا دن اسی باغ میں محنت کرتا تھا۔ جنگل کے ساتھ گھر ہونے کی وجہ سے بھارتی فوج اکثر اس کے گھر آیا کرتی اور اکبر کو مارا پیٹا بھی کرتی تھی۔ وہ اکبر پر تشدد صرف اس لیے کرتے کہ اکبر کے گھر مجاہدین کھانا کھانے آتے تھے۔ اکبر ان کی مار پیٹ سے تنگ آکر اکثر گھر سے بھاگ جاتا تھا۔ اکبر کے خاندان والے مجاہدین سے بہت پیار کرتے تھے۔ مجاہدین کی ضروریات کا بہت خیال رکھتے اور کسی بھی مشکل وقت میں مجاہدین کا ساتھ نہ چھوڑتے تھے۔ اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر بھی مجاہدین کی حفاظت کرتے تھے۔

اکبر کی چھوٹی بیٹی سمیرا اب بہت سمجھدار ہوگئی تھی تو اس کے باپ نے پڑھائی کے سلسلے میں ساتھ والے ایک گاؤں کے مدرسہ میں داخل کروادیا۔ روزانہ صبح صبح اٹھ کر منہ دھو کر ہاتھ میں قاعدہ پکڑ کر پڑھنے کے لیے ساتھ والے گاؤں میں جایا کرتی۔ ان دونوں گاؤں کے درمیان ایک چھوٹی سے بہت خوبصورت ندی تھی۔ سمیرا اس ندی کو پار کر کے ساتھ والے گاؤں میں پڑھنے کے لیے جایا کرتی تھی۔ اس ندی کے کنارے بھارتی فوج کا ایک بنکر بھی تھا۔ اس میں آٹھ یا دس کے قریب فوجی رہتے تھے۔ سمیرا جب بھی پڑھنے جاتی تو وہ اس کو اپنے پاس روک لیتے اور جانے نہ دیتے۔ سمیرا کا باپ پہلے ہی ان سے ڈرا ہوا تھا وہ اپنی بیٹی کی مدد کے لیے فوجیوں کے پاس جاتا اور اس کی جان فوجیوں سے جان چھڑواتا زیادہ اوقات اسے خود اپنی چھوٹی بیٹی کو چھوڑ کر آنا پڑتا تھا لیکن کبھی کبھار اس کے کام کی وجہ سے وہ نہ جا پاتا تو فوجی اس کی بیٹی کو بہت تنگ کرتے تھے۔ اکبر نے ہمت نہ ہاری اور اپنی بیٹی کو قاعدہ لے کر دیتا کہ جاؤ بیٹا دین کی تعلیم بہت ضروری ہے اور تم نے ضرور ہی یہ حاصل کرنی ہے۔ بھارتی فوجی روزانہ ہی اس سے قاعدہ چھین لیتے۔ تنگ آکر اس نے ایک دن مجاہدین سے شکایت کی کہ میرے بھائی! فلاں کیمپ کے آرمی والے میری بیٹی کو پڑھنے کے لیے نہیں جانے دیتے۔ مجاہدین نے اس کی بات سنی اور خود جا کر قریب سے ساری صورتحال کو دیکھا۔ بھارتی فوجیوں کی ذہنیت دیکھنے اور اکبر کی بات کی تصدیق کرنے کے لیے مجاہدین اس بنکر کی نگرانی کرنے لگے۔ اکبر نے سمیرا کو روٹی والا ڈبہ لے کر دیا۔ وہ روزانہ گھر سے روٹی لے کر جاتی مگر فوجی اس سے روٹی اور ڈبہ چھین لیتے۔ ایک دن وہ پڑھ کر واپس آرہی تھی کہ بنکر والے فوجیوں نے اس کو پانی میں گرا دیا اس کے کپڑے گندے ہوگئے وہ روتی ہوئی گھر آئی تو مجاہدین اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت دکھی ہوئے۔ اللہ کی مدد سے اگلے روز موسم خراب ہوگیا۔ بارشوں کا سلسلہ جاری تھا کہ مجاہدین نے ایک روٹی والا بڑا سا ڈبہ فوجیوں کے بنکر کے ساتھ رکھ دیا۔ انہوں نے روٹی والا ڈبہ اٹھایا تو ایک زوردار دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں فوجیوں کا بنکر تباہ ہوگیا اور اس میں موجود تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔

اس کے بعد پورے گاؤں کے لوگ بہت خوش ہوئے اس کے بعد ہندوؤں کو دوبارہ ہمت نہ ہوئی کہ اس جگہ بنکر بنا سکیں۔ گاؤں کی سب عورتیں اس جگہ کپڑے دھونے آیا کرتی تھیں اور ہندو انہیں تنگ کیا کرتے تھے لیکن اس دھماکے کے بعد نہ کوئی بنکر بنا نہ کوئی اس ندی کے کنارے آیا۔ تمام گاؤں والوں کو سکون آگیا۔ اللہ کریم ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم سب دین اسلام اور پاکستان پر مخلص ہوجائیں۔ اے اللہ! مجاہدین کی مدد فرما۔ (آمین)

(جاوید اقبال)

اچھی باتیں والدین کی

ایک صحابی ﷺ پریشان ہو کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ کے نبی ﷺ میں کیا کروں؟ گھر میں جاتا ہوں معصوم بچوں کی شرارتیں بھی میرا دل نہیں بھاتیں۔ بیوی بھی میرے سکون کا سبب نہیں بنتی۔ دل بھی پریشان ہے۔ آنکھوں کو بھی سکون نہیں جب تک آپ ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھ لیتا۔ آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں تو آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔ دل قرار پا جاتا ہے۔ سوچتا ہوں جب آپ اس دنیا سے چلے جائیں گے اور میں بھی جاؤں گا کیونکہ یہاں ہمیشگی کسی کو نہیں ہے۔ اگر دنیا میں کسی کو رہنا ہوتا تو نبی ﷺ کو کبھی بھی موت نہ آتی۔ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہتے۔ تو اے اللہ کے رسول ﷺ جب آپ جنت میں جائیں گے۔ میں بھی اگر جنت میں گیا۔ تو آپ ﷺ کا مقام بڑا اعلیٰ ہوگا دنیا میں میں تو پریشان ہوتا ہوں۔ تو آپ کو دیکھ کر سکون مل جاتا ہے۔ جنت میں میرا کیا بنے گا۔ آپ ﷺ تو جنت کے اعلیٰ مقام پر ہونگے۔ وہاں میرا کیا بنے گا۔ آپ ﷺ خاموش ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اس صحابی کی پریشانی اس حکم کے ذریعے ختم فرمادی۔

''امت محمدیہ میں سے جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جنت میں اس کا مقام نیچے ہی کیوں میں اللہ نیچے کے مقام والوں کی ملاقات اوپر مقام والے لوگوں سے کرواتا رہوں گا۔ (سبحان اللہ)

(طبرانی صغیر 62۔ ابن کثیر: 331)

(محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ)

اللہ کی راہ میں تلوار نکالنے والا پہلا شخص

مکہ مکرمہ میں حق وباطل کی کشمکش انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ نبی ﷺ گلی گلی، بستی بستی یہ پیغام پہنچا رہے تھے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ تم جن کی عبادت کرتے ہو سب لاچار وعاجز ہیں۔ اس پیغام حق کے خلاف تمام مشرک متحد ہوگئے تھے۔

یہاں تک کہ وہ لوگ نبی ﷺ کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے۔ مشرکین کا کہنا تھا محمد ﷺ اپنے رب کی پوجا جیسے چاہیں کریں لیکن ہم جن کو پوجتے ہیں ان کی نفی نہ کریں۔ ہمارے معبودوں کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت نہ ڈالیں۔ آخر جب نبی ﷺ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے سے نہ رکے تو یہ مشرک لوگ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ادھر مسلمانوں کو بھی ہر وقت اللہ کے رسول ﷺ کی جان کی فکر لگی رہتی تھی۔

ایک دن یہ پریشان کن خبر پورے مکہ میں پھیل گئی کہ محمد ﷺ کو گرفتار کرلیا گیا ہے یا قتل کردیا گیا ہے۔ اس خبر نے اہل اسلام کو تڑپا کے رکھ دیا۔ لوگ مختلف قیاس آرائیاں کرنے لگے۔

کوئی کہتا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابو طالب زندہ ہیں اور بنو ہاشم کی تلواریں ابھی کند نہیں ہوئیں۔ ہاشمی انتقام لینے کا ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ایک نوجوان گھر سے نکلا، جس کو رسالت مآب ﷺ سے بے حد محبت تھی اور اس کی کئی نسبتیں محمد ﷺ سے تھیں۔

جب انہوں نے یہ خبر سنی تو تڑپ اٹھے۔ جوش انتقام میں تلوار میان سے نکالی، جلدی سے اٹھ کر گھر سے نکلے اور مکہ کی گلیوں میں کود گئے۔ ان کا رخ نبی ﷺ کے گھر کی طرف تھا۔ غصے سے چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ تیز قدموں سے چلتے ہوئے امام الانبیاء کے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب سید کونین کو خیر وعافیت سے اپنے مکان میں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جانثار کو اس حالت میں دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: کہو بھائی! خیریت تو ہے آج ننگی تلوار لیے کیسے آرہے ہو؟ انہوں نے بڑے ادب سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا ہے یا آپ ﷺ کو شہید کردیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھا تو یہ بات تھی۔ اے نوجوان اگر واقعی ایسی بات ہوتی تو تم کیا کرتے؟

اس جانثار نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اگر ایسا ہوجاتا تو اللہ کی قسم میں اہل مکہ سے لڑ مرتا۔ یہ جواب سن کر سرور عالم ﷺ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

یہ نوجوان سیدنا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی ﷺ نے اس نوجوان اور اس کی تلوار کو دعا دی۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تلوار میان سے نکالی۔

(وسیم صابر۔ جوڑہ، قصور)

1۔ یہ سرور عالم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے اور رشتے میں نبی ﷺ اس نوجوان کے ماموں زاد بھائی بھی تھے۔

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابی اکبر رضی اللہ عنہا اس نوجوان سے بیاہی گئی تھیں۔ اس لحاظ سے وہ آپ ﷺ کے ہم زلف تھے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

104

یکم ذیقعد 1432ھ 30 ستمبر 2011ء

سخی کا بیٹا

بہتان کی سزا

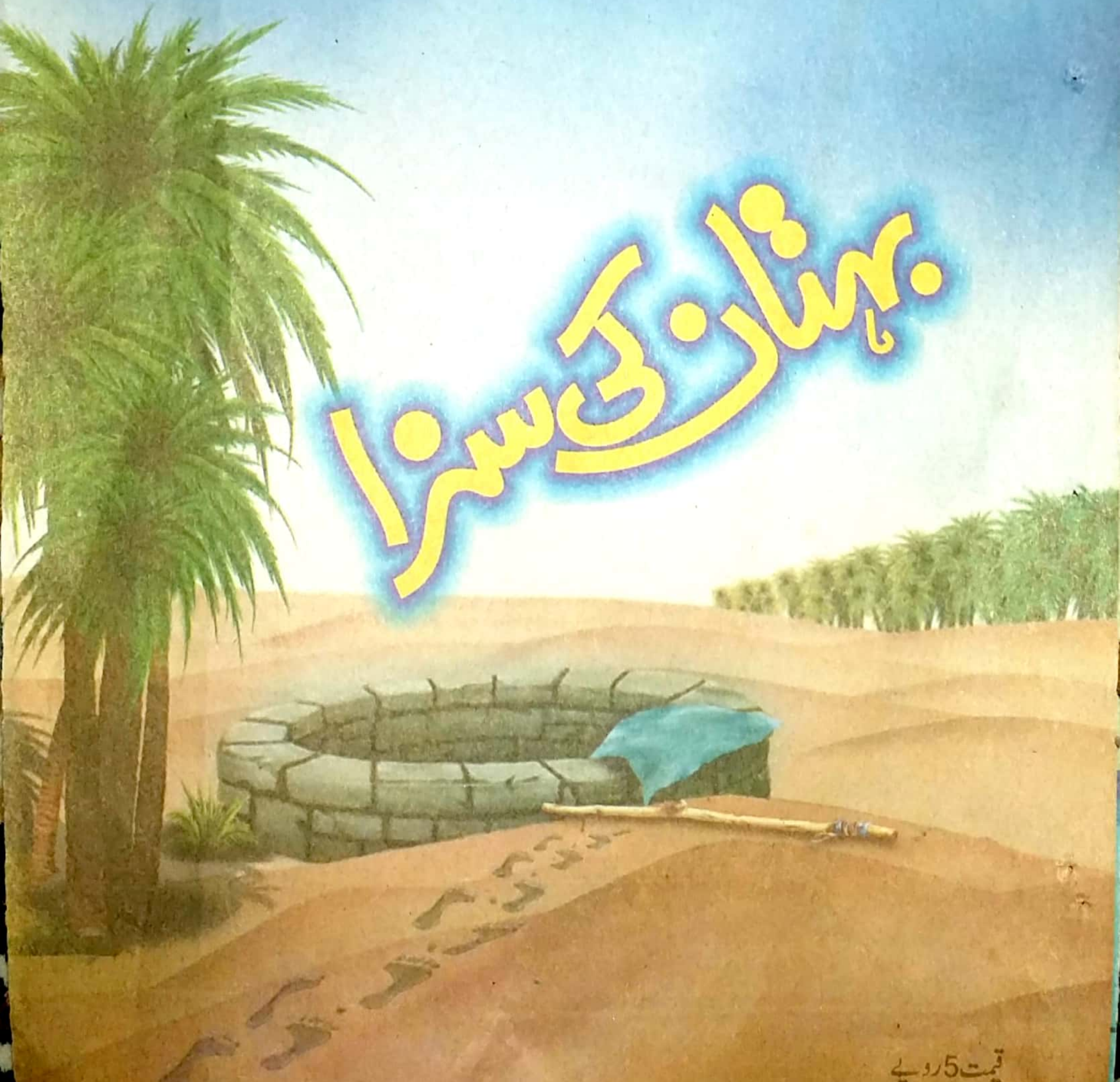

قیمت 5 روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں جی کیا حال احوال ہیں؟ آج کل تو آپ لوگوں کی فکر بھی زیادہ رہتی ہے کیونکہ ہر طرف ''ڈینگی'' کے ہی چرچے ہیں۔آپ لوگ بھی تو احتیاط نہیں کرتے اور باوجود منع کرنے کے ان جگہوں پر کھیلتے ہیں جہاں اس مچھر کی موجودگی کے امکانات زیادہ ہیں۔پنجاب حکومت نے تو آپ کی حفاظت کے لیے دس چھٹیوں کا اعلان بھی کیا تھا۔لاہور میں چونکہ مسئلہ زیادہ ہے اس لیے لاہور کے تمام تعلیمی ادارے بند کروا دیئے گئے۔باقی علاقوں میں بھی لوگ ڈرے سہمے ہوئے ہیں۔

ویسے کیا خیال ہے آپ کو ''ڈینگی'' سمیت ہر خطرناک چیز سے بچنے کی دعا نہ بتا دی جائے......؟؟ اس دعا کو پڑھنے سے آپ کو کوئی بھی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر صبح اور شام تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے تو اسے کسی چیز سے نقصان نہ پہنچے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترمذی)

ترجمہ: اللہ کے نام سے، جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔

اب جلدی سے اس دعا کو یاد کر لیجیے اور پھر دوسرے بچوں کو بھی یاد کرنے کی ترغیب دیں۔اس کے ساتھ ایک اور کام کریں تو مزید بہتر ہوگا۔وہ یہ کہ دارالاندلس کی طرف سے شائع کردہ صبح وشام کی دعاؤں کا کارڈ ہر وقت اپنی جیب میں رکھا کریں۔صبح اور شام اس کارڈ سے آپ باقی سب دعائیں بھی پڑھا کریں۔اللہ نے چاہا تو کوئی بھی بیماری یا مصیبت آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکی گی۔ان شاء اللہ

اسی طرح آپ یقیناً جان چکے ہوں گے کہ ملک پاکستان اس وقت سخت مشکلات کا شکار ہے۔بالخصوص لاکھوں لوگ سیلاب کی وجہ سے کھلے آسمان تلے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔آپ تو ڈینگی کی وجہ سے چند دن سکول نہیں جا رہے تھے مگر ان بچوں کی تو کتابیں، بستے حتیٰ کہ سکول بھی پانی میں ڈوب چکے ہیں۔ان کی اس پریشانی کا احساس کرتے ہوئے آپ نے اول تو ان کے لیے بہت زیادہ دعا کرنی ہے، دوم ان کی مالی مدد کرنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔نہ صرف اپنے جیب خرچ سے ان کے لیے خرچ کریں بلکہ اپنے والدین کو بھی کہیں کہ وہ دل کھول کر سیلاب متاثرین کے لیے فنڈ دیں۔آپ کے اس فعل سے اللہ رب العزت نہ صرف بہت خوش ہوں گے بلکہ آپ کی ہر معاملے میں مدد بھی کریں گے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تک کوئی شخص اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے تو اللہ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔'' (مسلم)

اللہ ہمیں ان سیلاب متاثرین کی زیادہ سے زیادہ مدد کی توفیق دے۔آمین

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کشادگی والا، علم والا ہے۔''

[البقرہ: ۲۶۱]

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی صدقہ کسی مال کو کم نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور کوئی شخص اللہ کی خاطر نیچا نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دیتا ہے۔ (مسلم)

ایڈیٹر: علی عمران شاہین
انچارج: محمد الیاس حامد
خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-35062910 , 0322-4006412

ناشکری کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے (کوڑھی، گنجا اور اندھا) اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا (ان کا امتحان لینا چاہا) اور ان کی طرف فرشتہ بھیجا۔"

(چنانچہ فرشتہ آدمی کی شکل میں کوڑھی کے پاس آتا ہے)

فرشتہ: (کوڑھی سے) کون سی دنیا کی چیز تجھے زیادہ محبوب ہے؟

کوڑھی: مجھے خوبصورت رنگ اور خوبصورت جسم زیادہ پسند ہے (میں یہ بھی چاہتا ہوں) کہ میں کوڑھ اور جزام کی بیماری سے نجات پا جاؤں۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ اس (کوڑھی) کو جونہی ہاتھ سے چھوتا ہے' فوراً جسم سے آنے والی بو رفع ہو جاتی ہے۔ کوڑھی کو عمدہ رنگ اور خوبصورت جسم مل جاتا ہے۔

فرشتہ: (دوبارہ پھر کہتا ہے) تجھے مال کون سا پسند ہے؟

کوڑھی: مجھے تو اونٹ بہت پسند ہیں۔ (لہٰذا کوڑھی کو دس حاملہ اونٹنیاں دی جاتی ہیں)۔

فرشتہ: (کوڑھی والے کو اونٹ مل جاتے ہیں) فرشتہ جاتے جاتے کوڑھی کے مال کے بارے میں اس کو برکت کی دعا دیتا ہے۔

فرشتہ (کوڑھی سے ہوتا ہوا) گنجے کے پاس آتا ہے۔

فرشتہ: (گنجے سے) تجھے دنیا کی کون سی چیز محبوب ہے؟

گنجا: (مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ) یہ میرا گنجا پن زائل ہو جائے اور خوبصورت (چمکدار) بال مل جائیں۔

فرشتہ گنجے کو جونہی ہاتھ لگاتا ہے تو اس کا گنجا پن دور ہو جاتا ہے۔ گنجے کو بہترین قسم کے بال مل جاتے ہیں۔

فرشتہ: تجھے زیادہ محبوب مال کون سا ہے؟

گنجا: مجھے محبوب ترین مال گائے لگتا ہے۔

گنجے کو اس کی خواہش کے مطابق حاملہ گائے مل جاتی ہیں۔ فرشتہ جاتے جاتے دعا دیتا ہے کہ اللہ تیرے اس مال میں برکت کرے۔ فرشتہ پھر اندھے آدمی کے پاس آتا ہے۔

فرشتہ: (آ کر کہتا ہے) تجھے کون سی شے زیادہ اچھی لگتی ہے؟

اندھا: (اے سوال کرنے والے) مجھے تو اس چیز سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں کہ اللہ میری بینائی واپس لوٹا دے جس کے ذریعے میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔

(فرشتہ اندھے آدمی کو ہاتھ سے چھوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اندھے کی بینائی واپس لوٹا دیتے ہیں)

فرشتہ: (اب مجھے بتاؤ) تجھے مال کون سا محبوب لگتا ہے؟

اندھا: مجھے بکریاں محبوب ہیں۔

(لہٰذا اندھے کی خواہش کے مطابق) اس کو جنم دینے والی بکریاں دی جاتی ہیں (یعنی حاملہ)۔

(چند مہینے یا سال گزرتے ہی) کوڑھی کے پاس بہت سے اونٹ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور گنجے کی بے شمار گائے کے ذریعے حویلیاں پُر نظر آتی ہیں اور اندھے آدمی کے ہر طرف بکریوں کے چرتے ہوئے ریوڑ نظر آتے ہیں۔ (وہی فرشتہ دوبارہ کوڑھی کا روپ دھار کر کوڑھی کے پاس آتا ہے)۔

فرشتہ: میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ لمبے سفر کی وجہ سے میرے پاس کوئی زادِ راہ نہیں ہے۔ آج کے دن تو تیرے سوا اور اللہ کے سوا کوئی مددگار نظر نہیں آتا۔ میں تجھے اس ذات کا وسیلہ دیتا ہوں جس نے تجھے عمدہ رنگ و جسم عنایت فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ تجھے اونٹوں کا مالک بنایا (مہربانی کرتے ہوئے) مجھے سفر طے کرنے کے لیے اونٹ دے دو۔ (جس کے ذریعے میں اپنے گھر پہنچ جاؤں)۔

کوڑھی: (بخیلی کے عالم میں) کہتا ہے: میری اور ذمہ داریاں بہت ہیں تجھے کیا دوں۔

فرشتہ: (اپنے آپ کو اجنبی جانتے ہوئے) میں گویا کہ تجھے جانتا ہوں' تم وہ آدمی تو نہیں جو کوڑھی تھا جس سے لوگ کراہت محسوس کرتے تھے۔ کیا جب تو فقیر تھا تو اللہ نے تجھے مال نہیں دیا؟

کوڑھی: (انکار کرتے ہوئے) یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ مال تو مجھے وراثت میں ملا ہے۔ یہ تو نسل در نسل چلا آ رہا ہے (آباء واجداد سے ملا ہے)۔

فرشتہ: اگر تو جھوٹا ہے تو پھر اللہ تجھے پہلے کی طرح دوبارہ کر دے۔ (پھر فرشتہ گنجے کے پاس گنجا بن کر آتا ہے)

فرشتہ: میں مسکین آدمی ہوں' میں آمدورفت (سفر) کے تمام ذرائع سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔ آج تو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ میں تجھے اس ہستی کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے حسین وجمیل بال عنایت فرمائے اور جس نے تجھے ہر طرف کی بہار اور مال ومتاع سے نوازا (مجھ پہ ترس کھائیے) مجھے ایک گائے دے دو۔ جس کی مالیت سے میں سفر طے کر لوں۔ (یعنی اپنے گھر پہنچ جاؤں)۔

گنجا: (ڈانٹتا ہوا) میری اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں' میں تجھے کیا دوں۔

فرشتہ: (تعجب کرتے ہوئے) محسوس تو ایسے ہوتا ہے جیسے آپ سے کبھی ملا ہوں۔ کیا تو وہی شخص تو نہیں ہے جس کے گنجا پن سے لوگ دور ہٹ جاتے تھے۔ پہلے تو فقیر تھا' اب تجھے اللہ نے بے شمار مال عنایت فرمایا۔

گنجا: (تکبر کرتے ہوئے) ایسی بات نہیں ہے۔ یہ مال تو مجھے بڑوں کے ہاتھوں ملا ہے (یعنی آباء واجداد سے بطورِ وراثت ملا ہے)۔

فرشتہ: اگر تو اپنی اس بات میں جھوٹا ہے تو اللہ دوبارہ تجھے تیری پہلی حالت پر لوٹا دے۔

(فرشتہ اندھا آدمی بن کر اندھے کے پاس جاتا ہے)

فرشتہ: میں ایک مسکین ہوں اور مسافر بھی ہوں۔ ہر طرح کے امدادی ذرائع ختم ہو گئے ہیں۔ آج تو صرف اور صرف تم میرا سہارا ہو یا اللہ تعالیٰ میرا سہارا ہے۔ میں تجھ سے اس ذات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے آنکھیں دیں اور بکریوں کے ریوڑ سے مالا مال کیا۔

اندھا: (اعتراف کرتے ہوئے اور شکر کرتے ہوئے) واقعی میں پہلے اندھا تھا۔ اللہ نے مجھے اب بینا کر دیا (اے مسافر جا وہ بکریاں ہیں) ان سے جس جس کو تو چاہتا ہے پکڑ لے اور جس پہ دل نہ آئے اس کو چھوڑ دینا۔ آج کے دن میں تجھے روکوں ٹوکوں گا نہیں۔ (میں تیرے راستے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا) سبھی کچھ جو تو لے گا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے دیا۔

فرشتہ: (اے نیک انسان) اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو' تمہیں اللہ نے آزمایا تھا (امتحان لیا تھا) اللہ تعالیٰ صرف تجھ پر خوش ہوئے ہیں۔ باقی تیرے ساتھ آزمائے جانے والے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہیں۔

[بخاری: 146/4۔ مسلم: 2964]

پیارے بچو! اس واقع سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور اپنے مال میں سے غریب اور بے سہارا لوگوں کی مدد بھی کرنی چاہیے۔ جیسا کہ حالیہ دنوں میں بارشوں کے سیلاب نے لاکھوں لوگوں کو بے سہارا کر دیا ہے۔ آج بھی بہت سارے لوگ کھلے آسمان تلے بے سروسامانی کے عالم میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنا چاہیے۔

آصف صالح۔ میرپورخاص

سخی کا بیٹا

پیارے بچو! آپ نے حاتم طائی کی سخاوت کی کہانیاں تو سن رکھی ہوں گی مگر آج ہم آپ کو ان کے بیٹے عظیم صحابی رسول ﷺ عدی ؓ بن حاتم طائی کے حالات زندگی ان ہی کی زبانی بتاتے ہیں، عدی ؓ بن حاتم طائی بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے والد کی وفات کے بعد نجد کی سلطنت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے نصرانیت سے ذرا دلچسپی تھی، وقت گزرنے لگا۔ جس وقت اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں میں نے سنا اور دن بدن ابھرتی ہوئی مسلمانوں کی قوت کو اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگا۔ جس وجہ سے میرے دل میں آپ ﷺ کے بارے میں شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ آپ ؓ کہا کرتے تھے کہ اسلام لانے سے قبل پورے عرب میں مجھے سب سے زیادہ نفرت محمد رسول اللہ ﷺ سے تھی۔

عدی ؓ کہتے ہیں جس وقت مسلمانوں کے فوجی دستے مشرق و مغرب پر فتح و کامرانی حاصل کرنے لگے تو میں نے اپنے غلام کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے لیے چند تندرست و توانا اونٹنیاں ہمیشہ تیار رکھو اور جب دیکھو کہ مسلمان ہماری سلطنت پر حملہ کرنے کے لیے داخل ہونے والے ہیں تو مجھے اطلاع دینا۔

ایک دن غلام گھبراتے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ آقا میں نے مسلمانوں کے لشکر کو جھنڈے لہراتے ہوئے اپنی سلطنت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو عدی ؓ کہتے ہیں میں نے فوراً کہا کہ وہ تیز رفتار اونٹنیاں لاؤ۔

غلام اونٹنیاں لایا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور شام کی طرف چل پڑا۔ افراتفری میں میری بہن نجد ہی میں رہ گئی۔ دشوار گزار راستوں کا سفر طے کرتا رہا، راستے میں دشوار سفر کی وجہ سے بہت سے لوگ مارے بھی گئے مگر مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ صرف اپنی بہن کا ہی غم لاحق تھا۔

عدی ؓ کہتے ہیں کہ میں اسی غم اور صدمے میں شام پہنچ گیا اور وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ وہاں نصرانیت کے غلبے کو دیکھ کر سکون محسوس ہوا۔ پیچھے نجد میں مسلمانوں نے حملہ کر کے مال غنیمت لوٹا اور وہاں کے باشندوں کو قیدی بنا کر مدینے میں لے آئے۔ قیدیوں میں عدی بن حاتم طائی کی بہن بھی شامل تھی۔ عدی کی بہن کو مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ ایک کمرے کے اندر بند کر دیا گیا۔

عدی ؓ کے ایام ملک شام میں اور ان کی بہن کے دن قید میں گزرنے لگے۔ ایک دن اللہ کے نبی ﷺ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ عدی ؓ کی بہن نے فریاد کی یارسول اللہ ﷺ میرا باپ فوت ہو چکا ہے، میرا نگران میری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مجھ پر احسان فرمائیں، اللہ آپ ﷺ پر احسان فرمائے گا۔

آپ ﷺ نے پوچھا آپ کا سرپرست کون ہے؟

وہ بولی: عدی بن حاتم طائی۔

کون عدی بن حاتم؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھاگنے والا؟

اتنا کہہ کر آپ ﷺ چل دیے۔ دوسرے روز بھی آپ ﷺ کا گزر ہوا تو عدی کی بہن نے وہی پہلے والی فریاد کی۔ آپ ﷺ نے حسب معمول جواب دیا۔ تیسرے دن اللہ کے نبی ﷺ آئے تو وہ مایوس بیٹھی تھیں۔ علی ؓ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی گزارش پیش کریں۔ آج پھر اس نے دوبارہ وہی کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ فوت ہو چکا ہے، میرا نگران میری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مجھ پر احسان فرمائیں۔ اللہ آپ ﷺ پر احسان فرمائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: آج سے تم آزاد ہو۔ رہائی پا کر اس نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس شام جانا چاہتی ہوں۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کہ روانگی میں جلدی نہ کرنا۔ جب تک تم کو تمہارے قبیلے کا کوئی قابل اعتماد شخص نہ مل جائے جو تم کو باحفاظت تمہارے خاندان کے پاس شام پہنچا دے۔

وہ مدینہ میں ہی ٹھہری رہی۔ اسی دوران ایک وفد آیا۔ جس میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے اوپر وہ اعتماد کرسکتی تھی۔ اس نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ میرے قبیلے کے کچھ لوگ یہاں آئے ہیں۔ مجھے ان پر اعتماد ہے کہ وہ مجھے منزل تک پہنچا دیں گے۔ نبی ﷺ نے اسے پہننے کے لیے کپڑے، سواری کے لیے اونٹنی اور زادِ راہ دے کر باعزت طریقے سے رخصت کیا۔

عدی ؓ نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا مجھے شام میں میری بہن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک کی خبریں برابر مل رہی تھیں۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔

جب میری بہن میرے پاس پہنچی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کا اپنے ساتھ حسن سلوک اور رسول اللہ ﷺ کے بہترین اخلاق و کردار کے بارے میں بتایا اور مجھے فوراً نبی ﷺ سے ملاقات کرنے کا مشورہ دیا۔

جناب عدی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً زادِ راہ ساتھ لیا اور مدینے کی طرف روانہ ہوگیا۔ مدینہ میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے گھر لے گئے۔ گھر پہنچ کر آپ ﷺ نے مجھے ایک تکیہ دیا۔ فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں شرمایا اور اوپر بیٹھنے میں بے ادبی محسوس کی۔ آپ ﷺ نے مجھے بیٹھنے کا حکماً کہا تو میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں سوچا بخدا یہ انداز کسی بادشاہ کا نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا: اے عدی! تم نے ایک ایسے دین کو اختیار کیا ہوا تھا جو کہ نصرانیت اور لادینیت کے درمیان تھا؟

میں نے جواب دیا "بے شک یارسول اللہ ﷺ"۔

پھر آپ ﷺ فرمانے لگے "اے عدی! کیا تم اپنی قوم سے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ وصول نہیں کرتے تھے جو کہ تمہارے دین میں حلال نہ تھا۔"

میں نے کہا جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ میں ایسا کرتا تھا۔ عدی ؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ الفاظ سنے تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اے عدی! شاید تم اس وجہ سے دین اسلام کو قبول کرنے سے ہچکچا رہے ہو کہ مسلمان مفلس اور تنگ دست ہیں، ان کی تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے عدی! اگر تو دین اسلام کو اس وجہ سے قبول نہیں کر رہا کہ مسلمان غریب و مفلس ہیں۔ اللہ کی قسم! ایک دن آئے گا کہ مسلمانوں کے پاس مال و دولت اتنا وافر ہو جائے گا کہ ایک مسلمان زکوٰۃ لے کر نکلے گا مگر کوئی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ملے گا۔

پھر فرمایا کہ:

"اے عدی ؓ! اگر تجھے یہ احساس دین اسلام قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ مسلمان کم تعداد میں ہیں اور دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے۔ جب پورے عرب پر مسلمانوں کی حکومت ہوگی اور ایک عورت اپنے زیور سمیت اکیلی سفر کرتی ہوئی صنعا سے چلے گی اور مدینہ منورہ پہنچے گی۔ اسے سفر کے دوران اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔

اس کے بعد مزید فرمایا:

اے عدی ؓ! شاید تم اس دین کو قبول کرنا اس لیے گوارا نہیں کرتے کہ حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! تم یہ جلد سنو گے کہ بابل کے سفید محلات مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گئے ہیں اور کسریٰ کے خزانے ان کے قبضے میں ہوں گے۔

کیا؟ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟

میں نے حیرت سے پوچھا:

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ مسلمان کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر قابض ہو جائیں گے۔

جناب عدی ؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی باتیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

حضرت عدی بن حاتم طائی ؓ نے لمبی عمر پائی جس وجہ سے مذکورہ تینوں نشانیاں ان کی زندگی میں پوری ہوئیں۔ عدی ؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے اس عورت کو دیکھا جو صنعا سے اکیلی سفر کرتی ہوئی مدینہ منورہ پہنچی اور میں اس فوج کے اگلے دستے میں تھا جس نے کسریٰ کے خزانوں پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کیا تھا۔

تیسری پیش گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں پوری ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس اتنا مال و دولت تھا کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی غریب اور مسکین نہ ملتا تھا۔

استفادہ: حیات صحابہ ؓ کے درخشاں پہلو

فیصل امین

قرآنی معلومات

☆...... پتھروں کی بارش کا عذاب قوم لوط پر آیا تھا۔

☆...... سیلاب کا عذاب قوم نوح پر آیا تھا۔

☆...... قرآن میں سب سے زیادہ جس کافر کا تذکرہ ہے وہ فرعون ہے۔

☆...... زرہ بکتر حضرت داؤد علیہ السلام نے ایجاد کی۔

☆...... سورۃ نور حضرت عائشہ ؓ کی شان میں اتری۔

☆...... اصحاب کہف کا ملک اردن تھا۔

☆...... قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں 1153ء میں ہوا۔

☆...... جنگ یمامہ میں سب سے زیادہ حفاظ کرام شہید ہوئے۔

☆...... صحابہ کرام ؓ کی کثیر تعداد نے زید بن ثابت ؓ سے قرآن پاک حفظ کیا۔

☆...... قرآن مجید کے سب سے کم عمر حافظ صحابی حضرت زید بن ثابت ؓ تھے۔

(حسن عبداللہ۔ چشتیاں)

میرا پسندیدہ شعر

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

(عائشہ طلحہ۔ ڈاہرانوالہ)

میں اک منزل کا راہی اک لشکر کا سالار ہوں
محمود کی غیرت ہے مجھ میں اور تیموری تلوار ہوں

(حسن۔ لاہور)

اسلام سے ہٹ کر جو ملے دولت کونین
مجھ بندہ نادار کو درکار نہیں ہے
بہاریں سب عارضی ہیں دنیا کے گلستان میں
مومن بڑا ہوا ہے اک سخت امتحان میں

(عمران۔ بہاولپور)

ہمیشہ جگمگاتا ہے افق پہ چاندنی کی طرح
خون شہیداں کی یہ بھی اک ادا ہے
مزہ شہادت کا ہر شے سے جدا ہے
ہر مجاہد اسی لیے ہوتا دین پہ فدا ہے

(عبداللہ۔ کراچی)

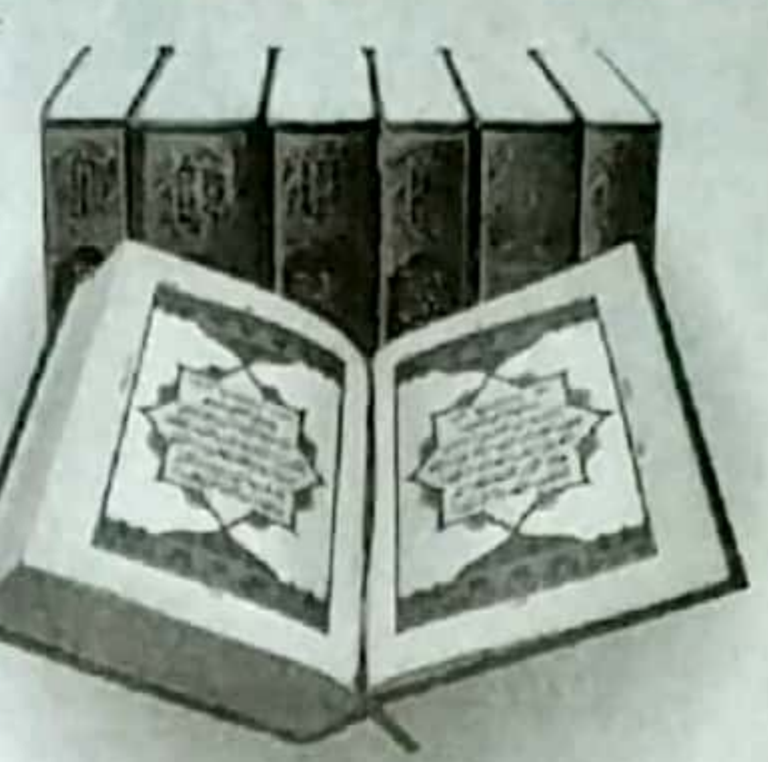

کامیابی کا راز

اجنادین ملک شام کا ایک بہت بڑا شہر تھا۔ اس جگہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک بہت زبردست لڑائی ہوئی۔ ہرقل شاہ روم کا بھائی رومیوں کا سپہ سالار تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ مسلمان شہر پر شہر فتح کرتے چلے آ رہے ہیں اور کسی ملک کی بڑی سے بڑی فوج بھی ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی۔

وہ سوچنے لگا کہ مسلمانوں کی طاقت اور کامیابی کی وجہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس نہ تو رومیوں جیسی تجربہ کار اور تربیت یافتہ فوج تھی اور نہ ہی ان کے پاس رومیوں جتنا سامان حرب تھا۔ آخر اس نے یہ معلوم کرنے کے لیے ایک تجربہ کار عیسائی کو مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر مسلمانوں کی کامیابی کا راز معلوم کر سکے۔

یہ شخص چونکہ عرب تھا، مسلمانوں میں آ ملا اور شب و روز مسلمانوں کی حرکات و سکنات کا بغور مشاہدہ کرنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ہر شخص اپنے امیر کا دل و جان سے فرمانبردار ہے اور دوسرے کے ساتھ برتاؤ میں ایماندار، دیانتدار اور سچ بولنے والا ہے۔ عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو ساری رات نماز اور تلاوت قرآن میں گزار دیتا ہے۔

جب وہ واپس آیا تو رومی سپہ سالار نے اس سے پوچھا کہ تم نے مسلمانوں کو کیسا پایا؟ اس نے جواب دیا:

”یہ لوگ رات کو زاہد و عابد اور دن کے وقت بہادر شاہ سوار۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اگر زنا کرے تو پتھر مار کر ہلاک کر دیں۔ حق کے جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔“

جب رومی سپہ سالار نے یہ سنا تو کہنے لگا جو کچھ آپ نے کہا ہے اگر یہ سب سچ ہے تو پھر زمین میں اتر جانا اس سے آسان ہے مگر ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

آج بھی اگر مسلمان اپنے بڑوں کے اوصاف کو اپنا لیں تو دنیا کی کوئی کافر قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ ان شاء اللہ

(شفیق الرحمٰن، منڈی بزمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے شام پر چڑھائی کی اور تمام مشہور مقامات مثلاً حمص، حلب، انطاکیہ، قیصرہ اور اجنادین وغیرہ فتح کرتے ہوئے بیت المقدس تک پہنچ گئے۔ یہ عیسائیوں کا متبرک مقام تھا۔

اس کے لیے عیسائیوں نے پورا زور لگا دیا مگر دوسری شکستوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی اور انہوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر کے دروازے بند کر دیے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اسے سختی سے جاری رکھا۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے جو شرائط رکھیں وہ بالکل سادہ تھیں۔

عیسائی شہر کو مسلمانوں کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر شرط یہ تھی کہ عہد نامہ خود خلیفہ آ کر لکھے۔ ابو عبیدہ بن

جراح رضی اللہ عنہ نے جو اس مہم کے سالار تھے بارگاہ خلافت میں پیغام بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سے اس حالت میں نکلے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک اونٹ، ایک خادم اور ایک تھیلا تھا۔ جس میں بھنے ہوئے جو اور کچھ کھجوریں تھیں۔ ایک مشکیزہ اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا غلام باری باری اونٹ پر سوار ہوتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سوار ہوتے تو غلام اونٹ کی مہار پکڑ لیتا اور جب غلام سوار ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار پکڑ لیتے۔

جب بیت المقدس پہنچے تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سرداران فوج آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا بادشاہ جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کانپ رہے تھے، ایک پھٹی ہوئی عبا پہنے پیدل آ رہا ہے۔ انہیں خیال پیدا ہوا کہ عیسائی لوگ جن کے معمولی سردار بڑی آن بان اور شان و شوکت سے رہتے ہیں، ہمارے بادشاہ کو دیکھ کر کیا کہیں گے۔ انہوں نے ایک اعلیٰ ترکی گھوڑا اور ایک بہت قیمتی لباس آپ رضی اللہ عنہ کے لیے پیش کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا اور لباس واپس کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ نے ہمیں جو عزت دی ہے، وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے۔“

عیسائیوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس لیے بیت المقدس آنے کو کہا تھا کہ وہ اپنی کتابوں میں یہ پیش گوئی پڑھ چکے تھے کہ بیت المقدس کو وہ قوم فتح کرے گی جن کا بادشاہ پیوند لگی ہوئی عبا پہنے گا اور پیدل شہر میں داخل ہو گا۔ جب انہوں نے امیر المؤمنین کے حلیہ اور وضع قطع کا اپنی پیشگوئی کی کتابوں سے موازنہ کیا تو فوراً شہر ان کے حوالے کر دیا۔

(محمد رمضان بن اشرف۔ محمدی کالونی گلی نمبر 10 سرگودھا)

خوش طبعی

ایک مرتبہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تیرا شوہر وہی ہے نا جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کو سمجھ نہ سکی۔ فوراً بولی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے خاوند کی آنکھیں تو بے داغ ہیں۔ اس محترمہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کو یہ خیال نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ کا ایک حصہ سفید ہوتا ہے۔

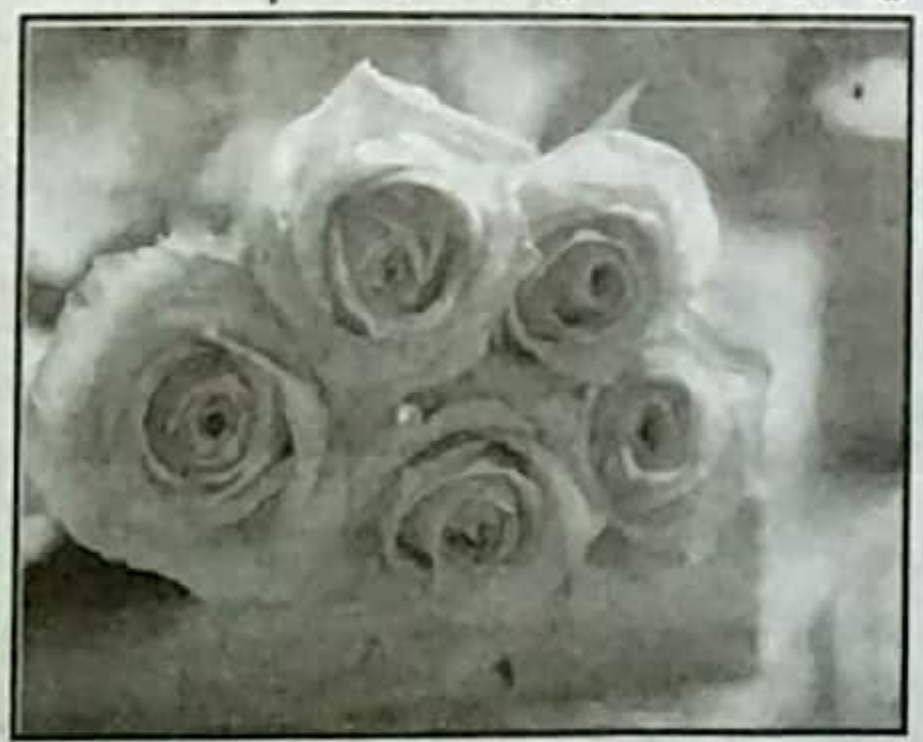

دلچسپ معلومات

☆......سورج گرہن کم سے کم 7 منٹ اور زیادہ سے زیادہ 40 منٹ تک رہ سکتا ہے۔

☆......قطب شمالی پر سورج 21 مارچ کو طلوع اور 23 ستمبر کو غروب ہوتا ہے جبکہ قطب جنوبی پر اس کے برعکس قطبین پر دن اور رات چھ چھ ماہ کے ہوتے ہیں۔

☆......کیکڑے کے دانت اس کے پیٹ میں ہوتے ہیں۔

☆......روس پہلا ملک ہے، جس کے سائنسدانوں نے خلا میں سبزیاں اگانے کی کوشش کی۔

☆......مکڑی کا جال نر بنتا ہے۔

☆......بندر پانی میں تیر نہیں سکتا۔

☆......جزیرہ جاوا میں صرف اڑنے والے سانپ پائے جاتے ہیں۔

(انتخاب: محمد نصیب، ساہیوال)

سائنسی معلومات

1- پہلی مرتبہ بارود 850ء میں چین میں ایجاد ہوا۔

2- آتشی گولے کا موجد کیمیا دان کیلی نیکس تھا اور یہ روم کے شہر قسطنطنیہ میں ایجاد ہوا۔

3- منجنیق 400 سال قبل مسیح سیرا کیوز میں ایجاد ہوئی۔

4- تیر کمان آج سے بیس ہزار سال قبل مسیح میں ایجاد ہوئی۔

5- ریوالور 1835ء میں امریکی موجد سیموئیل کولٹ نے ایجاد کیا۔

6- رائفل 1710ء میں پینسلوانیا نے ایجاد کی۔

7- توڑے دار بندوق 1565ء میں سپین میں ایجاد ہوئی۔

8- ٹینک 1770ء میں ایجاد ہوا۔ پہلی مرتبہ ٹینک 20 نومبر 1917ء کو میدان جنگ میں استعمال ہوا اور دنیا کے پہلے ٹینک کا نام ''ططل ولی'' تھا۔

9- پہلی کامیاب آبدوز امریکی مکینیکل انجینئر سائمن لیک نے ایجاد کی۔

10- ایٹم بم کا پہلی مرتبہ کامیاب تجربہ 16 جولائی 1945ء میں کیا گیا اور اس میں 5000 ٹن ٹی این ٹی بارود استعمال ہوا۔

(زوہیب امین 202 مراد۔ ڈاہرانوالہ)

ابو صخر عمر شاہینؒ کی یاد میں

شجاعت کی داستاں کا عنوان بن چکا ہے
شاہین عمر جو جنت کا مہمان بن چکا ہے
چھوٹی عمر میں اتنی اونچی رہی اڑانیں
کر کے رقم لہو سے بے مثل داستانیں
مظلوم سر زمین پر قربان کر دیں جانیں
شہادت ہی ان دلوں کا ارمان بن چکا ہے
شاہین عمر جو جنت کا مہمان بن چکا ہے
پیمان وفا لہو سے تحریر کر گئے ہیں
اسلام سے محبت کی آخیر کر گئے ہیں
کمزور دل ہیں وہ جو تاخیر کر گئے ہیں
اک وہ کہ جن کا راہبر قرآن بن چکا ہے
شاہین عمر جو جنت کا مہمان بن چکا ہے
ننھی سی جان عزم اس کا چٹان جیسا
مل جاتے ہر جواں کو تھا اس کا ایمان جیسا
وہ حافظ قرآن تھا عمل میں عمر جیسا
پیغام حریت کی پہچان بن چکا ہے
شاہین عمر جو جنت کا مہمان بن چکا ہے
ان شاءاللہ

(انتخاب: ابوہریرہ جرار)

نظم

میری سوچ سے بلند تر ہے میرے خیال کی پرواز یہ
کہ عرشِ بریں پر جا رکے میر آہ بھری آواز یہ
ہوئیں اس قدر محبوس، بزمِ آرزو کی رونقیں
ہر سانس ہے کہ زندگی میں ہو گیا دشوار یہ
احساس زیاں دل میں پنہاں ہی رکھو ہر قدم
سومناتوں کو گرانے کا بھی اک انداز یہ
شہادتوں کی چاہ میں ہے بوئے گل باغِ بہشت
رہیں گے سر بکف تا ابد اے رزمِ وفا! جانباز یہ
فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ
کہ سیکھے ہیں قرآن سے ہم نے سبھی الفاظ یہ
آج کا مسلم مجاہد نہیں کفر کا ہے۔ ہم سفر
اور بے مروت کلچروں سے اب آ گیا ہے باز یہ
مسلماں! اور کر مضبوط تر ضبط کے یہ سلسلے
تو لگا دے جاں کی بازی پیام لایا غمخوار یہ

(سلطان محمود، فیصل آباد)

شوقِ شہادت

جنگ بدر میں جب مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''جنت کی طرف اٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔''

یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا (شہادت کے عوض) آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر جنت ہے؟

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے ''بخ بخ'' (یعنی واہ واہ)۔

رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا:

''بخ بخ کہنے پر آپ رضی اللہ عنہ کو کس چیز نے ابھارا ہے؟''

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے جنت کی امید میں کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت والوں میں سے ہو۔''

اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے ترکش سے کھجوریں نکال نکال کر کھانے لگے۔ پھر شوق شہادت میں کہنے لگے ''اگر میں ان کھجوروں کو کھانے تک زندہ رہوں تو بڑی ہی طویل زندگی ہوجائے گی'' چنانچہ انہوں نے بقیہ کھجوریں پھینک دیں اور آگے بڑھ کر مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (مسلم)

(ارسلان سعید۔ قصور)

بہتان کی سزا

وہ بات ہی ایسی تھی کہ جوان پر بہت ہی گراں گزری۔ انہوں نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ زندگی میں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب ان پر کوئی ایسا گھٹیا الزام بھی لگائے گا۔ ایک طرف دماغ نہ چاہتے ہوئے بھی اس بات کو سوچ سوچ کر کھول رہا تھا جبکہ دوسری طرف دل بہت غمگین تھا۔ پوری زندگی انہوں نے اسلام کے احکامات پر عمل کرتے گزاری تھی اور آج ایک عورت ان پر زمین غصب کرنے کا بہتان لگا رہی تھی۔ اسی غم اور پریشانی کے حالت میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

''الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ تو جانتا ہے کہ وہ جھوٹی ہے۔ اسے اس کے جھوٹ کی یہ سزا دے کہ اسے اندھا کر کے کنویں میں گرا دے جس سے لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے کہ میں نے اس عورت پر کوئی ظلم نہیں کیا۔''

اس واقعہ کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ وادیٔ عتیق میں بہت زبردست قسم کا سیلاب آیا۔ ایسا سیلاب پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ اس سیلاب کے آثار ابھی باقی تھے کہ وہ عورت اللہ کے حکم سے اندھی ہوگئی۔ حالانکہ اسے ایسا کوئی حادثہ پیش نہ آیا تھا کہ جس سے اس کی آنکھوں کی بینائی چھن جاتی۔ ایک دن وہ عورت اپنے باغ میں چل پھر رہی تھی کہ اچانک کنویں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔ یوں لوگوں پر واضح ہوگیا کہ وہ عورت جھوٹی تھی اور جن پر اس نے زمین غصب کرنے کا الزام لگایا تھا ان کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔

یہ واقعہ بنو امیہ کے دورِ حکومت کا ہے۔ جب اروٰی بنت اویس نے ایک صحابی رسول ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے میری زمین کا کچھ حصہ غصب کر کے اپنی زمین میں شامل کرلیا ہے۔ وہ جہاں بھی جاتی لوگوں کے سامنے اپنی مظلومیت کا رونا روتی اور لوگوں میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتی۔ اس کی ہٹ دھرمی کا یہ عالم تھا کہ اس نے مدینہ کے گورنر مروان بن حکم کے سامنے بھی اس بات کا تذکرہ کیا اور ان کی عدالت میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ دائر کردیا۔ مروان بن حکم نے اس حوالے سے اپنا ایک نمائندہ بھیجا تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمگین ہوگئے۔

اسی حالت میں فرمانے لگے کہ: ''یہ سب لوگ میرے متعلق کیا گمان کرتے ہوں گے کہ میں نے اس عورت کی زمین ہتھیا کر بہت بڑا ظلم کیا ہے.....؟؟ میں بھلا یہ کام کیسے کرسکتا ہوں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سن رکھا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس کسی نے ایک بالشت زمین بھی ناجائز طریقے سے اپنے قبضے میں لی قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔''

(صحیح بخاری)

اس کے بعد انہوں نے اس عورت کے متعلق بددعا کی جس کے کچھ ہی عرصے بعد اس عورت کے ساتھ ویسا ہی معاملہ پیش آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی سچائی لوگوں پر واضح ہوگئی۔

پیارے بچو! رسول اللہ ﷺ کے اس صحابی کا نام سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد زید بن عمرو بن نفیل کی دعا کے نتیجے میں اسلام لانے والوں میں شامل ہوئے۔ زید بن عمرو نے بھی بہت جستجو کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مل کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ زید بن عمرو ان چند افراد میں شامل تھے جن کو قریش کی بت پرستی سے بہت چڑ تھی۔ ایک دفعہ وہ کعبے کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے کہ کچھ لوگ جانوروں کو بتوں کے سامنے ذبح کرنے کے لیے لے جاتے ہوئے نظر آئے۔ آپ انہیں دیکھ کر فرمانے لگے:

''اے خاندان قریش! ایک بکری جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، آسمان سے اس کے لیے بارش نازل کی، جس کا

پانی پی کر وہ سیراب ہوئی' زمین میں سے اس کے لیے گھاس اگائی' جسے کھا کر اس نے اپنا پیٹ بھرا' پھر تم اس بکری کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو......! میرے خیال میں یہ بہت بڑی جہالت کی بات ہے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی عمر فاروق ؓ کے والد خطاب بہت غصے میں آ گئے۔ انہوں نے آپ کے چہرے پر ایک زور دار تھپڑ مارا اور چلا کر بولے: "تو تباہ ہو جائے' ہم کتنی دیر سے تیری یہ فضول باتیں سن رہے ہیں لیکن اب تیری اور کوئی بات نہیں سنیں گے۔" اس کے بعد انہوں نے چند اوباش آپ کے پیچھے لگا دیے۔ جنہوں نے آپ کو بہت مارا اور مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

آپ چھپ کر بڑی مشکل سے مکہ معظمہ میں آیا کرتے۔ آپ قریش کے دین سے تو پہلے ہی بیزار تھے' اس واقعہ کے بعد آپ نے صحیح دین کی جستجو شروع کر دی۔ پہلے یہودی و عیسائی مذہب کی چھان بین کی مگر مطمئن نہ ہو کر دین ابراہیم ؑ کی تلاش میں بہت سفر کیے۔ اسی کوشش میں آپ شام پہنچے' وہاں کے ایک راہب سے ملاقات کی اور اس کو اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ راہب آپ کی پوری داستان سن کر بولا: "آپ ایک ایسے دین کی تلاش میں ہیں جو اپنی اصل حالت میں کہیں بھی موجود نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مکہ معظمہ واپس چلے جائیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ایک نبی مبعوث فرمائیں گے جو دین ابراہیم کی تجدید کریں گے۔ اگر وہ آپ کو مل جائیں تو ان کا دامن تھام لینا۔"

زید بن عمرو فوراً مکہ کے لیے روانہ ہوئے مگر مکہ سے پہلے ہی آپ کو چند لوگوں نے قتل کر دیا۔ آپ نے مرنے سے چند لمحے قبل یہ دعا کی: "الٰہی! اگر تو نے مجھے اپنے نبی ﷺ کی ملاقات جیسی نعمت سے محروم رکھا تو میرے بیٹے سعید کو اس خیر و برکت سے محروم نہ رکھنا۔"

زید بن عمرو کی دعا کو اللہ نے قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے آغاز میں ہی سعید بن زید ؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ؓ کا تعلق اس گھرانے سے تھا جو نہ صرف خود بتوں کی عبادت سے بیزار تھا بلکہ اس گھرانے کے ایک فرد نے اپنی جان بھی حق کی تلاش میں گنوا دی تھی۔ آپ ؓ کے ساتھ ساتھ آپ ؓ کی بیوی اور عمر فاروق ؓ کی بہن فاطمہ بنت خطاب ؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ ان دونوں کو اسلام کی خاطر بہت زیادہ قربانیاں دینا پڑیں لیکن آپ دونوں کی استقامت اور صبر سیدنا عمر فاروق ؓ کا ذہن بدلنے کا ایک سبب بنا اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت سیدنا عمر فاروق ؓ بھی اسلام لے آئے۔

سعید بن زید ؓ نے پوری عمر دعوت و جہاد کے لیے کھپا دی اور ہر اہم معرکے میں پیش پیش رہے۔ بالخصوص غزوۂ یرموک میں آپ ؓ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً چوبیس ہزار جبکہ دشمن رومیوں کی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ دشمن ہر طرح کے اسلحے سے لیس تھا مگر مسلمانوں کے پاس جو ایمان کی قوت تھی' دشمن اس سے محروم تھا۔ رومیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے ہر طرف رومی فوج کے سپاہی چھا چکے ہوں۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے سپہ سالار ابو عبیدہ ابن الجراح ؓ نے لشکرِ اسلام کے سامنے پر جوش خطاب کیا۔ جب آپ ؓ نے آیت ﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾۔[سورۃ محمد: 7]

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔"

کی تلاوت اور تشریح کی تو لشکرِ اسلام کی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ حضرت سعید بن زید ؓ نے اس گفتگو کے فوراً بعد دشمن کی طرف قدم بڑھایا اور اس شخص کو نشانہ بنایا جو سب سے پہلے لشکرِ اسلام کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد تو گویا وہ بجلی کی طرح دشمن پر لپکتے رہے۔ ان کا انداز اس قدر جارحانہ تھا کہ کوئی بھی دشمن ان کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ وہ مسلسل دشمن پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح یاب کر دیا۔

کچھ عرصہ گزرا تھا کہ دمشق کی فتح کے بعد سعید بن زید ؓ کو دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ آپ ؓ وہ پہلے مسلمان تھے جنہیں دمشق کا گورنر بنایا گیا۔ آپ ؓ کی ساری زندگی ہی اسلام کی خدمت میں گزری یہاں تک کہ آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ آپ ؓ پر کروڑ ہا رحمتیں کرے۔ آمین

آپ ؓ کی زندگی ہمارے لیے کئی اسباق لیے ہوئے ہے۔ بالخصوص جو واقعہ شروع میں بیان کیا گیا' وہ تو بہت ہی زیادہ توجہ طلب ہے۔ ہمارے معاشرے میں جھوٹ' غیبت اور بہتان جیسی بیماریوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن نے واضح طور پر ان گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ نہ صرف خود بھی ان برائیوں سے بچیں بلکہ دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی سیرت کو اپنا کر جنتوں کے وارث بن سکیں۔ آمین

(استفادہ: صحابہ ؓ کی زندگیاں...... مصنف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا۔ ترجمہ: ابو جاوید اقبال احمد)

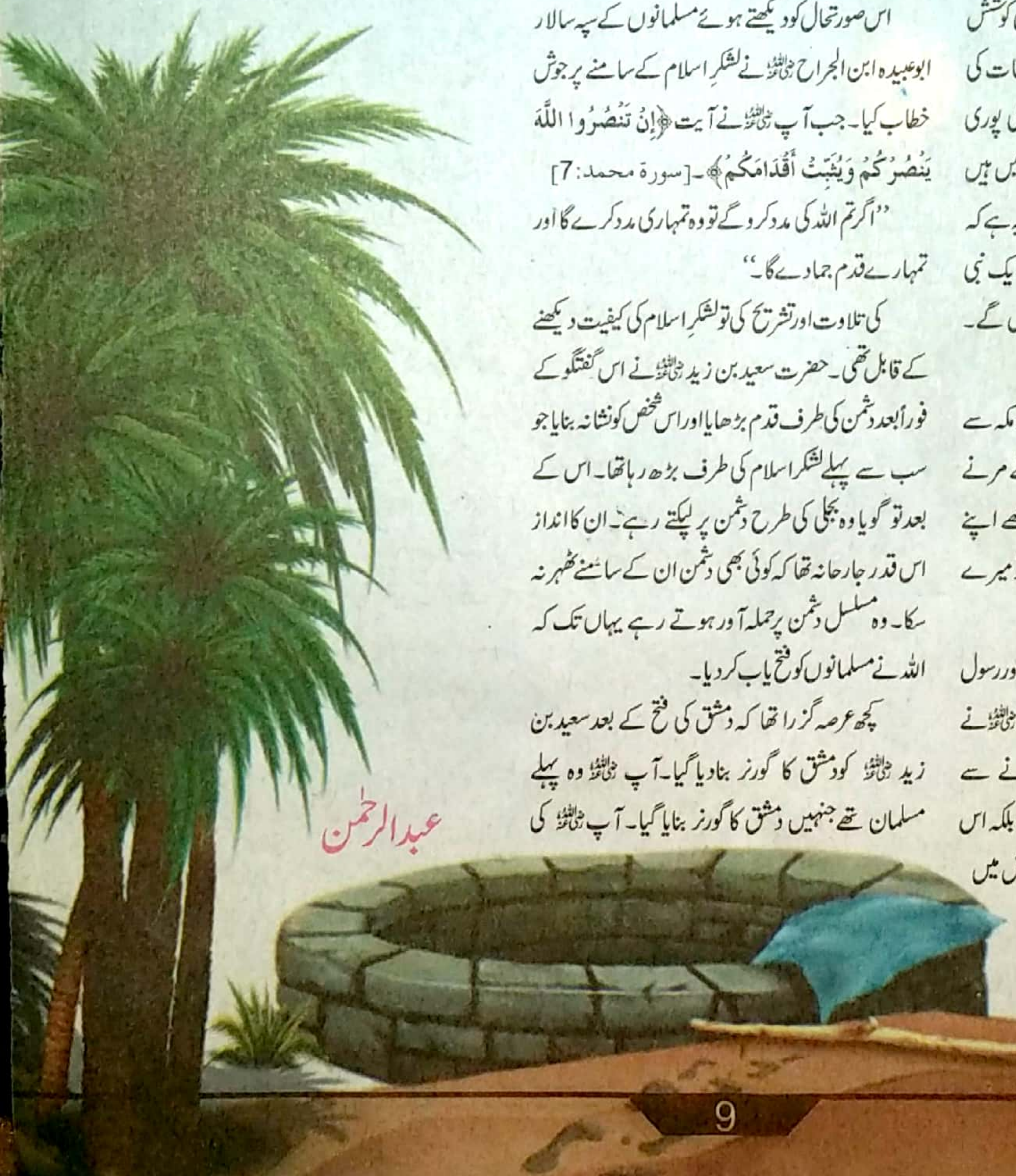

ہوگیا۔ابوالاسود کے کمرے میں قلمیں اور روشنائیاں بہت اعلیٰ تھیں۔کاغذ بھی موجود تھا مگر خالد نے لکڑی کی تختی پر مشق کا آغاز کیا۔کیونکہ ان دنوں اتنا کاغذ نہیں ملتا تھا کہ جس سے مشق پوری طرح کی جاسکے۔خالد نے سرائے ابوصالح میں جا کر امیر قافلہ کا شکریہ ادا کیا اور ان سے رخصت ہو کر ابوالاسود کے ہاں واپس آ گیا۔

یوں ماہ و سال گزرتے رہے اور خالد بن ابی الھیاج نے فن خطاطی کی تربیت اور علوم حاصل کر لیے۔تھوڑے عرصے بعد ابوالاسود بھی چل بسے۔اب ہر طرف خالد بن ابی الھیاج کا چرچا تھا۔خالد نے فن خطاطی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا اور خطاطی میں نئے اسلوب متعارف کرائے۔مسجد نبویؐ میں سونے کے پانی کے ساتھ سورۃ شمس خطِ کوفی میں لکھی' ان دنوں خط کوفی ہی اسلامی رسم الخط تھا۔یوں خالد بن ابی الھیاج پہلے مسلم خطاط تھے جنہوں نے عمارتی خطاطی کا آغاز کیا۔خالد بن ابی الھیاج کے تحریر کردہ قرآن مجید فن خطاطی کا عظیم ترین سرمایہ ہے۔

ایک مرتبہ خالد بن ابی الھیاج نے پورا قرآن مجید خوبصورت نقاشی اور خطاطی سے لکھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں پیش کیا۔عمر بن عبدالعزیزؒ اس نسخہ مبارک کو دیکھتے رہے۔ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔آخر کانپتی ہوئی آواز میں فرمانے لگے:"ابن ابی الھیاج میں پوری سلطنت بھی دے دوں تو اس عظیم شاہکار کا نذرانہ نہیں ہو سکتا۔میں ہدیہ دینے سے قاصر ہوں اور نسخہ خالد بن ابی الھیاج کو واپس کر دیا۔"

جب امرا شہر کو معلوم ہوا تو ایک صاحب ثروت شخص نے لاکھوں اشرفیاں دے کر یہ قرآن کریم حاصل کر لیا۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ مسلم امراء نے فن خطاطی کی کتنی قدر کی ہے اور ہمارے سلطان خلفاء اس کی کتنی قدر و منزلت کرتے تھے۔خالد بن ابی الھیاج نے اموی دور میں وفات پائی۔کچھ اسلامی ثقافت کے دشمن خطاطی کو پرانا فن کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں مگر رقص اور موسیقی جو خطاطی سے بھی پرانے ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے بلکہ اسے جدید علوم کا نام دیتے۔حالانکہ ان تمام ساز باجوں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی ان روایات کو برقرار رکھیں اور خطاطی سیکھنے کی کوشش کریں۔

(انتخاب: محمد آصف جمیل۔مرزاپور)

انوکھے مہمان

اچانک ایک دن باہر تین افراد آتے ہوئے دکھائی دیئے۔سب کے سب نہایت خوبصورت اور قوی نوجوان تھے۔خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ڈیل ڈول نہایت ہی بھلا تھا۔کالی سیاہ داڑھیاں دمکتے ہوئے چہروں پر بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔شکلیں بتاتی تھیں کہ کسی دور دراز کے علاقے سے آئے ہوں مگر لباسوں پر سفر کے آثار بالکل نہ تھے۔پھر وہ خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس آ گئے۔آپ علیہ السلام نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ تو کوئی اجنبی لوگ ہیں اور شکل وصورت کے اعتبار سے پردیسی معلوم ہوتے ہیں۔

انہوں نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔جواب میں خلیل اللہ علیہ السلام نے نہایت خندہ پیشانی سے وعلیکم السلام کہتے ہوئے سب سے مصافحہ کیا اور انہیں مہمان خانے میں لے آئے' کچھ دیر کے لیے ان سے اجازت لی اور پھر ان سے پوچھے بغیر ہی اپنے خادم کو ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا۔اسے بنا سنوار کر کوئلوں پر خوب اچھی طرح بھونا۔پھر حضرت سارہ علیہا السلام سے مخاطب ہوئے کہ آج ہمارے ہاں کچھ معزز مہمان آئے ہیں' آؤ مل کر ان کی خدمت کریں۔کچھ ہی دیر میں بھنا ہوا بچھڑا اور باقی سامان ضیافت مہمانوں کے سامنے لا حاضر کیا۔مہمانوں کی تکریم کے لیے خود ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سارہ علیہا السلام کو قریب ہی کھڑے رہنے کا حکم دیا کہ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو فوراً حاضر کر سکیں۔

معزز مہمانوں کو مرحبا کہا اور انہیں کھانے کی دعوت دی۔مگر مہمان ہیں کہ کھانے کی طرف آ ہی نہیں رہے۔جب خلیل اللہ علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو جی ہی جی میں ڈرے کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں اور کسی برے ارادے سے نہ آئے ہوں۔کیونکہ اس دور کا قاعدہ تھا' اگر کسی کے ہاں برے ارادہ سے جاتے تو اس کا کھانا نہ کھاتے۔میزبان سمجھ جاتا کہ مہمان کی نیت ٹھیک نہیں۔لہٰذا ڈرتے ڈرتے پوچھا: بھائی تم کھاتے کیوں نہیں؟

وہ کہنے لگے:"ابراہیم علیہ السلام! ہم قیمت ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھاتے" حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھوڑا سا حوصلہ ہوا' فرمایا: ہاں اس کھانے کی قیمت بھی ہے۔

انہوں نے پوچھا: وہ کیا......؟ تو آپ علیہ السلام نے کہا: اس کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہہ لینا۔مہمانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' اصل راز کی بات کھولی اور کہنے لگے:"آپ ڈریں نہیں' ہم تینوں جبریل' میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ہمیں آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی بشارت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ جس کا نام اسحاق ہوگا اور پھر جب اسحاق بڑا ہو کر شادی کرے گا تو اسے اللہ کریم یعقوب نام کا صالح بیٹا عطا فرمائے گا۔

(زبیر بن خالد' عثمان بن خالد مرجالوی۔فیصل آباد)

قبلہ اول......ایک تعارف

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جو کہ کرۂ ارض پر مسلمانوں کا تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔اسے "بیت المقدس" بھی کہتے ہیں۔مسجد اقصیٰ قدیمی شہر کے جنوب مشرقی طرف' ایک نہایت وسیع رقبے پر مشتمل مسجد ہے۔مسجد کے احاطہ کی وسعت کا اندازہ اس کے رقبہ جو 144 دونم (ایک دونم 1000 مربع میٹر) سے لگایا جاسکتا ہے۔اس احاطہ میں گنبد صخرہ اور مسجد اقصیٰ موجود ہے۔اس مسجد کو الجامع القبلی بھی یعنی قبلہ طرف والی مسجد کہتے ہیں۔اس کے علاوہ متعدد تاریخی آثار و نشانات ہیں جن کی کل تعداد دو سو تک پہنچتی ہے۔مسجد اقصیٰ کا پورا احاطہ شہر کے جس حصے میں واقع ہے وہ ایک ٹیلہ نما جگہ ہے۔اس ٹیلہ کا تاریخی نام "موریا" ہے۔صخرہ مشرفہ (وہ چٹان ہے جہاں معراج کی رات رسولِ اکرم ﷺ کے قدم مبارک لگے) اس پورے احاطہ کے قلب کی حیثیت رکھتی ہے۔احاطہ مسجد اقصیٰ کے 14 دروازے ہیں۔صلاح الدین ایوبیؒ نے جس وقت یہ مسجد آزاد کرائی اس کے بعد بعض وجوہات کے پیش نظر مسجد کے کچھ پھاٹک بند کر دیئے گئے۔مسجد کے دروازے جو اس وقت تک برقرار ہیں ان کی تعداد 10 ہے۔

① باب المغاربہ۔ ② باب الحدید۔ ③ باب السلسلۃ۔ ④ باب التوضا۔ ⑤ باب القطانین۔ ⑥ باب الناظر۔ ⑦ باب الغوانمۃ۔ ⑧ باب العتم۔ ⑨ باب الحطہ۔ ⑩ باب الاسباط۔

محترم عزیز بھائیو! یہ عظیم الشان مسجد آج بھی صیہونی پنجہ کی زد میں ہے' جو پھر کسی صلاح الدین ایوبیؒ کی طرح کسی بہادر اور دلیر انسان کے انتظار میں ہے۔

دعا ہے اللہ ہم میں کوئی صلاح الدین ایوبیؒ پیدا فرمادیں جو مسجد اقصیٰ کو یہودی قبضے سے آزاد کروا سکے۔آمین

(ماخوذ: فلسطین ہمارا ہے' از حامد کمال الدین)

(ابتسام ساجد جنجوعہ۔نوکھر)

بچپن ان شہیدوں کا......

ان شاء اللہ

ابودرداثانی بابرخالد شہیدؒ

بچپن کسی عام آدمی کا ہو یا خاص کا تقریباً ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ مگر چند ایک بچے ہی ایسے ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہوکر اپنے دین کا کام لینا ہوتا ہے۔ دراصل بچہ جس ماحول میں آنکھ کھولے وہی ماحول اپنا لیتا ہے۔ ماسوائے چند ایسے بچوں کے جو شروع میں تو غیر اسلامی ماحول سے مانوس ہوجاتے ہیں مگر بعد میں جب اللہ ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں تو اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے مشکل راہوں کا انتخاب کرلیتے ہیں۔

ابودردا بابر شہیدؒ کا بچپن بھی عام بچوں جیسا ہی تھا۔ چونکہ اس کے دادا سکول ٹیچر تھے اس لیے پانچویں تک ان سے ہی تعلیم حاصل کی۔ ان کے ساتھ اسے بہت لگاؤ تھا۔ ان کے ساتھ ہی سائیکل پر بیٹھ کر سکول جایا کرتا تھا۔ ایک چیز جو میں نے بابر کے اندر محسوس کی وہ اس کا ''حساس'' ہونا تھا۔

جب پانچویں کا امتحان پاس کرلیا تو مقامی سکول میں چھٹی کلاس میں داخل کروادیا گیا۔ شاید اس وقت وہ ہائی سکول کا طالب تھا جب ایک دن گھر میں اُگے شہتوت کے درخت پر چڑھ گیا۔ نیچے دیکھا تو اسے ایک چھپکلی نظر آئی۔ اب چھپکلی کے ڈر سے اس نے اس طرح رونا شروع کردیا کہ پورا محلہ اکٹھا ہوگیا اور بڑی مشکل سے اسے سیڑھی کی مدد سے نیچے اتارا۔ آج میں یہ سوچتا ہوں کہ اتنا کمزور دل بچہ جہاد کا راہی کیسے بن گیا؟ پھر اس کا جواب خود ہی میرے ذہن میں آجاتا ہے کہ اللہ کی توفیق سے کیونکہ اللہ نے تو اسے شروع سے ہی شہداء کی فہرست میں لکھا ہوا تھا۔

شہید کی بچپن کی شرارتیں بھی بڑی مزاحیہ تھیں۔ ایک بار گھر میں آم آئے تو بابر سمیت سب کو ان کا حصہ مل گیا۔ باقی آم اس نے چھپالیے۔ آم چھپانے پر اسے مار بھی پڑی مگر اس نے نہ بتایا کہ آم کدھر ہیں؟ کچھ دیر بعد گھر والے اِدھر اُدھر ہوئے تو سارے آم نکال لایا اور بچوں سے کہنے لگا کہ آؤ سارے آجاؤ' مار میں نے کھالی ہے آم تم کھالو۔ اس طرح اس نے سارے آم تقسیم کردیئے۔

بابر شہید کو بچپن ہی سے اپنی ماں سے بڑی محبت تھی۔ وہ اپنی ماں کے بغیر ایک پل بھی نہ گزارتا تھا' نہ ہی ماں کے بغیر سوتا تھا۔ اگر اس کی ماں کو گھر کے کام کاج کی وجہ سے رات سونے میں دیر ہوجاتی تو بابر شہیدؒ اپنی ماں کے انتظار میں' جاگتا رہتا۔ جب اس کی ماں سوتی تو تب ان کے ساتھ ہی سوتا تھا۔

بابر شہید عام بچوں سے کچھ زیادہ ہی شرارتی تھا۔ جب کبھی غصے میں آتا تو ہاتھ میں جو چیز آتی توڑ ڈالتا تھا۔ ایک دفعہ اپنی ہی کسی شرارت میں مگن تھا (شاید بھینس کو تنگ کرنے کی کوشش کررہا تھا تو) بھینس نے ٹکر ماری اور اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ مگر اللہ کے فضل سے ایسا جوڑ لگا کہ بالکل محسوس نہ کرتا تھا کہ اس کا بازو کبھی ٹوٹا ہوگا' نہ کبھی درد محسوس ہوئی۔

بچوں سے اسے بڑی محبت تھی۔ اس سے روتے ہوئے چھوٹے بچے کبھی دیکھے نہ جاتے تھے۔ جب کبھی کسی بچے کو روتے دیکھتا فوراً چپ کروانے کے لیے بہلانے لگتا۔ محلے کے بچوں کو شام کے وقت اکٹھا کرلیتا اور ان کے ساتھ خوب کھیلا کرتا تھا۔ اسے بارش میں نہانے کا بڑا شوق تھا۔ جب کبھی بارش ہوتی تو سردی گرمی کا خیال رکھے بغیر نہانا شروع کردیتا تھا۔

میٹرک کے بعد ایف اے میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد کمرشل کالج میں داخل ہوگیا اور ڈپلومہ کا امتحان بھی دے ڈالا۔ مگر ڈپلومہ حاصل کرنے کے لیے کالج گیا ہی نہیں کہ کہیں یہ میرے پاؤں کی زنجیر نہ بن جائے۔

میٹرک کے بعد اس نے تربیت کے تمام مراحل مکمل کرلیے تھے۔ اس کے بعد جب گھر آیا تو شہادت کی آرزو اسے گھر میں چین نہ لینے دیتی تھی۔ اپنی ماں سے بڑی محبت کرتا تھا اور ماں کی ممتا بھی اپنے لختِ جگر سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔ مگر بابر شہید نے اپنے رب کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ماں کی محبت قربان کردی اور ایک دن وہ بھی آیا جب بابر شہید نے میدان مقتل کا رخت سفر باندھا اور چل دیا۔ مگر ماں کی ممتا بیٹے کی جدائی برداشت نہ کررہی تھی۔ پھر بابر شہید آخری دفعہ اپنی ماں کو دلاسہ دینے کے لیے گھر آیا۔ اپنی ماں سے پیار محبت کے ساتھ چند دن گزارے اور واپس مقتل جانے کی اجازت مانگی۔ ماں تھی' بیٹے کی جدائی کیسے برداشت کرسکتی تھی' مگر دوسری طرف بیٹے کا حد سے گزرتا ہوا اصرار تھا۔

ایک دن بابر شہیدؒ اپنی ماں سے کہنے لگا کہ ماں اس عید پر کس کس چیز کی قربانی کرنی ہے۔ ماں نے کہا بیٹا ''بکرے کی اور کس کی؟'' مگر بابر نے ایک عجیب جواب دیا کہنے لگا:

''ماں اس دفعہ آپ نے ایک بیٹے کی بھی قربانی دینی ہے۔'' ان شاء اللہ'

ماں نے سمجھ لیا کہ اب یہ رکنے والا نہیں ہے۔ آخر اس کی ماں نے کہہ دیا کہ بیٹا قربانی کی عید کے بعد چلے جانا۔ بابر کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔

بابر کو دال کی کھچڑی بڑی پسند تھی۔ حتیٰ کہ اس کا گھر کا آخری کھانا بھی کھچڑی تھا۔ جو اس نے بڑی جلدی میں کھایا کہ کہیں دیر نہ ہوجائے۔

یوں وہ میدانِ مقتل جا پہنچا۔ معرکے پہ معرکے ہوتے رہے اور کافر جہنم واصل ہوتے رہے۔ آخر ایک دن وہ بھی آیا جب اللہ نے سالہا سال سے جاری شہادت کی دعائیں قبول کیں اور اسے شہادت کی عظیم موت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین

(تحریر: والدِ محترم بابر شہیدؒ خالد مصطفیٰ۔ نارووال)

قیام پاکستان میں بچوں کا کردار

عائشہ بنت طارق۔ گوجرانوالہ

وہ بچے بھی تو ہماری ہی طرح تھے...... معصوم چہرے، خواہشات سے بھرپور دل، جلد ناراض ہونا، پھر جلدی راضی ہو جانا۔ روتے روتے مسکرانا اور پل بھر میں تمام رنجشیں بھول جانا لیکن......! ان کا بچپن دردناک حالات نے چھین لیا تھا۔ ضد کرنا چاہتے تو والدین کے پریشان چہرے دیکھ کر ہونٹ سی لیتے۔ حالات نے انہیں وقت سے پہلے سمجھدار بنا دیا۔ وہ بچے تھے لیکن اپنا "جرم" خوب جانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ انہوں نے زیادتی نہیں کی، ظلم نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ کا فرمانبردار ہونے کی سزا دی جا رہی ہے۔ جیسے جیسے ظلم ہوتے ان کے دل میں ایک آزاد ملک کی خواہش کروٹ لینے لگی۔ جب ہندوؤں کے ظلم کی خبر آتی وہ نعرہ بلند کرتے۔

"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔"

کتنے ہی ننھے بچوں کو ظالموں نے کرپانوں کی نوک پر لٹکا دیا، کتنے ہی بچوں نے سب بہن بھائی، ماں باپ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کے پاس تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ان بچوں نے صرف قربانیاں ہی دیں، جرأت و بہادری کی مثالیں بھی قائم کیں۔ جس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔

نہیں بنے گا پاکستان
اکھنڈ رہے گا ہندوستان
جو مانگے گا پاکستان
اس کو دیں گے قبرستان
نہیں بنے گا پاکستان

تارا سنگھ کا شعر ادھورا ہی رہ گیا۔ ایک چیخ کے ساتھ وہ اپنی جگہ سے اچھلا جو صبح سے لنگ بازار میں اپنی ننگی کرپان لہراتا ہوا یہ شعر دہرا رہا تھا۔ اچانک اسے اپنے بازو پر شدید جلن محسوس ہوئی۔ اس کے پیچھے دس سالہ بچہ جلتا ہوا سگریٹ اس کی قمیض میں پھینک کر کرپان اٹھا کر پھرتی سے بھاگ کھڑا ہوا۔

تارا سنگھ کے ننگے بازو پر اس بچے کے جلتا ہوا سگریٹ لگانے سے جلن ہوئی لیکن اپنے موٹے تازے جثے کے ساتھ اس ننھے بچے کے ہاتھوں ملنے والی شکست اس کے دل کو بری طرح جلا رہی تھی۔

☆...... اسلامیہ کالج لاہور کی طالبات بس پر کالج جا رہی تھیں کہ ان پر سکھوں کے خالصہ کالج کے طالب علموں نے حملہ کر دیا ہے۔ بے شمار طالبات زخمی اور بے ہوش ہو گئیں۔ اس حادثے نے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی۔ چند دن بعد ایک سکھ رہنما گیانی لابھ سنگھ تانگے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا جا رہا تھا۔ چوک میں پہنچا تو ایک تیرہ سالہ بچہ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا، اس مہارت سے اس کی ٹانگیں کھینچیں کہ وہ پہلے ہی جھٹکے میں پھسل کر زمین پر آ گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ بچہ جس پھرتی سے آیا تھا ویسے ہی چلا گیا۔

☆...... اف وہ کربناک منظر...... جب گیارہ سالہ جمیلہ کی نگاہوں کے سامنے اس کی بہن بھائی اور والدین کو بے دردی سے ذبح کیا گیا۔ ان کی چیخیں ابھی تک اس کے کانوں میں گونجتی۔ حملہ آور کافی تعداد میں تھے۔ جمیلہ اس وقت بھوسے میں بیٹھی کھیل رہی تھی۔ انہیں دروازہ توڑ کر اندر آتے دیکھ کر وہیں چھپ کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اپنا کام کیا اور چلے گئے۔ پر وہ رات تک وہیں بیٹھی رہی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا۔ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھی۔ نجانے اسے کیا خیال آیا۔ اپنے پیاروں کی لاشوں کو روندتے ہوئے وہ چل پڑی۔ نجانے کتنے میل کی مسافت طے کر گئی...... چلتے چلتے اس کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ بھوک، تھکان اور پریشانی سے اس کا برا حال تھا۔ وہ سڑک کے کنارے اوندھے منہ گر کر رونے لگی۔ اسی اثناء میں وہاں سے ایک مسلم لیگی خاتون شمیم گزریں تو انہوں نے اسے اٹھا لیا۔ گھر لا کر منہ ہاتھ دھلوایا لیکن اس کی حالت عجیب تھی۔ کھانے کو کچھ نہ مانگتی، دیا جاتا تو بے تحاشا کھا جاتی۔ مسلسل ہنستی چلی جاتی یا مسلسل رونے لگ جاتی۔ اپنے گھر کا پتہ نام کچھ یاد نہیں۔ رفتہ رفتہ کچھ حالت بہتر ہوئی تو شمیم صاحبہ نے ان سے پوچھا۔ تو وہ اونچا بولنے سے بھی ڈرتی۔ اس کا گھر بہت بڑا تھا۔ لہلہاتے کھیت، دودھ دیتی گائیں، بہت سی مرغیاں ایک ایک سب کچھ یاد آ گیا۔ ماضی کی خوشگوار یادیں...... لیکن والدین اور بہن بھائیوں کے قتل کا المناک منظر ان تمام یادوں کو مٹا دیتا اور وہ زار و قطار رونے لگتی۔

☆...... قیام پاکستان کے بعد بے شمار ریل گاڑیاں پاکستان پہنچیں۔ ان میں سے ایک گاڑی سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ ظالموں نے لائن کے ساتھ خون کی ایک موٹی لکیر ان مسلمانوں کے اپنے دین کی خاطر دی گئی قربانیوں کی تحریر رقم کر رہی تھی۔ پاکستان پہنچنے تک سب اپنے رب کے حضور جا چکے تھے۔ لاشوں کے ڈھیر میں رضا کاروں کو رونے کی آواز آئی۔ جلدی جلدی لاشوں کا ڈھیر ہٹایا گیا تو ایک ڈیڑھ سال کا بچہ اپنی مردہ ماں کے سینے سے چپکا رو رہا تھا۔ رو رو کر اس کی آواز بیٹھ گئی تھی۔ سینکڑوں زخمیوں سے بھری اس ٹرین میں سے صرف یہی بچہ زندہ بچا۔

بچوں کی قربانیاں اور یہ جرأت و کردار کی یادیں ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ بھی تو ہماری طرح کے ننھے سے پھول کی طرح بچے تھے۔ ان کی آرزو کتنی اچھی تھی کہ ہمارے ملک میں اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔ چوریاں نہ ہوں، قتل و غارت نہ ہو، امن و سکون ہو...... لیکن! افسوس پاکستان تو بن گیا اور بن کر ٹوٹ بھی گیا لیکن آج 64 سال گزرنے کے بعد بھی ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ان کی قربانیوں کے نتیجے میں ملنے والے ملک سے ہم فائدہ تو اٹھا رہے ہیں لیکن ان کی تمنا ابھی تک ادھوری ہے۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی، مساجد میں بم دھماکے یہ تو کچھ اور ہی داستان سناتے ہیں۔ ان کے خوابوں کا یہ پاکستان تو نہیں۔ اگر آج ہم سب بچے ہیں تو کل بڑے بھی ہوں گے، ان سب کا خون ہم پر فرض ہے۔ آیئے سب مل کر وعدہ کریں کہ ہم پاکستان میں ان کی خواہش کے مطابق دین کا بول بالا کر کے رہیں گے۔ ان شاءاللہ

پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

(بحوالہ: شاہی قباء۔ رائٹر مریم خنساء)

آیئے اپنے آج کا جائزہ لیں!!

☆......کیا آج ہم نے تمام نمازیں مسجد میں ادا کی ہیں؟

☆......کیا آج ہم نے نماز تہجد اور اشراق کا اہتمام کیا ہے؟

☆......کیا آج ہم نے اللہ کی کتاب قرآن مجید کا کچھ حصہ تلاوت کیا ہے؟

☆......کیا آج ہم نے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے؟

☆......کیا آج ہم نے صبح وشام کے اذکار اور باقی اوقات کے مسنون اذکار کیے ہیں؟

☆......کیا آج ہم نے بری عادات' غیبت' جھوٹ سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

☆......کیا آج ہم نے اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں میں سے کسی کو دین کی دعوت دی ہے؟

اخت ابوطلحہ، کنگن پور

چھوٹی سی بات

جمعۃ المبارک کا دن ہے' جمعہ کہ جو مسلمانوں کے لیے عید کا درجہ رکھتا ہے۔ بچے بڑے سب مسجد کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ خطبہ کے بعد نماز شروع ہوتی ہے تو گلی میں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ سب مسجد میں اپنے رب کے حضور عاجزی و انکساری کے ساتھ کھڑے ہیں۔

میں نے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ اچانک میری نظر چند بچوں پر پڑی جو مسجد کے سامنے کھیل رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ ان کا حلیہ دیکھ کر لگتا تھا کہ انہیں گھر سے نماز پڑھنے کے لیے بھیجا گیا ہے مگر وہ کھیلنے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف وہ اپنے گھر والوں کو دھوکہ دے کر خوش بھی ہوں گے مگر انہیں کیا معلوم یہ کس قدر مبارک دن اور مبارک گھڑیاں ہیں۔

پیارے بچو! کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر آپ اس طرح کرتے ہیں تو نقصان آپ کا ہی ہوتا ہے۔ ایسے بچوں کو نماز نہ پڑھنے اور ہر وقت کھیلنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ ایسے بچے لوگوں کی نظروں میں بھی ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور اللہ بھی انہیں پسند نہیں کرتا۔ جبکہ جو بچے باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں' اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے اور لوگ بھی۔ وہ اپنی اچھی عادتوں کی وجہ سے سب کو پیارے ہوتے ہیں۔

تو آیئے! وعدہ کریں کہ آپ کبھی نماز نہیں چھوڑیں گے' اپنی نماز کا وقت کھیلنے میں ضائع نہیں کریں گے۔ نہ صرف خود عمل کریں گے بلکہ دوسرے بچوں کو بھی دعوت دیں گے۔

اقراء ریاض۔ ڈلوال

ننھا مجاہد

جب ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان میں حق وباطل اور اسلام اور کفر کے پہلے معرکہ یعنی بدر کے لیے نکلنے کی تیاری ہوئی تو جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے کمسن بھائی عمیر بن ابی وقاص ؓ کو سرورِ کونین جناب محمد ﷺ نے واپس کرنا چاہا کہ یہ کمسن لڑکا دشمن سے کب مقابلہ کرے گا؟ لیکن حضرت عمیر ؓ رو پڑے' ان کا جذبہ اور تڑپ دیکھ کر آپ ﷺ نے انہیں بھی ساتھ چلنے کی اجازت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے گلے میں تلوار لٹکائی۔ (مستدرک حاکم)

علم

1- علم ایک روشن چراغ ہے جو اندھیرے میں روشنی کی راہ دکھاتا ہے۔

2- علم ایک ایسا خزانہ ہے جسے صرف اہلِ علم کی مجلسوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

3- علم ایک ایسا سمندر ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

4- علم ایک ایسی دولت ہے جس میں جتنا بھی اضافہ کیا جائے کم ہے۔

5- علم ایک مددگار ساتھی ہے جو دنیا و آخرت میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

6- علم اور کردار دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کا رتبہ بلند کرتی ہیں۔

ملک محمد لقمان۔ چک نمبر 153/GB ٹوبہ

جن جیسا کوئی نہیں!

زم زم جیسا کوئی پانی نہیں
قرآن پاک جیسی کوئی کتاب نہیں
نماز جیسی کوئی عبادت نہیں
حضرت محمد ﷺ جیسا کوئی رسول نہیں
حج جیسی کوئی زیارت نہیں
اسلام جیسا کوئی مذہب نہیں
مکہ مدینہ جیسا کوئی شہر نہیں
کلمے جیسی کوئی دولت نہیں
جمعہ جیسا کوئی دن نہیں
رمضان جیسا کوئی مہینہ نہیں
اور
روضۃ الاطفال جیسا کوئی رسالہ نہیں

اخت مزمل ثناء اللہ۔ میاں چنوں

مجلس کے آداب

❁......مجلس میں آنے والے کو چاہیے کہ وہ پہلے تمام افراد کو سلام کرے۔

❁......مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے۔ دوسروں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

❁......حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک کو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتا۔

❁......مجلس میں کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ اپنی مجلسوں میں گنجائش پیدا کرو۔

❁......دو آدمی بیٹھے ہوں تو انہیں الگ کر کے درمیان میں نہ بیٹھا جائے۔

❁......مجلس میں پاؤں پھیلا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔

❁......مجلس میں رازداری کی باتوں کو امانت سمجھتے ہوئے انہیں ہر جگہ بیان کرنے سے بچنا چاہیے۔

❁......مجلس میں ایسی چیز کھا کر نہ جائیں جس سے منہ میں بدبو آئے اور دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔

❁......مجلس میں جو شخص مخاطب ہو اس کی بات کو غور سے سننا چاہیے۔ اگر بولنے کی ضرورت پیش آئے تو مختصر اور واضح الفاظ میں بولنا چاہیے۔

❁......مجلس میں تھوکنا نہیں چاہیے۔ اگر چھینک یا جمائی آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ الٹا کر کے رکھنا چاہیے۔

❁......مجلس میں ایک دوسرے کے مشورے سے بہتر حل نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

❁......مجلس میں چغلی' غیبت اور بدزبانی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

❁......جب مجلس سے فارغ ہوں تو گناہوں کے کفارہ کی دعا پڑھنا چاہیے۔ جو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے۔

مجلس کا کفارہ

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

قاریہ خنساء' قاریہ ایمن۔ چکوال

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

127 14 ستمبر 2012ء، 26 شوال 1433ھ

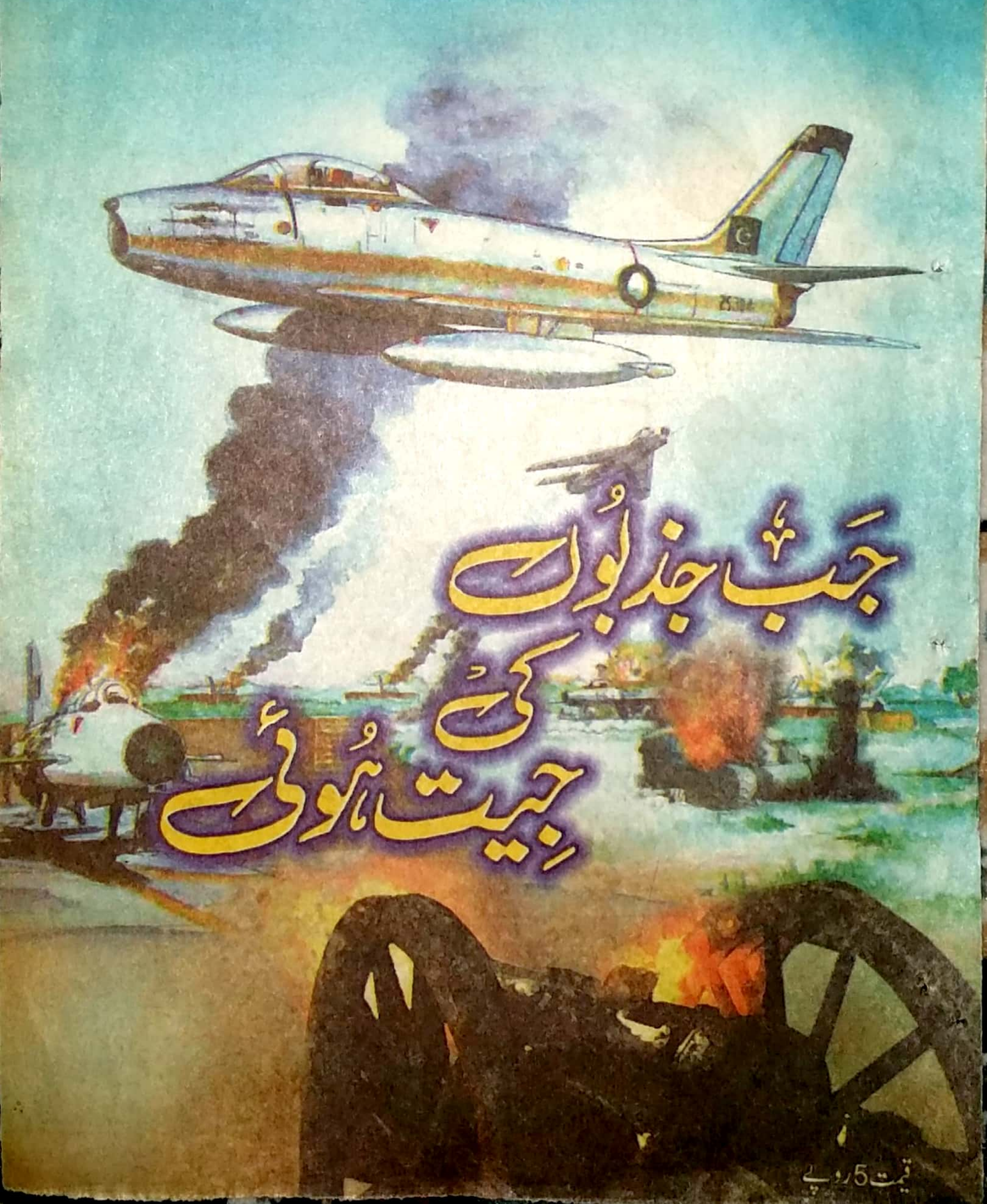

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے، سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

(البقرہ: 148)

(خدیجہ شاہین 461گ ب)

حدیثِ نبوی ﷺ

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد والے دن' ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا' یہ بتلایئے! اگر میں کافروں کے ہاتھوں مارا جاؤں (شہید ہو جاؤں) تو میں کہاں جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں'' پس اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں' پھر (نہایت بے جگری سے) لڑا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔''

(بخاری و مسلم)

(شعیب امتیاز۔ فیضان خالد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی پیارے بچو!

کیا حال چال ہیں؟ حال چال تو ٹھیک ہی ہوں گے لیکن غصے سے بھرپور ہوں گے۔ ہے ناں!

......جی ہمیں پتہ ہے' ایک ماہ کے بعد روضۃ الاطفال مل رہا ہے لیکن کیا کریں عید کی چھٹیاں تھیں نا بس اس لئے آپ سب نے عید منائی ہے تو ہمیں بھی تو منانی تھی لیکن پھر بھی معذرت۔ امید ہے آپ بڑی شدت سے اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

عید کے بعد سکول کھل چکے ہیں' پھر سے وہی پڑھائی کا سلسلہ' وہی روز صبح سکول جانا اور وہی بہانے...... مطلب سکول نہ جانے کی کوشش۔ لیکن سکول تو اب آپ کو جانا ہی پڑے گا کیونکہ امت مسلمہ کو ایسے افراد کی شدید ترین ضرورت ہے جو اس دنیا کا علم جانتے ہوئے اسلام کی خدمت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ یعنی ایسے افراد جو دین و دنیا دونوں کے علوم جانتے ہوں۔

آپ ان شاء اللہ اسلام کے مجاہد اور خادم ہیں اور اگر آپ اس نیت کے ساتھ سکول جائیں گے کہ حاصل ہونے والے علم کو اسلام کے دفاع اور خدمت کے لئے استعمال کریں گے تو آپ کا سکول جانا اور علم حاصل کرنا بھی ان شاء اللہ باعث اجر و ثواب ہے۔ اب زور و شور کے ساتھ پڑھائی کرنی ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر سکیں اور دین اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو

آمین

والسلام

کپڑے پہننے کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ (ابوداؤد، سنن ترمذی)

تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا' اور اس نے مجھے (یہ کپڑا) میری کسی طاقت اور قوت کے بغیر عطا فرمایا۔

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

اسلام کی خاطر......!!!

ننھے ساتھیو! وہ رنگت کے انتہائی کالے تھے......اور ستم بالائے ستم غلام بھی......عرب میں تقریباً نصف آبادی غلام تھی......! جب رحمتِ دوعالم ﷺ کی توحید و رسالت کی صدا کانوں سے ٹکرائی تو اسلام لے آئے......اسلام کا لے آنا تھا کہ ظلم و جور کا ناقابل برداشت دور شروع ہو گیا......! آپ کا آقا امیہ آپ پر ظلم کے پہاڑ توڑنے لگا......! مکہ کی تپتی ریت پر لٹاتا...... سینے پر بھاری پتھر رکھتا......کبھی دہکتے کوئلوں پر لٹا کر اوپر سے ڈنڈے برساتا اور کہتا......انکار کر دو......رب واحد اور محمد رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آنے سے......! جان چھوٹ جائے گی......آقا بار بار حکم سناتا......!

لیکن غلام کی صدا بھی ایک ہی تھی' احد......احد......ایک ہے......ایک ہے......کوئی نہیں معبود مگر اللہ......نہیں کوئی الٰہ مگر اللہ...... آقا کا طیش و غضب پھر آنکھوں میں جھلکنے لگتا......کرتے ہو انکار یا نہیں......؟ ستم کا نیا انداز شروع ہو جاتا مگر یہ اسلام کی محبت بھی عجیب ہے جسے نصیب ہو جائے پھر چھوٹتی نہیں......!

غلام دل ہی دل میں ارادہ باندھتا کہ مر تو جاؤں گا...... مکہ کی اس تپتی ریت اور جھلسا دینے والی لو میں تڑپ کر جان دے دینا تو گوارہ ہے مگر آقائے نامدار ﷺ سے غداری ممکن نہیں...... یہ سلسلہ جاری رہا......! محبوب پیغمبر محمد ﷺ کے جانثار اور دنیا و آخرت کے رفیقِ خاص سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا وہاں سے گزر ہوتا......ظلم و درد کی یہ داستان دیکھتے تو بے قابو ہو کر تڑپ جاتے......! ایک دن نبی محترم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی' یارسول اللہ! آپ ﷺ کی غلامی کا اقرار کرنے والے اس حبشی صحابی پر اہل مکہ نے ظلم کی حد کر رکھی ہے' کیا کیا جائے؟۔ میرے نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے...... فرمایا: ابوبکر ؓ! ہو سکے تو بلال ؓ کو خرید لیا جائے......ابوبکر کی جان میں جان آ گئی' ٹھیک ہے یارسول اللہ ﷺ میں بلال کو خرید لاتا ہوں......بلال ؓ کے آقا کے پاس پہنچ کر غلام کا بھاؤ تاؤ طے کیا......اپنے ایک طاقتور' صحت مند غلام کے عوض بلال ؓ کو خرید لیا۔ امیہ خوش تھا کہ ایک سڑیل و ناکارہ شخص ابوبکر ؓ کے حوالے کر کے توانا شخص کا مالک بن گیا ہوں......!

لیکن اُسے اس سیاہ رنگت والے......روشن دل والے بلال ؓ کی قدر و قیمت کی کیا خبر؟۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ جب حضرت بلال ؓ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو میرے نبی ﷺ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ نبی کریم ﷺ نے اٹھ کر دونوں بازو کھول دیئے! اور بلال ؓ سے کہا اے میرے پیارے بلال! میرے سینے سے چمٹ جا......! حضرت بلال ؓ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور دوڑ کر پیارے نبی ﷺ کے سینہ مبارک سے چمٹ گئے...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلال مجھے خبر ہے کہ مکہ والوں نے تیری ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس کا اجر تجھے تیرا رب دے گا......!

بلال ؓ گویا ہوئے...... نبی ﷺ جی! اگو کہ دکھ ناقابل برداشت تھے......جسم چھلنی اور ذہن ماؤف تھا مگر آپ کے سینہ مبارک کی ٹھنڈک نے یہ سب خاک کر دیا......

میرے نبی ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

وقت گزر گیا...... مکہ فتح ہو گیا...... نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کی دہلیز پر کھڑے ہو کر پکارا۔ اَیْنَ بِلَالُ؟ بلال کہاں ہے؟ بلال ؓ کہتے ہیں کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی' میں دوڑ کر خدمت اقدس میں پہنچا...... تو پیارے نبی ﷺ نے حکم دیا بلال بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر رب کی توحید کا ترانہ بلند کر......! حضرت بلال دوڑ کر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور صدا دی ''اللہ اکبر......سب سے بڑا اللہ ہے...... اور پھر انہیں وہ ٹیلے نظر آئے جہاں انہیں تپتی ریت پر لٹا کر گھسیٹا جاتا تھا...... وہ بازار اور گلیاں نظر آئیں جہاں ننگے بدن مارا جاتا تھا لیکن آج یہ سب ہیچ نظر آ رہا تھا اور اسلام کی عظمت اور شان بہت بلند معلوم ہو رہی تھی......ظالم کا چند دنوں کا ظلم بلال ؓ کو دنیا و آخرت کی کامرانیوں کا مژدہ سنا چکا تھا......رضی اللہ عنہ و رضو عنہ......!

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر خوب قائم رہے' ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی''۔ (حم السجدۃ' آیت 31-30)

بلال ؓ کا رنگ کالا سہی......! مگر جس اسلام کیلئے اُس نے سب کچھ برداشت کیا تھا وہ تو گورے اور کالے کی تمیز مٹا کر تقویٰ کو معیار بناتا ہے...... ساتھیو! روشن دل والے یہ اس صحابی رسول ﷺ کو اسلام کے پہلے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ کی رحمتیں ہوں اُن پر...... اللہ سبحان و تعالیٰ ہمیں بھی ایسی استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

(جویریہ بتول۔ چکوال)

اللہ سبحان و تعالیٰ سے ملاقات کا شوق

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے جب یہ فرمان سنا تو کہنے لگے کیا اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے سے مراد موت ہے؟ موت کو تو ہر شخص ہی ناپسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے میرے صحابہ بات ویسے نہیں جیسے تم سمجھ رہے ہو بلکہ مومن کو جب اللہ کی رضا' رحمت' جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اُس کا دل اِس محبت میں آ کر اللہ کی ملاقات کیلئے تڑپتا ہے تو پھر اللہ بھی اپنے اس بندے سے ملاقات پسند فرمانے لگتا ہے اور اس کے برعکس بدعمل' منکر گناہ گار شخص کو جب عذاب الٰہی کی وعید سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے۔ اللہ بھی اس سے نفرت کرنے لگتا ہے''۔

یہ تو صحابہ کرام کی سوچ تھی لیکن آج ہم اور ہماری سوچیں؟ لوگو! آج دنیا میں جس قدر زیادہ اپنے اللہ سے پیار اور محبت کرو گے وہ اس سے بڑھ کر تمہیں پیار کرے گا اور تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ لیکن اے انسان صد افسوس تجھ پر! کہ وہ عظیم شہنشاہ رب العالمین ہونے کے باوجود تیرا خیال کرے' تیری ضرورتوں کو پورا کرے' قدم قدم پر تجھ پر رحم فرمائے مگر تو کمزور سا انسان ہو کر بھی اس کا حیا نہ کرے۔ اس کا ادب نہ کرے' اس کی نافرمانیوں میں آگے بڑھتا جائے' اسے غضبناک کرنے والے اعمال کی دلدل میں تو پھنستا چلا جائے۔ اس کی ناراضگی کے کام کرتا جائے' اسے منانا تو درکنار اس سے نفرت کرنے لگے۔ اسے کنارہ کشی اختیار کر کے غیروں کے در پر جھک جائے۔ غیروں کے سہاروں کو تلاش کرے۔ دنیا والوں سے تو تیری محبتیں بڑھ جائیں اور اللہ کریم کی محبت کا خیال تک تیرے دل میں نہ آئے۔

پیارے بچو! کیا خیال ہے اللہ سے ملاقات کو پسند کر کے اس کا محبوب بننا ہے یا نہیں۔ اگر بننا ہے تو آج سے ہی اس اللہ کے قرآن' اسکے نبی ﷺ کے فرمان پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اللہ کی اس عظیم خوشخبری میں شامل ہو جاؤ' رضی اللہ عنھم و رضو عنہ۔

(حبیب اللہ' میلسی)

کچھ باتیں وادی کی

ریچھ سے نجات

وہ بھی اپنے آپ کو جنگل کا بادشاہ سمجھنے لگا' جو بھی اسے دیکھتا خوف کے مارے سہم جاتا۔ لوگ اسے جنگل میں چلتا دیکھ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیتے تھے۔ لوگوں کی مجبوری ہوا کرتی تھی کہ جنگل میں جانا کیونکہ جنگل میں ہی سب کچھ ملتا تھا۔ ان لوگوں کو جو جنگل کے قریب اپنا بسیرا کیے ہوئے تھے' گاؤں کی عورتیں اکٹھی ہو کر صبح کے وقت جنگل کی طرف روانہ ہو جاتیں۔ جنگل سے انہوں نے سبزی اور لکڑیاں لانا ہوتی تھیں۔ اگر گاؤں کی عورتیں لکڑیاں لے کر نہ آتیں تو ان کا گھر نہیں چلتا تھا۔ گاؤں کی عورتیں اکثر اوقات جنگل میں داخل ہونے سے گھبرایا کرتی تھیں۔ گاؤں کے اکثر لوگ ہم سے شکایت کرتے تھے کہ ریچھ ہم سب کو بہت پریشان کرتا ہے' اس کا کوئی حل تلاش کرو۔ اسکو گولی مار دو یا پھر کھانے میں زہر ملا کر اسے ہلاک کر دو۔

گاؤں کے لوگوں کی باتیں ہمیں بہت عجیب سی لگتی تھیں کیونکہ ہمارا مقابلہ کسی بڑے دشمن سے تھا' ہم ریچھ سے مقابلہ کرنے نہیں آئے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس ریچھ نے ہمیں بھی پریشان کرنا شروع کر دیا۔ دشمن کے ساتھ ایک معرکے میں مال غنیمت ہاتھ لگ گیا۔ بھائی بڑے خوش تھے کہ کافی عرصہ کے بعد دشمن کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ لگی۔ ایک بھائی نے سارا سامان زمین کھود کر نیچے دفن کر دیا تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہاں پر کوئی چیز ہے۔

بارشوں کا موسم شروع ہوا' بارشوں کی وجہ سے جنگل میں گھاس کافی زیادہ ہو جاتا تھا۔ اس گھاس کی وجہ سے پہاڑوں کے اندر خوبصورتی آ جایا کرتی تھی اور اکثر اوقات گھاس کے اگ جانے کی وجہ سے راستوں کا پتہ نہ چلتا کہ فلاں راستہ کدھر جاتا ہے۔ جس جگہ بھائیوں نے دشمن کا سامان چھپایا تھا اس جگہ گھاس اگ جانے کی وجہ سے وہ جگہ ہمیں بھول گئی۔ کافی عرصہ گزر گیا وہ سامان نہ ملا مگر ایک دن بھائی کسی سفر پر روانہ ہونے لگے تو راستہ میں انکو ریچھ کے پاؤں کے نشان نظر آئے۔ تھوڑا آگے جا کر دیکھا تو پہاڑ کھودا ہوا پایا اور جو سامان عرصہ دراز سے نہیں مل رہا تھا وہ ایک جگہ پر بکھرا پڑا ہے۔ یہ ریچھ کا کمال تھا جو اس نے زمین کے اندر سے سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ بھائی پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ہم نے گاؤں کے لوگوں سے پوچھا کہ ریچھ سامان کیوں نکالتا ہے تو گاؤں والے کہنے لگے کہ ریچھ کے سونگھنے کی حس بڑی تیز ہوتی ہے۔ وہ زمین کے اندر چھپی ہوئی چیز کو سونگھ کر باہر نکال دیتا ہے۔ وہی بات ہوئی کسی اور طرف کے جنگل میں ہمارا کھانے کا ذخیرہ تھا تو ریچھ نے سارا باہر نکال کر ضائع کر دیا' کچھ کھا گیا اور کچھ ساتھ لے گیا۔

ہم میں سے ایک پرانا ساتھی تھا جو جنگل کے ماحول اور جانوروں کی چالاکیوں سے کافی واقف تھا' وہ کہنے لگا کہ راشن لے کر آؤ' میں اچھی طرح

پیک کر کے چھپاتا ہوں' ریچھ کی جرات نہیں ہوگی کہ ہمارا راشن ضائع کرے۔ گاؤں سے 50kg کی کین منگوا کر اس میں چاول بھرے اور زمین کھود کر لکڑی کا ایک بکس بنوا کر اس کے اندر چاول کی کین رکھ کے اچھی طرح بند کر کے کافی نیچے گہرائی میں رکھ کر اچھی طرح پتھر اور مٹی ڈال کر بند

کر دیا تا کہ ریچھ کے سونگھنے کی حس سے بھی دور رہے اور ہمارا راشن محفوظ ہو جائے' کیونکہ ہم جنگلوں میں اکثر سفر پر ہوتے جب بھی کبھی اس علاقے میں آتے تو چھپایا گیا راشن نکال کر کھا کر اگلے سفر پر روانہ ہو جاتے۔ لکڑی کے بکس کو چھپائے دو ہفتے گزر گئے۔

بارشوں کی وجہ سے اس کے اوپر گھاس اگ آئی۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں کوئی چیز چھپائی گئی ہے۔ مگر ایک دن وہاں سے ریچھ کا گزر ہوا۔ اس نے اپنے سونگھنے کی حس استعمال کی اور اپنے پنجوں سے کھدائی کر کے زمین کے اندر سے لکڑی کا بکس نکال کر اسے اندر پڑی ہوئی 50 کلو کی کین اٹھا کر بڑی تیزی سے جنگل کی طرف چلا گیا۔ پھر ہم اس جگہ جتنی دیر بھی رہے اس ریچھ نے ہمارا سامان جمع نہیں ہونے دیا۔ جو بھائی بھی کوئی چیز چھپاتا اگلے دن اسکو باہر پڑی ہوئی نظر آتی۔ اگر وہ کھانے والی ہوتی تو ریچھ کھا جاتا' اگر ریچھ کے استعمال کی نہ ہوتی تو اسکو باہر پھینک دیتا۔

سردیوں کا آغاز ہونے والا تھا۔ ہمارے ایک بھائی نے ایک بڑی رقم زمین میں کھدائی کر کے چھپا دی تا کہ مشکل وقت میں اسکو نکال کر استعمال کر لیں گے مگر اگلے ہی دن ساری رقم ریچھ کے ہتھے چڑھ گئے وہ ان کو مزے لے لے کر چباتا اور پنجوں سے پھاڑتا ہوا چلتا بنا۔ اس طرح ساری رقم ریچھ نے ضائع کر دی۔

اس ریچھ کی وجہ سے ہماری پریشانی بڑھنے لگی کیونکہ موسم سرما کے آغاز کے ساتھ بڑی مقدار میں راشن وغیرہ جنگلوں میں چھپانا ہوتا تھا۔ اگر راشن جمع نہیں کرتے تو برفوں میں خوراک کا بندوبست کیسے کرتے۔ ایک طرف ریچھ کے سامان ضائع کرنے کا ڈر اور دوسری طرف برفوں کے پڑ جانے کا ڈر تھا۔ یہ دو باتیں بھائیوں کو پریشانی میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے اللہ سے مدد طلب کرنے کا پروگرام بنایا۔ خلوص دل سے ریچھ کے وہاں سے چلے جانے کی دعائیں ہونے لگیں۔ پھر یوں ہوا کہ برف کے آغاز سے پہلے ہی وہ ریچھ ہمارے علاقوں سے غائب ہو گیا۔

اس ریچھ کا چلا جانا اور ہمارا سامان اکٹھا کر کے جمع کر لینا یہ اللہ کریم کی بہت بڑی مدد تھی۔ اگر ریچھ وہاں ل رہتا تو ہمارا اس علاقے میں برف کا موسم گزارنا بہت مشکل ہو جاتا۔ یہ سب کچھ اللہ کی مدد تھی جو اپنے بندے کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ بندہ اس طریقے سے مانگ نہیں سکتا' اللہ کریم جس طریقے سے اسے رزق عطا کر دیتے ہیں۔ ہم سب کو جہاد اور مجاہدین سب کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین ۔

(جاوید اقبال)

بچپن اُن شہیدوں کا

عبدالرحمٰن جانباز شہیدؒ (ان شاءاللہ)

(اسد عباس۔ فیصل آباد)

کتنے عظیم اور قابل رشک ہیں وہ نوجوان جو اس جہان عارضی میں' کارزار حیات میں ہم سے جدا ہو کر راہ وفا کے مسافر بن گئے اور شہادتوں کا حسین لباس اوڑھ کر جنت نشین ہو گئے ہیں۔ ان کا دنیا فانی میں رہتے ہوئے' زندگانی کی ہر آسائش کو ٹھکرانا اور پھر شہادت کی امنگ میں میدانوں کا رخ کرنا اور دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے' سینوں پر تمغۂ شہادت سجائے ہوئے رب کائنات کی ابدی جنتوں کا مکین بن جانا یقیناً یہ مرتبہ ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو محبوب الٰہی ہوتے ہیں جو ولی اللہ ہوتے ہیں' مجاہد فی سبیل اللہ ہوتے ہیں۔ اب شہداء کے ان گنت قافلے اپنی منزل کو پا گئے اور کچھ ابھی منتظر ہیں۔ ان شہداء کی قربانیاں امت مسلمہ کے لئے مینار نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ گلستان شہداء کے بے شمار مہکتے پھول اسلام کی عظمت و رفعت کے لئے اپنی جانوں کو جنت کے عوض پیش کر چکے ہیں۔

عصر حاضر میں بھی ایسے قابل رشک نوجوان موجود ہیں جو تعمیر امت اپنے لہو سے کر رہے ہیں۔ ان نوجوانوں کا مقصدِ حیات اسلام سے شروع ہوتا اور اسلام پر ہی ختم ہوتا ہے۔

کاروانِ شہداء کا ایک معصوم شہید ابو حنظلہ عبدالرحمٰن جانباز شہید آج اپنا لہو اسلام کی عظمت و عصمت پہ پیش کر کے شہادت سے سرفراز ہو چکا ہے۔

عالم اسلام کے عظیم عالم دین الشیخ عبدالغفار مدنی حفظہ تعالیٰ کا یہ بھانجا بچپن ہی سے نماز باجماعت کا پابند تھا۔ روشن اور خوف الٰہی میں ڈوبی ہوئی صورت' عقابی نگاہ' متناسب جسم' پرکشش وجاہت' پاکیزہ اطوار' بلند اخلاق' اعلیٰ کردار...... یہ عبدالرحمٰن کی شخصیت کا ایک تعارف ہے جس کی ارض پاکستان سے لیکر بانڈی پورہ کے گھنے جنگلوں تک کی سترہ سالہ زندگی لمحہ بہ لمحہ ایمان افروز واقعات سے عبارت ہے۔ جب تک زندہ رہا تو اپنے کردار اور عمل سے جہاد اور شہادت کے جذبہ کو عام کرتا رہا اور جب منزل شہادت سے ہمکنار ہوا تو اس وقت بھی ہزاروں دلوں میں شہادت کی آرزو عام کر گیا۔

باوضو ہو کر ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ والدین کی نیک طبیعت اور تربیت سے گہرا اثر قبول کیا۔ اپنے چچا ابو ساریہ شہباز احمد شہید کی یادیں ذہن پر چھائی رہتیں۔ شروع سے ہی جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ بچپن میں ٹریکٹر پر سواری کر رہا تھے کہ اچانک بل کھاتے اور اونچے نیچے رستوں پر ٹریکٹر الٹ گیا تو بھائی عبدالرحمٰن نیچے آ پڑے لیکن اللہ رب العزت نے مستقبل میں ان سے اپنے دین کا کام لینا تھا' اس لئے انہیں محفوظ رکھا اور پہلے سے بڑھ کر صحت و تندرستی عطا کی۔

میٹرک کے بعد ٹیکنالوجی کالج میں الیکٹریکل انجینئرنگ میں داخلہ لیا' اسی دوران جہادی مشقیں دل جمعی سے مکمل کیں اور علاقہ بھر میں دعوت الی اللہ کے تقاضوں کو ادا کیا۔ کالج میں طلباء کو نماز کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے اور پھر وقت نماز پر طلباء کو ساتھ لے کر نماز باجماعت ادا کرتے۔

سردونوں میں دن بھر دعوت و جہاد کا کام کرتے اور پھر رات کے اندھیرے میں اپنے رب کو راضی کرتے۔ جب طلباء کی مرکز میں کوئی میٹنگ ہوتی تو اساتذہ سے گھر فون کرواتے اور گھر سے اجازت کی بناء پر اساتذہ سے چھٹی لیتے اور ہر مجلس میں شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ ایک دوست سے نمازوں کے تسلسل کے متعلق سوال کیا تو اس نے سستی اور غفلت دکھائی۔ اچانک عبدالرحمٰن بھائی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا' کچھ لمحوں بعد کہنے لگے پہلے اولاد والدین کو نماز کیلئے بیدار کرتی تھی آج والدین اولاد کو نماز کیلئے بیدار کرتے ہیں لیکن پھر بھی......!

ہر وقت اسلام کے متعلق سوچتے' دل میں عشق اسلام کا جذبہ اتنا موجزن تھا کہ اکثر یورپ کے مقابلے میں اسلام کے تہذیبی و تمدنی ورثے کی فکر کرتے۔ ایک مرتبہ ایک دوست نے داڑھی کٹوائی تو سختی سے کہنے لگے ہم وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا پر اسلام کو غالب کرنا تھا۔ یورپ کے کلیساؤں میں اسلام کا پرچم لہرانا تھا' لیکن آج یورپ کی اس فکری جنگ میں ہم پیچھے تو نہیں رہ گئے۔

طلباء نظم میں ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ عمومی نظم میں بھی کامیاب کام کیا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ طلباء نظم کا کام انتہائی مشکل اور تھکا دینے والا ہے لیکن عبدالرحمٰن بھائی نے دونوں ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا۔ ایک دن اداس مزاج تھا' ان کے ہر لفظ میں درد پنہاں تھا' پوچھنے پر کہنے لگے آج میرا ایک پیارا دوست ابو عبدالرحمٰن عماد الدین ہم سے جدا ہو کر سوئے مقتل روانہ ہو چکا ہے۔ میں نے اور ابو عبدالرحمٰن عماد الدین نے اکٹھے جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بازی لے گیا اور پھر 6 مئی 2010ء (یوم شہادت ابو عبدالرحمٰن عماد الدین) سے 14 اگست 2010ء کا عرصہ آخر کتنا بنتا ہے' یہی کوئی اسی دن' جب دنیا کے دو دوست رب کی جنت میں اکٹھے ہو گئے۔

ایک دن بڑا خوش تھے' ان کا مسکراتا چہرا بڑا ہی خوبصورت تھا' کہنے لگے' آج والد صاحب نے جہاد پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ ان شاءاللہ اب جلد ہی رب کی جنت کا مہمان بن جاؤں گا۔ تمام رشتہ داروں سے الوداعی ملاقات کے بعد اک دن اچانک نماز مغرب کے بعد گھر میں روانگی کا اعلان کر دیا اور پھر پلٹ کر گھر کا دروازہ نہ دیکھا۔

14 اگست 2010ء جب پاکستان سمیت دنیا بھر میں مسلمان ماہ رمضان گزار رہے تھے۔ سحری و افطاری کی لذتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو اس وقت عبدالرحمٰن روزے کی حالت میں دشمنان اسلام سے برسرِ پیکار تھے۔ اچانک دشمنوں کی شدید فائرنگ سے وہ شہید ہو گئے۔

اس شام آسمان پر پھیلنے والی سرخی میں شہداء اسلام کے لہو کا رنگ بھی شامل تھا جو اس بات کا گواہ تھا کہ انشاءاللہ اب جلد ہی افق کشمیر پر خورشید آزادی طلوع ہوگا اور طوق غلامی ٹوٹے گا۔ لیکن اس کے لئے ہمیں شہداء کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ ان شاءاللہ

گلدستۂ روضہ

اچھا طالب علم

۱۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں راستہ طے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمائے گا۔ (مسلم۔ ابوہریرہ)

۲۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم دین حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے نکلے تو جب تک وہ گھر واپس نہ ہوگا اس کا یہ زمانہ اللہ کے راستے میں شمار کیا جائیگا۔ (ترمذی، ابوانس)

۳۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے وہ علم جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، دنیا کے فائدے کے لئے سیکھا تو قیامت کے دن وہ شخص جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

۴۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے علم اس لئے حاصل کیا وہ اس کے ذریعے علماء سے مناظرہ کرے، یا سبک سروں سے جھگڑے یا عوام کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ اسکو آگ میں داخل کرے گا۔ (ترمذی)

(عبدالحفیظ۔ چنیوٹ)

افضل شہداء

حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے افضل شہداء وہ ہوتے ہیں جو (دشمن کے مقابلے میں) صف میں کھڑے ڈٹ کر لڑتے ہیں۔ (چہروں کو) پیچھے توجہ ہی نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ شہید ہوجاتے ہیں۔ یہ جنت کے بالاخانوں میں دادِ عیش دے رہے ہوتے ہیں۔ تیرا رب ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتا ہے۔ تیرا رب جب کسی قوم کی طرف دیکھ کر مسکرا دے تو ان کا حساب و کتاب نہیں ہوتا۔

(اُخت ابتسام ساجد جنجوعہ نوکھر)

جنت کا محل

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک محل لے کر دینے کا ذمہ دار ہوں جو جنت کی ایک طرف ہوگا اور یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔ جنت کے درمیان میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں جو اس شخص کے لئے ہوگا جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ یہ جھوٹ مذاق ہی میں کیوں نہ ہو۔ جنت کے اعلیٰ مقام میں ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اور یہ اس شخص کیلئے ہوگا جس نے اخلاق خوبصورت بنالیا۔ (بحوالہ۔ ابوداؤد، کتاب الادب)

(محمد طارق محمود فورٹ عباس)

کس طرح علم اٹھالیا جائے گا؟

سیدنا عبداللہ ؓ بن عمرو بن عاص ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے قریب "اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھاتا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر اٹھاتا ہے، یہاں تک کہ کوئی علم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار (مفتی و پیشوا) بنالیں گے اور ان سے دینی مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری۔ 127/86)

(عثمان ماجد، چک جھمرہ)

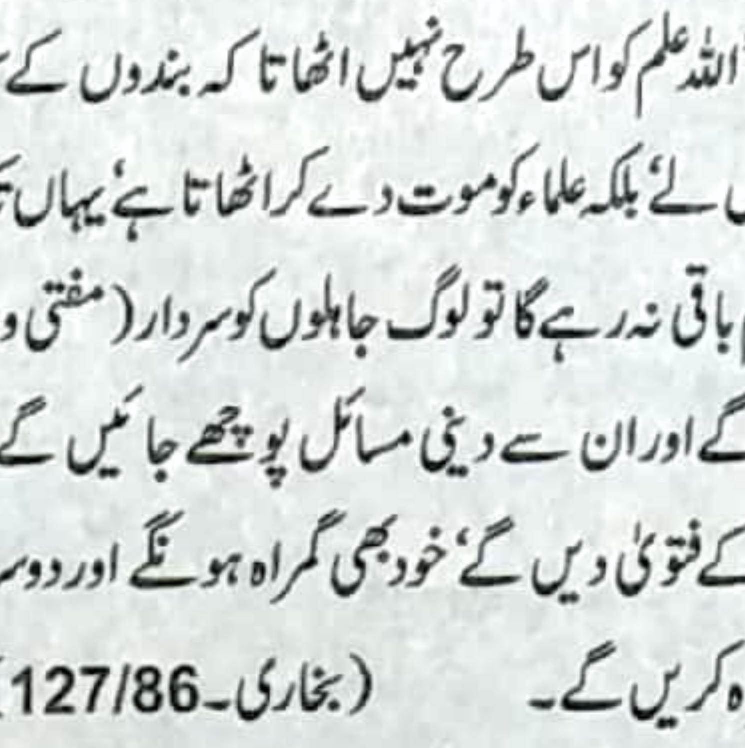

روزانہ فون ڈائل کریں

فون	فجر	ظہر	عصر	مغرب	عشاء
	2	4	4	3	4
کوڈ	اطاعت رسول ﷺ				

بھائیوں اور بہنوں سے گزارش ہے کہ روزانہ پابندی وقت سے فون نمبر ڈائل کریں اور آخرت کے بل سے بچیں۔

ایمرجنسی کی صورت میں ڈائریکٹ نمبر 8 تہجد کے ذریعے رابطہ کریں اور اپنی پریشانیاں حل کروائیں۔ جزاکم اللہ خیر

نوٹ۔ دو آنسوؤں کا ٹوکن ڈالنا نہ بھولیں۔

ہدایات۔ سنت مؤکدہ اور نوافل سے رابطہ مزید بڑھایا جاسکتا ہے۔

(ابوعلی، عمر ابوذر، حماد، یوسف، جواد، حافظ ولید، ادریس)

پسندیدہ شعر

یہ فیصلے کے موڑ تک قدم رکنے نہ پائیں گے
کٹیں یا پھر بلند ہوں یہ سر جھکنے نہ پائیں گے

(آمنہ الرقیب۔ سادو گورائیہ)

☆☆☆☆☆

اپنے لہو سے شجر اسلام کی آبیاری کرنے والو
اللہ تمہیں استقلال دے صبر و ہمت دے
قرآن کے حکم پر اپنی گردنیں کٹانے والو!
مولا کریم تمہیں فتح دے، نصرت دے

(عمیر آثم۔ لاہور)

☆☆☆☆☆

کشمیر کا چمن جو مجھے دل پذیر ہے
اس باغ جاں فزا کا یہ بلبل اسیر ہے
ورثے میں ہم کو آئی ہے آدم کی جائیداد
جو ہے وطن ہمارا وہ جنت نظیر ہے

(ہما خالد، دانیال خالد کوٹ چھٹہ)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ

ابوبکر ؓ، پیارے نبی ﷺ کے رفیق
وفا اور محبت تھا جن کا طریق
صداقت میں جن کی نہیں ہے مثال
ہے ایثار میں جن کا ثانی محال
ہمارے پیغمبر ﷺ کے تھے جاں نثار
صحابہ ؓ میں مشہور تھے "یار غار"
شہِ دو جہاں ﷺ جب پیغمبر ﷺ بنے
ابوبکر ؓ پہلے مسلماں ہوئے
نبی ﷺ نے بنایا تھا ان کو امام
بہت اُن کا کرتا ہوں میں احترام

(محمد حمزہ بن عبداللہ)

خوبصورتی کے بہترین راز

☆ ہاتھوں کی خوبصورتی کیلئے اپنے ہاتھوں سے صدقہ دیں۔

☆ آواز کی خوبصورتی کیلئے قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

☆ آنکھوں کی خوبصورتی کے لئے اللہ کے خوف سے آنسو بہائیں۔

☆ چہرے کی خوبصورتی کے لئے وضو کی عادت ڈالیں۔

☆ دل کی خوبصورتی کیلئے اپنے دل میں اللہ کی یاد بسائیں۔

☆ دماغ کی خوبصورتی کیلئے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کریں۔

(زنیرہ نصیر' کھنڈ' شکر گڑھ)

شہداء کے نام

اپنے گھروں سے بہت دور، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے
اپنے پیاروں سے جدا ان کی شفاعت کے حریص بن کر
اپنے مستقبل قربان کرکے اپنی امت کے روشن مستقبل کی خاطر
کچھ لوگ ہیں جو ہم سے بہت دور جاچکے ہیں
مگر ہمارے دلوں سے بہت قریب ہیں
اے سعادت وشہادت کے سفر پر نکلنے والو!
تم ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہو گے۔

(عبداللہ احتشام۔ساہیوال)

بے نمازی کے لئے حکم

☆ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا، وہ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے (القرآن)

☆ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی تحقیق اس نے کفر کیا (الحدیث)

☆ بے نمازی کی عمر میں برکت نہ ہوگی (الحدیث)

☆ بے نمازی کی قبر تنگ کردی جائے گی اور آخرت میں اس سے سخت حساب لیا جائے گا (الحدیث)

☆ صالحین کی علامت بے نمازی کے چہرے سے ہٹا دی جائے گی (الحدیث)

☆ بے نمازی کو کسی عمل کا ثواب نہ دیا جائے گا (الحدیث)

☆ بے نمازی بھوک اور پیاس کی حالت میں مرے گا۔ اس کی پیاس نہ بجھے گی اگرچہ اسے دریاؤں کا پانی بھی پلایا جائے (الحدیث)

☆ بے نمازی کی دعا قبول نہ ہوگی (الحدیث)

(حرا آصف علی۔ساہیوال)

حکمت کی باتیں

☆ جو شخص حق سے منہ موڑتا ہے' تباہ ہوجاتا ہے۔

☆ طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

☆ ظالم کے لئے انصاف کا دن اتنا ہی سخت ہوتا ہے جتنا کہ مظلوم پر ظلم کا دن۔

☆ جسے اپنی آبرو عزیز ہو وہ لڑائی جھگڑے سے محفوظ رہے۔

(عبدالعزیز محمد اسامہ۔عارف والہ)

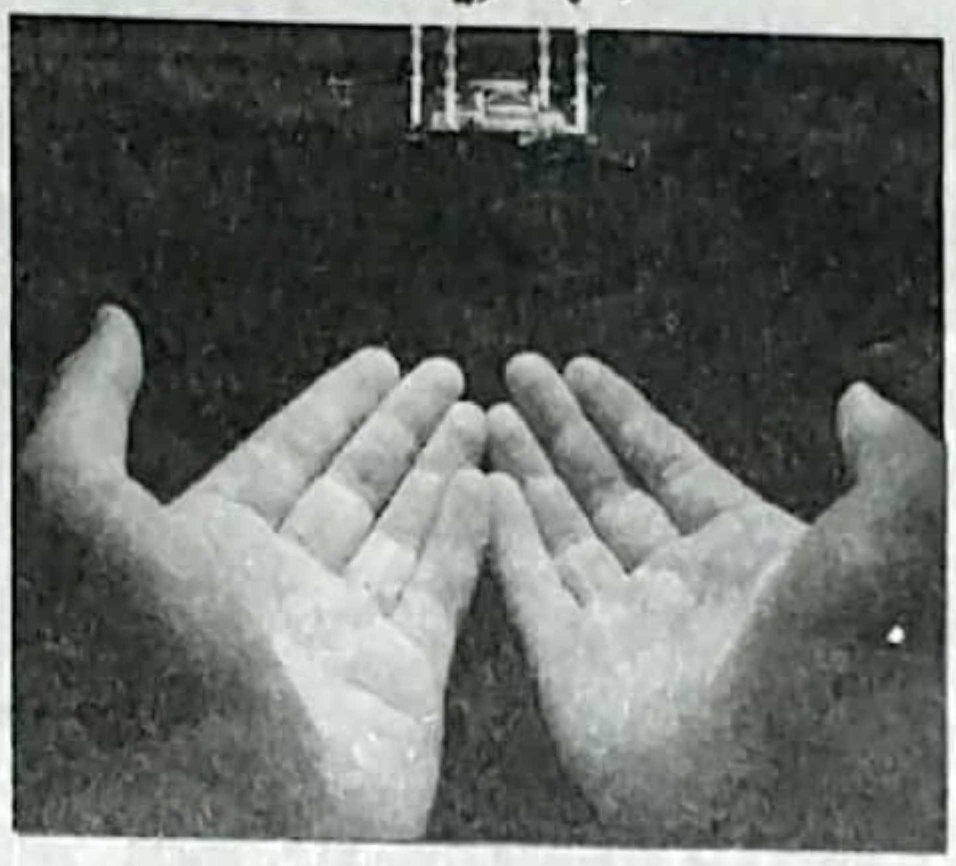

دعا مانگنے کے آداب

✿ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور پھر رسول ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔

✿ دعا مانگنے سے قبل اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہار ندامت کرنا چاہیے۔

✿ معمولی سے معمولی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے۔

✿ دعا کرتے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہیے۔

✿ قبولیت کے کامل یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔

✿ اللہ تعالیٰ سے پختہ ارادے سے اپنی حاجت طلب کرنی چاہیے اور یوں نہ کہنا چاہیے "اگر تو چاہے تو عطا فرما" بلکہ یوں کہے "تجھ سے لینا میرا حق ہے اور میں اپنا حق نہیں چھوڑ سکتا۔" (حافظ عثمان میر۔گوجرانوالہ)

انوکھا کارنامہ

مسلمان خندق کے کنارے قریش کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے' دشمن کے مقابلے میں آنے کی وجہ سے عورتوں اور بچوں کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ عورتیں اور بچے قلعے میں تھے۔ حضرت صفیہ ؓ بھی انہی خواتین میں موجود تھیں۔ ایک صبح منہ اندھیرے کیا دیکھتی ہیں کہ قلعہ کے نزدیک ایک سایہ متحرک ہے اور کسی کے پاؤں کی آہٹ بھی سُنی۔ غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ ایک یہودی قلعہ کی طرف

بڑھ رہا ہے۔ وہ قلعے کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس کی حرکات دیکھ کر حضرت صفیہ ؓ کو یقین ہوگیا کہ یہ اپنی قوم کے لئے جاسوسی کررہا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ اندر مرد بھی ہیں یا صرف عورتیں اور بچے ہی ہیں۔

حضرت صفیہ ؓ نے اپنے دل میں کہا کہ لگتا ہے بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو عہد وپیمان کیا ہے وہ توڑ دیا ہے اور مشرکین کی مدد شروع کردی ہے۔

اب قلعے کے اندر کوئی مرد نہ تھا۔ صرف عورتیں اور بچے تھے۔ اس نازک ترین موقع پر حضرت صفیہ ؓ نے اپنا ڈوپٹہ سر پر باندھا اور ایک پٹکا کمر میں کس لیا۔ لاٹھی ہاتھ میں لی اور قلعے کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ بڑی احتیاط کے ساتھ دروازے میں چھوٹا سا سوراخ کیا اور دشمن کا ہوشیاری سے انتظار کرنے لگیں۔ جب وہ قریب آیا تو انہوں نے بڑے زور سے لاٹھی اس کے سر پر دے ماری۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔ اس کے بعد تابڑ توڑ لاٹھیوں کی بوچھاڑ کردی۔ یہاں تک کہ وہ موت میں منہ میں چلا گیا۔ آپ آگے بڑھیں اور چھری سے اس کی گردن الگ کردی۔ قلعے کے اوپر سے سر یہودیوں کے پاس پھینک دیا جو اس کا بڑی شدت سے انتظار کررہے تھے۔ انہوں نے جب سر دیکھا تو گھبرا گئے اور وہاں سے سرپٹ بھاگ گئے۔ انہیں یقین ہوگیا کہ اندر مرد بھی ہیں۔ اس طرح حضرت صفیہ ؓ نے تاریخ میں مثال قائم کردی۔

(معتصم الٰہی۔عارف والہ)

چھوٹے بچے..... کام بڑے

رمضان المبارک میں پورے روزے رکھنے والے بچے

☆ محمد طلحہ بن محمد اشرف
عمر: 8 سال 9 ماہ
علاقہ: 222 کوہالہ سمندری (غربی) فیصل آباد

☆ محمد زین بن نعیم احمد
عمر: 11 سال
علاقہ: 88/6R ساہیوال

☆ حسنہ خانم بن یٰسین صدیقی کلاس چہارم
علاقہ: اکبر ٹاؤن گوجرانوالہ

انوکھی سیر

عکاشہ

پیارے بچو! آج آپ کو ایسی سیر سناتے ہیں جو آپ نے اس سے پہلے نہ کی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی......

قمر! اللہ کے لئے جلدی پہنچ جانا' تمہارے ذمے بریانی ہے' لیٹ نہ ہو جانا۔ میں اِسے اس کے گھر سے لے کر آؤں گا' عدنان بولا۔ میں تو کوئی سویٹ ڈش تیار کرواؤں گا' خرم نے بھی اس سیر میں اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ صبح کتنے بجے نکلنا ہے' سب سر جوڑ کر اس بات پر سوچنے لگے۔ آخر کار صبح 7 بجے کا وقت طے ہوا کہ صبح سات بجے سکول میں جمع ہونگے۔

ہم الدعوۃ ماڈل سکول کے شعبہ حفظ میں تھے۔ ہماری کلاس کے ایک طالب علم جس کا قرآن سب سے پہلے مکمل ہوا تھا وہ اپنے والد صاحب کے ساتھ علاقہ چھوڑ کر کہیں دور جا رہا تھا تو سارے دوستوں نے ملکر الوداعی پارٹی کا اہتمام کیا۔ ہم تقریباً 15 طالب علم تھے اور ہمارے ساتھ ہمارے قاری صاحب بھی تھے۔ سکول سے دور ایک بہت خوبصورت علاقہ تھا' وہاں ایک نہر اور خوبصورت پارک تھا۔ جس میں چڑیا گھر بھی تھا' گرمیوں کے دن تھے اس لئے وہ علاقہ سیر کے لئے طے پایا۔

سیر کا شیڈول کچھ اس طرح تھا کہ 7 بجے روانگی تھی۔ وہاں پہنچ کر پارک کی سیر کرنی تھی' وہاں ایک جھیل تھی جس میں کشتی کے ذریعے سیر کرنی تھی اور 11 بجے کے قریب نہر میں نہانا تھا۔ پھر ظہر کا کھانا اور چڑیا گھر کی سیر کرنی تھی' اس کے بعد واپسی ہونی تھی۔

لیکن ہمیں نکلتے نکلتے 9 بج گئے' تقریباً 9:30 تک ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر قاری صاحب نے ترتیب لگا دی اور ہم پارک میں گھومنے پھرنے لگے۔ یہاں کچھ بندے جو جھیل کے پاس کھڑے تھے انہیں کہہ دیا کہ یہ بریانی کی دیگ ہے اسکا خیال رکھیں ہم ظہر کے بعد آئیں گے۔ انہوں نے بڑے معنی خیز انداز میں دیگ کو دیکھا اور کہا ٹھیک ہے۔ پھر ہم دیگ انکے حوالے کر کے نہر کی طرف چل پڑے۔

پیارے بچو! اب ہماری سیر کا وہ حصہ شروع ہونے لگا ہے جو ہمیں ساری زندگی نہیں بھولے گا اور ہمیں جب بھی یاد آتا ہے تو ہنس ہنس کر پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔

ہوا کچھ یوں کہ میں اور میرے ساتھ 2 بھائی تھے ہم تین لڑکوں نے اپنا سامان الگ رکھا جبکہ باقی 12 بھائیوں نے نہانے سے پہلے اپنے سارے نئے کپڑے ایک بڑے بیگ میں ڈال دیئے اور پرانے کپڑے پہن کر نہانے کی تیاری کی۔ یہاں ایک بات بتاتے چلیں کہ اس پارٹی کی تیاری کیلئے تقریباً سب لڑکوں نے نئے سوٹ سلوائے اور اچھے جوتے پہنے' جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ ہم نے اپنا سامان جھاڑیوں میں چھپا کر رکھا کہ کپڑے خراب نہ ہوں اور محفوظ بھی رہیں۔ جبکہ ہمارے دوسرے بھائیوں نے اپنا سارا سامان بیگ میں ڈال کر ایک جگہ پر رکھ دیا اور پھر نہانا شروع کر دیا۔ ہم نہانے میں اتنے محو ہو گئے کہ ہمیں وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ تقریباً 1:30 کے قریب قاری صاحب نے سب بچوں کو باہر نکلنے کا کہا۔ پھر بھی لڑکوں نے نکلتے نکلتے 10 سے 15 منٹ لگا دیئے۔ جب سارے باہر آ گئے تو قاری صاحب نے تعداد پوری کی اور پھر سب کو نئے کپڑے پہننے کو کہا۔

قاری صاحب نے 10 منٹ دیئے کہ سارے کپڑے پہن کر اس جگہ جمع ہو جائیں۔ اب سارے اپنے اپنے سامان کی طرف گئے۔ ہم تینوں دور' جہاں سامان چھپایا ہوا تھا چلے گئے۔ آرام سے کپڑے پہنے' کچھ چیزیں جو کھانے کے لئے تھیں وہ کھائیں اور 10 منٹ بعد مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ جب ہم اس جگہ پہ پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ ہم تینوں کے علاوہ سب لڑکے اسی لباس میں کھڑے تھے جس میں سب نہائے تھے اور ہماری طرف بڑی رشک بھری اور التجائی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہم بھی سب کو غور سے دیکھ رہے تھے اور معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے' عین اسی اثناء میں قاری صاحب نے خاموشی کا سکوت توڑا اور پوچھا عکاشہ کپڑوں والا بیگ کدھر ہے؟

اب ہمیں پتہ چلا کہ کپڑوں والا بیگ چوری ہو گیا ہے۔ ہم نے فوری بتایا کہ ہمیں نہیں پتہ' خیر جب کنفرم ہو گیا کہ بیگ چوری ہو گیا ہے تو سارے فکر مند ہو گئے۔ پہلے تو ہم تینوں نے سب کے ساتھ ان کے نئے کپڑوں کے بارے میں باری باری تعزیت کی۔ پھر ہم تینوں میں سے ایک بھائی کو شرارت سوجھی' وہ سب کے سامنے جا جا کر اپنے کاٹن والے سوٹ کو لہراتا اور اس گروپ کو چڑاتا۔

ہمارے دوسرے گروپ میں وہ لڑکے تھے جو کافی اچھے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور شاید کبھی بھی اپنے گھر سے اس حالت میں نہیں نکلے ہوں گے۔ قاری صاحب نے کہا اسی طرح سیر کرتے ہیں' کچھ لڑکے شرمانے لگے' جنہوں نے پاجامہ پہنا ہوا تھا مگر اوپر کچھ نہیں' ہمیں ترس آ گیا' ہم تینوں نے اپنی بنیانیں اتاریں اور تقسیم کر دیں۔

پیارے بچو! اب جب چڑیا گھر میں داخل ہوئے تو وہاں اور لوگ بھی تھے جو اپنے بچوں کے ساتھ آئے تھے۔ انتظامیہ نے پہلے تو اندر نہ آنے دیا کہ پتہ نہیں کون آ گئے ہیں جنہوں نے کپڑے بھی صحیح نہیں پہنے ہوئے لیکن جب انہیں اصل بات کا پتہ چلا تو وہ بہت ہنسے۔ اب چڑیا گھر میں لوگ جانوروں کو اتنا غور سے نہیں دیکھ رہے تھے جتنا کہ ہمارے گروپ کو' کہ شکل وصورت سے بچے تو اچھے گھرانے سے لگتے ہیں لیکن کپڑے کیوں نہیں پہنے ہوئے۔ ہمارے گروپ کا ایک شرارتی بھائی کہنے لگا کہ ان 12 بھائیوں کو بھی ایک گھنٹے کے لئے کسی پنجرے میں بند کر دیتے ہیں کیونکہ ہم جہاں سے بھی گزرتے تو لوگ ہمیں دیکھ کر ہنسنے لگ جاتے اور ہمارا تو ہنس ہنس کے برا حال ہوا جا رہا تھا۔ دوسرے گروپ کا ایک بھائی کہنے لگا ہمیں تو ایسے لگ رہا ہے جیسے لوگوں کے ساتھ ساتھ جانور بھی ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔

آخر کار قاری صاحب نے کہا کہ واپس چلتے ہیں' بھوک بہت لگ رہی ہے' سب کو ترتیب سے بٹھا دیا گیا' پانی رکھ دیا گیا' جیسے ہی دیگ کا ڈھکن اٹھایا تو پتہ چلا اس آدھے چاول غائب ہیں اور باقی بریانی میں گوشت کافی زیادہ کھدائی کرنے کے بعد ہی نظر آیا۔ ہم سارے قمر پر برس پڑے کہ 15 بندوں کے اتنے چاول ہوتے ہیں اور اس میں مرغی کی صرف دو ٹانگیں ہی ڈالی تھیں۔ وہ پہلے ہی کپڑوں کی وجہ سے غصے میں تھا اور زیادہ غصے میں آ گیا کہ میں نے اتنا زیادہ گوشت ڈلوایا تھا غور سے دیکھو۔ پتہ چلا کہ جن محافظوں کے ہاتھوں میں دیگ تھما کر گئے تھے انہوں نے اس کی حفاظت کا واقعی حق ادا کر دیا اور ہمارے آنے سے پہلے پہلے وہ اپنے محافظ بن کر فوری غائب ہو گئے۔

اب ہوا اس طرح کہ قمر ہم سب میں بہت موٹا تھا اور اس نے ایک ٹراؤزر پہنا ہوا تھا' ہم میں سے ایک بھائی نے اسے بنیان دی۔ میرے گروپ میں ایک بھائی نے شیشے والی بلوچی شیروانی پہنی ہوئی تھی۔ اس نے اتار کر اسے دے دی۔ جب اس نے اپنی اکیلی شلوار اور پھر اوپر سے صرف شیروانی پہنی تو وہ ہمارے گروپ میں بہت "خوبصورت" لگ رہا تھا۔

اسی طرح ہنستے ہنستے ہم نے عصر کی نماز پڑھی اور بس سٹاپ پر پہنچے۔ پیارے بچو! بس سٹاپ پہ تقریباً سب لوگ ہماری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ اب تو دوسرے گروپ والے بھی ہنسنے میں ہمارا ساتھ دے رہے تھے...... آدھے گھنٹے بعد بس آئی تو سب سے پہلے قاری صاحب اور ہمارا

(باقی صفحہ 11 پر)

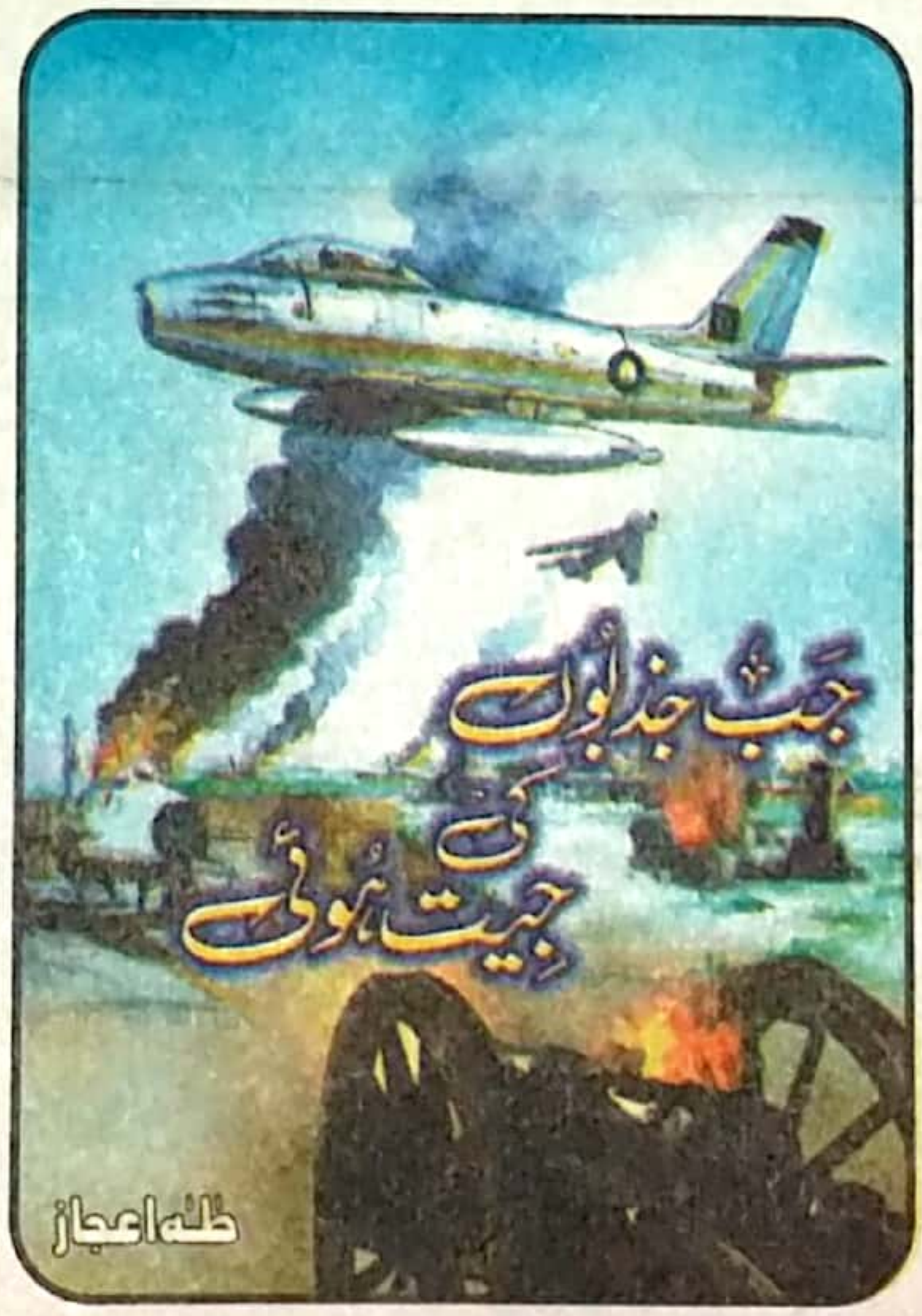

یہ اس دن کا واقع ہے جب اچانک ہی رات کی تاریکی میں پاکستان پر حملہ ہوا۔ پتا ہے کہ اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ پاکستان پر حملہ...... اتنی بزدلی سے کس نے کیا تھا؟...... یہ حملہ انڈیا کی بزدل فوج نے کیا تھا اور یہ کافروں کی فوج تھی جبکہ اسکے مدمقابل تو وہ لوگ تھے جو خالی ہاتھ بھی نعرہ تکبیر لگا کر میدان جنگ میں کودرہے تھے اور انھیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ پروانوں کی طرح کٹ کٹ کر اپنی جانیں لٹا رہے تھے تاکہ اسلام کا قلعہ "پاکستان" بچ جائے۔

پیارے بچو! اس جنگ میں صرف فوج ہی نہیں لڑی تھی بلکہ لوگ بھی گھروں سے لاٹھیاں' چھریاں اور دوسرے اوزار لے کر پاک فوج کی مدد کرنے پہنچ گئے تھے۔ جو جوان عمر والے تھے وہ لڑائی میں برابر کے شریک تھے۔ بوڑھے مسجدوں میں اللہ کے حضور اپنے وطن کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے اور انکی آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسو' موتیوں کی لڑیوں کی طرح بہہ کر رب کو راضی کررہے تھے۔ خواتین اپنے فوجی جوانوں کے لئے کھانا بنا کر محاذ جنگ پر بھیج رہی تھیں بلکہ محاذ پر زخمی ہونے والے فوجی جوانوں کی مرہم پٹی بھی کررہی تھیں اور پیارے بچو آپ سوچ رہے ہوں گے کہ چھوٹے بچوں نے اس وقت کیا کیا ہوگا؟؟؟ کیوں بھئی!!! بچوں نے تو کمال ہی کردیا تھا کہ وہ چلتی گولیوں کی بوچھاڑوں اور برستے گولوں کی گرج میں گھروں سے کھانا لیکر محاذ جنگ میں پاک فوج کو پہنچارہے تھے۔ پیارے بچو! پتا لگ گیا کہ آپ نے اس وقت اپنے فوجی جوانوں کو میدان جنگ میں کھانا پہنچایا تھا۔ کتنا عظیم کام کیا تھا آپ نے!!

چلیں اب آپ کو اس جنگ کا منظر دکھاتے ہیں کہ کس طرح اللہ کے شیروں نے بزدل ہندو بھیڑیئے کی کھال اتار کرا سے بھونا تھا۔

یہ 5 اور 6 ستمبر کی درمیانی شب تھی جب ایک بجے کے قریب انڈین آرمی نے امرتسر سے پاکستان کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ ہمارا دشمن تین اطراف سے ہم پر حملہ آور ہورہا تھا جبکہ حملے کے مقام پر ہماری فوج کی تعداد انتہائی کم تھی۔ دشمن جنگی گاڑیوں سمیت لاہور اور سیالکوٹ کی سمت سے پاکستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دشمن کا مرکزی ہدف ہمارا پیارا شہر لاہور تھا اور دشمن کی پیش قدمی جی ٹی روڈ لاہور کی طرف تھی۔ دشمن اپنی طاقت کے نشے میں اتنا دھت ہوگیا کہ اپنا ہوش وحواس ہی کھو بیٹھا۔ انڈین جنرل نے بڑے تکبر سے کہا تھا "ہم شام کا کھانا لاہور جم خانہ میں جا کر کھائیں گے"۔

پیارے بچو! اس کافر جنرل کو "شاید" مسلمانوں کے ایمان کی حلاوت میں جانیں وارنے کا تجربہ نہیں تھا یا اس نے مسلمانوں کی تاریخ نہیں پڑھی تھی۔ البتہ 2 سے 3 بجے کے درمیان انڈین آرمی نے وطن عزیز پاکستان کی سرحدوں پر بڑا حملہ کردیا۔ پاکستانی فوج جنگ کی کیفیت میں نہ تھی' اگرچہ اس حملے کی اطلاع ISI کے کموڈور عزیز احمد نے 30 اگست کو ہی پاکستان کو دے دی تھی کہ

"انڈیا کی فوج کشمیر سے باہر کوئی بڑا حملہ کرنے والی ہے کیونکہ انڈین آرمی جنگی ترتیب میں آچکی ہے اور اسکا آرڈر ڈویژن جولائی سے ہی جالندھر میں پہنچ چکا ہے۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ دشمن مغربی پاکستان کے خلاف ایک وقت میں کئی محاذ جنگ کھول سکتا ہے۔

پاک فضائیہ کے ایئر مارشل نور خان نے اس خطرے کو محسوس کیا اور یکم ستمبر سے ہی پاک فضائیہ کے چاک و چوبند عملے کو چوکنا کردیا گیا کہ "دشمن حملہ کرنے والا ہے" لہٰذا پاک فضائیہ کے شاہینوں کو اپنے شکار پر جھپٹنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔

ایئر مارشل نور خان پوری طرح بیدار تھا اور جنگ کی صورت میں دشمن پر حملے کی پلاننگ میں مصروف تھا۔

6 ستمبر کو پاک فضائیہ نے انڈین ایئر فورس کا "حملہ کرنے کا" خفیہ پیغام ریکارڈ کر کے راولپنڈی ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا۔ تینوں مسلح افواج کو حملے کی اطلاع کردی گئی تھی۔ پاکستان آرمی کے پیادہ دستے صبح 3:30 سے 4:30 کے درمیان میدان جنگ میں پہنچ گئے تھے۔ (23 فیلڈ آرٹلری رجمنٹ) اور میدان جنگ میں اپنی پوزیشنز پر بیٹھ گئے تھے۔

انڈین فورس کے ٹینکوں کے قافلے نے جی ٹی روڈ پر واقع رینجرز کی چوکیوں پر حملہ کردیا اور انڈین ایئر فورس کے حملے کے خفیہ پیغام کو چرا کر ہیڈ کوارٹر اطلاع کردی گئی۔ ایئر وائس مارشل نے جنگ کی بو کو محسوس کرتے ہوئے صدر ایوب خان' آرمی جنرل موسیٰ خان' ایئر مارشل نور خان اور باقی اعلیٰ حکام کو حملے کی اطلاع کردی۔ ایئر فورس کی اس اطلاع نے اعلیٰ حکام کو پختہ یقین دلادیا کہ انڈیا کی بزدل گیدڑ فوج نے چوری چھپے پاکستان پر حملہ کردیا ہے۔ ادھر ایئر مارشل نور خان جنہوں نے یکم ستمبر سے ہی ایئر فورس کو خبردار کیا ہوا تھا۔ دشمن کے دانت کھٹے کرنے کیلئے پہلے سے ہی تیار تھی اور فضائیہ کے جوان دشمن کو نیست ونابود کرنے کیلئے بڑی بے چینی سے ان لمحات کا انتظار کررہے تھے کہ کب حملے کا حکم ملے اور ہم اپنی مسلم دھرتی کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں۔ ہر چھوٹا' بڑا' بغیر کسی افسری امتیاز کے قوم کا خادم بنا ہوا تھا۔ ان کے 1947ء کے تقریباً 15 لاکھ سے زائد پیاروں کا قتل عام بھی ابھی ذہنوں میں تھا اور انتقام کی آگ بھی انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں سے بڑھ کر اپنی خدمات وطن عزیز پاکستان کے لئے پیش کررہا تھا۔

سکوارڈن لیڈر سجاد کہتا ہے کہ "اگرچہ 6 ستمبر کی صبح بڑی ٹھنڈی اور خوشگوار تھی مگر انڈین آرمی کے لاہور پر حملے کی خبریں ہمارے خون کی تپش کو بڑھاتی جارہی تھیں اور لڑاکا طیارے تو شدت انتقام میں بڑی بے چینی سے حملے کے حکم کا انتظار کررہے تھے۔ ہر شخص کو یہی امید تھی کہ وطن کی خدمت اس کے حصے میں آئے گی"۔

انڈیا کی فوج' شرمن ٹینکوں' توپوں اور دوسری فوجی جنگی گاڑیوں سمیت واہگہ بارڈر سے لاہور داخلے کیلئے آرہی تھیں جبکہ پاک آرمی کے پاس اس فوج کو روکنے کا بندوبست نہیں تھا۔ لہٰذا پاک فضائیہ کو حملے کا حکم ملا۔ پائلٹ عقابوں کی طرح اپنے طیاروں میں بیٹھ کر دشمن پر جھپٹے اور دشمن کے توپخانے اور ٹینکوں کو کامیابی سے تباہ کیا۔

باقی صفحہ نمبر 15 پر

ساتھ اجازت دیں۔

والسلام

(بریرہ شاہین محمود شاہ کوٹ)

☆☆☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شمارہ نمبر 125 بہت ہی زبردست تھا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی بھی کرلی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی نے چوری بھی کرلی اور وہ بھی ایک بت کی۔ ابھی کچھ دنوں پہلے امیر حمزہ صاحب کی کتاب" میں نے بائبل سے پوچھا قرآن کیوں جلے؟" میں' میں نے پڑھا تھا کہ یہودیوں نے یہ حضرت یعقوب علیہ السلام پر الزامات لگائے تھے' برائے مہربانی بھائی آپ ہماری کنفیوژن دور کردیں۔ آخر میں روضہ کی تمام ٹیم' قاریوں اور لکھاریوں کو بہت عید مبارک قبول ہو۔ (حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی نے چوری نہیں کی تھی بلکہ اس نیت سے بت اٹھائے تھے تا کہ ان کے والد بت پرستی سے بچ سکیں۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت کی شریعت میں دو بہنوں سے نکاح جائز تھا لیکن اسلام میں یہ جائز نہیں ہے۔)

(ارم ناز۔223 سمندری)

☆☆☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضۃ الاطفال کے تمام قارئین کرام......!

زندگی' صحت' خوشی' کامیابی اور امن کی دعاؤں کے ساتھ سلامتی بھرا اسلام آپ تک پہنچے...... ایڈیٹر صاحب آپ بھی کمال بے رخی کا مظاہرہ کرتے ہیں' ہمیں صرف دو خطوط پر ٹرخائے ہوئے اور آئندہ کے لئے ہم سے کنارہ کش ہونے پر کمر بھی کس لی۔ خیر ہم بھی "پیوستہ رہ روزہ سے امید اشاعت رکھ" کے مصداق آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور آپ سے ہماری ایک درخواست ہے کہ تصویری نمائش کو ہر مرتبہ روزہ کی زینت بنایا کریں اور ہم تو اس کے لئے تصاویر بھیج بھیج کر نڈھال ہیں مگر مجال ہے کوئی چھپی ہو۔ خیر آپ سے پوچھنا تھا کہ آجکل کے سفر میں بھی روزہ چھوڑا جاسکتا ہے؟ (جی بالکل !آج کل کے سفر میں بھی روزہ چھوڑا جاسکتا ہے)

والسلام

(سعدیہ آصف۔ بہاولپور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے روضہ کی پوری ٹیم' قارئین اور لکھاری مزے میں ہونگے اور رمضان کی لذتوں سے خوب لطف اندوز ہورہے ہونگے۔ شمارہ نمبر 125 اپنے ٹائم پر ہی مل گیا۔ کافی عرصے سے غیر حاضر رہے کیونکہ ہمارے خطوط کے لفافوں کا سٹاک ختم تھا۔ اب آتے ہیں تبصرے کی جانب' اس بار نمبر ون تحریر" دو اشتہار" رہی۔ "پہلی بات" ہمیشہ کی طرح نصیحت کی پٹاری لگی۔ رمضان سے متعلق ساری تحریریں خوب رہیں۔ جزاکم اللہ خیر۔ عمر بھائی کی رپورٹ دلچسپ انداز لئے ہوئے تھی' پڑھ کر خوب لطف اندوز ہوئے۔ اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

(گل زیب فاطمہ' میاں چنوں)

☆☆☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ سب کی عید خیریت سے گزری ہوگی' ہمیں اپنی خوشی کے موقع پر غریبوں' یتیموں کو نہیں بھولنا چاہیے۔ ہمیں اُن کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ہر سال کی طرح اس سال میں بھی پاکستان ایک بار پھر سیلاب کی لپیٹ میں آیا ہے۔ اس سے متاثرہ علاقوں میں لوگوں نے کھلے آسمان تلے...... سڑکوں کے کناروں پر...... پرانے کپڑوں میں...... غمزدہ چہروں کے ساتھ...... بھوک و پیاس کی حالت میں عید گزاری ہے۔ اپنی روایت کے مطابق "فلاح انسانیت فاؤنڈیشن" ان کی مدد کررہی ہے۔ ہمیں اس فلاحی ادارے کو بھی نہیں بھولنا چاہیے۔ ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق اس فلاحی ادارے کی خدمت کرنی چاہیے اور ان لوگوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہیے۔ شمارہ نمبر 126 کے ٹائٹل پر نظر ڈالی تو "ہماری عید" کے الفاظ دیکھ کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ آج ہماری عید کیسی ہوتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی عید کیسی ہوتی تھی۔ آج ہم اپنے زرق برق لباس' فیشن' خوبصورت جیولری' میچنگ شوز اور کھیل تماشے کو اپنی عید سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس روز عبادت کرتے۔ یتیموں و غریبوں کی مدد کرتے تھے "غلامی اور آزادی میں فرق" ماضی اور حالات حاضرہ پر ایک اچھی تحریر تھی۔ "بزدل فوجی" تحریر پڑھ کر مجھے ہندوؤں کی روایتی بزدلی یاد آ گئی۔ خطوط کی محفل میں کچھ نئے لکھاری تھے اور ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ والسلام

(محمد عظیم اسلم۔ پتوکی)

بقیہ: جب جذبوں کی جیت ہوئی

دوسری جانب انڈین آرمی کی انفنٹری گولہ بارود سمیت بی آر بی نہر کو پار کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ پاک فضائیہ کو اسے بھی ہدف بنانے کا حکم ملا اور 15 سے 20 منٹ کے درمیان پاک فضائیہ کے چھ عدد F-86 طیاروں نے انڈین انفنٹری کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس طرح لاہور کی طرف ہونے والی پیش قدمی کافی حد تک محدود ہوگئی مگر طاقت کے تناسب میں بہت زیادہ فرق تھا ۔کہاں انڈیا کی 7 لاکھ انفنٹری فوج اور اسکے مدمقابل پاک فوج کی تعداد 2 لاکھ 60 ہزار تھی۔

سیالکوٹ کے محاذ پر انڈیا ٹینکوں کی بڑی فوج لے کر آرہا تھا۔ علاقہ میدانی اور ہموار تھا۔ صدر ایوب خان جو پوری جنگ میں محاذ پر فوجیوں کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ جب ایوب خان نے دیکھا کہ اب ٹینکوں کو روکنے کے لئے ہمارے پاس گولہ بارود نہیں ہے۔ ایوب خان نے اپنی جان کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ "میرے جسم پر بم باندھ دو تا کہ میں انڈیا کے ٹینکوں کے سامنے لیٹ جاؤں۔"

پاکستانی عوام سے نوجوان آگے بڑھے اور اپنی جانوں کو پیش کردیا' اب جوانوں نے اپنے جسموں سے بم باندھ لئے اور ٹینکوں کے سامنے جا کر لیٹ گئے۔ جب انڈیا کے کئی ٹینک تباہ ہوئے اور قوم کے چند جوانوں نے اپنی زندگیوں کو وطن عزیز پاکستان پر نثار کرکے پوری قوم کو انڈیا کی غلامی سے بچالیا۔ اس واقعہ نے دنیا کے تاریخ دانوں کے قلموں کو بھی رلا دیا کہ کوئی قوم دین' عزت اور عصمت کی حفاظت کی خاطر اس حد تک بھی جاسکتی ہے۔

پیارے بچو! تین چار دن میں اختتام پذیر ہونے والی جنگ نے اسلامی پاکستان کا نام دنیا کے سامنے سربلند کرلیا۔ پیارے بچو! یہ ایمان کی حلاوت تھی' یہ قرآن کی الفت تھی' یہ نبی ﷺ کے فرمان کی اطاعت تھی کہ دنیا کے کمزور ترین انسانوں نے انڈیا کے دھوکے باز فوجیوں اور انکے ساز و سامان کو خاک میں ملا کر رسول عربی ﷺ کی شان میں اضافہ فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

اللہ پاک بھی یہی ارشاد فرماتا ہے کہ: "جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہوجائے تو انکی (خوب) گردنیں مارو اور جب خوب اچھی طرح خون بہالو تو انکو مضبوطی سے باندھ لو یہاں تک کہ جنگ ختم ہوجائے"۔

پیارے بچو! ہم نے وطن عزیز پاکستان کی حفاظت کرنی ہے۔ ہمارا دشمن روزانہ اسلحہ خرید رہا ہے۔ اپنی فوجوں کو تربیت دے رہا ہے۔ اپنے جوانوں کو بھی ٹریننگ دے رہا ہے تا کہ وہ پھر اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے پاکستان پر چڑھ دوڑے۔

Kamil
NOTE BOOK

DATA PAPER MART
Farooq Markeet Haq Street
Urdu Bazar Lahore. Ph:0423-7310825

KAMIL

NOTE BOOK

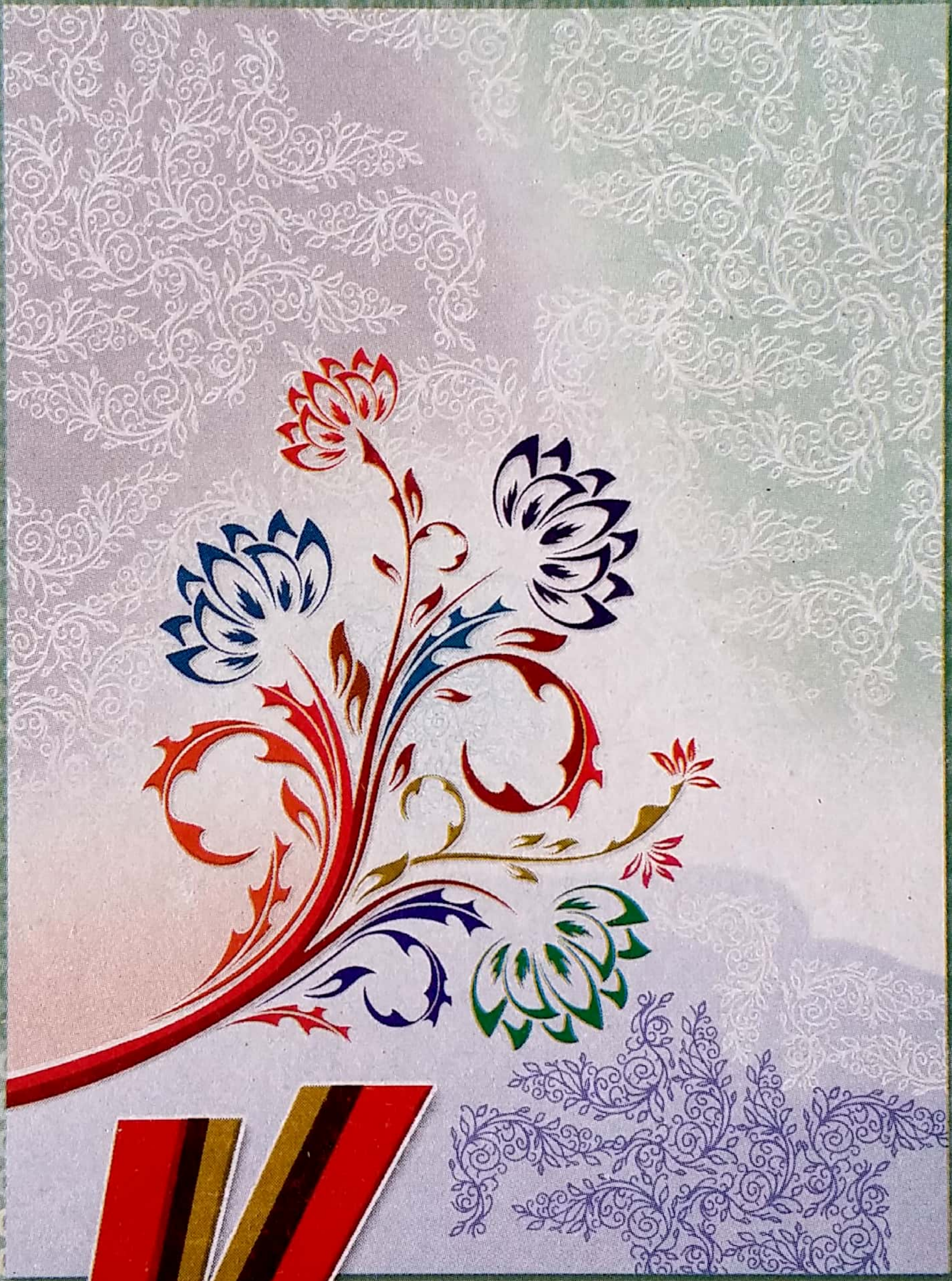

وضعی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

80

۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء ، ۶ ذیقعد ۱۴۳۱ھ

کہ دیر ہو جائے

قیمت 4 روپے

پہلی بات

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ آپ کے پیارے میگزین ''روضۃ الاطفال'' کا معنی ''بچوں کا باغیچہ'' ہے۔ باغیچے میں گلاب کا پھول بھی ہوتا ہے۔ چنبیلی بھی ہوتی ہے اور دیگر بہت سارے پودے اور پھول بھی...... ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے جو دماغ کو سکون اور دل کو راحت پہنچاتی ہے...... پیارے بچو! بالکل اسی طرح آپ کا گھر بھی ایک باغیچہ ہے، وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پکا ہو یا کچا۔ شہر میں ہو یا گاؤں میں وہ ایک باغیچہ ہے۔ اس میں آپ کے ابو جان گلاب کا پھول ہیں تو آپ کی امی جان چنبیلی ہیں اور باقی سارے بہن بھائی چھوٹے چھوٹے پھول اور کلیاں ہیں۔

ننھے بچو! یاد کرو وہ وقت جب آپ بہت ہی ننھے ہوا کرتے تھے۔ اپنی امی جان کا دودھ پیا کرتے تھے۔ بار بار پیشاب کیا کرتے تھے۔ آپ کی امی بار بار دھوتی تھی۔ آپ پتلی سی پوٹی کرتے تھے تو وہ اس کو صاف کرتی تھی۔ آپ کی امی اتنی مہربان تھی کہ پیمپر بہت کم استعمال کرتی تھی۔ صرف کہیں آنا جانا ہوتو پیمپر باندھ دیا کرتی تھی یا طبیعت ذرا بیمار ہوتو رات کو باندھ دیا مگر پیمپر کو اس نے عادت اس لیے نہ بنایا کہ اس کے پیارے بچے اور بچی کی ننھی ٹانگوں پر گرمی کے دانے نہ بن جائیں۔

ویسے امی جان احتیاط کرتے ہوئے جب بھی آپ کو نہلاتی تو جناب کی ٹانگوں پر پاؤڈر چھڑک دیا کرتی تھی۔

اچھے اچھے کپڑے پہناتی اور پھر جب آپ کا چہرہ آپ کی امی کو خوبصورت لگتا تو وہ سینے سے چمٹاتی پھر دونوں بازوؤں میں لے کر آپ کا چہرہ اپنے چہرے کے ساتھ کر کے بے اختیار آپ کا رخسار چومتی، ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھتی اور پھر آپ کی بہتی رالوں کی بھی پرواہ نہ کرتی اور چومتی چلی جاتی۔

پیارے بچو! جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو کبھی امی جان پراٹھے بنا کر دیتی، بھینس اور گائے کا دودھ بلا ناغہ پلاتی، کبھی آلو کی ٹکیاں بنا کر دیتی، کبھی حلوہ بناتی اور کبھی کھیر کھلاتی...... جب آپ سکول جانے لگے تو روزانہ وردی تیار کر کے رکھتی، ٹفن میں کھانا رکھتی، پانی کی بوتل ساتھ دیتی کہ میرا پیارا سکول میں پیاسا نہ رہ جائے۔

الغرض! پیارے بچو! ذرا تصور کرو اگر یہ امی گھر میں نہ ہو تو وہ گھر باغیچہ نہ رہے گا۔ گلشن نہ کہلائے گا چاہے وہاں بے شمار پھول ہوں...... لہٰذا آج کا سبق یہ ہے کہ امی کو ناراض نہیں کرنا۔ خوش خوش رکھنا ہے۔

آپ کی امی خوش ہوگئی تو اللہ خوش ہوگیا۔ امی ناراض ہوگئی تو اللہ ناراض ہوگیا۔ جو بچے اپنی امی کو خوش کریں اور پیار کریں وہ ہمیں خط ضرور لکھیں۔

آپ کا اپنا

امیر بابا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

اللہ کے محبوب لوگ

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے، جو اس کی راہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔'' (الصف:۴)

''اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔'' (انفال:۴۹)

فرمانِ رسول ﷺ

برائی دیکھو تو!

''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے اسے ہاتھ سے مٹائے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے مٹائے، اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کی کمزور ترین نشانی ہے۔'' (مسلم)

[محمد راشد الیاس چک نمبر 294 HR]

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-37070857

ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رات چھا چکی تھی، آسمان ابر آلود تھا۔ بادل گرج رہے تھے تھوری ہی دیر میں موسلا دھار بارش برسنا شروع ہوگئی۔ سب لوگ اپنے گھروں کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔ جو گھروں میں موجود تھے انھوں نے گھر کے دروازے بند کر لیے مگر ایک شخص اس وقت سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ آج عشاء کی نماز رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں پڑھے۔ اس کا گھر مسجد سے بہت دور تھا وہ فیصلہ نہ کر پا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ انتہائی اندھیری رات میں گھر سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ سفر لمبا ہے اور بارش کی وجہ سے موذی جانور سانپ وغیرہ اپنی بلوں سے باہر آ چکے ہوں گے تو کہیں اسے رستے میں کوئی چیز نقصان نہ پہنچا دے مگر نبی ﷺ کی یاد اسے گھر میں چین سے نہیں بیٹھنے دے رہی تھی۔ آخر اس نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دعا پڑھی اور گھر سے نکل پڑا۔ بارش تھم چکی تھی۔ رات انتہائی سیاہ تھی۔ اس نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا اور سنبھلتے سنبھلتے مسجد رسول میں پہنچ گیا۔

عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔

وہ مسجد میں داخل ہوا۔ سلام کیا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ اتنے میں نبی ﷺ اپنے حجرے سے نکلے۔ نماز کے لیے صفیں بنیں اور نماز شروع ہوگئی۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کی دوران نماز اسے بہت لذت محسوس ہو رہی تھی۔ نماز ختم ہوگئی اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ تو اس نے نبی ﷺ کا دیدار کیا اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ اتنے میں نبی ﷺ کی نظر اس پر پڑی۔ آپ ﷺ کھجور کی ٹہنی کا سہارا لے کر چل رہے تھے آپ نے حیرانی سے پوچھا تم اس وقت یہاں کیسے؟'' تو انھوں نے جواب میں کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دل میں آپ کی محبت نے انگڑائی لی تو اس نے مجھے گھر میں چین سے بیٹھنے نہ دیا اس لیے مجھ سے رہا نہ گیا اور میں باوجود تمام خطرات کے آپ کے پاس آ گیا تاکہ میں عشاء کی نماز آپ ﷺ کی اقتداء میں پڑھ سکوں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکوں، تو وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے کھجور کی وہ ٹہنی دیتے ہوئے فرمایا رات بہت بہت چکی ہے تمہارے یہاں آنے کے بعد شیطان تمہارے گھر والوں کے پاس گیا ہے۔ یہ ٹہنی لے لو اور مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ جب گھر پہنچ جاؤ تو شیطان کو گھر کے پچھلے حصے میں پکڑ کر مارنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کھجور کی وہ شاخ مضبوطی سے پکڑی اور مسجد سے باہر نکل آیا۔ باہر بہت زیادہ اندھیرا تھا میں جیسے ہی باہر نکلا تو وہ شاخ اچانک شمع کی مانند روشن ہوگئی۔ اب میں بہت خوش ہوا اور اس کی روشنی میں اپنے گھر کی طرف چلتا رہا اور کافی دیر بعد گھر میں پہنچ گیا۔ گھر والے سب سوئے ہوئے تھے۔ میں نے گھر میں ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا تو میں گھر کے پچھلے حصے میں آیا تو میں سیہہ کو (جس کے پورے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں) دیکھا جو گھر میں پھر رہا تھا۔ میں جلدی سے اس کی جانب گیا اور اسے اللہ کے رسول ﷺ کی دی ہوئی شاخ سے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ وہ گھر سے نکل گیا اور بھاگ گیا۔ تو پھر میں آ کر سو گیا۔

پیارے بچو! کیا آپ جانتے ہیں کہ اس محبّ رسول ﷺ صحابی کا نام کیا ہے؟ آپ کا نام قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہے۔

[حبیب اللہ، کراچی]

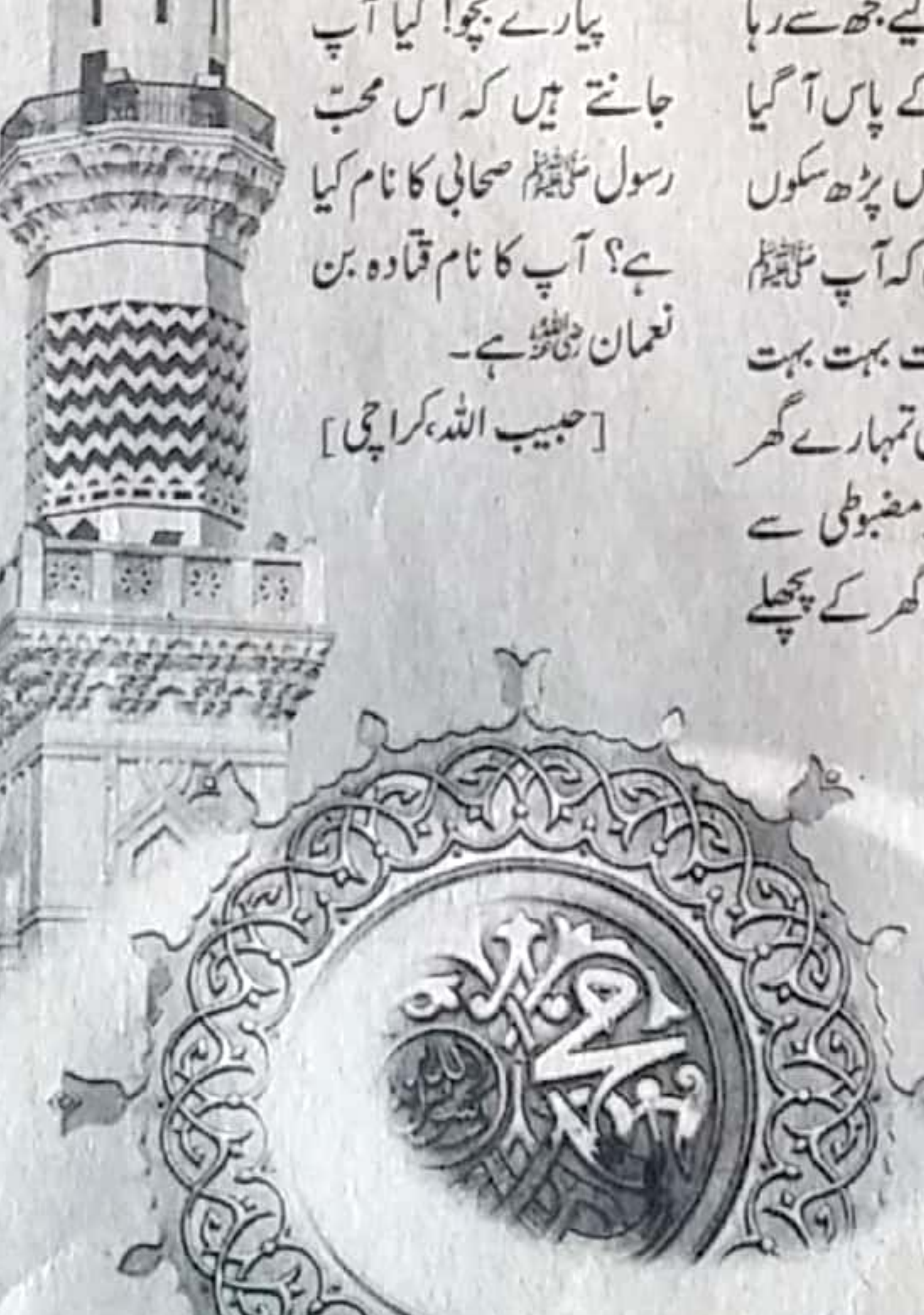

صبح درخشاں کے ستارے

راتوں کی تاریکیوں میں، تاروں کی رم جھم، ٹمٹماتی روشنی میں تو کبھی چاندنی راتوں میں اور کبھی اندھیری راتوں میں، جب پہاڑوں پر برفیں جمی ہوتی ہیں، ہوائیں پہاڑوں سے سینے سے ٹکرا کر خوفناک آوازیں پیدا کرتی ہیں۔

جب اندھیرے اور ٹھٹھرتی سردی میں لوگ گرم لحافوں میں دبکے نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں...... تو ایسے میں یہ اندھیری اور برفیلی راتوں کے مسافر، شیر دل، جری بہادر مجاہد ہاتھوں میں کلاشن پکڑے، دوسرا اسلحہ سینے پر سجائے گھور اندھیروں میں کلاشن کی سنگین سے جھاڑیوں کو ہٹاتے، راستہ بناتے، چٹانوں کے درمیان چلتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کے کٹھن لمحات سے گزرتے ہوئے وہ وادی کشمیر کے مرغزاروں میں اترتے ہیں، ظالم ہندو فوج کے دانت کھٹے کرتے ہیں منزلوں اور ان سے گن گن کر بدلہ لیتے ہیں۔ اور خود شہادتوں کے تمغے سینوں پر سجائے روشن راتوں کے یہ مسافر، مسافتیں طے کرتے ہوئے اپنے رب کی جنتوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنے رب کی بے بہار رحمتوں کے خزانے لوٹتے ہیں۔ (ان شاء اللہ)

[محمد عتیق الرحمٰن، حافظ آباد]

گمنام شہباز

محمد عظیم، ڈھولن پتوکی

13 ستمبر 1965ء کو پاک فضائیہ کے چار ہوا باز سکواڈرن لیڈر علاؤ الدین احمد شہید، فلائٹ لیفٹننٹ امان اللہ، فلائٹ لیفٹننٹ سلیم اور فلائٹ لیفٹننٹ عارف منظور۔ بھارتی علاقے میں دشمن کی ایک ایسی گاڑی کو تباہ کرنے گئے تھے، جس میں انٹیلی جنس کی اطلاع کے مطابق بھارتی مورچوں کے لیے گولہ بارود آ رہا تھا۔ اس معلومات کا لیڈر سکواڈرن لیڈر علاؤ الدین احمد شہید تھا۔ انھیں صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ ایک مال گاڑی آ رہی ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ گاڑی کس وقت کس مقام پر ہو گی۔ علاؤ الدین احمد ابھی ابھی اپنے ہوابازوں کے ساتھ چونڈہ نارووال سیکٹر سے واپس آیا تھا۔ اس روز چونڈہ کے وسیع میدان میں ٹینکوں کی جنگ عروج پر تھی۔ یہ چاروں پاکستانی شاہباز پاک فوج کی مدد کرتے ہوئے درختوں کی بلندی تک جا جا کر دشمن کے ٹینکوں اور توپوں کو نشانہ بناتے رہے تھے۔ دشمن کی طیارہ شکن گنیں ان پر آگ برساتی رہی تھی لیکن یہ چاروں شہباز جان کی بازی لگا کر دشمن کے متعدد ٹینک، توپیں اور بکتر بند گاڑیاں تباہ کر آئے تھے۔ وہ اس وقت لوٹے تھے جب ان کا ایمونیشن ختم ہو چکا تھا اور تیل بھی نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اپنے اڈے پر اتر کر بمشکل ناشتہ کیا تھا کہ انھیں گورداسپور کے علاقے پر مشاہداتی پرواز کے لیے بھیج دیا گیا اور بتایا گیا کہ ایک خاص مال گاڑی کو ڈھونڈ کر تباہ کرنا ہے۔

تھوڑی دیر بعد چاروں ہواباز علاؤ الدین احمد کی قیادت میں محاذوں کی فضا سے گزر کر دشمن کے آسمان کو چیر رہے تھے۔ فلائٹ لیفٹیننٹ امان اللہ نے وائرلیس پر لیڈر سے کہا۔ ”نیچے ایک ریل گاڑی جا رہی ہے۔ چلو اسے لے لیں“ سکواڈرن لیڈر علاؤ الدین احمد نے گاڑی کو دیکھا اور طیارے کو غوطے میں ڈال دیا۔

اس کے تینوں ہواباز بھی غوطے میں چلے گئے۔ وہ گاڑی کے پہلو بہ پہلو گاڑی کی بلندی تک اڑے۔ انھیں لال رنگ کی اس بھارتی گاڑی کی کھڑکیوں سے مسافر کے سہمے ہوئے چہرے نظر آئے۔ وائرلیس پر علاؤ الدین احمد کی آواز گونجی۔ ”اسے جانے دو، یہ مسافر گاڑی ہے“ چاروں طیارے بیک وقت تیروں کی طرح اوپر اٹھے اور فضا کی بلندیوں میں بھارتی علاقے کے دور اندر چلے گئے۔ یہ چاروں شاہباز اسی گاڑی پر راکٹ اور مشین گن فائر کر کے فارغ ہو سکتے تھے لیکن وہ پاک فضائیہ کے شاہباز تھے۔ وہ اپنے مطلوبہ شکار کو ڈھونڈتے

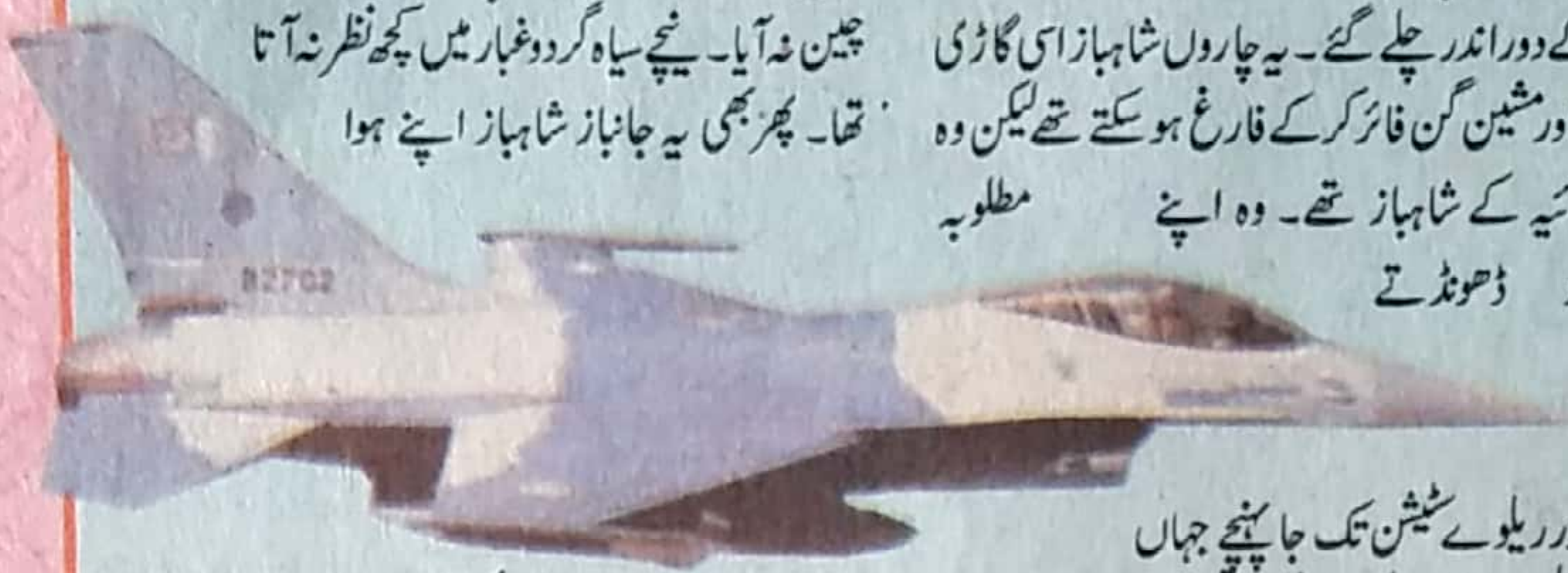

گورداسپور ریلوے سٹیشن تک جا پہنچے جہاں انھیں ایک لمبی مال گاڑی کھڑی نظر آئی۔ چاروں شاہباز اس پر اندھا دھند حملہ کر سکتے تھے لیکن علاؤ الدین شہید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ذرا ٹھہرو، میں دیکھ لوں کہ یہ وہی گاڑی ہے یا کوئی اور ہے۔ اس نے طیارے کو غوطے میں ڈالا، گاڑی کو شست (نشانے) میں لیا اور مشین گنیں فائر کر دیں۔ اس کی چھ مشین گنوں کی بکتر شکن اور آتشیں گولیاں گاڑی کی آہنی چھت میں داخل ہو کر پھٹیں تو گاڑی کے دو تین ڈبے ہولناک دھماکے سے پھٹے اور سیاہ کالی گھٹا اٹھی۔ علاؤ الدین احمد نے وائرلیس پر چلا کر کہا ”یہی ہے اس میں ایمونیشن ہے اسے جلدی ختم کرو۔“ چاروں شاہبازوں نے تھوڑی سی دیر میں راکٹوں اور مشین گنوں سے پوری کی پوری گاڑی کو اڑا دیا۔ گاڑی گولہ بارود سے بھری پڑی تھی۔ جو یقیناً اگلے مورچوں کے لیے جا رہا تھا۔ شاہبازوں نے پاکستان کی تباہی کے سامان کو بھارت میں ہی تباہ و برباد کر دیا۔

گورداسپور کی فضا میں ریل گاڑی اور ریلوے لائن کے ٹکڑے، لائن کے سلیپر اور پتھر اور ڈبوں میں پھٹتے ہوئے گولوں کے ٹکڑے اور ریلوے سٹیشن کی عمارتوں کی اینٹیں اڑ رہی تھیں اور شہر سیاہ کالی گھٹا میں روپوش ہو گیا تھا۔ اس قدر قیامت بپا کر کے بھی علاؤ الدین کو چین نہ آیا۔ نیچے سیاہ گرد و غبار میں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ پھر بھی یہ جانباز شاہباز اپنے ہوا بازوں سے یہ کہہ کر کہ شاید کوئی ڈبہ محفوظ رہ گیا ہو، پھٹتے بارود کی گھٹا میں غوطہ لگا گیا۔ اس کے ساتھی بتاتے ہیں کہ اسے دو تین ڈبے نظر آ گئے تھے جو ابھی محفوظ تھے۔ اس نے راکٹوں کی آخری بوچھاڑ فائر کر دی۔ ڈبوں میں اس کے راکٹ پھٹے اور ان کے ساتھ ڈبوں میں بھرا ہوا گولہ بارود پھٹا۔ علاؤ الدین اس قدر نیچے چلا گیا تھا کہ اس کا طیارہ اس دھماکے کی زد میں آ گیا۔ اس سے پہلے اس کے طیارے کو نیچے سے اڑا ہوا لوہے کا ایک ٹکڑا لگ چکا تھا۔ لیکن اس نے طیارے کو سنبھال لیا تھا۔ اب کے وہ اپنی بپا کی ہوئی قیامت کی لپیٹ میں ایسا آیا کہ اس کے ساتھیوں کو اس کی آخری آواز سنائی دی۔ میری کاک پٹ دھوئیں سے بھر گئی ہے۔ دوسرے لمحے اس نے کہا اب ٹھیک ہے۔ اور وہ دشمن کی فضا میں لاپتہ ہو گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا لیکن علاؤ الدین احمد وطن پر قربان ہو چکا تھا۔ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا طیارہ دشمن کے علاقے میں کس مقام پر گرا تھا۔

(ماخوذ: بدر سے باٹا پور تک از عنایت اللہ)

اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے

[شازیہ بنت محمد اکرم بودلہ، دیپال پور]

پورے ملک میں شدید بارشوں سے پانی کسی بلا کی طرح گھومتا پھرتا رہا اور اپنے ساتھ ہمارے ہزاروں پیاروں کو رلاتا ہوا اور ہی آگے اپنا راہ بناتا رہا ہے. بہت سے گاؤں اور دیہات پانی میں بہہ گئے ہیں۔ ہزاروں لوگ بے گھر بے آسرا ہو گئے ہیں۔ مکان کاروبار، فصلیں، مویشی سب مال اسباب ختم ہو گیا ہے۔ ہمارے سامنے سب کچھ بہا جا رہا ہے کھیلتی غریبوں کی بستیاں! اس پانی سے تو زمین کا سینہ سرسبز اور شاداب ہوتا ہے اور اس پانی نے ہی زمین کی کوکھ کیوں اجاڑ دی۔ دن دیہاڑے بچوں کی ماؤں سے جدا کر دیا۔ بوڑھوں کو مفلوج کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ماں باپ کے ہوتے ہوئے یتیم کہلائیں گے۔ آگے بڑھیں۔ دکھ کی اس گھڑی میں اپنے مسلم بہن بھائیوں کو اکیلا مت چھوڑیں۔

ان کی نظریں ہماری طرف دیکھ رہی ہیں ہم غیروں کی امداد کیوں لیں۔ کیا ہمارے پاس کچھ نہیں بچا۔ پھر ہم لوگ حکمرانوں کی آس پر اپنے پیاروں کو کیوں بے یار و مددگار چھوڑیں یہ اللہ پاک کا احسان ہی تو ہے کہ اللہ نے ہمیں اس مصیبت سے بچا رکھا ہے۔ ہمیں اس دکھ کی کیفیت کا کیا اندازہ۔ گھر لٹنے کا دکھ ان بے گھر افراد سے پوچھو جو آن واحد میں بے گھر ہو گئے۔ گھروں سے خیمہ بستیوں کے مکین بن گئے۔

اگر آج ہم مشکل میں گھرے اپنے ان بہن بھائیوں کو اکیلا نہ چھوڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں کبھی تنہا نہ چھوڑیں گے۔

ان لوگوں کی مدد ہم پر فرض ہے وہ جن کے
پیارے لقمہ اجل بن گئے
جن کے
گھروں کے نام و نشان تک مٹ گئے جو کل تک ہماری مہمان نوازی کرتے رہے آج لقمے لقمے کے محتاج ہیں۔ اگر اب بھی ہم نے اٹھ کر اپنے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار نہ کیا۔ تو تاریخ کبھی ہمیں معاف نہ کرے گی۔

ہمارے امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید کی اپیل برائے سیلاب زدگان کو غور سے پڑھو اور نکل پڑھو اللہ کا نام لے کر۔ یہ مت سوچیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں بھلا۔ ہم سب کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ

آیئے آگے بڑھیں۔ اپنے جذبہ ایمان کو بیدار کرتے ہوئے۔ صفر سے بھی شروع کریں گے تو پیچھے رہنے والوں میں سے تو نہ ہوں گے۔ اپنے رشتہ داروں، دوست احباب، سب کو اپنے ساتھ چلائیں۔ یہ ملک ہمارا ہے تو اس ملک کے رہنے والے بھی ہمارے اپنے ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں جن کو ہمارا بھائی ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے بنایا اور ہمارے درمیان اخوت کا رشتہ بنایا۔

ہمیں دنیا کے سامنے اس عظیم الشان اخوت کی مثال پیش کرنا ہو گی۔ ہم کوئی بھکاری ہیں جو بیرونی امداد کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔ آگے بڑھیں، کہیں دیر نہ ہو جائے بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ کے حضور اجتماعی توبہ اور استغفار کریں۔ اور ان پانی میں پھنسے بہن بھائیوں کے لیے خوراک، بستر، لباس، ادویات اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کریں۔

فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے بھائی پاکستان بھر میں اس عظیم خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر اپنے بھائیوں سے بھرپور تعاون کریں۔ جو چیز بھی آپ کی دسترس میں ہے اسے اپنے پیاروں تک پہنچائیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس
آزمائش کی گھڑی سے
نجات عطا
فرمائے۔ (آمین)

اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے
دعا مانگو کہ سویر ہو جائے
اپنے رب سے وہ روشنی مانگو
جس سے اندھیرا زیر ہو جائے

سیلاب کیسے آتے ہیں؟

پاکستان میں بارشیں تمام سال ایک سی مقدار میں نہیں ہوتیں۔ زیادہ تر بارش موسم گرما کے آخر میں یعنی جولائی اور اگست کے مہینوں میں ہوتی ہیں۔ کچھ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے جبکہ زیادہ تر بارش کا پانی نشیبی علاقوں کی طرف بہہ جاتا ہے۔ اس طرح دریا کی گزرگاہ پانی سے بھر جاتی ہے۔ اور پانی کناروں سے باہر نکل آتا ہے جسے سیلاب کہتے ہیں۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں (راوی، ستلج، جہلم اور چناب) کے نکلنے کی جگہ ایسے پہاڑی سلسلوں میں واقع ہیں جو برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ موسم گرما میں برف کے پگھلنے سے دریاؤں میں پانی کی زیادتی ہو جاتی ہے اور اکثر موسم گرما کے آخر میں سیلاب آتے ہیں۔

موسم برسات میں زیادہ بارشوں کی وجہ سے دریائے سندھ اور اس کے معاونین کی گزرگاہوں میں پانی کی مقدار بڑھ جاتی ہے اس سے بھی سیلاب آتے ہیں اور پاکستان کو بہت سا جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی بہت زرخیز ہوتی ہے اور زراعت کے لیے نہایت موزوں ہے۔ اسی لیے فصلیں زیادہ مقدار میں انہی سیلابی میدانی علاقوں میں اگائی جاتی ہیں۔ جس سے قریباً ہر سال جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ 1988، 1976، 1992ء اور اب 2010ء میں پاکستان کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیلاب سے بروقت بچاؤ کے لیے موزوں اقدامات کیے جائیں تاکہ بعد میں بہت بڑے نقصان سے بچا جا سکے۔

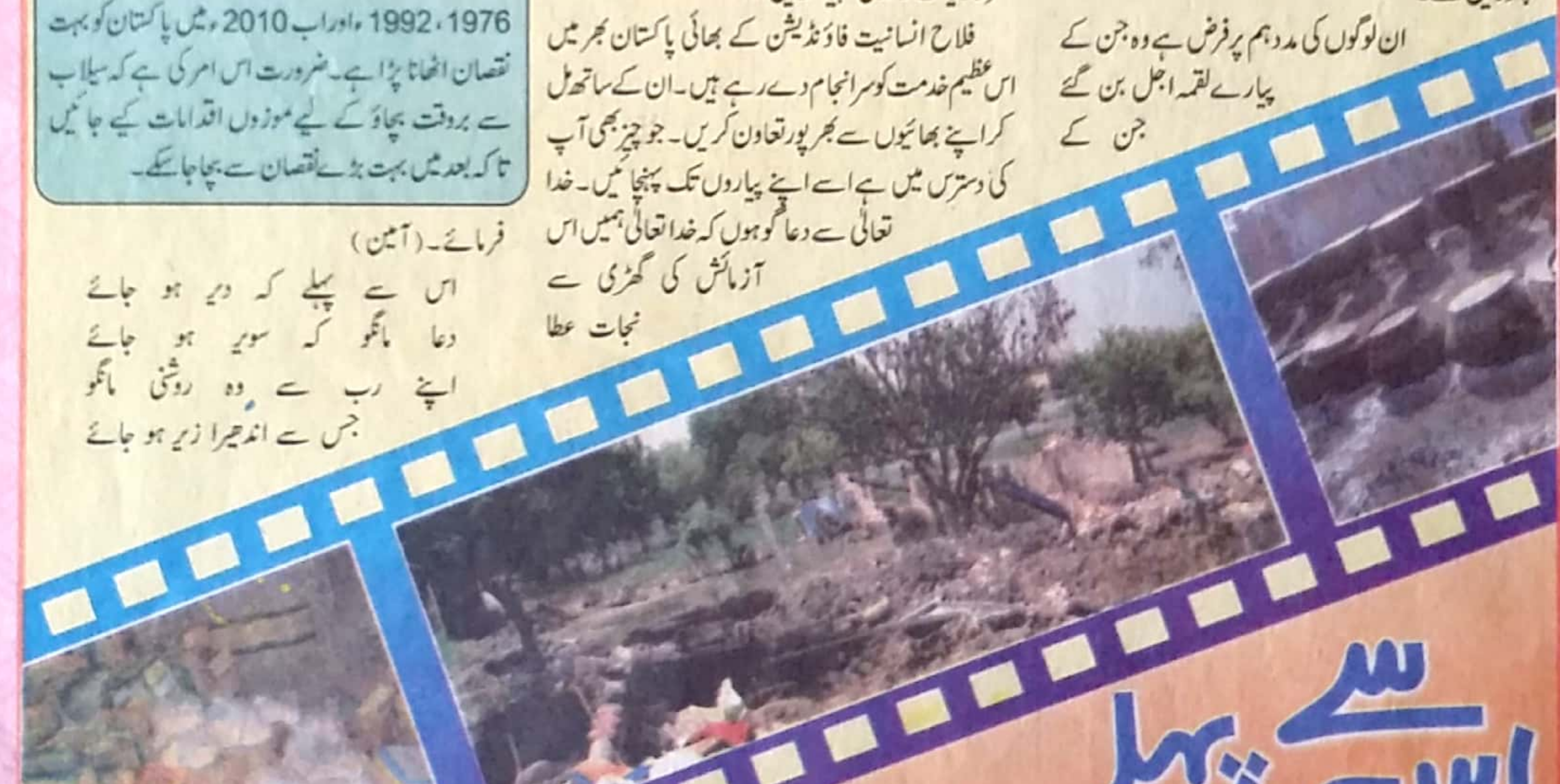

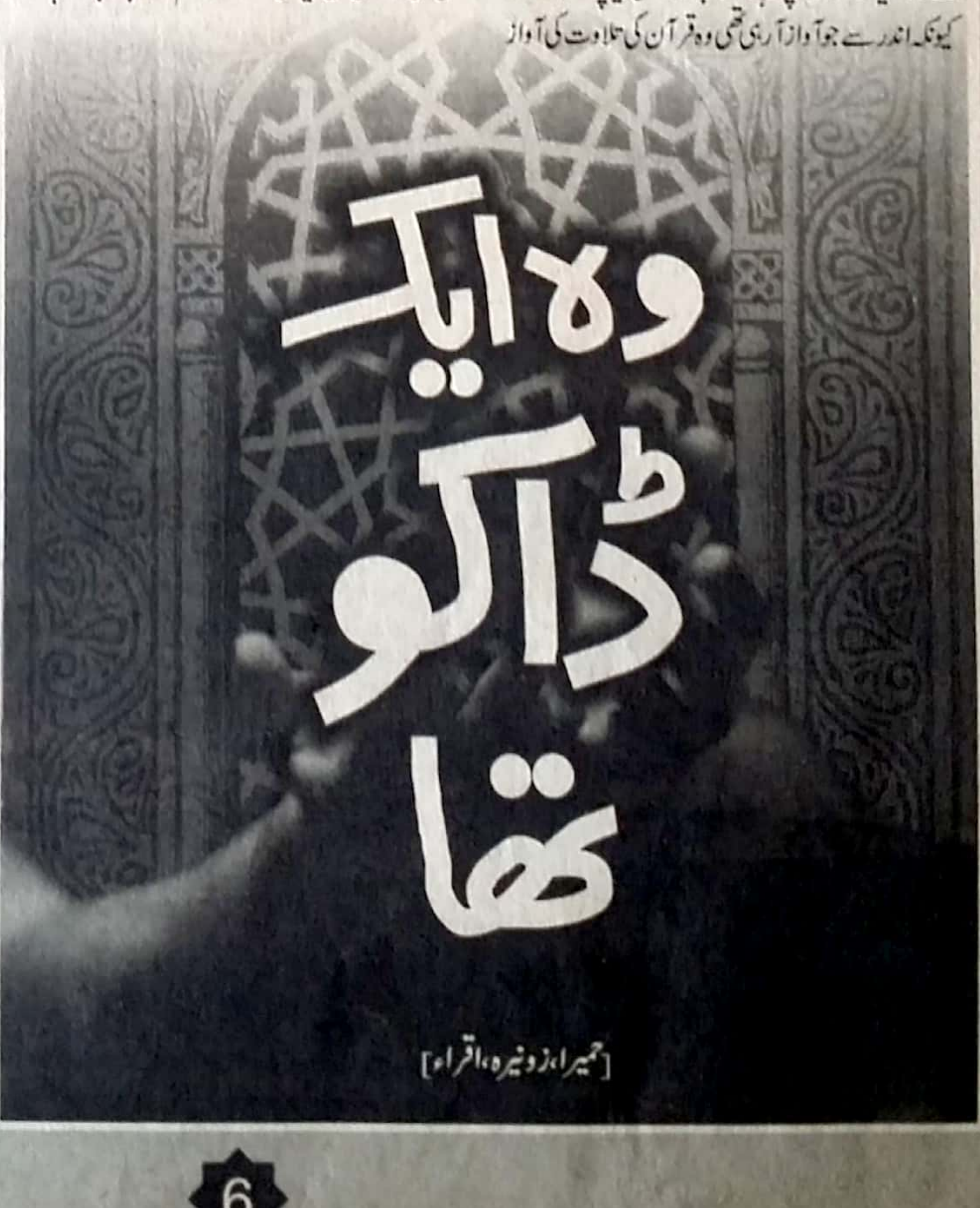

وہ ایک ڈاکو تھا

رات کا بھیانک سناٹا گھپ اندھیرا ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا تھا۔ ہر طرف سکون اور خوف چھایا ہوا تھا شہر کے لوگ لمبی تان کر سو رہے تھے۔ اس سناٹے میں شہر کا ایک مشہور ڈاکو چوری کرنے کے لیے مختلف ہتھیاروں کا جائزہ لے رہا تھا اور وہ آج کی رات چوری کرنے کے ارادے سے نکل پڑا۔ جسم مختلف ہتھیاروں سے سجا ہوا تھا کہ نجانے کس موقع پر کون سے ہتھیار کی ضرورت پڑ جائے۔ یہ آزمودہ کار ڈاکو شہر کی مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا گھروں کو تاک رہا تھا۔ یہ آج کس کی کمائی لوٹ کر جائے گا۔ چلتے چلتے یہ ایک بہت بڑے مکان کو دیکھ کر رک گیا اور فیصلہ کیا کہ آج کی رات اسی گھر میں چوری کی جائے۔ چنانچہ یہ ڈاکو دروازے کی درزوں پر پاؤں رکھتا ہوا چھت پر پہنچا اور پھر سیڑھی کے راستے نیچے صحن میں آیا مکان کے صحن میں گھپ اندھیرا تھا لیکن ایک کمرے میں چراغ تھا یہ بہت حیران ہوا کہ آدھی رات کے وقت کون جاگ رہا ہے آدھی آدھی راتوں کو تو چور ڈاکو جاگا کرتے ہیں مگر اسے کیا معلوم کہ کچھ لوگ اپنے رب کو منانے کے لیے بھی راتوں کو جاگا کرتے ہیں۔ ڈاکو آہستہ آہستہ کمرے کے دروازے کے قریب ہوا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دھیمے لہجے میں کسی سے باتیں کر رہا ہے اسے یہ آواز بڑی بھلی محسوس ہوئی اور آگے بڑھ کر اس نے اپنے کان دروازے کے ساتھ لگائے۔ آواز سننا تھی کہ گویا کہ اسے کسی نے جکڑ لیا ہو اور وہ چاہنے کے باوجود بھی پیچھے نہ ہٹ سکا کیونکہ اندر سے جو آواز آ رہی تھی وہ قرآن کی تلاوت کی آواز تھی۔ اندر بیٹھا ہوا کوئی شخص قرآن سامنے رکھے تلاوت میں مصروف تھا اور اپنے رب کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ قرآن سنتے سنتے اس نے آیت سنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ لوگ اللہ سے ڈر جائیں'' تو اس کے ہاتھوں سے تھیلا چھوٹ گیا اس کی ٹانگیں بری طرح لرز رہی تھیں، اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو رہی تھی اس کی آنکھوں سے اس قدر آنسو بہہ رہے تھے کہ وہ اس کا دامن بھگوتے ہوئے زمین کو سیراب کر رہے تھے۔ احساس ندامت اس پر غالب آ چکا تھا ایک سوچ اسے جھنجھوڑتی چلی جا رہی تھی کہ تم نے آج تک لوگوں کو لوٹا ہے تمہارا راتوں کو جاگنا اللہ کے بندوں کو لوٹنے کی خاطر اور یہ اپنے رب کو منانے کے لیے جاگ رہا ہے۔ اس کے کپکپاتے ہونٹوں سے ایک چیخ نکلی اور وہ دیوانوں کی طرح چلا اٹھا۔ اے میرے خدا! وہ وقت آ گیا ہے ندامت کے آنسو ابھی تک اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے وہ واپس اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ خالی ہاتھ نہ درہم و دینار کی تھیلی نہ زیورات نہ کپڑے خالی ہاتھ ہونے کے باوجود وہ آج کے دن سے زیادہ کبھی بھی مالدار اور دولت مند ہو کر گھر واپس نہیں ہوا تھا۔ آج وہ معافی کی متاع گراں دامن بھر کے لوٹا تھا۔ اس کی زندگی آج بھی بھٹکے ہوئے راہی کو سوئے منزل لے چلتی ہے وہ چند ہی دن میں معاشرے کا قابل فخر فرد بن گیا۔ نیکی اس کے نام سے پہچانی جانے لگی اسلامی تاریخ میں ان کو فضیل بن عیاض ؒ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

[حمیرا، زونیرہ، اقراء]

زندگی جو روشن تھی

''میدان تنعیم'' کا دلخراش منظر ہے...... بچے، جوان، عورتیں، قریش کے نامی گرامی سردار سب ایک مرد مجاہد کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہیں...... سب اسے مار ڈالنے کے لیے شور مچا رہے ہیں...... تختۂ دار پہ کھڑا اللہ کا ولی بہت اطمینان سے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے چہرے پہ بلا کا سکون طاری ہے...... بے باک اور نڈر انداز...... موت کا خوف اسے چھو کر بھی نہیں گزر رہا...... حالانکہ موت اس کے سامنے ہے...... اللہ کا ولی بار بار رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتا ہے...... قریش مکہ اس اللہ کے ولی کا زندہ حالت میں مثلہ (جس کے حصے کاٹ) کر رہے ہیں اللہ کے ولی کا سارا جسم تلواروں اور نیزوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے، جسم کا ایک ایک عضو کاٹ دیا جاتا ہے...... بوٹی بوٹی کاٹ کر جسم سے الگ کر دی جاتی ہے...... اللہ کا ولی پھر بھی محمد ﷺ کی محبت سے انکار نہیں کرتا۔ اپنی سو جانیں بھی محمد ﷺ پر قربان کرنے کا اعلان کرتا ہے...... اس مجاہد کے جسم کے ہر گھاؤ سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں...... قریشِ مکہ مجمع کی صورت صحابی رسول ﷺ حضرت خبیب بن عدی ؓ کی دلدوز شہادت کا منظر ملاحظہ کر رہے ہیں...... آخری وقت اللہ کا ولی اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اللہ سے التجا کرتا ہے...... الٰہی! ان سب ظالموں کو شمار کر لے...... اور انھیں تباہی کا مزا چکھا...... اور ان میں سے کسی کو معاف نہ کر......!! یہ کہہ کر اللہ کے ولی نے اپنی زندگی کا آخری سانس لیا اور جان دے دی...... قریش مکہ مسرت سے پاگل ہو گئے تھے کہ آج ہم نے محمد ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والے ایک اور دیوانے کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے

بچوں کی گلدستہ تحریروں سے سجا

"یہ کیسی عید تھی؟"

ماں!
تم کہتی ہو عید چلی گئی......
یہ کیسی عید تھی کہ......
نہ میں نے نئے کپڑے پہنے......نہ جوتے......
نہ تم نے کوئی میٹھی چیز پکائی
نہ ہم عید پڑھنے گئے......
نہ مجھے کسی نے عیدی دی......
کب آئی عید کب چلی گئی......؟
بولا ناماں......!
یہ کیسی عید تھی......؟
تم کہتی ہو گھر نہیں جانا......وہاں پانی ہے......
کیا ہماری عید بھی......پانی میں بہ گئی......؟

[اقراء ریاض، ڈلوال]

ذلت

ایک دانا کا قول ہے کہ آٹھ چیزیں ذلت لاتی ہیں۔

① انسان کا ایسے دستر خوان پر بیٹھنا جس کی طرف اسے بلایا نہ گیا ہو۔
② گھر والوں پر بے جا حکم چلانا۔
③ دشمنوں سے احسان کی توقع رکھنا۔
④ ایسے دو لوگوں کی باتوں میں دخل دینا جو اسے مخاطب کرنا نہیں چاہتے۔
⑤ بڑوں کی تحقیر کرنا۔
⑥ اپنے مرتبے سے بلند جگہ پر بیٹھنا۔
⑦ ایسے شخص سے باتیں کرنا جو دھیان نہ دے۔
⑧ ایسے شخص سے دوستی کی خواہش کرنا جو اس کا اہل نہیں۔

[خدیجہ خالد ساجدہ]

کہنا وہاں کے لوگوں سے

کشمیر کی ایک بہن نے غازی صلاح الدین کشمیری کو اپنی تار تار چادر دی اور روتے ہوئے کہا بھیا چند دن قبل ہندو درندوں نے میری عصمت دری کر کے میری دنیا اندھیر کر دی اے بھیا تم یہ چادر پاکستان لے جاؤ اور حکمرانوں اور مسلمانوں کو اپنا یہ پیغام دیتے ہوئے کہنے لگی۔ وادی کے مجاہد جاتا ہے اگر پاکستان کی طرف
کہنا یہ وہاں کے لوگوں سے
یہ زرد دوپٹہ ایک بیٹی نے اپنے باپ کو بھیجا ہے
یہ وہ مظلوم دوپٹا ہے
جو ایک کشمیری بیٹی کے سر سے کفار نے نوچا تھا
شادی سے قبل اس کو کتنے ظالم کفار نے نوچا تھا
کہنا یہ وہاں کے لوگوں سے
یہ زرد دوپٹہ ایک بہن نے ان بھائیوں کو بھیجا ہے
ایمان ہے جن کے سینوں میں
قرآن ہے جن کے ہونٹوں پہ
جو درد کسی کا سنتے ہیں
جو ہر ظلم سے لڑتے ہیں
جو حق کی خاطر مرتے ہیں
کہنا یہ وہاں کی ماؤں سے اور بہنوں سے
یہ زرد دوپٹہ اک کشمیری بہن نے تم کو بھیجا ہے
جو اس کے سر اور اس کی عزت کو محفوظ نہ کر پایا
کہنا یہ وہاں کے لوگوں سے
گھر اجڑے ہیں در نوحہ گر
شہروں کی رونق سرد پڑی
ہر موڑ پر دشمن فوج کھڑی
مجبوری کا کیا جینا ہے
اک بربادی، بربادی ہے
یہ زرد دوپٹہ......فریادی
ہاں فریادی فریادی ہے۔

[جویریہ بنت سیف الرحمٰن، بہاولپور]

گلدستہ احادیث

❁ چادر کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے۔ (بخاری)
❁ دو نعمتیں ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ① صحت ② فراغت۔ (بخاری)
❁ افضل کلمے چار ہیں۔ ① سبحان اللہ ② الحمد للہ ③ اللہ اکبر ④ لا الٰہ الا اللہ۔ (بخاری)
❁ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہو۔ (مسلم)
❁ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر چیز جو اس نے سنی ہے بیان کر دے۔ (مسلم)
❁ مومن طعنے نہیں دیتا، لعنت نہیں کرتا، فحش نہیں بکتا، زبان دراز نہیں ہوتا۔ (مسلم)
❁ تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑا ہو کر پانی نہ پیے۔ (مسلم)
❁ رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم)
❁ جو اپنے محسن کا ناشکرا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ (ترمذی)
❁ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔ (ترمذی)
❁ جس عورت نے خوشبو لگائی اور لوگوں کے پاس سے گزری تاکہ وہ اس کی خوشبو کو پائیں تو یہ عورت زنا کار ہے۔ (نسائی)
❁ مسلمانوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ (ابوداؤد)
❁ جب تین بندے کسی سفر کے لیے نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ (ابوداؤد)
❁ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرلے وہ انہی میں سے ہے۔ (ابوداؤد)
❁ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے، اگر غصہ ختم ہو جائے تو بہتر ورنہ لیٹ جائے۔ (ابوداؤد)
❁ مہمان کا دروازے پر استقبال کرنا اور اسی طرح رخصت کرنا میری سنت ہے۔ (ابن ماجہ)
❁ اللہ کے بندوں میں بدترین وہ ہیں جو چغلی کھاتے اور دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں۔ (مسند احمد)
❁ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور اسلام کا بنیادی وصف حیا ہے۔ (مؤطا امام مالک)
❁ خاموشی دانائی ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔ (بیہقی)
❁ کیا وہ آدمی ڈرتا نہیں جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دے۔ (مشکوٰۃ)
❁ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں بخش دیے جاتے ہیں۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

[حافظ منشاء بلال، خانیوال]

سنہری باتیں

❁ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ بھی دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اچھی تعلیم ہے۔
❁ ذہین اولاد سے نہ صرف ماں باپ بلکہ ایک دنیا مستفید ہوتی ہے۔
❁ جدوجہد کے بغیر کامیابی کی امید بے سود ہے۔
❁ کسی کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے دیکھ لو کہ تین انگلیاں آپ کی طرف ہیں۔
❁ اپنی خواہشات کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ سچے راستے سے دور کرتی ہیں۔
❁ انسانی خواہشات پیاز کے پرتوں کی مانند ہیں ایک کے بعد دوسری نکل آتی ہے۔

[حبیب اللہ اخت ام معبد، عطاء اللہ۔ کیلیانوالہ]

''اے جی رہنے دو سائیں! نام بتائے گی تو آپ کہیں گے کہ لو نام دیکھو اور حال دیکھو!''

اس کے والد نے بے بسی سے کہا تھا۔

''ایسا نام ہے جو اس حال میں بیٹھ کر تو نہیں بتا سکتی۔''

وہ ہمیں خاموش دیکھ کر دوبارہ بولا تھا۔ ''نہیں بھائی ایسی بھی کیا بات نام سے نصیب تھوڑی بنتا ہے۔ آپ بتانے تو دو......''

ہماری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بچی نے ہنس کر کہا، بختاور...... بختاور! ہنسی تو سپاری سے سرخ اس کے دانت بھی نمایاں ہو گئے۔ اسے شاید آج کے دن تو کوئی غم نہ تھا۔ ہوتا بھی کیا اسے کیا خبر تھی کہ ان کے باپ کے ساتھ کیا بیت گئی ہے۔ تبھی اس کا باپ بولا ''دیکھ لیں بختاور کے بخت کو۔ اپنا گھر، علاقہ سب چھوڑ کر یہاں رہنے پر مجبور ہے۔''

یہ عید کا دن تھا ہم اس روز صوبہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں متاثرین کی بستی میں تھے۔ نماز عید کے بعد پاس کے خیمہ میں سجاول کے آس پاس بچے جمع تھے وہ وہاں چند کھانے کی چیزیں سجائے بیٹھا تھا بچوں کو دیکھ کر ہم بھی ان سے ملنے چلے آئے۔ ننھے منھے بچوں نے رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے پاس نہ پھول تھے نہ غبارے، مگر وہ سب خوشی سے قہقے لگا رہے تھے۔ تبی ہم نے ایک ننھی سی بچی کو پیار سے پوچھا بیٹا آپ کا نام کیا ہے، اور بچی سب حالات سے بے خبر خوشی سے ہنسنے جا رہی تھی مگر اس کا باپ اداس تھا۔ عید کے دن بھی اُس کے چہرے پر کوئی خوشی نہ تھی۔ سچ ہے کہ عید تو بچوں کی ہوتی ہے۔ اس عمر میں انہیں کوئی فکر ہوتی ہے نہ غم

عید سے دو دن پہلے کی بات ہے، میں سوچ ہی رہا تھا کہ آنے والی عید سیلاب زدگان کے ساتھ گزاروں۔ اسی شام حبیب اللہ سلفی بھائی سے دل کی بات کہی تو وہ بولے۔

''یحییٰ بھائی! ٹھٹھہ میں عید کریں گے، آپ ساتھ وہیں چلے جائیں۔'' ہم رات سونے کے لیے لیٹے تھے کہ ان کا فون آ گیا کہ یحییٰ بھائی صبح ٹھٹھہ کے لیے نکلیں گے آپ کا کیا ارادہ ہے۔

ہم نے آمادگی ظاہر کر دی اور اگلے روز دو پہر کا وقت تھا جب ہم لاہور سے نکل رہے تھے۔ ہماری گاڑی موٹروے کی کالی سڑک پہ دوڑ رہی تھی اور میں سیٹ کی پشت پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے ان مناظر کو خیال کی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش میں تھا۔ جوان لوگوں پر گزرے گئے تھے۔ سیلاب سے پاکستان کے چاروں صوبے ہی متاثر ہوئے تھے۔ اور ان صوبوں سے تعلق رکھنے والے لاکھوں لوگوں کی دل ہلا دینے والی کہانیاں، ہم پڑھ چکے تھے۔

''عید آئی ہے تو اب کی بار ان کے لئے خوشیاں نہیں لائی۔ ان کے گھر تو اب بھی پانی میں ڈوبے ہیں اور ہزاروں کا تو نام و نشان بھی نہیں رہا۔ تنکا تنکا جوڑ کر جس باپ نے بیٹیوں کا سر چھپانے کے لئے گھر بنایا تھا وہ تو اب مٹی میں مل گیا، ایسے میں عید کی خوشی کہاں؟ جس بیٹے کی ماں پانی میں ڈوب کر اسے چھوڑ گئی بھلا وہ عید کا چاند کہاں دیکھے، جن گھروں میں بچے نہیں رہے وہ مائیں بتائیں کیسے عید کی خوشیاں منائیں؟ پانی کے ہاتھوں موت کی یہ تباہی ایک شہر، ایک گاؤں تک محدود ہوتی تو شاید دکھ کا مداوا ہو بھی جاتا مگر اس درد نے تو پوری قوم کو ہی دو چار کر رکھا ہے۔ بلوچستان، سندھ، سرحد اور پنجاب چاروں صوبوں کے درجنوں شہر، سینکڑوں دیہات اور ہزاروں بستیوں کے لاکھوں مکینوں کا درد ایک سا ہے۔ سب کے لئے زندگی امتحان بن گئی ہے۔

''میں گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا کہ چاچا ابو بلال کی آواز نے خیالات کی دنیا منتشر کر دی یحییٰ بھائی نے چاچا جی کی کیسٹ لگا دی تھی اور گاڑی میں چاچا ابو بلال کا ترانہ گونجنے لگا تھا۔ ظہر اور عصر کی نماز ہم نے موٹروے پر ہی پڑھی اور روزے کی حالت میں پھر عازم سفر ہوئے۔

سورج سر جھکا رہا تھا جب ہم جھنگ شہر سے باہر نکل رہے تھے کچھ دیر میں روزہ افطار ہونے والا تھا۔ یحییٰ بھائی کسی صحافی سے فون پر بات کر رہے تھے۔ انہوں نے فون سے توجہ ہٹا کر سفیان سے کہا ''سو رہے ہو......؟'' ''نہیں چاچو جی''۔ سفیان نے جلدی سے جواب دیا۔ ''افطاری ہی پکڑ لو یار'' یحییٰ بھائی نے کہا اتنے میں ایک چھوٹی سے بستی آ گئی۔ ہمارے ڈرئیوار چاچا عبدالقیوم نے بریک لگا لی اور سفیان افطاری کا سامان لے آیا افطاری ہم نے اندازے سے ہی ٹائم دیکھ کر لی۔ شام ہو گئی تھی ہر طرف اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ آدھے گھنٹے کے مزید سفر کے بعد ہم دریائے چناب پر پہنچ گئے تھے۔

دریائے چناب میں پانی کے بہاؤ میں اب بھی تیزی تھی، یہ وہ جگہ تھی جہاں اونچے درجے کا پانی کا ریلا آیا تھا اور اس سے چناب کے آس پاس کے تمام دیہات پانی سے ڈوب گئے تھے۔ اس روز سیلاب کو آئے بیس بائیس دن گزر گئے تھے مگر کھیتوں میں پانی اب بھی کھڑا تھا۔ اور پانی ہی تھا فصلیں تو ختم ہو گئی تھیں یحییٰ بھائی نے بتایا کہ یہاں کپاس کی فصل بہت ہوتی ہے اور ہم سڑک کے دونوں طرف دیکھ رہے تھے کہ ساری فصلیں گل سڑ کر سیاہ ہو چکی ہیں۔ جیسے جیسے مظفر گڑھ پاس آتا جاتا ہے سڑک کے دونوں اطراف کی طرف کھڑی فصلیں پانی میں اپنا وجود کھوتی نظر آتی ہیں۔ پانی کی شدت نے لہلہاتی کپاس کی فصل کو صاف میدان کر دیا ہے۔ جو پودے پانی میں اب بھی اپنا وجود رکھتے تھے وہ کثرت پانی کی وجہ سے جل چکے ہیں۔ جہاں پانی سوکھ گیا وہاں زمین پر مٹی کی چیڑیاں منہ ابھار رہی ہیں۔ پانی کی صورت پھیلی موت سے بچاؤ میں لوگوں نے اپنی جان تو بچائی ہی مگر اس نفسا نفسی میں بھی وہ اپنے پیٹ کی فکر کو نہ بھولے۔ جنگ سے مظفر گڑھ تک سڑک کے دونوں جانب گندم محفوظ کرنے والے ''بھڑولے'' پڑے نظر آتے ہیں۔ گاؤں اور دیہاتوں کے لوگ ان میں گندم اور چاول جمع کرتے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں اکیلے ''بھڑولے'' کے پاس چارپائی پر سوئے کچھ لوگ سوئے

ہوئے تھے جو یقیناً ان کی رکھوال کر رہے تھے کہ کوئی چور ہی لے نہ جائے ایسے موقعوں پر چوریاں بھی بہت ہوتی ہیں اور دغابازی بھی بہت ہوتی ہے ۔سیلاب کی آمد کے ساتھ ہی شیطان صفت تاجر گدھوں کی طرح ادھر پہنچے تھے اور انہوں نے لٹے پٹے مہاجرین سے اونے پونے قیمتی ترین اشیاء اور ان کی زندگی کا اثاثہ لوٹا تھا ایسے ہی بہت سے گدھ اسی شاہراہ پر سامان کے ٹرک لادھے جا رہے تھے۔ جنگ اور مظفر گڑھ کے درمیان میں بہتی نہر کا پل پانی کے شدید بہاؤ کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا اب وہاں آرمی نے عارضی پل بنا رکھا تھا۔ پل کے دونوں طرف لمبی قطاریں تھیں تین کلو میٹر تک پھیلی اس قطار میں ٹرک کھڑے تھے ان ٹرکوں میں سب سے زیادہ وہ ٹرک تھے جن میں بیل اور گائے تھے۔ انہیں سستے داموں خرید کر اب بڑی عید کے لئے قربانی پر منہ مانگے داموں بیچا جائے گا، اللہ اللہ کر کے ہماری گاڑی اس پل سے گزری اور ہم آگے کی طرف بڑھے آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی جب ہم ڈیرہ غازی خان پہنچے ارادہ تھا کہ یہاں جماعۃ الدعوۃ کے دفتر میں کچھ دیر آرام کر لیا جائے رات کا وقت تھا ہم دفتر کا راستہ بھول گئے ،کوئی آدمی بھی نہ تھا کہ کسی سے پوچھا جاتا چاچا عبدالقیوم نے آخر خود ہی بڑی تگ و دو کے بعد دفتر تلاش کر ہی لیا ہم وہاں پہنچے تو پنجاب سے کسی علاقے سے آئے ایک ٹرک سے سامان اتارا جا رہا تھا کارکنان کام کر رہے تھے، کچھ آرام کے لئے مسجد کے صحن میں لیٹے تھے، آخری رات کا تھوڑا سا حصہ اسی جگہ آرام کر کے ہم سحری کے بعد جام پور کی طرف چل دیئے۔ جام پور کا بہت بڑا حصہ مظفر گڑھ کی طرح پانی کی تباہی کی علامت بنا ہوا تھا۔ یہاں کے باشندوں کے لئے اگر کھانے کے لئے کچھ نہ رہا تو رہنے کے لئے گھر بھی نہ بچے، ڈیرہ غازی خان سے جام پور اور جام پور سے آگے سڑک کے کنارے این آر ایس پی کی طرف سے تقسیم ہونے والے خیمے سڑک کے دونوں طرف لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سفید خیموں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی بستیاں اب بھی آباد تھیں جن میں لٹے پھٹے لوگ بیٹھے تھے۔ جام پور میں فلاح انسانیت کے کیمپ اور بینر آویزاں تھے جہاں کئی جگہ امداد تقسیم ہو رہی تھی۔ امداد کے لئے ایسے بہت سے لوگ جماعۃ الدعوۃ کے دفتر ڈیرہ غازی خان میں بھی تھے جو ضرورت کی اشیاء لینے آئے تھے مگر بہت سے لوگ اپنے گھروں کو چھوڑنے پر اب بھی آمادہ نہ تھے۔ ان لوگوں کو وہاں ہی امداد مہیا کی جا رہی تھی۔ زمین سے محبت انسان کے دل میں کس قدر گہری ہوتی ہے اس کا اندازہ اہل پاکستان نے بہت سے واقعات سے کیا ہوگا ہم جام پور سے ذرا آگے بڑھے تو کشمور کی طرف جاتے ہوئے جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے سڑک کے کنارے خیموں میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تپتی دھوپ میں کھڑی کپاس کی تباہ شدہ فصل کے درمیان ایک این آر ایس پی کی طرف سے دیا گیا خیمہ لگا تھا جس میں ایک ہی خاندان آباد تھا۔ کہیں بھی اور کسی انسان یا آبادی کا نام و نشان نہ تھا مگر وہ لٹ کر بھی اپنی زمین پر بیٹھے تھے اور چھوڑنے کا شاید ان میں حوصلہ نہ تھا۔ یہی دردناک نظارے سکھر شہر میں داخل ہوتے ہی نظر آنے لگتے ہیں۔ ہم جیسے جیسے سندھ کے قریب ہو رہے تھے لٹے پٹے متاثرین کی تعداد اور خیمہ بستیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اگرچہ اب بہت سے لوگ اپنے علاقوں کو پلٹ چکے تھے مگر سکھر کی سڑکیں اور وہاں قائم خیمہ بستیاں جا بجا نظر آتی ہیں۔ سکھر شہر میں ہی فلاح انسانیت کی سب سے بڑی خیمہ بستی قائم ہے ۔ہمیں چونکہ عید کا دن ٹھٹھہ کے متاثرین سیلاب کے ساتھ گزارنا تھا اس لئے ہم نے یہاں سے حیدر آباد اور وہاں سے مکلی کے لئے رخت سفر باندھا۔

رات کے دو بج گئے تھے جب ہم حیدر آباد میں داخل ہوئے۔ مسلسل سفر کی تھکاوٹ بھائیوں کے پیار اور محبت ملتے ہی پل بھر میں کافور ہو گئی۔ یہاں سے ہمیں اگلی منزل ٹھٹھہ کے لئے نکلنا تھا۔ اگلے روز دن چڑھا تو ہمارے سفر کا بھی آغاز ہو گیا، حیدر آباد سے ٹھٹھہ اور مکلی کا سفر ایک گھنٹے کا ہے اس سفر کے دوران بھی وہی مناظر نظر آئے جو مظفر گڑھ سے سکھر تک ہماری آنکھوں میں درد کی صورت بسے تھے۔ مکلی شہر کا منظر تو یوں تھا جیسے لٹا پٹا پورا سندھ یہیں آباد ہو، جا بجا خیمہ بستیاں آباد ہیں اور ان میں درد کے مارے لوگ بسے ہیں۔ مکلی شہر کی آبادی سوا لاکھ ہے مگر جب اس کے آس پاس کے علاقوں میں سیلاب کے متاثرین کی آمد شروع ہوئی تو پہلے دن یہاں دس لاکھ افراد پناہ کے لئے آئے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا سوائے تھکے ہارے وجود کے، سب کچھ پانی کے ہاتھوں بہا کر میلوں پیدل چل کر آنے والوں کے لئے کھانے کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ فلاح انسانیت کے وہ کارکنان جو خطرے کو بھانپتے ہوئے رات سے یہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے متاثرین کو کھانا مہیا کیا اور جوں جوں متاثرین کی آمد میں اضافہ ہوتا گیا ان کے لئے کھانے اور رہائش کا بندوبست ہوتا چلا گیا۔ مکلی میں فلاح انسانیت کی دو بستیاں آباد ہیں۔ فلاح انسانیت سندھ کے چیئرمین شاہد بھائی اور ابو مجاہد ندیم نے ہمیں وہاں پہنچتے ہی محبت سے سینے سے لگایا، سڑک کنارے بستی میں قطار در قطار درجنوں خیمے لگے تھے، یہ وہ جگہ تھی جہاں متاثرین کو پہلا کھانا تقسیم کیا گیا تھا۔ ابو مجاہد ندیم بھائی نے اس وسیع میدان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ جس روز ٹھٹھہ بدین اور سجاول کے شہریوں اور آس پاس کے گوٹھوں کے رہنے والوں کو سیلاب کی وارننگ دی گئی تو ہمارے بھائی اس پیشگی خطرے سے آگاہ ہو چکے تھے۔ سیلاب نے اب تک جو تباہی نوشہرہ، چارسدہ، مظفر گڑھ، سکھر اور جیکب آباد کے آس پاس مچا دی تھی وہ ہم سب دیکھ چکے تھے، ہنگامی طور پر فلاح انسانیت کراچی میں اجلاس ہوا اور طے ہوا کہ ہر طرح سے

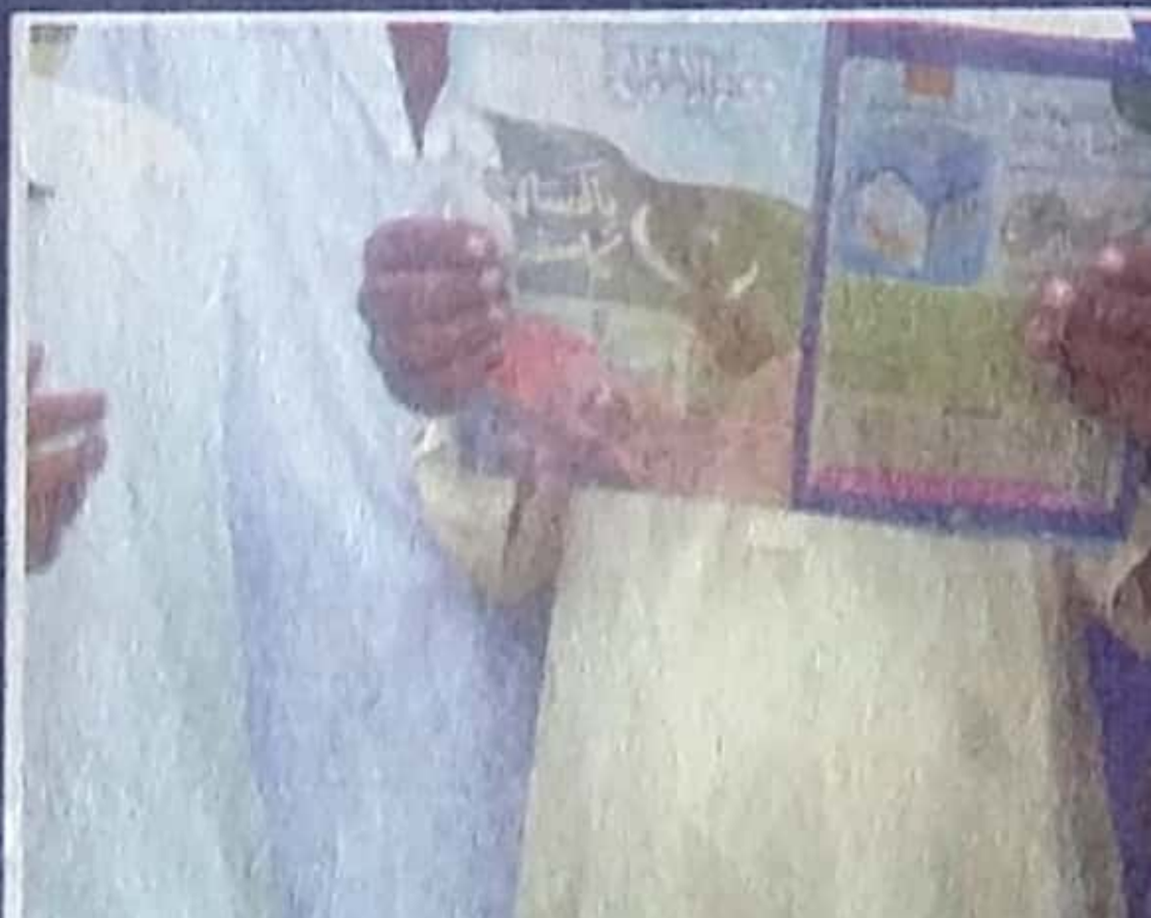

دورہ صفہ کی یادیں

معمول کے مطابق جرار ہاتھ میں آیا۔ اسے پڑھا اور پڑھتے پڑھتے کچھ ایسے الفاظ نظر آئے کہ دیکھتے ہی دماغ نے غور وفکر کرنا شروع کر دیا۔ کون سے الفاظ۔ بھئی (دورہ صفہ) دورہ صفہ کے بارے میں پہلے بھی سن رکھا تھا اور پھر سوچا کیوں نہ میں بھی ان گرمیوں کی چھٹیوں میں دورہ صفہ کروں۔ میں نے اپنے ساتھ اپنی کزن کو تیار کیا۔ بس تیاری شروع ہوگئی اور ساتھ ہی انتظار شروع ہو گیا۔ آخر وہ دن آیا جس دن میں اور میری کزن دورہ صفہ کے لیے مرکز کی جانب رواں دواں ہوئیں۔ جب وہاں پہنچیں تو نہایت ہی پرسکون فضا تھی۔ پہلے دو دن تو لڑکیوں کے آنے میں گزرے۔ دوسرے دن رات کو تعارفی نشست ہوئی اس کے بعد ایک دوسرے سے اچھی جان پہچان ہوئی۔ تیسرے دن جب کلاسیں شروع ہوئیں اور ہر درس ایک سے بڑھ کر ایک ہوتا اور بہت سکون ملتا کہ اللہ دنیا میں ابھی تیرا نام لینے والے بہت لوگ موجود ہیں پھر یونہی دل سے یہ صدا نکلی۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [ال عمران]

”تم ایک بہترین امت ہو جسے ایک اعلیٰ کام کے لیے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

ثابت ہوا اللہ کے نزدیک بہترین لوگ وہ ہیں جو اس کے دین کی تبلیغ کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ قرآن کے اس پیغام میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ اس امت کے ہر فرد پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کر دیا گیا تاریخ اسلام ہزاروں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں بنات اسلام کی شجاعتوں کی داستانیں رقم ہیں۔ کبھی وہ خولہ بنت ازور بن کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتی ہے اور کبھی خنساء کی طرح اپنے بیٹوں کو اسلام پر مر مٹنے کا درس دیتی ہے۔ انہی خواتین اسلام کی سیرت پر چلنے کی دعوت دینے کے لیے جماعۃ الدعوۃ شعبہ خواتین نے مرکز طیبہ مریدکے میں صفہ سنٹر تیار کیا ہے۔ جس میں رہ کر وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کرتی ہیں۔ سب سے اچھی بات اور حیران کن بات یہ کہ سب لوگ جو پہلی بار ایک دوسرے سے مل رہے تھے ایک دو دنوں میں ایسے آپس میں گھل مل گئے جیسے سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ ویسے تو اس دورے میں ہر لیکچر بہت اچھا تھا لیکن مجھے دو کلاسز بہت پرمزہ لگیں۔ ایک صفہ کی کلاس تھی جس میں طالبات کو دین کی دعوت کا طریقہ سکھایا جاتا تھا۔ سادہ اور عام فہم انداز میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لیے مختلف اسلامی اور تربیتی و اصلاحی موضوعات پر درس دینے کی تربیت دی جاتی تھی اور دوسری کلاس نشانہ بازی کی تھی جو بے حد پرمزہ تھی۔

فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جاتی۔ مجاہدین کے لیے پردرد اور رقت آمیز انداز میں کی جانے والی دعائیں اور اعدائے دین کے لیے بددعائیں دل پر گہرا اثر ڈالتیں۔

غرض اس دورے کے ساتھ اور پروقار ماحول میں ہر لمحہ سنت رسول کے مطابق گزرا لیکن اگر ہر لمحہ اور ہر بات تحریر کرنا شروع کر دوں تو بات طوالت اختیار کر جاتی ہے۔ مختصراً وہ ماحول سنت رسول کے مطابق ہے۔ میری تحریر ہر وہ منظر بیان نہیں کر سکتی جو عملی طور پر انسان کے ساتھ پیش آتا ہے۔

اس دورے کی حسین یادیں ہمیشہ ساتھ رہیں گی میں کبھی بھی انھیں فراموش نہیں کر سکوں گی۔

اللہ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

[سیدہ عائشہ سیف، ڈپٹی والا بھوآنہ]

مسواک کے فائدے

پیارے بچو! نبی اکرم ﷺ مسواک سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ جب بھی وضو کرتے مسواک ضرور کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب جبرائیل آتے ہیں مجھے مسواک کا حکم دیتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی مسواک کرتے کہ ہمیں ڈر رہتا کہ کہیں آپ ﷺ کے مسوڑے چھیل نہ جائیں۔ مسواک کے روحانی فائدے بھی ہیں اور مادی بھی، مادی یہ کہ تمہاری صحت اچھی رہے گی اور معدہ کو تقویت پہنچے گی۔ دماغ صاف اور روشن ہو گا۔ بصارت بڑھے گی اور روحانی یہ کہ جس وضو میں مسواک کی جائے گی اس نماز کا اجر دوسری نماز سے ستر گنا زیادہ ملے گا۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے ہندو اور سکھ بھی مسواک کرتے ہیں، یہ انھیں کوئی مذہبی حکم نہیں بلکہ طبی طریق اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بھی دانتوں کے مریضوں کو اکثر برش کی تلقین کرتے ہیں۔

ایک شخص جو ضرورت سے زیادہ اپنے معدہ پر غذا کا بوجھ نہیں ڈالتا اور اس وجہ سے اس کے معدے میں خراب گیس اور بخارات نہیں اٹھتے نہ خون میں خرابی پیدا ہوتی ہے اگر پیدا ہو بھی جائے تو اسے ڈاکٹروں کی فیسیں بھر کر نہیں بلکہ مسواک کر کے دور کیا جا سکتا ہے۔

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسواک کی وجہ سے منہ اور معدہ کی تمام بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ نزلہ وزکام سے نجات حاصل ہوتی ہے، بینائی اور حافظہ بڑھ جاتا ہے۔ دق کا خطرہ نہیں رہتا۔ مسواک کرنے سے قبض دور ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کا عمل روزانہ ہوتا رہے۔ مسواک نیم کیکر، الائچی کی بھی بہت مفید ہے، مگر پیلو کی تازہ شاخ تو سب پر فضیلت رکھتی ہے۔ مسواک جتنی تازہ ہو اور صاف ستھری ہو اتنی ہی منافع بخش ثابت ہوتی ہے۔

(بحوالہ رہبر کامل)

[مہوش امان اللہ، سلانوالی]

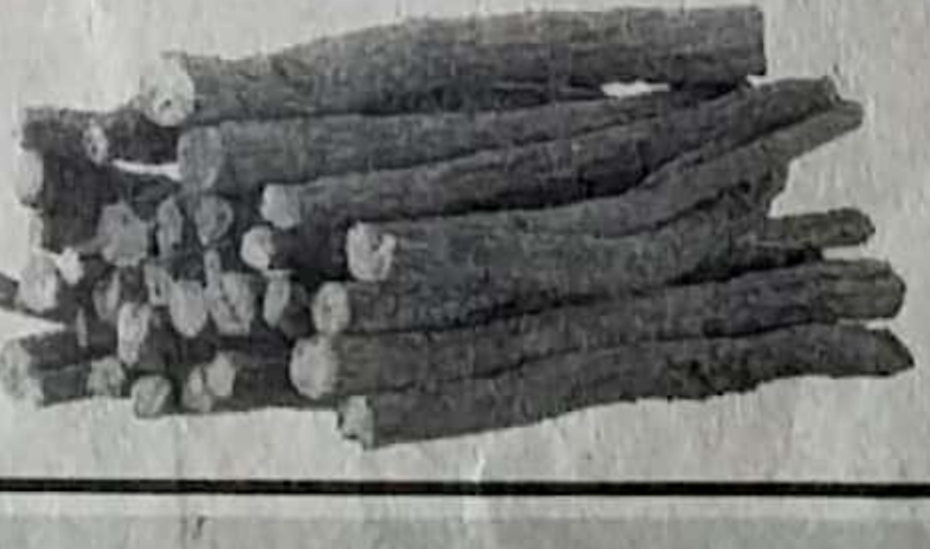

مسجد بابری

مسجد بابری! ہم خطا کار ہیں
ہم کو دعوی تھا تجھ کو بچائیں گے ہم
تجھ کو ہندو کے ہاتھوں چھڑائیں گے ہم
چوٹ کھائیں گے ہم، تیر کھائیں گے ہم
کیا خبر تھی یونہی ذق اٹھائیں گے ہم
ہم نے بڑھ بڑھ کے اپنوں پہ حملے کیے
ہم نے کتنے ہی پرجوش جلسے کیے
ہم نے ٹائر جلائے، تقاضے کیے
اپنی جھوٹی انا کے تماشے کیے
دامن اپنا تہی، ہم میں جوہر نہیں
ہم میں خالد کی جرأت کے گوہر نہیں
ابن قاسم کے شاہزور خنجر نہیں
ہم میں مردانگی کا وہ عنصر نہیں
ہم سے وہ جرأت غزنوی جا چکی
خودشناسی گئی، جرأتیں جا چکیں
حسن کردار کی روشنی جا چکی
ہم سے اسلام کی آگہی جا چکی
مسجد بابری ہم خطا کار ہیں

[سعدیہ ہانی، چونیاں]

اگرچہ بہت بڑا ہوتا ہے مگر بھوک ہر غم میں بھی لگتی ہے، جس دن حکومت نے ان علاقوں کے مکینوں کو ان کے گھروں سے نکالنا شروع کیا اور وہاں ٹھٹھہ شہر کو محفوظ سمجھ کر اس کا رخ کرنے لگے تو کراچی سے فلاح انسانیت کے بھائی وہاں پہنچ چکے تھے انہیں سب سے پہلے یہی نظر آیا کہ دکھ کا مارا ہر انسان میلوں سفر کر کے کھلے آسمان تلے سونے کے لئے تیار تو ہے مگر اس کے کھانے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں ہے۔ ان بھائیوں نے ہنگامی طور پر کراچی سے روٹیاں تیار کروائیں اور ایک ٹرک پر لوڈ کر کے مکلی میں پہنچے وہاں تو کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا بھوک سے مارے لوگوں نے ایک روٹی حاصل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ ابومجاہد ندیم بھائی نے اگلے روز ہمیں کراچی اپ ڈیٹس کے دفتر میں روٹی حاصل کرنے والے متاثرین کی ویڈیو دکھائی تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ یہ وہ پہلا کھانا تھا جو یہاں کے متاثرین میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد یہاں پر ہنگامی بنیادوں پر بستیاں آباد کی گئیں۔ رات ہم جامعہ الدراسات کراچی میں تھے اگلے روز عید تھی جامعہ الدراسات الاسلامیہ میں ہماری ملاقات رانا محمد دین سے ہوگئی وہ بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں اور کراچی میں جوہر چورنگی کیمپ کے انچارج تھے وہ بتاتے ہیں۔ جوہر چورنگی میں مختلف تنظیموں اور این جی اوز کے ساتھ کیمپ لگے تھے پہلے ایام میں ایک شام چھوٹا سا لڑکا آیا اور روڑ پر بڑے غلے میں پیسے ڈال گیا۔ اگلے روز وہ اپنے دوست کے ساتھ آیا۔ اس کے دوست کی عمر بھی اس کے مطابق تھی۔ پہلے والا لڑکے نے غلے میں خود پیسے ڈالے اور پھر اپنے دوست کو کہا وہ کچھ ہچکچا رہا تھا۔ کہ اس کو آج پیسے کم ہوئے مگر دوست کا اس اصرار پر اس نے بھی غلے میں پیسے ڈال دیئے۔ رانا صاحب کہتے ہیں میں سب دیکھ رہا۔ اتنی کم عمری میں یہ جذبہ دیکھ کر میں ان کے پاس گیا اور لڑکے سے پوچھا ''تم نے اس غلے میں پیسے کیوں ڈالے'' لڑکے نے پہلے تو تعجب سے میری طرف دیکھا کہ یہ کیا سوال ہوا پھر وہ رانا صاحب کی طرف دیکھ کر بولا ''اللہ کے لیے ڈالے ہیں۔'' میں نے کہا ''تم مسلمان ہو؟'' وہ بولا: ''نہیں! میں ہندوُ ہوں۔'' رانا صاحب اپنی جگہ ساکت رہ گئے اور وہ دونوں ہندوُ لڑکے بڑے بڑے مالدار مسلمانوں کے لیے ایک مثال بن کر آگے بڑھ گئے۔ رانا صاحب نے ان کے بارے میں مزید پتا کیا کہ دونوں لڑکے اسی چورنگی پر بسوں میں بھیگ مانگتے ہیں اور روز شام کو گھر جاتے ہوئے سیلاب زدگان کے لیے پیسے دے کر جاتے ہیں۔

چاند رات میں جب پاکستان کے شہروں میں رات کو بھی دن کا سماں تھا اور شہروں میں عید شاپنگ عروج پر تھی اس وقت مکلی کا شہر تندوتیز ہوا کی زد میں تھا۔ متاثرین کے خیمے الٹ گئے۔ سامان بارش میں بھیگ گیا اور انہوں نے چاند رات بارش میں گزاری۔ صبح روز عید ہم سورج کے سر نکالتے ہی وہاں تھے۔ متاثرین کے لئے جو بستی نئی آباد ہوئی تھی۔ وہ دوبارہ سے قائم کی جا رہی تھی پہلے سے آباد لوگ اپنے خیمے درست کر رہے تھے۔ فلاح انسانیت کے نوجوان اور المحمد یہ کے کارکنان صبح سویرے سے ہی یہاں پہنچ گئے تھے عید کے روز ان متاثرین کے لئے بہترین کھانے مٹھائی اور نئے کپڑوں کا انتظام تھا۔ ایک منظم طریقے سے متاثرین میں کپڑے تقسیم کئے جا رہے تھے، سورج بلند ہو گیا تھا بہت سے متاثرین ابھی مٹھائی اور سوٹ حاصل نہ کر پائے تھے، انہیں عید کے بعد تقسیم کرنے کا اعلان تھا۔ اتنے میں نماز عید کا وقت ہو گیا۔ اور ہم ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر محمود و ایاز بن گے۔

عید کی نماز کے بعد خطبہ ہونے لگا تو میرے ساتھ ہی بیٹھے ایک صاحب آنسو بہانے لگے دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے بغل گیر ہوتے ہوئے اسے عید مبارک کہا ''سائیں کیا نام ہے'' اس نے آنکھیں صاف کیں اور بولا ''محمد موسیٰ جی! ادھر 88 نمبر خیمہ ہے'' اس نے فلاح انسانیت کی بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ محمد موسیٰ نے بتایا کہ وہ موڑ بھولا خان سجاول میں رہتے تھے، بیوی بچوں کے ساتھ زندگی بہت خوشگوار گزر رہی تھی۔ ان کی چاول کی فصل اس بار بہت شاندار ہوئی تھی۔ اس فصل کی آمد سے کیا کچھ کرنا ہے سب پلاننگ کر لی تھی مگر یکا یک سب کچھ بدل گیا۔ سیلاب نے انہیں امیر سے فقیر بنا دیا۔ پانی سے فصل ہی تباہ نہ ہوئی گھر بھی ختم ہو گیا جو کپڑے پہنے تھے وہی بچے، خدا کا شکر کہ اس نے زیادہ آزمائش میں نہ ڈالا۔ اس نے بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور کئی گھنٹے پیدل سفر کیا بالآخر ایک گاڑی والے نے اسے بٹھایا اور وہ ٹھٹھہ کے پڑوس میں مکلی کے میدان میں آ اترے۔ کھلے آسمان تلے بیٹھے تھے نہ زمین پر کچھ بچھا تھا نہ سر پر کوئی سائبان تھا۔ رات بھی یوں گزری اگلے روز فلاح انسانیت کے فرشتہ صفت نوجوان آئے اور انہوں نے شفقت و محبت سے ہمیں اپنی بستی میں رہنے کے لئے جگہ دی۔

عید پڑھنے کی جگہ کے پاس ہی اسی بستی پر کیمپوں کی بڑی لائن کے راستے پر 40 سالہ سجاول زمین پر بچوں کی ٹافیاں بسکٹ بچھائے دکان سجائے بیٹھے تھا، آس پاس بچے جمع تھے ہم سجاول کے پاس گئے تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے چہرے پر ویرانی تھی جس میں گھر بار لٹنے کا دکھ اور مستقبل کی پریشانی نمایاں تھی۔ سجاول، سجاول کا ہی رہنے والا تھا، اسکے پریشانی کے دن کا آغاز رات کو اس وقت ہوا جب اس کے گھر کے صحن میں پانی نے آہستہ آہستہ سر اٹھانا شروع کیا گھر سے انسان کی محبت فطرتی ہے سجاول کو بار ہا کہا گیا کہ سیلاب آنے والا آپ اپنا اگر چھوڑ دو مگر گھر کی محبت نے اسے ایک قدم باہر نہ اٹھانے دیا۔ صحن میں آنے والا پانی گھر کے کمروں تک آتا اور پھر سب کچھ ختم کرتا چلا گیا، گھر کا سارا سامان پانی میں ڈوب گیا گھر کی دیواریں گر گئیں، گھر میں سب سے قیمتی چیز اس کے بچے ہی تھے اس نے کسی بھی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تین بیٹوں اور بیٹیوں کو کندھے پر اٹھایا بیوی کا ہاتھ تھاما اور پانی میں نکل گیا۔ گھر چھوڑتے وقت اس کی کمر تک پانی پہنچ چکا تھا اور وہ جب پاکستانی آرمی کی کشتی تک پہنچا پانی کانوں کی لو کو چھو رہا تھا، اللہ کا اتنا کرم ہوا کہ اس نے جان کی امان دے دی، اور عین وقت پر آرمی کی کشتی ان تک پہنچ گئی۔ کشتی میں بیٹھے ابھی وہ واپس نہ پلٹے تھے کہ ان کے گھر کا اکلوتا کمرہ ان کی آنکھوں کے سامنے پانی میں ڈھے گیا، کشتی پر بیٹھا سجاول ابھی جان بچنے پر شکر ہی کر رہا تھا کہ زندگی بھر کی کمائی کو پانی میں ختم ہوتے دیکھ کر اس کی آنکھیں برس پڑیں تھیں۔ اس کی بیوی اور بچے بھی اس گزر جانے والی قیامت پر اشک بہا رہے تھے۔ اسی جگہ اس کی چھوٹی سی دکان تھی۔ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ تھا۔ آرمی کی کشتی نے انہیں پانی میں ڈوبی سڑک پر اتار دیا یہاں سے وہ پانی میں پیدل چلتے رہے انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ کدھر جانا ہے ان کی طرح کے اور بھی لٹے پٹے قسمت کے مار ان کے آگے جا رہے ساتھ یہ بھی چل دیئے، پیدل چلتے پاؤں تھک گئے ایک جگہ رات گزارنے کے لئے رکے، بھوکے پیٹ نیند کہاں آتی تھی تھکاوٹ میں مزید چلنا مشکل تھا، وہ جہاں تھے وہیں سڑک کنارے مٹی کو بستر بنا کر لیٹ گئے۔ اگلے دن سورج کی کرنوں میں ابھی تپش نہ آئی تھی کہ کچھ اہلکار آ گئے انہوں نے انہیں یہاں سے اٹھ جانے کو کہا اور مکلی ٹھٹھہ کا راستہ بتایا کہ ادھر چلتے جائیں جہاں متاثرین کے لئے بستیاں آباد ہیں، وہ مکلی میں آ گئے، بچوں کو ماں نے اپنے دامن میں چھپا لیا اور باپ ان کا پیٹ بھرنے کے لئے ادھر ادھر کسی مدد کے لئے آنے والے کو دیکھنے لگا، تبھی اسے پتا چلا کہ یہاں ایک جگہ پکا پکایا کھانا مل سکتا ہے، رات بھر کے سفر اور تھکان نے ان کا چلنا دشوار کر دیا تھا مگر پیٹ کی آگ انہیں اس جگہ لی گئی اسے کچھ خبر نہ تھی یہ لوگ کون ہیں داڑھیوں والے چہرے اور اونچی شلواریں پہنے جیکٹوں والے لڑکے خیموں میں روٹی تقسیم کر رہے تھے، بلاول نے ایک کو اپنی داستان غم زبان سے کم آنسو سے زیادہ سنائی۔ یہاں آنے والے ہر خاندان اور فرد کا دکھ ایک جیسا ہی تھا، بستی والوں نے اسے سینے سے لگایا بچوں کو اٹھایا اور ایک خیمے میں بیٹھا کر انہیں کھانا کھلایا۔ سجاول وہاں بھی بچوں کے کھانے کی چیزیں بیچتا تھا جو پیسے جیب میں تھے اس سے سجاول نے کچھ چیزیں خریدی اور بستی میں ایک ترپال کا ٹکڑا بچھا کر دکان سجادی۔ ہم سڑک پر اس کی چھابری کے پاس بیٹھے اس کی داستان غم سن رہے تھے اور اس کے دو بچے باپ کے گھنٹے کے ساتھ لپٹے تھے، شاید ننھی جانوں کو مستقبل کی فکر نے پریشان کر دیا تھا گھر اجڑنے کے بعد اب گھر بنانے کی پریشانی سجاول کے چہرے پر لکھی تھی۔ چھوٹا ہو یا بڑا رہنے کے لئے گھر ہر فرد کی ضرورت ہے اور ان سب کے کئی سالوں کی محنت سے بنے گھر پل بھر میں خاک ہو گئے تھے۔ تب شاید ان کے لئے اتنا مشکل نہ تھا جتنی اذیت اب ہو گی، ہر انسان پہلے رہنے کے لئے گھر بناتا ہے پھر شادی کرتا ہے، شادی سے پہلے اخراجات کی کمی سے بچت ممکن بھی اور تنکا تنکا کر کے گھر بنا بھی لئے گئے تھے مگر اب تو یہ سب لوگ صاحب اولاد ہیں اور بچا بھی وہی جو تن پر ہے ان لوگوں کے لئے روٹی کمانا مشکل ہے مکان بنانا کہاں آسان ہو گا۔ (جاری ہے)

روضہ آرٹ گیلری

میمونہ، فروا، فاطمہ، بہاولپور

امجد شاہین، اوکاڑہ

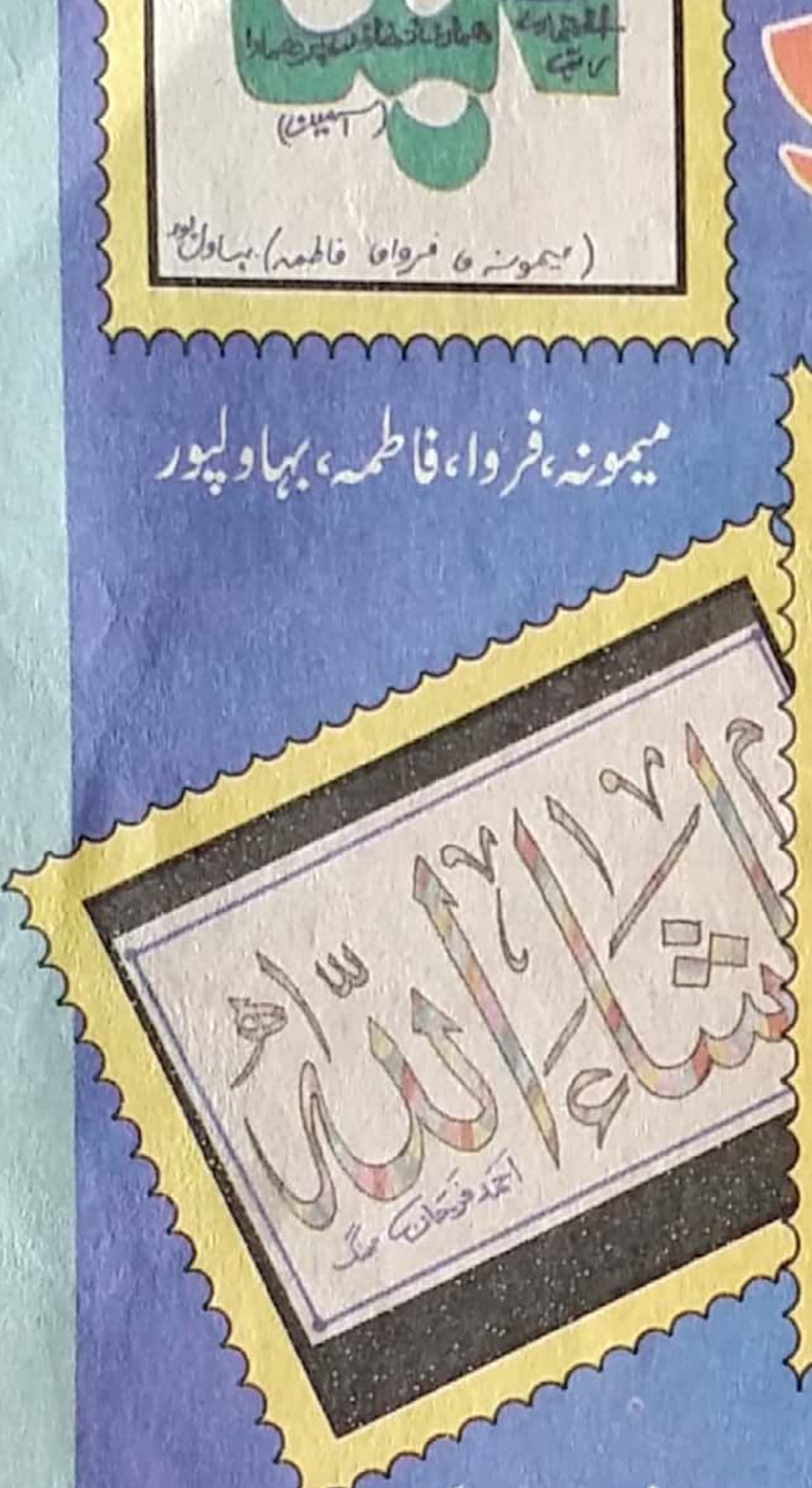

احمد فرحان، جھنگ

مریم، چکوال

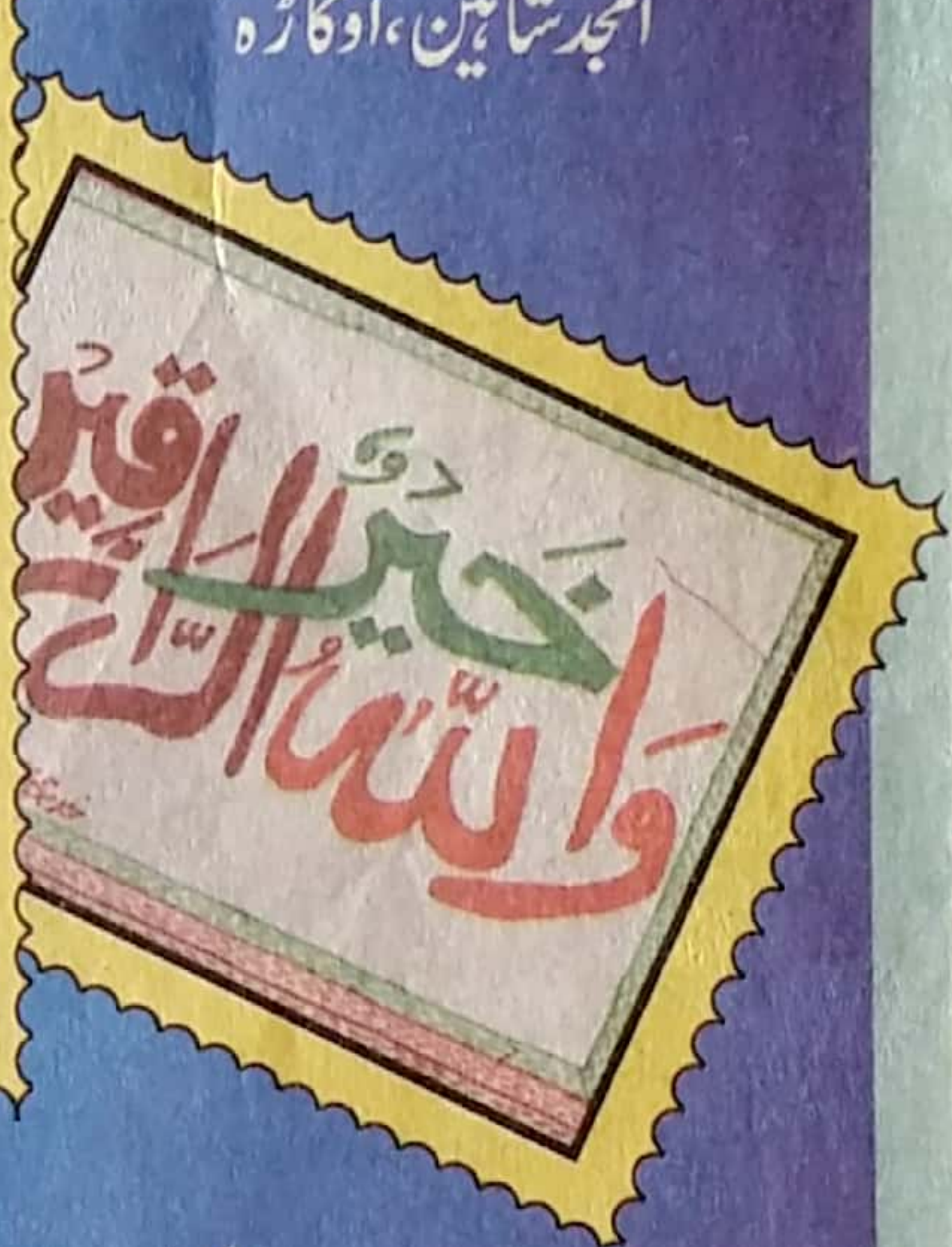

خدیجہ، ساجدہ، 32 گ۔ب

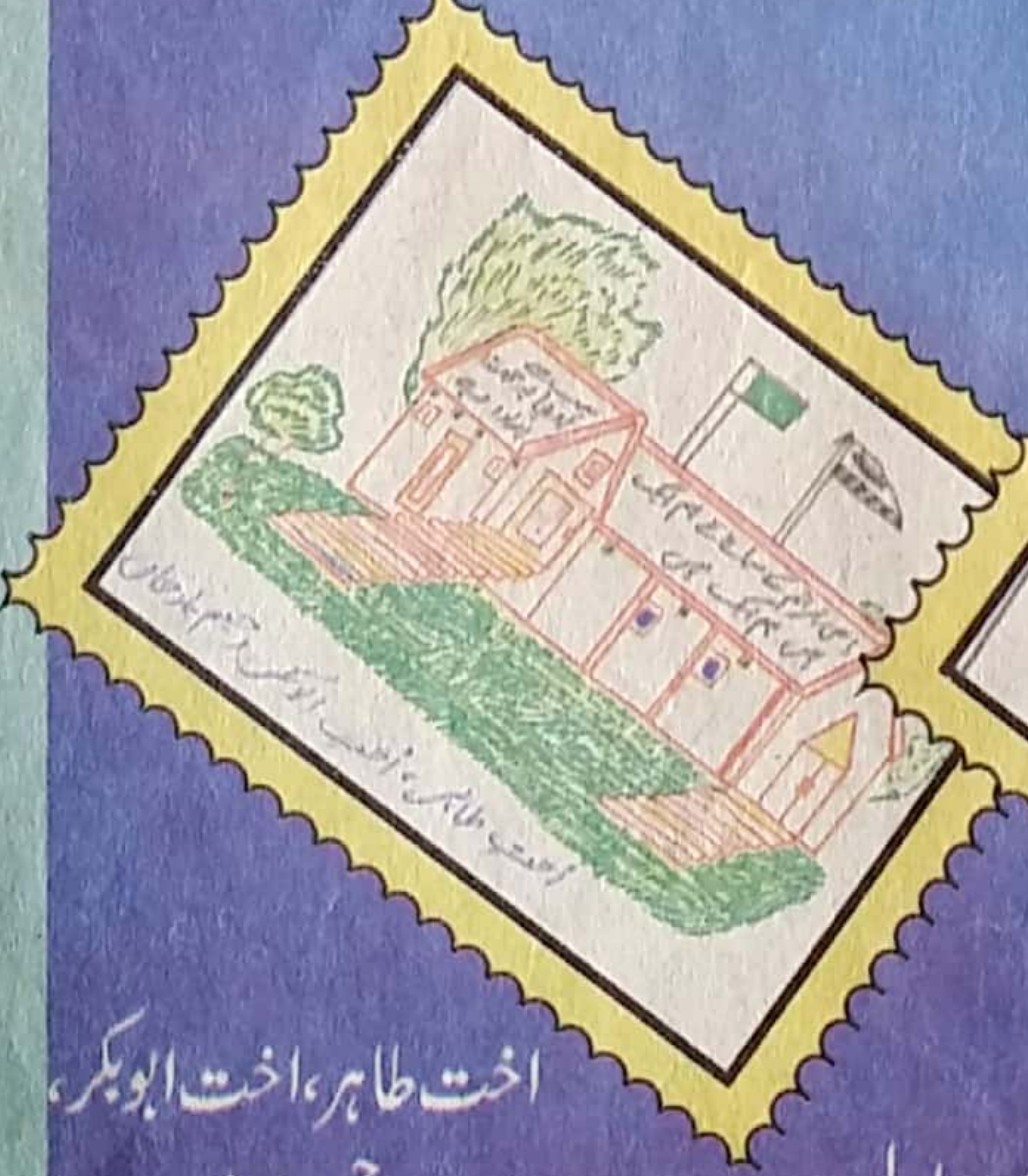

اخت طاہر، اخت ابوبکر،
رحیم یار خان

صبیحہ، عاقبہ، سمیرا، بہاولپور

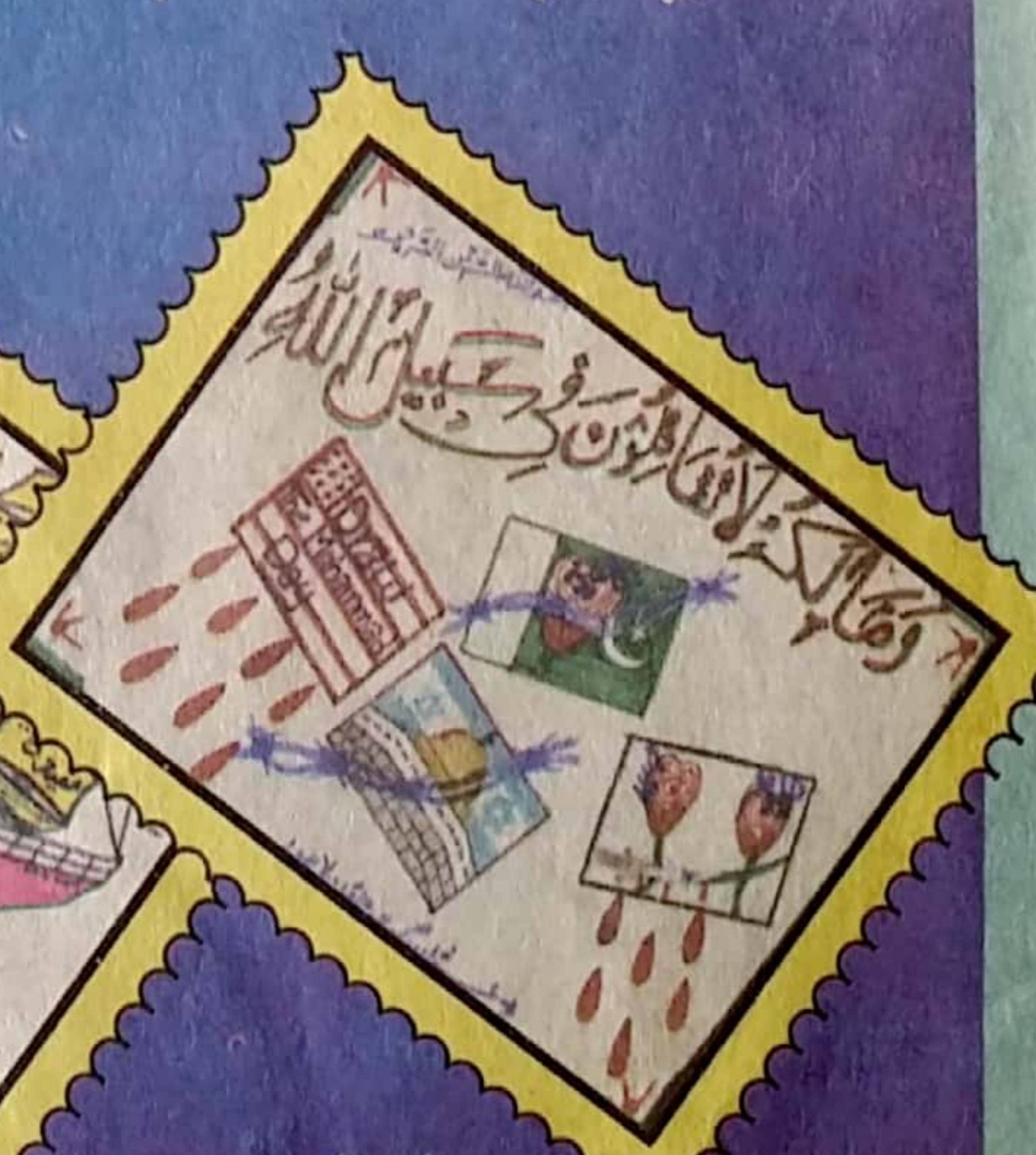

محمد عثمان، لاہور

اندھیرے سے روشنی تک

جویریہ بتول، چکوال

پیارے بچو! جزیرہ نیوگنی دنیا کا دوسرا بڑا جزیرہ ہے...... پہلی بار یہاں عیسائیوں کی آمد 1800ء میں ہوئی تھی اور انھوں نے جنگلی قبائل کو عیسائی بنانا شروع کیا۔ نیوگنی کا آدھا حصہ جو مغرب کی طرف ہے وہ انڈونیشیا کا صوبہ ہے جبکہ مشرقی حصہ آسٹریلیا اور جرمنی کے قبضے سے آزاد ہو کر 1975ء میں پاپوانیوگنی کے نام سے الگ ملک بن چکا ہے۔

پاپونیوگنی کے ہی ایک پادری کے ہاں بیٹا پیدا ہوا......!!

باپ پادری بھی تھا اور سردار بھی، سو اس نے خاندان والوں پر پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ کبھی دوسرے فرقے کے گرجے میں نہ جائیں......!!

مگر حق کی صداقت ایسی چیز ہے جو کسی دل میں رچ بس جائے تو پھر نکلتی نہیں......!!

اس پادری کا بیٹا بھی ایسا ہی سعید روح اور حق کا متلاشی تھا...... سیکنڈری سکول میں پہنچنے کے بعد وہ حق کی تلاش کی خاطر کئی ایک چرچوں اور تبلیغی مراکز سے وابستہ رہا...... سالوں چرچ میں عبادت کرنے کے باوجود اس کا دل بے چینی کا شکار رہا...... وہ اطمینانِ قلب کے لیے ایک چرچ سے دوسرے چرچ جاتا رہا تا کہ اس کی روحانی بے چینی دور ہو سکے...... اس نے چرچ کے اندر اپنا مذہبی مطالعہ مکمل کیا تھا...... چرچ موسیقی میں مہارت حاصل کی تھی...... یہاں تک کہ اسے پاپوانیوگنی میں معاون پادری کا عہدہ مل گیا...... مگر دل و دماغ ایک بے یقینی کی کیفیت میں الجھے ہوئے تھے شدید مضطرب اور پریشان بھی...... چنانچہ وہ اس فرقے کو بھی خیر آباد کہہ کر پینٹی کوسٹل چرچ کا پیروکار بن گیا اور پادری کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے لگا...... تمام تر مراعات پر بھی اور پادری کا عہدہ ملنے کے بعد کئی لوگوں کو مسیحی بنانے کے بعد بھی اس کا دل منتشر تھا...... وہ مسلسل سچائی کا متلاشی تھا اور وہ اس سچائی کو پانے کی جستجو میں ڈٹا ہوا تھا...... الٰہ واحد جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اسے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے...... حق کے اس متلاشی نے بھی حق کو پانے کی جستجو میں بالآخر 2000ء میں چرچ کے بورڈ کو اپنا استعفی پیش کر دیا...... اور عیسائیت اور شرک کی غبار آلود راہوں کو چھوڑ کر توحید و حق کی بعد راہوں کو پانے کا عزمِ مصمم کر لیا......!!

ایک روز اس نے اپنے معبود برحق سے دعا و التجا کی......!! اے خدا میں تو ایک چرچ سے دوسرے چرچ تک...... ایک کالج سے دوسرے بائبل کالج تک کے مذہبی مطالعہ میں سرگرداں رہا...... مگر اطمینانِ قلب نہ ملا...... اے اللہ! اب تو ہی سچائی کی طرف میری راہنمائی فرما! میرے اندر کے خلاء کو پر کر دے...... کائنات کی حقیقت واضح کر دے...... ہدایت کی طرف راہنمائی کر...... وہ مسلمان کے بارے میں فقط اتنا جانتا تھا جو میڈیا اور مسیحی لٹریچر میں دیکھا اور پڑھا تھا...... مسلمانوں کی اقلیت ہونے اور پھر کسی مسلمان سے اتفاقی واسطہ نہ پڑنے کی وجہ سے وہ کئی قسم کے شبہات ذہن میں رکھتا تھا...... مسلمان تو شاید دہشت گرد اور خونریزی کرنے والے ہیں شاید اس کا میڈیا اسے یہی کچھ بتا رہا تھا...... لیکن وہ اپنے پروردگار سے سچائی کی طرف رہنمائی کا سوال تو کر چکا تھا کہ یکا یک اس کے ذہنی افق پر مسجد کی تصویر ابھرنے لگی...... وہ سوچوں میں بھٹکتا رہا کہ وہ کیا کرے......؟؟ کبھی ذہن میں موجود اب تک مسلمانوں کے بارے میں تصور پاؤں کہ بیڑی بنتا تو کبھی دماغ کچھ اور سوچنے پر مجبور کر دیتا...... وہ حق کا متلاشی تھا اور حق اپنی راہ میں آنے والوں کے لیے راستے ہموار کر دیتا ہے...... کئی روز کی الجھن اور مزاحمت کے بعد وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا اس کے قدم مقامی مسجد کی طرف اٹھنے لگے جولائی 2002ء میں اس نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ سابقہ پادری کے اپنے کہنے کے مطابق کلمہ پڑھتے ہی ایک ناقابل بیان خوشی اور سکون لو نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا......!!

قبولِ اسلام کے بعد گھر پہنچتے ہی اس ہاتھوں میں کتابچے اور پمفلٹ دیکھ کر بیوی بحث کرنے لگی...... اس کی آواز سن کر قریب ہی رہائش پذیر اس کے والدین اور دیگر رشتہ دار بھی آ گئے اور غصے میں گالیاں بکنے لگے۔ وہ کبھی اسے ''دہشت گرد'' اور کبھی ''اسامہ بن لادن'' کہتے......!! اس کے سسرالی اس کی بیوی اور ننھی بیٹی کو بھی یہ کہہ کر ساتھ لے کر چلتے بنے کہ وہ ایسے شخص کی رفاقت میں انھیں ہرگز نہیں چھوڑ سکتے...... ایک بار پھر آزمائش منہ کھولے کھڑی تھی...... ایک طرف دینِ حق پر استقامت کا سوال تھا تو دوسری طرف محبت کرنے والی بیوی اور ننھی بچی کا پیار...... اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...... وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا...... اسے پوری قوت سے دھمکی دے گئی کہ اگر وہ ترکِ اسلام نہیں کرے گا تو مار مار کر اس کی زندگی کا خاتمہ اور سامان و جائیداد کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا...... وہ سوچتا رہا...... کہ اب جب وہ قبولِ اسلام کر چکا ہے تو ہر صورت سچے اور اسلامی عقیدے کی حفاظت کرے گا...... دوست کے ملنے کے بعد ابھی وہ گھر پہنچا ہی تھا...... کہ وہی سسرالی رشتے دار دروازے توڑتے ہوئے حملہ آور ہو گئے۔ وہ اسے بری طرح زدوکوب کر رہے تھے...... جس کے ہاتھ جو لگا چھڑی، پتھر بری طرح اس کی پٹائی کی جانے لگی۔ قبولِ صداقت کی پاداش میں وہ ہر ظلم خندہ پیشانی سے سہہ رہا تھا......!! اس کا جسم سر سے پاؤں تک خون میں نہا چکا تھا...... دانت ٹوٹ چکے تھے...... اب اسے نیچے والی منزل پر تاروں میں جکڑ کر پھینک دیا گیا۔ اس کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے گئے اور یخ ٹھنڈے پانی سے اذیتیں دی گئیں لیکن وہ حق پرست ڈٹا رہا......!! ڈٹا رہا...... بے ہوشی کی تاریکی سے ہوش کی قدرے روشنی میں آنے کے بعد اس نے خود کو بری طرح زخمی محسوس کیا...... اس کا گھر لٹ چکا تھا...... متعصب عیسائی اس کے گھر کا سارا سامان اٹھا لے گئے...... پریشانی کے عالم میں اب ایک بار پھر الٰہ واحد کے حضور فریاد کی......!!

''اے الٰہ تو جانتا ہے کہ یہ مجھے جان سے مار دینے کے در پے ہیں تو میری حفاظت و مدد فرما......!!'' دعا کے بعد اس نے خود کو تاروں سے آزاد کروانے کی کوشش کی تو وہ حیران رہ گیا کہ تار خود بخود ڈھیلے پڑ گئے تھے...... وہ شدید تکلیف اور درد سے کراہتا ہوا...... رینگ کر ایک درخت کے پیچھے ہو گیا...... متعصب لوگ جب دوبارہ لوٹے تو اسے نہ پا کر نفرت و غصے کی آگ میں کڑھنے لگے...... وہ اسے تلاش کر رہے تھے مگر اللہ کی مدد اس کے ساتھ تھی وہ پاس پہنچ کر بھی اسے دیکھ نہ پائے اور نامراد لوٹ گئے......!!

ساتھیو!! جب وہ سچائی سے محروم تھا دنیا کی کوئی چیز اسے مطمئن نہ کر سکی...... لیکن آج وہ سب کچھ لٹا کر صرف قیمتی متاع (توحید) کا اثاثہ رکھنے کے باوجود پرسکون و مطمئن ہے......!! سابق پادری اب نومسلم بن چکا اور شرک و بدعت کی دلدل سے نکل الٰہ واحد کا بندہ بن کر خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ وہ دعوتی کام کرنے اور نیوگنی کے کونے کونے تک اسلام کی تعلیمات کو پہنچانے کی آرزو رکھتا ہے اور اپنے پیغمبر حضور محمد ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا شوقین بھی...... یا اللہ ایسے لوگوں کو ان کے ارادوں میں کامیاب کرے۔ اے اللہ! تیرے بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے جو کلمہ مکہ کی تپتی ریت پر پڑھا تھا...... تیرے نام لیوا...... حق پرست آج بھی وہ ترانے اسی لحن میں گا رہے ہیں...... تو اسلام کی آغوش میں پناہ لینے والوں کو استقامت عطا فرما...... اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھ۔ (آمین)

تیرا فرمان برحق ہے۔

''ہم جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین (اسلام) کی سمجھ دیتے ہیں اور اس کا سینہ کھول دیتے ہیں۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف: ۴۰)

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

اگست 2006 کی بات ہے مجلہ الدعوۃ میں 14 اگست کے حوالے سے بچوں کے ایک چھوٹے سے سلسلے "بزم اطفال" میں میری ایک چھوٹی سی تحریر "آزادی کی قیمت" شائع ہوئی۔ پہلی مرتبہ کسی رسالے میں اپنی تحریر دیکھ کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ خوشی کی وجہ یہ تھی کہ میں نے یہ تحریر چند دنوں کی کوشش کے بعد خود سے لکھی تھی اور تحریر کے شائع ہونے پر مجھے اپنے ماموں کی طرف سے "50 روپے" کا خصوصی انعام بھی ملا تھا۔ اس کے علاوہ جماعت کے بہت سے بھائیوں کی طرف سے حوصلہ افزائی بھی ہوئی تھی۔

تحریر کی اشاعت کے بعد میں نے سوچا کہ کیوں نہ "ننھے مجاہد" میں بھی لکھنے کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ "ننھے مجاہد" میں بہت سی تحریریں اور خطوط ارسال کیے، لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔

"ننھے مجاہد" میں تحریر کے ساتھ ساتھ اس کے معیار کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ اس لیے میری ارسال کی ہوئی تحریریں اور خطوط ننھے مجاہد کے معیار پر پورے نہ اترے اور شائع ہونے کی بجائے ردی کی ٹوکری کی زینت بن گئے۔

میں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور اس قول کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ "ہمت ہارنا ناکامی کی طرف پہلا قدم ہے" کوشش جاری رکھی۔ آخر کار ننھے مجاہد کے شمارہ نمبر 25 میں خطوط ارسال کرنے والے قارئین کی محفل میں صرف میرا نام ہی شائع ہوا۔ اس کے بعد شمارہ نمبر 28 میں تین یا چار سطروں پر مشتمل میرا پہلا خط شائع ہوا اور شمارہ نمبر 29 میں میرا دوسرا خط شائع ہوا۔ پھر شمارہ نمبر 35 میں میری ایک تحریر اور ایک خط شائع ہوا۔

جب روضۃ الاطفال کا آغاز ہوا تو پھر بھی میں نے لکھنا جاری رکھا۔ اب تک روضۃ الاطفال میں بھی میری بیشتر تحریریں اور خطوط شائع ہو چکے ہیں۔

تو یہ تھی ننھے مجاہد اور روضۃ الاطفال کے ساتھ میرے تعلق کی مختصر سی داستان۔

روضۃ الاطفال میں جب چلڈرن رائٹرز کے انٹرویوز کا سلسلہ شروع ہوا تو خیال آیا کہ کیوں نہ میں بھی اس پیاری سی محفل میں شرکت کی سعادت حاصل کر ہی لوں۔ میرے پسندیدہ رائٹرز میں عبدالوارث ساجد، ابو رضوان جاوید، میر طلال فاروق، حفصہ اقبال اور سدرہ سحر عمران شامل ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیارے میگزین کو قائم رکھے اور ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے اور ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔

[عابد علی، لالہ رخ واہ کینٹ]

میرا پسندیدہ شعر

ملیں اس لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں؟
چمن کو اس لیے مالی نے خون سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں؟

[نحت ابراہیم واسماعیل میر، نارووال]

ہر اک مقصد میں اللہ کو پکارا تھا پکاریں گے
اسی کے سامنے سر کو جھکایا تھا جھکائیں گے
وہی حاضر وہی ناظر وہی قادر وہی ناصر
وہی محبوب ہے اس کو منایا تھا منائیں گے
فقط توحید کے ہر دم رہیں گے عاشق و ہمدم
اسی توحید کا ڈنکا بجایا تھا بجائیں گے

[بنت محمد اکرم بودلہ، دیپال پور]

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

[رابعہ لطیف، کھڈیاں خاص]

ذات کے بھنور میں الجھے ہیں ہم پار اترنا بھول گئے
عزت سے جینا بھول گئے عزت سے مرنا بھول گئے

[سعدیہ سعود، کھڈیاں خاص]

غم زندگی سناؤں میرا ملک جل رہا ہے
میں خوشی کہاں سے لاؤں میرا ملک جل رہا ہے
تمھیں یہ گلہ ہے کہ مزاج کیوں ہے برہم
کہو کیسے مسکراؤں میرا ملک جل رہا ہے
تمھیں عید کی خوشی ہے مجھے یاد ہے وہ لیکن
میں نشاط کیسے پاؤں میرا ملک جل رہا ہے

[اقرا اور ریاض، ڈلوال]

قوم کی بیٹی کی فریاد

ہر آدمی کے منہ پر یہی ذکر ہے ڈاکٹر عافیہ کو سزا سنادی گئی ہے۔ ڈاکٹر عافیہ کو امریکہ نے 86 سال کی سزا سنادی ہے۔ ڈاکٹر عافیہ پاکستان کی بیٹی پاکستان بیٹیاں جن کی عزت کی خاطر بھائی باپ جانیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ وہی بیٹی آج اہل پاکستان نے اتنی آسانی سے اغیار کی جھولی میں ڈال دی۔ کیا کوئی غیرت مند شخص اس طرح سے کرتا ہے اپنی عزت اپنی بیٹی کے ساتھ۔ کیا عافیہ صدیقی ہماری بہن بیٹی نہیں؟

کیا ہمارے حکمران اور عوام اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ اپنی بیٹی کے بارے میں امریکی عدالت کے سنائے گئے فیصلے کو قبول کر لے۔

ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم بے غیرت نہیں ہیں۔ اے اہلیان پاکستان! خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اپنی بیٹی کے لیے کچھ کرو۔ ورنہ غیرت ختم ہو جائے۔ تو قوموں کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ غمگین دل سوال کناں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے حکمران کہاں گئے جو اس بات پر بھی خدا خوفی کی مثال تھے کہ اگر میرے دور حکومت میں کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو میں خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔

آج تو بات بڑھ کر ہماری بیٹیوں تک جا پہنچی ہے امریکہ جیسے ناپاک درندہ صفت ملک کے سامنے اپنی ذات کو منوانے کے لیے بیٹی کا سودا کر رہے ہو۔ اس کے حکم پر سینکڑوں بے گناہ اس کے حوالے کر دیئے۔ صرف اس ذلیل ملک کی خوشنودی کے لیے تاکہ تمہاری حکومت تا دیر قائم رہے۔

خدارا ابھی وقت ہے، ابھی خدا نے تمہیں مہلت دی ہے اے اہلیان پاکستان! عافیہ صدیقی جیسی پاک اور جری بیٹی کے محافظ بن جاؤ۔ خدا تمہارا محافظ اور مددگار بن جائے گا۔ بڑے حساب کے دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اگر اب بھی نہ اٹھو گے اپنے فرض کو نہ پہچانو گے تو یاد رکھو ہم بیٹیاں اور بہنیں ابھی زندہ ہیں یاد رکھو جب بہنیں اپنے آنچلوں کو پرچم بنا لیتی ہیں تو پھر کوئی مسئلہ مسئلہ نہیں رہتا۔ ان شاء اللہ حل ہو کر رہتا ہے۔

آج اتنے سال تک مسلسل حراست میں رکھنے کے باوجود اس بیٹی پر کوئی جرم ثابت کیوں نہ ہو سکا۔ جمہوریت کے علمبردارو تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ تمہاری جمہوریت تمہیں یہ سبق دیتی ہے۔

میرے پاکستانی بھائیو! آج تم لوگ خاموش کیوں ہو؟ کیا تم میں سے کوئی ایک بھی محمد بن قاسم نہیں جو راجہ داہر سے اپنی بہن کو چھڑا لائے۔ ہماری بیٹی آج ایک دفعہ پھر سے راجہ داہر کی قید میں ہے اٹھو اور محمد بن قاسم کا کردار ادا کر کے تاریخ میں ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تاریخ تمہیں ہمیشہ کے لیے بھلا ڈالے گی۔

[شازیہ اکرم، دیپال پور]

کیا درخت سوتے ہیں؟

تحریر: دعا لاہور

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جاڑے کا موسم آتے ہیں درختوں کے پتے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور درخت کی شاخیں بالکل خالی ہو جاتی ہیں۔ سال کے اس موسم کو خزاں کہتے ہیں۔ آپ نے بہت بار قدرت کے اس مظہر کو دیکھا ہوگا اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہوگا کہ بعض درختوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور بعض کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جن درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں انھیں پت جھاڑ والے درخت کہتے ہیں اور جن کے پتے نہیں جھڑتے وہ سدا بہار کہلاتے ہیں جیسے صنوبر، برگد جیسے بڑے درخت کے پتے بھی جھڑتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے برگد اپنا لباس تبدیل کر رہا ہو۔ یہ کیفیت اچانک واقع نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ یہ عمل ہوتا ہے۔ پتیاں پہلے پیلی پیلی سی ہوتی ہیں اور پھر بالکل پیلی پڑ جاتی ہیں جو پودوں کے رنگین مادے کلورفل کی غیر موجودگی ظاہر کرتی ہے۔ پتیاں درخت سے اپنا تعلق توڑ دیتی ہیں اس لیے وہ گرنے لگتی ہیں۔ پھر درخت کی چھال پر ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لیں کہ درخت گہری نیند سو گیا ہے۔ جب موسم رفتہ رفتہ بہتر ہونے لگتا ہے اور آب و ہوا مناسب ہو جاتی ہے تو درخت میں موجود ہارمونز اپنا عمل شروع کر دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ پتوں کی توانائی اور خوراک ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح شاخوں کے نازک کونے نئی پتیاں بنانا شروع کر دیتے ہیں جو گلابی اور بھورے رنگ کی ہوتی ہیں۔ صنوبر جیسے سدا بہار درختوں کو سونے کی ضرورت نہیں پڑتی کیوں کہ اللہ تعالی نے ان کو طویل زندگی دی ہے۔ اس لیے وہ بہت کم رفتار سے بڑھتے ہیں جب کہ پت جھاڑ والے درخت اتنے زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہتے۔ برسٹلز کون (پائی نس لانگیوا) نامی درخت امریکا میں سطح سمندر سے 10750 فٹ کی بلندی پر پیدا ہوتا ہے۔ خیال ہے کہ وہ 5100 سال تک زندہ رہتا ہے۔ اب تک معلوم درختوں میں اس درخت کی زندگی سب سے زیادہ طویل ہے۔ سب سے قدیم زندہ رہنے والا درخت میتھوسیلا نامی برسٹلز کون صنوبر ہے جو کیلی فورنیا کے وہائٹ ماؤنٹین پر دس ہزار فٹ کی بلندی پر موجود ہے اور اس کی تصدیق شدہ عمر 4700 برس ہے۔ آپ کی دلچسپی کی خاطر یہ بھی بتاتے چلیں کہ اب تک زندہ رہنے والا قدیم ترین درخت کی نسل میدن ہیئر درخت ہے جو چین میں پایا جاتا ہے۔ یہ درخت سب سے پہلے جیوریسک دور میں اب سے ساڑھے سولہ کروڑ برس پہلے وجود میں آیا تھا۔ اس دور میں جب ڈائنا ساروں اور قدیم پرندوں کی دنیا پر حکومت تھی۔ صنوبر جیسے چھوٹی پتیوں والے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں تاکہ پانی کا اخراج کچھ زیادہ ہوتا ہے

اس لیے بڑے پتوں والے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں تاکہ پانی کا اخراج کم ہو سکے۔ زیادہ اونچائی پر اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لیے عموماً ان کے پتے نہیں جھڑتے۔ کراچی کی سڑکوں پر یوکلپٹس (سفیدہ) کے درخت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کی چھال سبزی مائل آف وہائٹ رنگ کی ہوتی ہے۔ وہ ایک خاص موسم میں بڑے بڑے ٹکروں میں اپنی چھال تبدیل کرتے ہیں یہ ان کے جاگنے کا وقت ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تالاب میں کھلنے والے کنول کے پودوں میں پھول اور بیج آجانے کے بعد ان کی پتیاں بھوری ہو کر پانی میں جھڑ جاتی ہیں۔ پھول اور بیج کے لیے توانائی پیدا کرنے کی غرض سے یہ پتیاں پودے میں اگتی ہیں۔ اپنا مقصد حاصل کر لینے کے بعد یہ پودا سو جاتا ہے۔ لیکن اس کی جڑیں پانی کے نیچے مٹی کے اندر زندہ رہتی ہیں کنول کا بیج سب سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنے والا بیج ہے۔ جو نو سو سے لے کر ایک ہزار برس تک سو سکتا ہے اور اس کے بعد پھر اگ کر پودا بن جاتا ہے۔ تمام بیجوں کے سونے اور پھر بیدار ہونے کے اوقات مختلف ہیں۔ موسمی پھول جو جاڑوں کے کھلتے ہیں اور بیج پیدا کرنے کے بعد تین سے چھے ماہ میں مر جاتے ہی ان کی زندگی سب سے مختصر ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے کم زندگی والے بیج ہوتے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر گرنے والی پتیاں دراصل اس قرض کی ادائیگی ہے جو انھوں نے زمین سے حاصل کیا تھا۔ یہ پتیاں سڑنے کے بعد کھاد میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور اس طرح وہ درخت کو توانائی پہنچاتی ہیں جس کی مدد سے درخت نئی پتیوں کو جنم دیتا ہے۔ دراصل پتیوں کا وجود زمین کی خوراک اور توانائی کا مرہون منت ہے۔

اس طرح درخت کے سونے اور جاگنے کا چکر چلتا رہتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اس لیے کہ آپ ان سے پھل، سایہ اور لکڑی حاصل کر سکیں۔

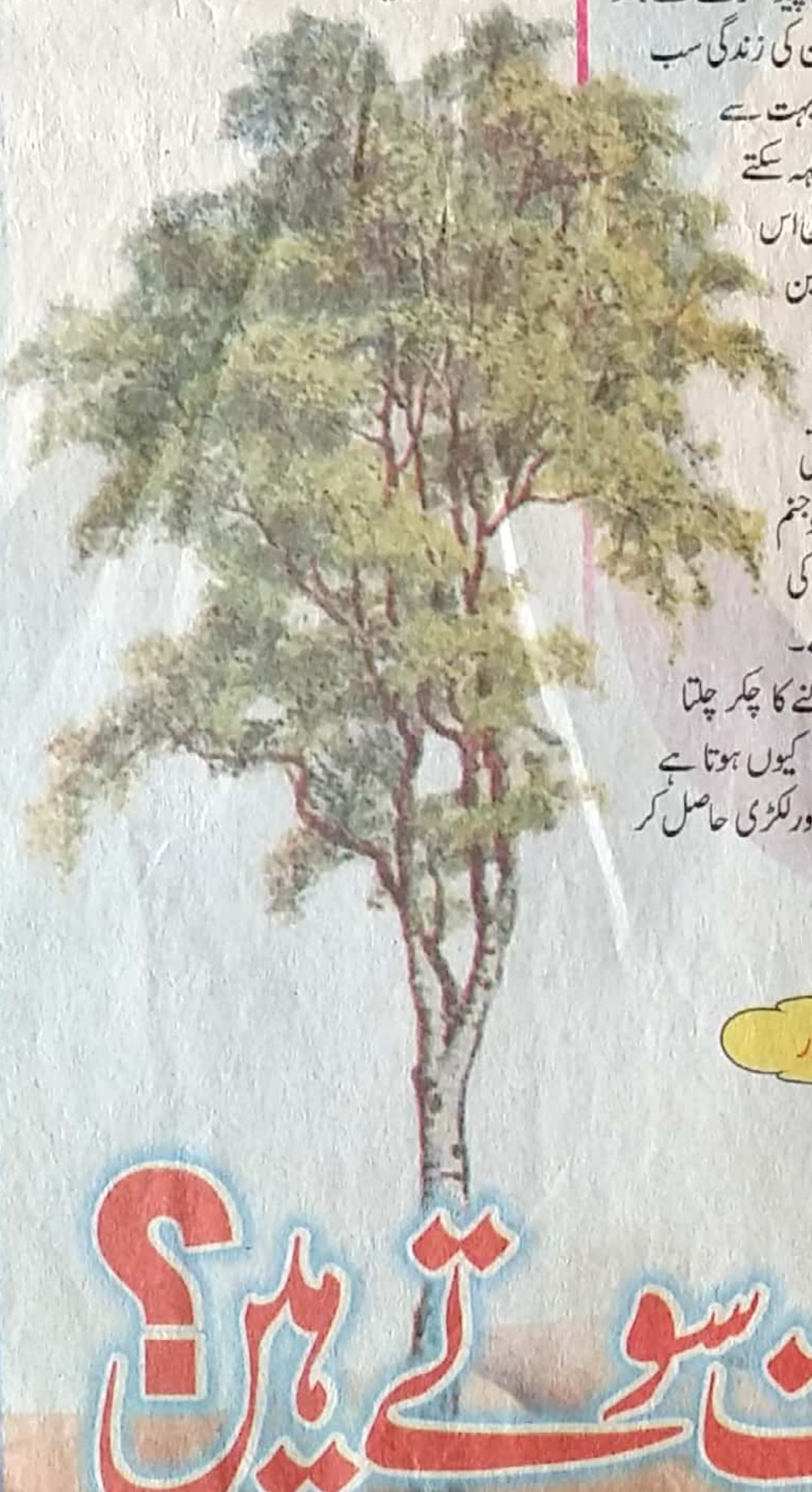

اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لو!

اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لو
اللہ کے رستے میں نکلو!
قربان کرو سب تن، من، دھن
باطل کیا ہے! مت اس سے ڈرو
کیوں خوفزدہ ہوں باطل سے
جو ایک خدا سے ڈرتے ہیں
دشمن نے تمھیں للکارا ہے
اٹھو! میدان تمھارا ہے
تاریخ گواہی دیتی ہے
تم جیتے ہو وہ ہارا ہے
اٹھو! ان طوفانوں سے لڑو!
حالات تقاضا کرتے ہیں
اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لو
اللہ کے رستے میں نکلو!

[جویریہ بنت سیف الرحمٰن، بہاولپور]

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان

96 | 1 رجب 1432ھ | 3 جون 2011ء

میری شناخت

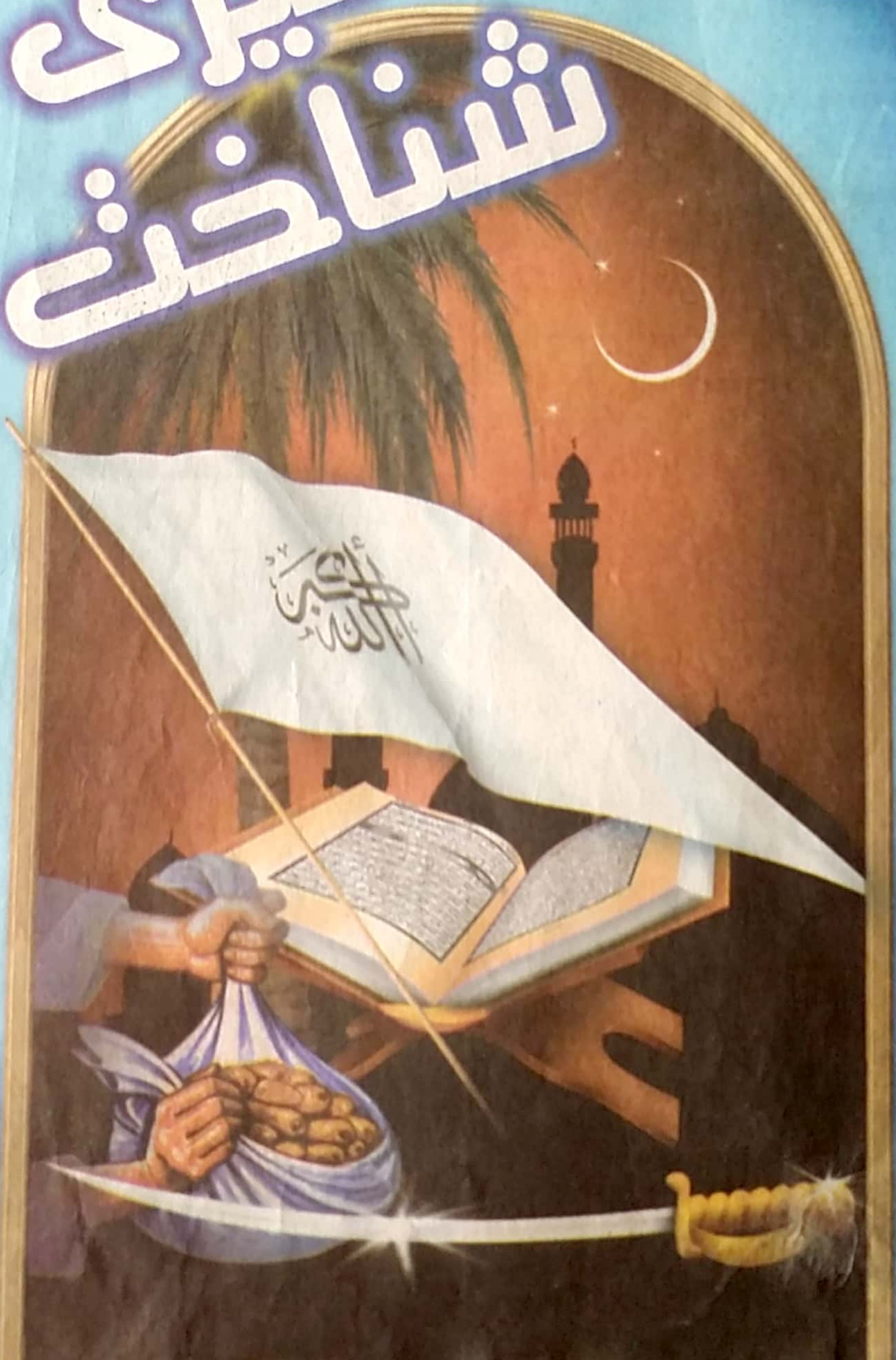

قیمت 5 روپے

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! گرمیوں کی چھٹیاں آ گئیں۔ دو اڑھائی مہینے سکول نہیں جانا پڑے گا۔ یہ چھٹیاں اس لیے کی جاتی ہیں کہ ان دنوں میں گرمی زوروں پر ہوتی ہے۔ خاص طور پر جولائی اگست کے مہینوں میں جب بارش کے بعد دھوپ چمکتی ہے، ہوا بند ہوجاتی ہے تو حبس میں جان نکلنے والی ہوجاتی ہے۔ الغرض! گرمی، بارش اور حبس کے ان مہینوں میں پڑھائی مشکل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا چھٹیاں کردی جاتی ہیں۔

انہی دنوں میں سوات، مری، زیارت، سکردو، گلگت اور کشمیر کے بعض ٹھنڈے علاقوں میں موسم بڑا مزے دار بن جاتا ہے۔ وہاں تو بہار کا سماں بندھ جاتا ہے۔ لہٰذا ان علاقوں میں چھٹیاں نہیں ہوتیں...... وہاں سردیوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں جب برفباری ہوتی ہے۔ ان دنوں وہاں سکول جانا ناممکن ہوجاتا ہے۔ لہٰذا برف باری کے دنوں میں ان پاکستانی علاقوں میں چھٹیاں کردی جاتی ہیں۔

گرم علاقوں کے لوگ جب مذکورہ علاقوں میں سیر کے لیے جاتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ وہاں بچے اپنے بستے اٹھائے سکول جارہے ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک پاکستان میں مختلف موسم بھی رکھ دیئے ہیں اور ہر موسم کے پھل بھی ہمیں عطا فرمائے۔ مثال کے طور پر آم اور کھجور گرم موسم کا پھل ہے۔ لہٰذا یہ ملتان اور سندھ میں خوب ہوتا ہے۔ اسی طرح آلو بخارا، خوبانی اور سیب سرد علاقوں کے پھل ہیں۔ جس طرح گرم علاقوں کے لوگ گرمیوں میں سرد علاقوں میں جاتے ہیں اسی طرح سرد علاقوں کے لوگ گرم علاقوں میں جاتے ہیں۔ یوں سب اہل وطن مختلف موسموں کو بھی انجوائے کرتے ہیں اور پھلوں کو بھی۔

پیارے بچو! یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ہمیں ان کی قدر کرنی چاہئے اور قدر کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ اپنے علاقے کی زبان، موسم اور تہذیب پر فخر نہ کریں بلکہ موسم بنانے والے اللہ کے دیئے ہوئے دین اسلام پر فخر کریں۔ آپس میں کلمے کی بنیاد پر محبت کریں۔

آخری بات یہ ہے کہ گرمیوں کی چھٹیاں فضول کاموں میں نہ گزاریں۔ جو کام اساتذہ نے دیا، محنت سے کریں۔ ایسا نہ ہو کہ دو اڑھائی ماہ کی چھٹیوں کے بعد جو پڑھا ہے وہ بھی بھلا ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ گرمیاں خیریت سے گزریں۔ تمام بچے دوبارہ سکول میں اکٹھے ہوں اور پھر نئے سرے سے اپنی تعلیم کو شروع کریں۔ اللہ آپ سب کا نگہبان اور محافظ ہو۔

آپ کا

امیر بابا

چیف ایڈیٹر روضۃ الاطفال

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (سورۃ الانفال: 75,74)

عمارہ شہزادی، سمندری

حدیثِ نبوی ﷺ

صبر کا انعام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کسی مسلمان کو کوئی دلی تکلیف ہو، کوئی جسمانی بیماری، کوئی دکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کو ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(مہرین ادریس۔ اوکاڑہ)

محمد الیاس حامد ایڈیٹر روضۃ الاطفال

ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857

فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

وہ عظیم مائیں

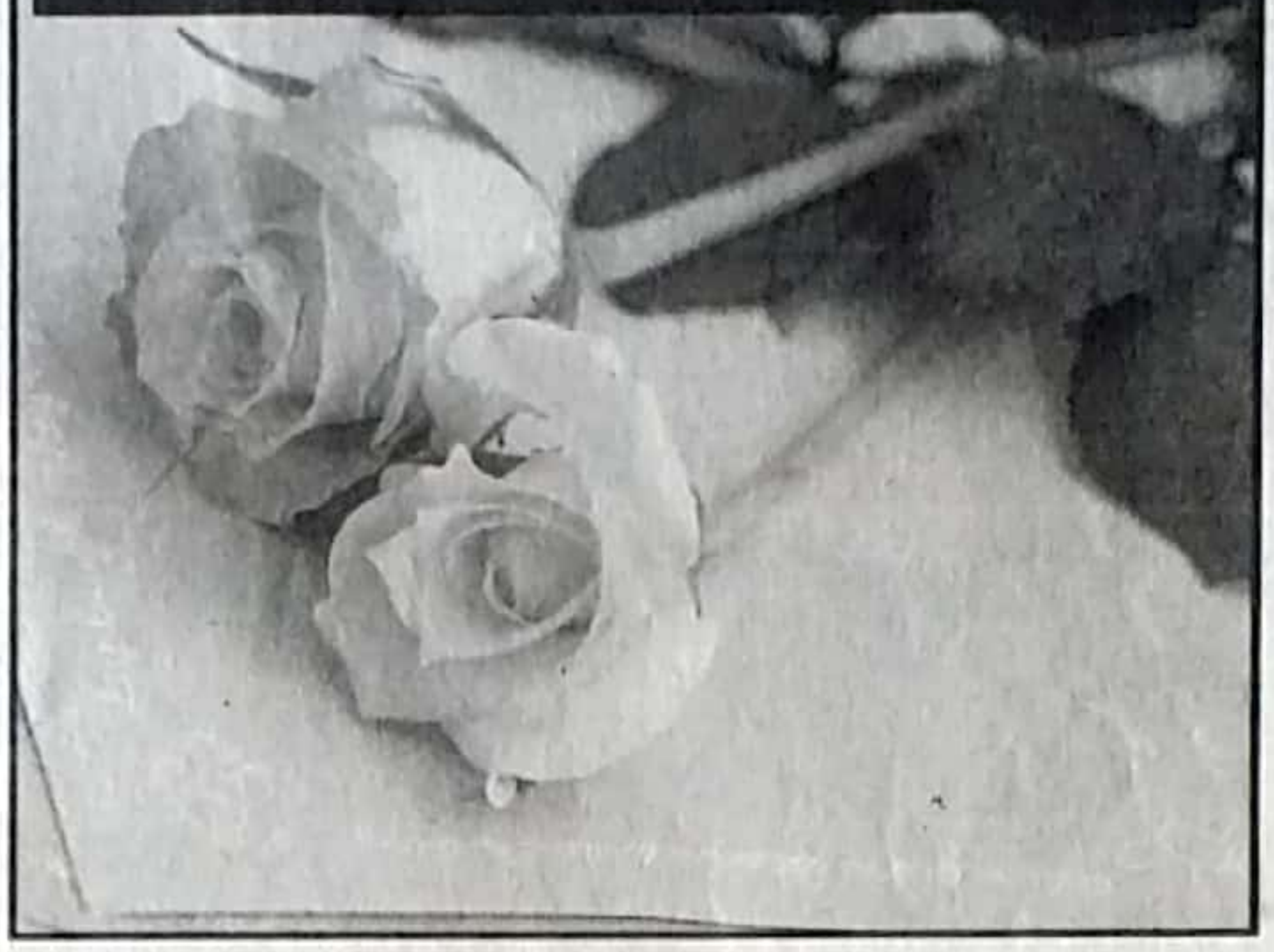

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی۔ چند معرکوں کے بعد اہل دمشق قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ اطلاع ملی، نوے ہزار رومی بڑے ساز و سامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی فوج پورے ملک شام میں بکھری ہوئی تھی۔ فیصلہ ہوا کہ اسلامی فوج کو اکٹھا کیا جائے۔ سارے لشکروں کو اکٹھا کیا تو صرف چوبیس ہزار مجاہدین بنے۔ تمام کمانڈر اپنے اپنے لشکر سمیت اجنادین کی طرف روانہ ہوئے۔

ابوعبیدہ ؓ اور خالد بن ولید ؓ بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ فوج کے آگے آگے تھے اور حضرت ابوعبیدہ ؓ تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لیے ہوئے خیموں اور ساز و سامان کے ساتھ پیچھے چل رہے تھے۔ اہل دمشق نے مسلمانوں کو جاتے دیکھا تو ان کے جوش انتقام میں جلا پیدا ہوئی۔ انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ قیصر روم نے اہل دمشق کے لیے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں، انہوں نے آگے سے لشکر کو روک لیا۔ مسلمانوں میں شدید بدحواسی پھیل گئی لیکن ان کی زیادہ تر توجہ سامنے کی طرف رہی۔ پیچھے سے اہل دمشق نے مسلمان عورتوں کو حراست میں لے کر قلعہ دمشق کی طرف رخ کیا۔

عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ خولہ بنت ازور ؓ نے کہا بہنو! کیا تمہاری غیرت گوارہ کر سکتی ہے کہ مشرکین دمشق کے قبضہ میں آ جاؤ؟ کیا تم عرب کی شجاعت وحمیت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو۔ میرے نزدیک تو مرجانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے۔ ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگا دی۔ خواتین خیموں کی چوبیں لے کر باقاعدہ حلقہ باندھ کر آگے بڑھیں۔ سب سے آگے خولہ بنت ازور ؓ اور ان کے پیچھے ام ابان ؓ تھیں۔ کچھ دیر کے لیے تو حیرت نے دمشقیوں کے ہاتھ باندھ دیئے اور اتنی دیر میں عورتوں نے دمشقیوں کی تیس لاشیں گرا دیں۔ دمشقیوں کے قدم اکھڑنے کو تھے کہ مسلمان مجاہدین بھی پہنچ گئے اور دمشقی فوج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

(بحوالہ: اعلام النساء، البدایہ)

نیلم شہزادی، صوفیہ۔ پتوکی

حاجت مند حکمران

فاروق اعظم ؓ کا دورِ حکومت اسلامی تاریخ کا سنہری دور تھا۔ رعایا اور حکومت کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ حاکم اپنے عوام کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ فتوحات کی بدولت اسلامی حکومت کا رقبہ مسلسل بڑھ رہا تھا۔ مفتوحہ علاقوں میں مرکز سے نہایت قابل اور خوف الٰہی رکھنے والے گورنر بھیجے جاتے۔ سیدنا عمر ؓ نہایت درجہ مردم شناس تھے۔ چنانچہ کسی بھی صوبے کا گورنر منتخب کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیتے۔ شام کا علاقہ فتح ہوا تو حمص شہر کی طرف ایک آدمی کو گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ ان دنوں بیت المال کی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ جوں جوں بیت المال میں رقومات آتی گئیں، لوگوں کے مسائل پر خلیفہ کی بھرپور توجہ بڑھتی گئی۔ حضرت عمر فاروق ؓ مختلف علاقوں سے فقراء اور محتاجوں کی لسٹ طلب کرتے اور ان کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جاتیں۔ ان فہرستوں کا جائزہ حضرت عمر فاروق ؓ خود لیتے اور ان پر احکام جاری کرتے۔ اہل حمص کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا ہوا تھا۔ عمر فاروق ؓ نے ان میں سے بعض معتبر اور ثقہ افراد سے کہا کہ اپنے شہر کے حاجت مند افراد کی فہرست بنائیں تاکہ ان کی مدد کی جا سکے۔

حاجت مند افراد کی فہرست سامنے آئی۔ سیدنا عمر ؓ عمیق نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اچانک ایک نام پر آپ ؓ چونک پڑے۔ پوچھا یہ نام کس کا ہے؟ عرض کی گئی یہ ہمارے گورنر ہیں۔ فرمایا: تمہارا گورنر فقیر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور ان کے گھر آگ نہیں جلتی۔ عمر فاروق ؓ بے اختیار رو پڑے اور داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ وفد کو ایک ہزار دینار دیئے اور کہا کہ اپنے امیر کو میرا اسلام پہنچا دو اور ان سے کہو کہ امیر المومنین نے یہ ہدیہ ارسال کیا ہے تاکہ آپ اپنی ضرورت پوری کر سکو۔

یہ وفد حمص پہنچ کر اپنے امیر سے ملا، عمر فاروق ؓ کا پیغام اور امانت پیش کی۔ امیر بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے ہیں۔ بیوی نے حیران ہو کر پوچھا آپ کو کیا صدمہ آ پہنچا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ امیر المومنین وفات پا گئے ہیں؟ کہا نہیں اس سے بھی بڑے صدمے اور دکھ کی بات ہے۔ بیوی کہنے لگی بتائیں تو آخر کیا ہوا ہے؟ جس سے آپ غم زدہ اور پریشان ہیں۔

فرمایا: میری آخرت کی بربادی کا سامان ہوا چاہتا ہے، گھر میں فتنہ داخل ہو گیا ہے۔ بیوی نے کہا ”تو پھر اس سے نجات حاصل کر لیں۔“ اب گھر والی کو تو معلوم نہیں کہ اس معاملے کا تعلق درہم و دینار سے ہے۔ پوچھا نیک بخت! کیا تو اس سلسلے میں میری مدد کرے گی؟ بیوی نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام دینار مساکین اور مستحقین میں تقسیم کر دیئے۔ یہ عظیم گورنر اور حاجت مند امیر حضرت سعید بن عامر ؓ تھے، جنہیں حضرت عمر ؓ نے خود حمص کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔

(مزمل حسین۔ کسووال)

عجیب فیصلہ

محمد طاہر نقاش

خاموشی کا عالم تھا۔ صبح ہی صبح سورج نکل کر چمک رہا تھا۔ پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ خوش کن اور مسحور کن میٹھی آواز والے پرندے میٹھے بول بول رہے تھے۔ جنگل کے باہر دو عورتیں بیٹھی باتوں میں ہمہ تن مصروف تھیں۔ عورتوں کی یہ عادت کہ جب وہ کبھی اکٹھی مل بیٹھتی ہیں تو اِدھر اُدھر، گھر اور خاندان کی خوب خوب باتیں کرتی ہیں۔ یہ دونوں عورتیں بھی ایسے ہی خوب خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ اللہ کریم نے دونوں کو ایک ایک بیٹا عطا کیا تھا۔ اب وہ اپنے بیٹوں کو قریب ایک دوسرے کے ساتھ لٹا کر بے فکر ہو چکی تھیں۔ بچے سو رہے تھے کہ اچانک جنگل کی طرف سے ایک بھیڑیا خاموشی سے آیا اور دبے پاؤں معصوم شیر خوار بچوں کی طرف بڑھنے لگا۔ آخر وہ بچوں کے قریب پہنچ گیا جبکہ دونوں عورتیں اس نئی

پیدا ہونے والی صورتحال سے بے خبر ہیں۔

بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بچے کی گردن اپنے جبڑوں میں دبا کر جنگل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرا معصوم بچہ ڈر کر رونے لگا، اس کی چیخ سن کر دونوں عورتوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو بھیڑیے کو اپنے جبڑوں (منہ) میں ایک بچے کو دبائے ہوئے بھاگتے دیکھا۔ وہ فوراً بچوں کے لیٹنے کی جگہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ دو کی بجائے صرف ایک بچہ وہاں پڑا بلک رہا تھا۔ دونوں میں سے بڑی عمر کی عورت فوراً بولی: دیکھ بہن بھیڑیا تیرے بچے کو اٹھا کر جنگل میں غائب ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگی: نہیں میری بہن میں اپنے بیٹے کو خوب پہچانتی ہوں، یہ تیرا نہیں بلکہ میرا لختِ جگر اور نورِ نظر ہے۔

باقی زندہ و سلامت بچ رہنے والے بچے کی ملکیت کے مسئلہ پر دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ دونوں بچے پر اپنا اپنا حق جتا رہی تھیں۔ ہار ماننے کو کوئی بھی تیار نہ تھی۔ آخر انہوں نے طے کیا کہ ہم اس مسئلہ کہ یہ بچہ کس کا ہے، کا فیصلہ اللہ کے نبی سے کرواتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہ بات طے کرنے کے بعد اس وقت وہاں علاقہ میں موجود اور لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے والے اللہ کے پیغمبر سیدنا داؤد علیہ السلام موجود تھے اور لوگوں کو پیش آنے والے مسائل کا حل بتایا کرتے تھے۔ اب وہ اللہ کے پیغمبر جناب داؤد علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر اپنا مقدمہ پیش کر چکی تھیں اور انصاف کا تقاضا کر رہی تھیں۔

سیدنا داؤد علیہ السلام نے دونوں کا مؤقف نہایت توجہ سے سنا۔ بڑی عمر کی عورت بہت تیزی سے تقریر کے سے انداز میں بولتی جا رہی تھی۔ وہ نہایت چرب زبانی سے رو دھو کر اور جھوٹے آنسو بہا کر ہر بات سے ثابت کر رہی تھی کہ...... بچہ کی ماں میں ہوں وہ نہیں...... سیدنا داؤد علیہ السلام اس کی تیز طراری اور جھوٹے دلائل سے متاثر ہو گئے اور اس کے دیئے گئے جھوٹے دلائل کی بنا پر فیصلہ سنا دیا کہ بچہ اس کا ہے۔ دوسری عورت مطمئن نہ تھی۔ وہ مضطرب و بے قرار تھی۔ بے چین و بےکل تھی کہ حقیقت میں زندہ رہنے والا اسی کا بیٹا تھا۔ اور اس کا عدم اطمینان درست بھی تھا۔ دونوں نے طے کیا کہ وہ اپنا مقدمہ داؤد علیہ السلام کے بیٹے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس لے کر جاتی ہیں۔ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا وہ بے فکر تھی، کہنے لگی: چلو ابھی اور اسی وقت چلتے ہیں۔ لہٰذا دونوں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں اور اپنا مقدمہ ان کے سامنے رکھا۔ بڑی عورت نہایت تیزی اور چالاکی سے بولی:

جناب سلیمان علیہ السلام! یہ جان لیں کہ آپ کے والد گرامی جناب داؤد علیہ السلام میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ وہ جانتی تھی کہ بیٹا اس کا نہیں ہے اور وہ جھوٹ بول رہی ہے لیکن اس کے باوجود اسے امید تھی کہ وہ اپنے مکر و فریب اور لچھے دار گفتگو...... جھوٹ سچ پر مبنی تقریر...... واویلے و شور شرابے اور رونے دھونے کا ڈرامہ رچانے کی بنا پر ایک بار پھر مقدمہ جیت جائے گی۔

اللہ کے نبی علیہ السلام نے اندازہ لگایا کہ بڑی کے حق میں فیصلہ درست نہیں ہوا جبکہ بچہ کی حقدار دوسری عورت محسوس ہو رہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کرنے اور اصل حقیقت تک پہنچنے کے لیے ایک عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے کچھ دیر سوچا اور پھر اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کیا۔ اب

سیدنا سلیمان علیہ السلام مطمئن نظر آ رہے تھے کہ جیسے وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ چکے ہوں۔ اچانک اللہ کے نبی بلند آواز سے حکم دیتے ہوئے بولے:

فوری میرے پاس ایک تیز دھار چھرا لایا جائے تا کہ میں اس کی مدد سے اس بچہ کو چیر کر دو برابر ٹکڑے کر دوں اور پھر دونوں کو کٹتے ہوئے بچے کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا دے کر روانہ کر دوں۔ یہی میرا فیصلہ ہے۔ ابھی اس پر عمل ہوگا اور اس جھگڑا کا خاتمہ ہوگا۔

اللہ کے نبی ایسا ہرگز نہ کرنے والے تھے بلکہ یہ ان کی ایک تدبیر تھی' کہ اس طرح سچ اور جھوٹ کھل کر ان کے سامنے آ جائے اور وہ صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوں اور یوں کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو جائے۔

سلیمان علیہ السلام کا یہ حربہ اور تدبیر کامیاب رہی۔ چنانچہ جونہی آپ نے یہ بچے کو چیر کر دو ٹکڑے کر دینے والا حکم سنایا تو چھوٹی عورت کا رنگ شدت تکلیف سے زرد ہو گیا...... اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرانے لگا...... دل ڈولنے لگا...... آنکھیں نمناک ہو گئیں...... دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں...... ہاتھ ایسے نظر آ رہے تھے جیسے خوف و وحشت اور غم سے کانپ رہے ہوں...... سب دیکھ رہے تھے کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی...... زبان لڑکھڑا رہی تھی...... ہونٹ کپکپا رہے تھے...... وہ پوری قوت صرف کر کے چیخی...... اے اللہ کے نبی میری فریاد سن لیں۔ اس ننھی معصوم جان کو کچھ نہ کہیں...... یہ بہت نازک ہے' آپ اس کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچنے دیں...... اللہ کے لیے ایسا نہ کریں...... ایسا نہ کریں...... اسے کچھ نہ کہیں...... اللہ کے رسول اللہ آپ پر رحم کرے' میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتی ہوں۔ یہ بچہ اس بڑی عورت کا ہی بیٹا ہے۔ بظاہر اتنی بات تو وہ بھی جانتی ہوگی کہ سلیمان علیہ السلام ایسا کرنے کا واقعتاً ارادہ نہیں رکھتے اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے کہ اللہ کے سچے رسول ہیں جو ظلم نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ فوراً اپنے حق سے دستبردار ہو گئی اور تڑپ کر کہنے لگی: ایسا نہ کریں۔

یہ بچہ میرا نہیں اسی کا ہے۔ اس کا یہ کہنا اس کے حق کو ثابت کرتا تھا کہ حقیقت میں وہی اس بچے کی اصلی ماں ہے کیونکہ ماں کی ممتا ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے جگر گوشہ کو اس کے سامنے ایسی تکلیف دی جائے۔ ٹھیک ہے اگر دوسری عورت کو مل جاتا ہے تو وہ کم از کم زندہ اور سلامت تو رہے گا۔ وہ اسے گاہے گاہے دیکھ سکے گی اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور دل کی پیاس بجھا سکے گی۔ اس کے ہوتے ہوئے اس کے معصوم کو کوئی تکلیف تو نہ پہنچے گی...... لہٰذا وہ فوراً اپنے ممتا کے جذبے سے مغلوب ہو کر پکار اٹھی: نہیں نہیں اللہ کے نبی نہیں...... یہ بیٹا میرا نہیں ہے' اسی کا ہے۔ آپ اسے ہی دے دیں لیکن معصوم کو تکلیف نہ پہنچائیں...... یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کی جھلملاتی قطار گرنے لگی تھی...... ادھر یہ کیفیت تھی جبکہ دوسری طرف وہ بڑی عورت یکسر خاموش جذبات واحساسات سے عاری کھڑی ٹر ٹر سب کچھ دیکھے جا رہی تھی۔ نہ وہ بچے کو چیرنے کے خلاف آواز بلند کر رہی تھی...... جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اس لڑکے کے ساتھ کوئی جذباتی اور دلی تعلق و وابستگی نہ تھی۔ اللہ کے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حق ظاہر کرنے کے لیے یہ تدبیر کامیاب رہی اور آپ فوری حق تک اور معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے کہ حقیقت میں یہ چھوٹی عمر والی خاتون کا ہی بیٹا ہے جبکہ دوسری عورت جھوٹ بول رہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے حکم دیا کہ شیر خوار بچہ اس کی گود میں ڈال دیا جائے۔ یہی اس کی حقیقی ماں ہے جبکہ دوسری عورت جھوٹی اور مکار ہے۔

یہ فیصلہ سنتے ہی ممتا کے چہرے پر خوشیوں کی کہکشاں جگمگا اٹھی...... اس کا چہرہ خوشی سے چمک دمک اٹھا تھا۔ وہ میٹھی میٹھی لوریاں دیتی ہوئی بچہ کو گود میں لے کر اٹھی اور اللہ کریم کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ اس حال میں کہ وہ بار بار معصوم پھول کو چوم رہی تھی اور اللہ کریم کا ذکر کرتے ہوئے شکر ادا کرتی چل رہی تھی۔

پیارے بچو! دیکھا کتنا دلچسپ وسبق آموز قصہ ہے۔ یہ ہمیں ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے سنایا ہے اور آج ہم نے آپ تک پہنچا دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی مائیں جنت کی ہوائیں ہیں۔ وہ آپ سے کس قدر پیار کرتی ہیں۔ وہ اپنی قربانی بھی صرف اس لیے دے دیتی ہیں کہ میرے بیٹے کو ذرہ بھر تکلیف نہ پہنچے۔ اس لیے ہمیں اپنی ماؤں کی نافرمانی کر کے ان کے دل کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے اور ہر دم ان کے ادب واحترام اور آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس سے ہمارا اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہمیں زندگی میں کامیابیاں دیتا ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ غیب کا علم صرف اور صرف اللہ کریم رکھتا ہے اور کوئی بھی مخلوق میں سے غیب نہیں جانتا کہ یہ خالق کائنات کے ساتھ خاص طور پر مخصوص ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی غیب جانتا ہوتا تو اللہ کے بعد اس کے پیغمبر سب سے زیادہ برگزیدہ اور اس کے قریب ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ جانتے ہیں کہ یہ علم اللہ کریم نے صرف اپنے پاس رکھا ہے۔ اگر غیب کا علم سیدنا داؤد علیہ السلام رکھتے ہوتے تو کبھی بھی اپنی سمجھ کے مطابق غلطی نہ کرتے بلکہ درست فیصلہ صادر کرتے۔ اس طرح اگر سیدنا سلیمان علیہ السلام جو پرندوں' چرندوں اور جانوروں کی بولیاں بھی جانتے تھے اللہ کریم نے ہوائیں ان کے حکم کے تابع کر دی تھیں۔ جنات اور دوسری مخلوقات پر وہ حکومت کرتے تھے۔ اگر وہ بھی غیب جانتے ہوتے تو کبھی بچہ کو کاٹنے والی تدبیر اختیار نہ کرتے بلکہ بغیر پرکھے امتحان کے لیے نفسیاتی حربہ استعمال کیے بغیر کہہ دیتے کہ چھوٹی عورت حق پر ہے۔ اس لیے ہمیں عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ماضی حال اور مستقبل کی تمام غیب کی خبریں صرف اللہ تعالیٰ رکھتا ہے' مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔ اللہ کریم ہمیں بھی حق اور باطل میں تمیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(منصوص الفاظ دیکھنے کے لیے صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء' مسلم کتاب الاقضیہ ملاحظہ کریں)

دلچسپ معلومات

- ...... بندر جگنو کے قریب نہیں جاتے کیونکہ وہ انہیں آگ کا شعلہ سمجھتے ہیں۔
- ...... کتے کو جسم کی بجائے زبان پر پسینہ آتا ہے۔ کتے کو گھی ہضم نہیں ہوتا۔
- ...... ہاتھی اور گھوڑا کھڑے کھڑے سو جاتے ہیں۔
- ...... مچھلی کی آنکھیں اس لیے کھلی رہتی ہیں کیونکہ اس کے پپوٹے نہیں ہوتے۔
- ...... کیکڑے کے دانت پیٹ میں ہوتے ہیں۔
- ...... کیچوے میں پھیپھڑے نہیں ہوتے یہ جلد کے ذریعے سانس لیتا ہے۔
- ...... ڈولفن میں آواز سننے کی حس کتے سے تین گنا اور انسان سے پانچ گنا زیادہ ہوتی ہے۔
- ...... ڈولفن آواز سننے کے لیے اپنے جبڑے استعمال کرتی ہے۔
- ...... برفانی چیتا اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اپنے وزن سے تین گنا زیادہ اٹھا سکتا ہے۔

عاصم محمود میر محمدی

شرکت کی۔ جس میں:

1- ملت پبلک مڈل سکول 53ج ب فیصل آباد
2- کہکشاں پبلک سکول 49ج ب فیصل آباد
3- رحمان پبلک سکول 47ج ب فیصل آباد
4- ضیاء اسلام مڈل سکول بوڑیوال فیصل آباد

اس پروگرام کے لیے بھرپور طریقے سے مختلف سکولوں میں سیرت النبی کوئز مقابلے کی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس پروگرام میں بچوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بچوں کے ساتھ ان کے اساتذہ اور والدین بھی موجود تھے۔

اس مقابلے میں چاروں سکولوں کے 20 بچوں نے شرکت کی۔ سیرت النبی کوئز مقابلے کو تین مراحل میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں ہر بچے سے تین تین سوالات پوچھے گئے۔ جس بچے نے تینوں سوالوں کے صحیح جواب دیے اس کو اگلے مرحلے میں شامل کیا گیا۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے مرحلے میں دو،دو سوالات پوچھے گئے۔ مقابلے کے اختتام پر پہلی پوزیشن محمد ریحان ملت پبلک مڈل سکول ،دوسری پوزیشن تحسین جاوید کہکشاں پبلک سکول، تیسری پوزیشن محمد احسان علی رحمان پبلک سکول نے حاصل کی۔

پروگرام کے اختتام پر والدین اور اساتذہ نے الروضہ سوسائٹی فیصل آباد کے ذمہ داران کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا ایسے پروگرام تسلسل سے ہونے چاہیے تاکہ بچے اسلام کی بنیادی باتوں کا علم حاصل کرسکیں۔ اساتذہ نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ آپ الروضہ سوسائٹی کے پروگرامز کا اہتمام ہمارے سکولوں میں کریں۔ اس کے علاوہ بچوں نے کہا کہ سیرت النبی کوئز مقابلے کے ساتھ ساتھ اگلی بار دوڑ، رسہ کشی کے مقابلے بھی ہونے چاہئیں۔

(رپورٹ: محمد آصف۔ فیصل آباد)

روضہ کوئز سلسلہ نمبر2

1- جدالانبیاء کس پیغمبر کو کہا جاتا ہے؟
2- قرآن پاک میں لفظ محمد کتنی بار آیا ہے؟
3- غزوہ تبوک کس ہجری سال میں ہوا؟
4- پاکستان کا سب سے بڑا شہر آبادی کے لحاظ سے کونسا ہے؟
5- دنیا کے اس ملک کا نام بتائیں جو کہ براعظم کا نام بھی ہے۔

جوابات بھیجنے والے قارئین کاغذ پر اپنا مکمل پتہ ضرور لکھیں۔ ورنہ آپ تک انعام نہ پہنچنے کے ذمہ دار ہم نہیں ہوں گے۔

حاضر جواب بچے

☆...... حضرت عمر بن خطاب ؓ ایک راستے پر چل رہے تھے کہ آپ ؓ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے اور بچوں نے جب حضرت عمر ؓ کو دیکھا تو وہ سب بچے کھیل چھوڑ کر دور بھاگ گئے۔ سوائے ایک بچے کے جو اپنی جگہ پر کھڑا رہا (یعنی بھاگا نہیں)۔

حضرت عمر ؓ نے کہا:

اے لڑکے! تو کیوں نہیں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگا؟ بچے نے بڑی ذہانت وفطانت کا ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا: اے امیرالمؤمنین میں کیوں بھاگتا؟ میں نے کوئی برا کام تو نہیں کیا کہ آپ سے ڈروں اور نہ ہی راستہ اتنا تنگ ہے (کہ آپ گزر نہیں سکتے) آپ کے لیے راستہ چھوڑ دوں۔

چنانچہ بچے کی ذہانت اور خود اعتمادی پر خلیفہ بہت متاثر ہوئے اور خلیفہ کو بچے کی صاف گوئی بہت پسند آئی۔

یہی بچہ جب بڑا ہوا تو یہ بچہ مسلمانوں کا ایک عظیم لیڈر، قائد، سرپرست، فقید المثال اور بہت بڑا عالم بنا۔

وہ تھے پیارے پیغمبر ﷺ کے ایک بہت ہی پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ۔

☆...... امام مالک بن اصمعی نے کہا ہے: میں نے عربوں کی اولاد میں سے ایک کم عمر لڑکے سے کہا: کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور تو بے وقوف ہو۔

لڑکا کہنے لگا: نہیں جی، اللہ خیر کرے۔

امام مالک بن اصمعی فرماتے ہیں میں نے بچے سے پوچھا: کیوں؟

کہنے لگا: مجھے ڈر ہے کہ میری بے وقوفی میرے مال کو ختم کردے پس میرا مال چلا جائے گا اور میری بے وقوفی باقی رہ جائے گی۔

(گڑیا حجازی)

جمع وتدوین قرآن

حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں بارہ سو کے قریب صحابہ ؓ شہید ہوئے جن میں سے سات سو قرآن دان اور ستر حافظ اور قراء تھے۔ اس پر حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مشورہ دیا کہ اب پورے قرآن کو صفحات قرطاس میں محفوظ کرلینا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو قرآن کریم کے ایک بڑے حصے کے ضائع ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری کی روایت ہے، جس کے راوی زید بن ثابت ؓ کہتے ہیں:

"مجھے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جنگ یمامہ سے بلوا بھیجا، میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عمر ؓ بن خطاب ان کے پاس بیٹھے ہیں۔ ابوبکر صدیق ؓ نے کہا کہ عمر ؓ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے بہت سے قراء شہید ہوئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح دوسری جنگوں میں بھی قراء شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ تو میں نے عمر فاروق ؓ کو جواب دیا۔ ہم اس کام کو کس طرح کریں گے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ تو عمر ؓ بن خطاب نے کہا اللہ کی قسم! یہ نہایت ضروری ہے اور بہتر کام ہے اور حضرت عمر ؓ اس معاملے پر اصرار و بحث کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس کام کے لیے کھول دیا اور میری بھی رائے وہ ہوگئی جو عمر ؓ کی تھی۔

پھر زید بن ثابت ؓ کہتے ہیں ابوبکر صدیق ؓ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

تم جوان اور عقلمند آدمی ہو۔ ہم تم پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگا سکتے۔ نیز تم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی کی کتابت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا تم قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنے میں لگ جاؤ۔ حضرت زید ؓ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی زحمت دیتے تو مجھ پر اس قدر گراں نہ گزرتا جتنا جمع قرآن کریم کی اس ذمہ داری کا بار گراں جس کا انہوں نے حکم دیا۔ غرض میں نے کہا کہ آپ دونوں کس طرح وہ کام کرنا چاہتے ہیں؟ جسے رسول اکرم ﷺ نے نہیں کیا۔ تو ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: واللہ! یہی بہتر ہے۔ پس ابوبکر ؓ مجھ سے اصرار بحث کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا جس کے لیے اس نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھول دیا۔ چنانچہ میں قرآن پاک کو کھجور کے درخت کی چھالوں سے پتھر کی تختیوں سے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا اور پھر یہ صحیفہ ابوبکر ؓ کے پاس رہا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس رہا اور عمر ؓ کی وفات کے بعد پھر ان کی بیٹی حضرت حفصہ ؓ کے پاس رہا۔

(ابوبکر۔ واہنڈو)

میں ایک مسلم تھا۔ میری پہچان کلمہ طیبہ سے تھی۔ میری برادری نیل سے لے کر کاشغر تک پھیلی ہوئی تھی میرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مجھے اسلامی اخوت کے عظیم رشتے سے منسلک کر دیا تھا۔ اسلام میرا گھرانہ اور ہر مسلمان میرا رشتہ دار تھا۔ مجھے اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں ایک جداگانہ شناخت بخشی تھی۔ میرے اللہ کے نزدیک میں "یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کا مخاطب تھا۔ قرآن کریم مجھے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" کا درس دے رہا تھا۔ ساری دنیا جب مختلف قوموں میں بٹ چکی تھی تو میں عالم گیر اسلامی اخوت کا داعی تھا۔ نماز میری عبادت تھی۔ زکوۃ میری معیشت تھی۔ روزہ میری پرہیزگاری تھا اور جہاد میری سیاحت تھا۔

اس لئے لوگ مجھے مسلم کہتے تھے اور میں بھی اپنی شناخت کے لئے صرف اسی کو کافی سمجھتا تھا۔ جہاد میرا شوق تھا، شہادت میری آرزو تھی، غنیمت میری روزی تھی اور فتح میرا انعام تھا۔ اسی لئے دنیا والے مجھے مجاہد کہتے تھے اور میں اپنے اس قرآنی لقب سے خوش اور راضی تھا۔ میں فحاشی سے بھاگتا تھا۔ عیاشی سے گھبراتا تھا، سودخوری سے پناہ مانگتا تھا اور حرام کے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔ اسی لئے میں اپنے رب کا فرماں بردار بندہ کہلاتا تھا۔

قرآن میری روح کی غذا تھی۔ استغفار میرا وظیفہ تھا۔ درود شریف میرا ورد اور حمد و نعت میرا معمول تھا۔ اسی لئے نہ میں مصیبتوں میں گھبراتا تھا نہ مصائب سے ڈرتا تھا۔ شرافت میری پہچان تھی دیانت میری عادت تھی حیاء میرا زیور تھا اور غیرت میرا ہتھیار تھا۔ اسی لئے تو لوگ میری شکل دیکھ کر مسلمان ہوتے تھے اور کفر کے سالار میرے نام سے کپکپاتے تھے۔

لیکن...... پھر انقلاب آیا، وقت نے اپنا رخ بدلا اور زمانے کے حوادث کا پرنالہ میرے گھر بہنے لگا، تب مجھے بتایا گیا کہ تو ترک ہے، تو ایرانی ہے، تو عرب ہے تو عجم ہے، تو فارسی ہے، تو ہندی ہے اور یوں دھیرے دھیرے اسلامی برادری پارہ پارہ ہوتی چلی گئی۔ پھر مجھے کہا گیا کہ دنیا کی چند روزہ عیاشی تیری زندگی ہے، سود خوری اور جوابازی تیری ترقی ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر لینا تیرا مقصد ہے اور چند بالشت پیٹ کے لئے پوری زندگی داؤ پر لگا دینا تیری منزل ہے۔ مجھے سمجھایا گیا کہ تو قرآن پڑھے گا تو کھائے گا کہاں سے؟ منہ بگاڑ بگاڑ کر انگریزی بول لینا تیرا بڑا کمال ہے اور رہن سہن میں مغربی نقالی تیری اصل شان ہے۔ کمپیوٹر کے چند پروگرام سیکھ لینا ہی تیری معراج ہے۔ مجھے باور کروایا گیا کہ اسلام اور مسلمانوں کے غم میں کڑھنے سے کیا حاصل؟

اپنے لئے کچھ ڈالر، پونڈ اور یورو جمع کر اور کسی غیر ملکی بینک میں اکاؤنٹ کھول کر پوری زندگی مزے سے بسر کر، اپنے مسلمان بھائیوں کے قتل عام میں شریک ہو اور اپنی اقتصادی حالت کے لئے کوئی عارضی سہارا حاصل کر کے گزارا چلا۔ مسلمانوں کے خون سستے داموں بیچ اور قرضے کی کوئی نئی قسط وصول کر۔

مجھے دکھایا گیا کہ فحاشی تیری ثقافت ہے۔ رنگ و نغمے میں ڈوب جانا تیری زندگی کا حاصل ہے۔ شیطانی خواہشات میں تیرے لئے ذہنی سکون ہے۔ ٹی وی، وی سی آر اور ڈش تیری معلومات کا ذریعہ ہے۔ رشتوں کا تقدس اور شرف انسانیت کا احترام دقیانوسی اور پرانے خیالات ہیں۔ مجھے یہ بھی سنایا گیا کہ ساری دنیا کی ذمہ داری تیرے سر پر نہیں، اس لئے جہاد اور عالم اسلام کے الفاظ چھوڑ دے، مدارس اور مساجد سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ دے اور کسی سینما، نائٹ کلب کی راہ ڈھونڈ لے۔

میرے محترم قارئین! میں سوچ رہا ہوں کہ میں کون ہوں؟ میری شناخت کیا ہے؟ میں کس برادری سے تعلق رکھتا ہوں؟ کعبہ مجھے آگے تو کلیسا مجھے پیچھے کھینچ رہا ہے۔ میں نہ مسلمان رہا نہ کافر بنا۔ میں نے راہ جہاد اپنائی نہ سائنس و ٹیکنالوجی میں کوئی کارنامہ کر دکھایا۔ میں نہ خود مختار رہا نہ مکمل غلام بن سکا۔ میں نے قرآن سیکھا نہ بائبل سے رہنمائی حاصل کی۔ افسوس! کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر بھی اپنی ملکی حدود کی پاسداری نہ کر سکا۔ میں دینی رہنماؤں کو پس دیوار زنداں ڈال کر بھی کوئی ترقی نہ کر سکا۔ میں افسردہ 'پریشان ہوں کہ مجھ سے میری شناخت چھن گئی اور میں اپنی شان کھو بیٹھا ہوں۔ کاش! کوئی مہربان مجھ جیسے ایک معمولی پاکستانی کو یہ بتا دے کہ میں مسلمان ہوں یا نصرانی، میں آزاد ہوں یا غلام ہوں' میں مشرقی ہوں یا مغربی میں خدائے واحد کا بندہ ہوں یا بتان عصر حاضر کا پجاری۔ ہاں اور یہ بھی بتا دے کہ میں پاکستانی بھی ہوں یا...... یا؟؟؟

بچپن کا دور

اخت عبدالواسع۔ گوجرانوالہ

''بچپن'' لفظ کے ساتھ ہی معصوم سی شرارتیں، چھوٹے چھوٹے ننھی منھی صورتیں، ذہن میں آجاتی ہیں...... ''بچپن'' لفظ کے ساتھ ہی عجیب سی خوشی بھی ہوتی ہے کبھی ہم بھی بچے تھے، اور اپنا بچپن بڑا سہانا خواب نظر آتا ہے۔ کبھی سارے بہن بھائی بیٹھے ہوں اور امی ابو سب کی بچپن کی باتیں بتائیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اور جب ہماری شرارتوں کا ذکر آتا ہے تو ''شرمندگی'' بھی ہوتی ہے بھئی بچپن تو بچپن ہی ہے شرمانا کیسا.........!

اب چھوٹے بچوں کو دیکھتے ہیں تو کاش ہم بھی بچے ہی ہوتے...... آہ بچپن تو بڑا ہی بچپن ہی ہے...... افسوس بڑے ہوگئے...... اب تو ذمہ داریاں ہی ذمہ داریاں...... بچپن کیا ہی اچھا تھا نہ کوئی ٹینشن، نہ کوئی پرواہ نہ کوئی سردرد نہ ہی کوئی ذمہ داری...... خیر ''بڑا'' بھی تو ہونا ہی تھا۔

چھوٹے بچے شرارتیں کریں یا تنگ کریں تو انہیں ڈانٹیں تو امی کہتی ہیں ''تم لوگ بھی ایسے ہی تنگ کرتے تھے یا اسی طرح ''بڑے'' ہی آسمان سے اترے تھے؟''

ہر انسان اپنے بچپن کے ساتھ بڑا والہانہ لگاؤ رکھتا ہے اور ان ایام کو تھوڑی دیر یاد کر کے محظوظ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں جب کسی بڑی شخصیت، یا بڑے عالم دین کو دیکھیں تو خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچپن جانیں اس کی نجی زندگی کے بارے میں جانیں، اس نے کیسے زندگی کی منازل طے کیں، کیسی بڑی شخصیت بن گئی۔ شہدائے اسلام جن کے لہو سے آج اسلام کی آبیاری کی جا رہی ہے مجھے تو سب سے زیادہ ان کے بچپن کے حالات پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ ایک جذبہ ابھرتا ہے...... اسلام کے لئے کیسے انہوں نے اپنی جانیں قربان کیں...... ہاں ایسی ہی ایک شخصیت بھی جب تک آسمان و زمین کا نظام قائم و دائم ہے اس کا نام جگمگاتا رہے گا ہر انسان کی خواہ وہ کافر، یہودی، عیسائی، کمیونسٹ، مومن، مسلمان ہو اس کی زبان پر اس کا تذکرہ ہوگا...... ہاں وہ ان سب دنیاوی شخصیتوں سے بڑی شخصیت ہے جن کے حالات جاننے کے لئے ہم بے قرار ہوتے ہیں...... جن کے آٹوگراف لینے کے لئے ہم انتہائی حد تک جانے کی کوشش کرتے ہیں...... ان دنیاوی شخصیتوں سے بڑی شخصیت ہے مگر ہم ان کے حالات جانتے ہوئے بھی نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں...... آج کی نئی نسل عالمی شخصیت کے انٹرویو کے لئے اس کی زندگی کے معاملات جاننے کی تو کوشش کرتی ہے مگر جو قیامت تک کے لئے عالمی شخصیت ہے اس کے حالات سے بالکل ناواقف ہے ہم آج اس عالمی شخصیت جو کہ ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں ان کے بچپن کے حالات پڑھتے ہیں تاکہ ہم دیکھیں ہمارا بچپن کیسا تھا اور دوسری شخصیتوں کا بچپن کیسا ہوتا ہے اور اللہ کے رسول کا بچپن کیسا تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تو آپ ﷺ کے والد محترم اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ کے رسول ﷺ یتیم پیدا ہوئے۔ اپنے والد کا پیار، محبت اور شفقت نہ پا سکے۔ کائنات کی افضل ترین شخصیت کا آفتاب 9 ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت اس دنیا میں طلوع ہوا۔

ولادت سے پہلے ہی حضرت آمنہ کو آپ کے بارے میں خوشخبری مل گئی تھی کہ میرے جسم سے ایسا نور نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے ہیں۔

آپ کی ولادت کے بعد حضرت آمنہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو پوتے کی خوشخبری بھجوائی، دادا خوشی سے پھولے نہ سمائے، پوتے کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ جا پہنچے اور بچے کا نام محمد تجویز کیا۔

حضرت حسان اپنی شاعرانہ زبان میں کہتے ہیں:

'' اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی عزت بڑھانے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے نکالا، چنانچہ عرش والا محمود ہے تو پیغمبر محمد ﷺ ہے۔'' (البدایۃ والنھایۃ)

آپ کی پیدائش کے بعد آپ کو عرب کے رواج کے مطابق حلیمہ سعدیہ کے حوالے کیا گیا۔ طائف کے قرب و جوار کا علاقہ اس لحاظ سے تاریخی علاقہ ہے کہ اللہ کے رسول نے اپنا بچپن یہاں بسر فرمایا ہے۔ حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ مکہ جاتے وقت میری گدھی نہایت ست روی سے چلتی تھی مگر جب میں ننھے محمد ﷺ کو لے کر آئی تو میری گدھی سب سے آگے آگے چل رہی تھی اور دوسرے قافلے والے تعجب کا اظہار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے رضاعی بھائی کے حصے کا دودھ نہیں پیا تھا۔ حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ میں نے ننھے محمد ﷺ کو لے کر آغوش میں رکھا تو میری چھاتی دودھ سے لبریز ہوگئی۔ ننھے محمد ﷺ نے اور اس کے بھائی نے بھی شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر دونوں سو گئے۔ ادھر میرے شوہر اونٹنی دوہنے گئے تو دیکھا کہ اس کا تھن دودھ سے لبریز ہے۔ صبح ہوئی تو میرے شوہر نے کہا حلیمہ! خدا کی قسم تم ایک بابرکت روح کو لے کر آئی ہو۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر ننھے محمد ﷺ کے آنے سے آسودگی آگئی حالانکہ بنوسعد میں قحط سالی کا دور تھا۔ ایک دن آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبریل تشریف لائے آپ ﷺ کو لٹایا سینہ چاک کر کے دل نکالا پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال پھینکا اور کہا

یہ شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو ایک طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور جوڑ کر دوبارہ اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ اب شیطان آپ ﷺ کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا تھا۔ دوسرے بچوں نے جب یہ واقعہ حلیمہ کو بتایا وہ دوڑتی ہوئی آئیں۔ آپ ﷺ کا رنگ فق تھا' اس واقعہ کے بعد حلیمہ کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کے حوالے کر دیا۔

اللہ کے رسول ﷺ حالانکہ یتیم پیدا ہوئے مگر پھر بھی انتہائی سلجھے ہوئے تھے۔ کبھی دوسرے بچوں کی بدتمیزی، یا بھوک کے لئے چلانے کی کوشش نہیں کی تھی آپ کم خوری کے باوجود نہایت مسرور، بیدار مغز اور سرگیں چشم دکھائی دیتے تھے۔ آج معاشرے میں دیکھیں تو لوگ کہتے ہیں یہ بچہ یتیم ہے اس کو کس نے تہذیب سکھائی ہے واللہ میرے حضور محمد ﷺ یتیم پیدا ہوئے نہ باپ ہے جو زمانے کی اونچ نیچ بتائے نہ تعلیم وتربیت کے لئے ماں موجود ہے جو کہ برے بھلے کی تمیز بتائے۔ جب آپ 6 سال کے ہوئے ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا جو ماں کی گود پہلی درسگاہ تھی وہ بھی اللہ نے لے لی پھر بھی ننھے محمد ﷺ کے سلیقہ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آپ بچپن سے ہی انتہائی شرمیلے تھے۔ آپ ایک کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر آپ پتھر اٹھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے لنگی باندھ رکھی تھی جس سے آپ کو پتھر اٹھانے میں مشکل پیش آتی تھی آپ کے چچا عباس نے دیکھا تو انہوں نے چاہا کہ لنگی اتار کر کندھے پر رکھ لیں۔ ابن ہشام میں ہے کہ ابھی لنگی کھلنے نہ پائی تھی کہ حضور ﷺ کی حالت غیر ہونے لگی اور ایک ایسی اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی کہ سیدنا عباس گھبرا گئے اور فوری طور پر لنگی جوں کی توں باندھ دی۔

آپ ﷺ 6 سال کے ہوئے تو والدہ محترمہ وفات پا گئیں۔ پھر آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی عبدالمطلب پوتے سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ خانہ کعبہ کے سائے تلے عبدالمطلب کے لیے قالین کا ٹکڑا بچھایا جاتا تھا۔ جس پر ان کے سوا کوئی نہیں بیٹھتا تھا ایک دن چھوٹی سی عمر میں حضرت محمد ﷺ آئے اور قالین پر بیٹھ گئے۔ عبدالمطلب کی اولاد نے اٹھانا چاہا' آپ ﷺ پھر بیٹھ گئے۔ پھر سختی سے منع کیا تو عبدالمطلب نے منع کر دیا کہ اس مبارک بچے کو نہ اٹھاؤ اور بے اختیار کہنے لگے:

"یہ گھر پردوں والا' مرتبے اور جاہ والا ہے' اس کی عظمت کے اسباب میں سے ایک سبب میرا یہ بیٹا بھی ہے"۔

8 سال کے ہوئے تو انتہائی مشفق دادا بھی اکیلے چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر چچا ابو طالب نے کفالت کی ذمہ داری سنبھالی اور انہوں نے اپنی اولاد سے بڑھ کر اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کا خیال رکھا۔

آپ ﷺ اپنی زندگی کے بارہویں سال میں ہیں۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب ملک شام کی طرف تجارتی قافلے لے کر جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چچا کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں چچا جان! میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ اپنی پیاری زبان سے کہتے ہیں:

چچا جان! آپ مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ میرے ابو جان اور امی جان میری دیکھ بھال کے لئے اس دنیا میں نہیں رہے"۔

آپ ﷺ کی بات سن کر فوراً ابو طالب بولے:

اللہ کی قسم! میں اپنے بھتیجے کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ یہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا نہ ہی میں اس سے کبھی علیحدہ ہوں گا۔

چنانچہ ابو طالب نے بھتیجے کو ساتھ لیا اور طویل سفر طے کر کے بصریٰ میں پہنچے اور ایک گرجا گھر کے آگے پڑاؤ ڈالا۔ اس گرجا گھر کے پادری کا نام بحیرا تھا جو کبھی بھی گرجا گھر سے باہر نہیں آیا تھا اور نہ کبھی گفتگو کی تھی۔ اس دفعہ عجیب بات ہوئی وہ باہر آیا سب کے ساتھ گفتگو کی اور قافلے والوں کی دعوت کا اہتمام بھی کیا۔ سب بڑے حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے......؟؟

دراصل بات یہ تھی کہ اس پادری نے قافلے کے اوپر ایک بادل کو دیکھا جو سارے لوگوں کو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے بچے پر سایہ کئے ہوئے تھا اور جس درخت کے نیچے پڑاؤ کیا تھا' اس درخت کی ڈالیوں نے جھک کر رسول اکرم ﷺ کو اپنی چھاؤں میں کر لیا تھا۔ یہ سارا منظر پادری نے گرجا گھر سے دیکھ لیا تھا۔ اس نے یہ سب دیکھ کر قافلے والوں کی دعوت کا اہتمام کیا۔ جب سارے لوگ کھانا تناول کرنے لگے تو پادری نے دیکھا تو اس کو وہ بچہ نظر نہ آیا۔ اس نے کہا سب قافلے والے میری دعوت میں شرکت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں مگر ایک بچہ ہے جو سامان کی دیکھ بھال کے لئے باہر ہی ہے۔ قافلے میں سے ایک شخص گویا ہوا:

یہ ہماری کم ظرفی ہوگی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا صاحبزادہ ہمارے ساتھ دعوت طعام میں شرکت سے پیچھے رہے۔

پھر وہ مجلس سے اٹھ کر گیا اور رسول اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ بلا کر لایا۔ جب پادری کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی تو وہ دھیان سے ٹکٹکی باندھ کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنے لگا اور دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں تجھے لات وعزیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے پوچھوں گا' اس کا صحیح صحیح جواب دینا۔

قربان جاؤں کائنات کے امام ﷺ پر جو ابھی بارہ سال کی عمر میں ہیں۔ شرک وتوحید کی کوئی کلاس نہیں پڑھی' کسی مدرسے میں توحید وشرک کا ابتدائی سبق حاصل نہیں کیا۔ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، معصوم بچے ہیں۔ بارہ سال شرکیہ ماحول میں سانسیں لینے والے محمد ﷺ کہتے ہیں' مجھے لات وعزیٰ کا واسطہ دے کر کوئی بات مت پوچھو۔ اللہ کی قسم! ان دونوں معبودانِ باطلہ سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بغض و نفرت نہیں کی۔

پادری نے کہا: پھر میں اللہ کی قسم دے کر تجھ سے جو کچھ پوچھوں گا' اس کا جواب دینا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو۔

اس پادری نے آپ ﷺ سے سونے جاگنے اور دیگر زندگی کے حالات کے بارے میں سوالات کئے۔ اس نے جو اپنی کتاب میں پڑھ رکھا تھا اور جو اپنے بڑوں سے سن رکھا تھا' اس کے مطابق آپ ﷺ کی نشانیوں پر غور کر رہا تھا۔ پھر اس نے آپ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان "مہر نبوت" بھی دیکھی۔ پادری آپ ﷺ سے سوالات کر کے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آیا اور پوچھا:

یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟

ابو طالب نے کہا میرا بچہ ہے۔

پادری نے کہا یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کا باپ زندہ ہو سکتا ہے۔

ابو طالب نے بتایا دراصل یہ میرے بھائی کا لخت جگر ہے۔

پادری نے آپ ﷺ کے والد کے بارے پوچھا تو ابو طالب نے کہا وہ تو حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

پادری نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ اب آپ اس بچے کو لے کر پہلی فرصت میں اپنے وطن کو لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔

اللہ کی قسم! اگر یہود اس بچے کو دیکھیں گے اور جو کچھ میں نے نبوت کی نشانیاں اس میں دیکھی ہیں' وہ بھی دیکھ لیں گے تو اس کے ساتھ ناروا سلوک کریں گے اور ظلم ڈھائیں گے۔ کیونکہ مستقبل میں آپ کے اس بچے کی ایک عظیم شان ہونے والی ہے۔ اس لئے آپ جلدی سے اسے اس کے وطن لے کر چلے جائیں۔ (بحوالہ: سیرت ابن ہشام)

تاتاریوں کا خوف ختم ہوا اور واقعی اس کام سے مسلمانوں کے دلوں سے تاتاریوں کی ہیبت ختم ہونے لگی۔ جب اس نوجوان کو ہلاکو خان سے مقابلے کے لئے سالار مقرر کیا تو مسلمانوں کے دل یقین کے جذبوں سے معمور ہونے لگے کیونکہ لوگوں کو اس بانکے جرنیل اور نڈر سپاہی کی شجاعت پر بھروسہ تھا جو تاتاریوں کے طاقت کے افسانے سن کر قہقہے لگایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ''تاتاریوں کو ہم سے ٹکرانے دو پھر ان کو پتہ چلے گا۔''

ہاں پیارے بچو! کیا خیال ہے کون ہے یہ نوجوان جو تاتاریوں اور ہلاکو خان کے خلاف آہنی چٹان بنا ہوا تھا۔ جی ہاں اس کے کارنامے آج بھی تاریخ میں رقم ہیں۔ لوگ اسے ''امیر رکن الدین بیبرس'' کے نام سے جانتے ہیں اور مورخین اسے ''صلاح الدین ایوبی ثانی اور سلطان رکن الدین بیبرس'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سلطان بیبرس ایک غلام تھا مگر اپنی طاقت و جرات بہادری اور عقل و دانش، فہم و فراست اور جنگی کارناموں کی بناء پر مصر کی عوام میں مقبولیت کی وجہ سے اس غریب الوطن غلام جس کے پاس سر چھپانے کی جگہ تک نہیں تھی مصر کے تاج و تخت کا وارث بن گیا۔ سلطان، بادشاہ بن کر بھی غرور و تکبر کو پاس نہیں آنے دیا۔ سلطان رعایا کی خبر گیری اور سلطنت کے امور کی دیکھ بھال کے لئے وہ اکثر بھیس بدل کر طویل دوروں پر نکل جاتا اور حیرت کی بات یہ کہ اس کی عدم موجودگی میں بھی کاروبار سلطنت اتنی ہی عمدگی سے چلتا رہتا جتنا کہ اس کی موجودگی میں چلا کرتا تھا۔ امریکی مورخ ہیرڈ لیم سلطان بیبرس کی اس قسم کی سرگرمیوں کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے:

''اسے اپنے سوا کسی پر اعتبار نہیں۔ اس لئے وہ بھیس بدل کر گشت لگاتا ہے وہ اپنے ساتھیوں کو دسترخوان پر چھوڑ کر اکیلا نکل جاتا ہے اور اگلے روز فلسطین میں نمودار ہوتا ہے اور چار دن بعد دشت عرب میں نظر آتا' اس میں خانہ بدوشوں کی سی تیز رفتاری ہے۔ اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور کسی حد تک اس سے خائف بھی ہیں کیونکہ معلوم نہیں بیبرس اس وقت کہاں ہو۔

سلطان نے ایک تاتاری سپاہی کا لباس زیب تن کیا اور بھیس بدل کر شمال کی طرف غائب ہو گیا۔ کئی دن کے پر صعوبت سفر کے بعد تاتاریوں کے علاقے میں نمودار ہوا اور قریہ قریہ پھر کے وہاں کے حالات کا جائزہ لینے لگا۔ چونکہ امیر سلطان بیبرس کا بچپن غلاموں کی منڈیوں میں بکتے ہوئے گزرا تھا' اس لئے وہ مختلف زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ اس بنا پر وہ ہر قسم کے لوگوں میں باآسانی گھل مل جاتا تھا اور کسی کو اس پر شبہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن سلطان نے تاتاری علاقے میں ایک دکان پر کھانا کھایا اور برتن میں اپنی شاہی انگوٹھی اتار کر رکھ دی۔ اس کے بعد وہ اپنے علاقے میں واپس آ گیا اور وہاں سے تاتاری فرمانروا ہلاکو خان کو خط لکھا کہ ''میں تمہارے مملکت کے حالات کا معائنہ کرنے کے لئے فلاں فلاں جگہ گیا تھا۔ فلاں شہر کی فلاں دکان پر اپنی شاہی انگوٹھی بھول آیا ہوں۔ برائے مہربانی یہ انگوٹھی تلاش کر کے مجھے واپس بھجوا دو کیونکہ یہ مجھے بہت پسند ہے۔''

تاتاری حکمران، سلطان کی اس جرأت پر ششدر رہ گیا اور اس نے دکان سے انگوٹھی برآمد کر کے سلطان کو بھجوادی۔

سلطان کی سخت کوشی کا یہ عالم تھا کہ رات کو زرہ پہنے ہوئے سوجاتا تھا اور پاؤں سے مہمیزیں (گھڑسوار کی جوتی) بھی نہیں اتارتا تھا۔

تاتاریوں کے خلاف ایک جنگ میں سلطان کو شدید زخم لگا تھا جس کے اثر سے انہیں شدید بخار ہو گیا۔ طبیبوں نے اپنی طرف سے جو علاج بھی ہوسکتا تھا کیا لیکن سلطان کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی اور کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا۔ آخر کار ۶۷۶ھ کو تاریخ اسلام کے اس بطل جلیل ستاون برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

سلطان بیبرس صحیح معنوں میں عوام کا خادم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان کی وفات پر تمام اہل اسلام گہرے دکھ اور غم میں مبتلا ہو گئے' جب کہ عیسائیوں نے خوشیوں سے کلیساؤں میں چراغاں کیا۔

کوشش جاری رکھیں

محمد اعظم' فورٹ عباس (روزہ)۔ آمنہ یوسف' قلعہ دیدار سنگھ (اے میری ماں)۔ آمنہ مدیحہ' (قلعہ پاکستان)۔ قاریہ نبیلہ خلیق' فیصل آباد (لالچ بری بلا' روزہ اور اس کی فضیلت)۔ اخت ابوالبرکات' گوجرانوالہ (قربانی کے لیے ہم آرہے ہیں)۔ عائشہ عبید' فیصل آباد (اصلی ہیرو)۔ آمنہ مدیحہ' چک اُگو (فضائل رمضان)۔ آمنہ مدیحہ' چک اُگو (حضرت خدیجہؓ سے نکاح)۔ محمد اشفاق' گوجرانوالہ (مزید سخاوت...... میری امت کے امین)۔ محمد اعظم' چک 294/HR مروٹ' (اسلامی اخوت...... پاکستان ایک اسلامی ریاست)۔ فرح عبداللطیف' راولپنڈی (حدیث رسولؐ کے لیے قربانیاں دینے والے عظیم لوگ اور ہم)۔ حافظ محسن علی' (استقامت)۔ محمد حامد' محمد ارشد الیاس' چک 294//H.R' (قرآن اور رمضان' اقوال زریں)۔ مریم بشیر' لونگو کے ضلع قصور (دورہ صفہ کرنے والی بہنوں کے نام میرا یہ پیغام ہے)۔ ناعمۃ العالیہ خلیق' فیصل آباد (شہید کے چھ انعامات)۔ عبدالقدوس 'پل بجوال (کشمیر ہمارا ہے...... جن جیسا کوئی نہیں...... ماں کی عظمت)۔ الطاف حسین' فیصل آباد (اسلام میں بیٹی کا مقام)۔ نبیلہ خلیق' فیصل آباد (پاکستان کا مطلب کیا)۔ حامد بھائی (مسکراہٹیں)۔ محمد احسن جاوید' محمد حمزہ جاوید' ملتان (سچا خواب)۔ آصف فصیح' چک نمبر 204/EW.B (اسلام زندہ آباد)۔ آمنہ صدیقی' برجوکی بٹھاڑ کنگن پور (دل کی صفائی)۔ اخت ابوبکر' اخت زین العابدین' حافظ آباد (خطرناک غلطی)۔ اقراء ریاض' ڈلوال (کیسے ملی آزادی)۔ جاوید صدیقی' تارا گڑھ قصور (جب امانت ضائع ہونے لگے تو)۔ صائمہ یونس تبسم' نائلہ کرن' آمنہ تبسم' فوزیہ کوثر' لاہور (سفینۂ اعمال...... لوگوں کے احوال)۔ سعید عبداللہ' کچہ پکہ چک 43 (قیام پاکستان کی کہانی دادی اماں کی زبانی)۔ رقیہ عبدالحق' جویریہ اسلم' انیسہ یوسف' الدعوۃ سائنس کالج پتوکی (نماز جمعہ کے آداب)۔ رابعہ' رافعہ' رقیہ عبدالحق' منڈی کنگن پور (زخمی شیر)۔ میمونہ نذیر' راولپنڈی (تلاوت قرآن کے بعد کی دعا...... اللہ کے ہاں سب سے محبوب کلام)۔ امامہ نذیر' میاں چنوں (رسول اللہؐ کی مسکراہٹیں)۔ فرح عبداللطیف' راولپنڈی (رمضان کا مہینہ اور کرنے کے کام)۔ محمد فہد شریف (ہم جشن آزادی کیوں منائیں)۔ مجیبہ رحمٰن' دینوال اکائی (تدبیر سے تقدیر بدل نہیں سکتی)۔ ارسلان' رضوان' چونیاں (سیل فون کیسے کام کرتا ہے)۔ سدرہ منیر' ثمین' لیہ (قرآن اور بانی پاکستان)۔ راحت جبین' فیصل آباد (فرمان عثمان غنیؓ' سیرت صدیق اکبر صحابہ کرامؓ کی نظر میں)۔ بلال طاہر' 294 گ ب' ٹوبہ ٹیک سنگھ (کیا ہم آزاد ہیں)۔ نفیسہ عبدالغفور' فیصل آباد (حضرت نعمانؓ بیٹے کی تربیت کیسے کرتے)۔ عبدالقادر رحمانی (ہم دنیا کو کامیاب ہو کر دکھائیں گے)۔ آصف فصیح' چک 204/W.R (اسلوب بیان)۔ عمر فاروق ارشد' چک 296/H.R (عید ہے روزہ داروں کی)

مجھے آپ کا پندرہ روزہ روضۃ الاطفال بہت اچھا لگتا ہے اور میں ہر پندرہ دن بعد آپ کا روضۃ اطفال پڑھتا ہوں۔ اس میں بہت ہی اچھی اچھی اور پیاری احادیث مبارکہ اور بہت ہی سبق آموز واقعات ہوتے ہیں۔ ان واقعات کو پڑھ کر دل ایمان کی روشنی سے جگمگانے لگتا ہے لیکن کوئی دو ماہ سے آپ کا نمائندہ نہیں آیا اور نہ ہی میں روضۃ الاطفال کو پڑھ سکا ہوں۔

(یاسمین فاروق)

✿......روضہ نہ ملنے کی صورت میں مقامی مسئول بھائی سے رابطہ کریں۔

......السلام علیکم!

عرض یہ ہے کہ روضۃ الاطفال ہی وہ واحد رسالہ رہا ہے کہ جس میں تقریباً تمام قصے کہانیاں اور لطیفے جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ امتیاز کسی اور میگزین کو کہاں حاصل۔ مگر اب ایسی تحاریر شائع ہونے لگی ہیں جو کہ روضۃ الاطفال کے اس دعوے کی نفی کرتی ہیں۔ پڑھنے میں تحریر واقعی بڑی مرچ' مصالحہ دار ہوتی ہے مگر جیسے صحرا میں بس گم ہوگئی' ویسے ہی تحریر کا حوالہ۔

میری آپ سے بغیر کسی تنقید وحسد کے بلکہ تنقید برائے اصلاح کی غرض سے عرض ہے کہ ہمارے پیارے سے روضۃ الاطفال کے اس معیار کو برقرار رکھا جائے۔

(حبیب اللہ۔ کراچی)

✿......''صحرا کے قیدی'' کہانی کے متعلق کئی قارئین کا خیال ہے کہ یہ فرضی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے مصنف نے ایک سچا واقع کہانی کی شکل میں لکھا ہے جبکہ اس بس کے مسافر اب بھی موجود ہیں اور ہم ان کو جانتے ہیں۔ اس کا حوالہ ہمارے پاس موجود ہے اور تحقیق کے بعد ہی اسے شائع کیا تھا۔ اصلاح کی کوشش کا شکریہ

ناقابل شکست لوگ

قیصر روم کو اطلاع ملی کہ لشکر اسلام روم کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے' اس نے یہ اطلاع پاتے ہی اپنی فوج کو حکم دیا۔ مسلمانوں کو قتل کرنے کی بجائے زندہ گرفتار کرنے کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ اس کے سپاہی اس حکم کی تعمیل کی بھرپور کوشش کرتے۔ اتفاقاً کچھ ایسا ہوا کہ چند مسلمان رومی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور قیدی بنا لیے گئے۔ ان قیدیوں میں ایک قیدی سب سے زیادہ بہادر' ذہین نظر آرہا تھا' سپاہیوں نے اسے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ کیونکہ وہ قیدی ان کے لیے بہت قیمتی تھا اور یہ قیدی ہی بادشاہ کی نظر میں ان کا مرتبہ بڑھانے میں معاون ثابت ہوسکتا تھا۔ بادشاہ روم کو قیدیوں کے بارے اطلاع دی گئی۔ اس نے اپنی تمام مصروفیات ترک کرکے' معزز قیدی کو اپنے سامنے لا کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ چند لمحوں بعد بھرے دربار میں قیدی چہرے پر اطمینان وسکون لیے کھڑا تھا۔

دربار میں موجود ہر شخص دیکھ رہا تھا کہ قیدی کے چہرے پر خوف نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ایک رعب تھا جو درباریوں سمیت بادشاہ کو مرعوب کر رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کے بارعب چہرے پر نگاہ دوڑائی اور کہا کہ تم مجھے معزز انسان لگتے ہو۔ تم اپنے مذہب کو خیرباد کہہ دو ہم تمہیں عزت واکرام سے نوازیں گے۔ بس تم میرا مذہب قبول کرلو۔

اس سے قبل کہ بادشاہ مزید کچھ کہتا' قیدی نے سختی سے اس کی بات کو رد کردیا اور کہا کہ ایسا تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ بادشاہ ہمت نہ ہارتے ہوئے ایک مرتبہ پھر گویا ہوا ''اگر تم میرا مذہب قبول کرلیتے ہو تو میں اپنی حکومت میں تمہیں حصہ دار بنالوں گا' اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دوں گا۔ دنیا کی ہر نعمت تیرے قدموں تلے ہوگی۔''

یہ سننا تھا کہ قیدی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی' اس نے سوچا کہ بادشاہ اس سے اس کی متاعِ ثمین یعنی ایمان کا سودا کرنا چاہتا ہے جو کہ اسے کسی بھی شرط پر قبول نہیں۔ اس نے فوراً کہا کہ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ سختی سے انکار کرتا ہے کہ وہ کبھی اپنے ایمان سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ بادشاہ کو بےعزتی محسوس ہوئی کہ ایک قیدی نے بھرے دربار میں اس کی پیشکش کو ٹھکرادیا تھا۔

بادشاہ غصے سے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ قیدی نے جواب دیا کہ اگر میرے اللہ نے میری موت تیرے ہاتھوں لکھی ہے تو میں اس بات پر راضی ہوں۔

بحکم بادشاہ قیدی کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ تیراندازوں کے تیر قیدی کے جسم کو زخمی کرنے لگے۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ تکلیف کی شدت دیکھتے ہوئے یقیناً عیسائیت قبول کرلے گا۔ بادشاہ نے تیسری مرتبہ کوشش کرتے ہوئے دعوت عیسائیت قیدی کے سامنے رکھی لیکن عظیم قیدی نے تختۂ دار پر لٹکتے ہوئے بھی بادشاہ کی دعوت کو ٹھکرادیا۔ بادشاہ کا غصہ آسمان کی وسعتوں کو چھونے لگا۔ اس نے قیدی کو زیر کرنے کے لیے آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے انتہائی غصے سے حکم دیا کہ دو مسلمان قیدیوں کو گرم کھولتے ہوئے تیل میں پھینک دیا جائے۔ پلک جھپکتے ہی تعمیل حکم ہوئی اور دو معصوم قیدیوں کو کھولتے ہوئے تیل میں پھینک دیا گیا۔ پل بھر میں دو جیتے جاگتے انسان موت کی وادی میں کھوگئے اور صرف ان کی ہڈیاں باقی بچیں۔ دلوں کو ہلا دینے والا یہ منظر دیکھ کر یقیناً اسے اپنی جان پر ترس آیا ہوگا۔

یہ سوچ کر ایک بار پھر بادشاہ نے کہا کہ تمہارے لیے یہ آخری چانس ہے۔ تم عیسائیت قبول کرکے امن پالو مگر قیدی کے موقف میں ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ اس نے پھر انکار کردیا۔ بادشاہ نے غصے سے پاگل ہوتے ہوئے کہا کہ اسے بھی تیل میں ڈال دو۔ جب سپاہی قیدی کو تیل کے قریب لائے تو دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس واپس لے آؤ۔ قیصر روم نے کہا کہ میں جانتا ہوں تمہارا جسم یہ عذاب برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا' لہٰذا اب بھی وقت ہے تم عیسائیت......!!

قیدی نے جرأت مندانہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! مجھے افسوس ہے کہ تیری سوچ اب بھی غلط ہے۔ میں عیسائیت اب بھی قبول نہیں کرنے والا۔ میں موت کے ڈر سے نہیں رویا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اگر موت کا ڈر نہیں تو پھر تم روئے کیوں......؟ قیدی نے کہا کہ میں رویا اس وجہ سے ہوں کہ میرے پاس ایک جان ہے' جو میں راہ اللہ واحد میں قربان کر رہا ہوں۔ کاش! کہ میرے پاس کئی اور جانیں ہوتیں تو میں ایک ایک کرکے ان کو اللہ کی راہ میں قربان کردیتا۔ بادشاہ نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ تو ناقابل تسخیر قوم ہے۔ یقیناً یہ بہادر لوگ ناقابل شکست ہیں۔

واقعتاً ان لوگوں کو خریدا نہیں جاسکتا۔ کبھی ظلم کرکے بھی ان کو جھکایا نہیں جاسکتا۔ بادشاہ قیدی سے ہار چکا تھا لیکن اس نے اپنا بھرم رکھنے کی خاطر قیدی سے کہا اگر تم میرے سر کا بوسہ لے لو تو میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت آزاد کردوں گا۔ قیدی نے سوچا کہ اگر میں بادشاہ کے سر کا بوسہ لے لیتا ہوں تو یقیناً میرے دین حقیقی پر کوئی حرف نہیں آئے گا اور میرے ساتھی بھی نعمت آزادی سے سرفراز ہوجائیں گے۔ سو قیدی نے بادشاہ کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ روم نے بھی ایفائے عہد کرتے ہوئے قیدی کو اس کے ساتھیوں سمیت آزاد کردیا۔ قیدی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ساری داستان ان کے گوش گزار کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قیدی کا سر چوم لیا اور کہا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس قیدی کا سر چوم لے۔ (ابن کثیر)

ساتھیو! یہ مضبوط ایمان رکھنے والا عظیم قیدی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ ایمان ایک قیمتی چیز ہے جسے کسی قیمت پر فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جیسا ایمان وعمل عطا فرمائے۔ آمین۔

ثمین معظم منیر۔ لیہ

گرم مشروب ٹھنڈا نہیں ہوگا

گرما گرم چائے یا کافی بنانے کے بعد آپ اسے فوراً ایسے درجۂ حرارت پر لانا چاہتے ہیں کہ پی لی جائے یعنی درجہ حرارت کم ہوجائے یا پھر آپ کافی یا چائے بنا کر کچھ دیر لگاتے ہیں تو یہ اس قدر ٹھنڈی ہوجاتی ہے کہ پینے کے قابل ہی نہیں رہتی۔

اس مسئلے کا حل تلاش کرلیا گیا ہے۔ کافی کے دانے سے مشابہ ایسا آلہ ایجاد کرلیا گیا ہے جو آپ اپنے کپ میں ڈال دیں تو پہلے یہ اس کا درجۂ حرارت کم کرکے پینے کے قابل بناتا ہے، پھر اس درجہ حرارت کو پانچ گھنٹوں تک برقرار رکھتا ہے۔ اس کو ''کافی جولی'' کا نام دیا گیا ہے اور یہ دھاتی ٹکڑا ہے۔ اس کی کارکردگی یوں ہوتی ہے کہ پہلے یہ بے حد گرم مشروب کی حرارت کو فوراً جذب کرلیتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ جذب شدہ حرارت کو مشروب میں چھوڑتا رہتا ہے تاکہ یہ گرم رہے۔ بظاہر یہ تھرموڈائنامکس کے قوانین کے خلاف نظر آتا ہے لیکن کافی جولی میں ایک خاص غیر مضر مواد شامل ہے، جسے اسٹین لیس اسٹیل میں بند کردیا گیا ہے۔ یہ 140 فارن ہائیٹ پر پگھلنے لگتا ہے۔ اس عمل میں یہ بہت سی حرارت یا توانائی جذب کرلیتا ہے پھر ٹھوس حالت میں آنے لگتا ہے۔ اس عمل میں یہ توانائی کو خارج کرتا ہے۔ اسے کسی بھی گرم مشروب میں ڈالا جاسکتا ہے۔

مرتبہ: ابوحارث

اب سر کا بال بتائے گا

سائنس کی تازہ ترین ایجاد میں آپ کے لیے حیران کن بات یہ ہے کہ بالوں کے تجزیے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ نے ناشتے میں کیا کھایا۔

لیزر کا ایک ایسا آلہ بنایا گیا ہے جو کسی شخص کے محض ایک بال کا تجزیہ کرکے یہ بتاسکتا ہے کہ اس نے ناشتے میں کیا کھایا تھا۔ فورنسک سائنسدان اس قابل ہوگئے ہیں کہ وہ

کسی شخص کے بارے میں ہر گھنٹے کی تفصیلات درست طور پر بتاسکتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بالوں میں موجود کیمیکلز سے یہ سراغ بھی لگ سکتا ہے کہ کوئی شخص کب کہاں تھا؟ اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ لیزر کی شعاع کس طرح بال میں شگاف بنا کر اس کا معائنہ کررہی ہے۔ یہ فورنسک سائنس میں بڑا کارنامہ ہے۔

پرانی تکنیک میں بالوں کے نمونے کو جلا کر تجزیہ کیا جاتا تھا لیکن نیا طریقہ ان کے اجزاء لے کر انتہائی درست حقائق بتاتا ہے۔ اس ایجاد سے صرف فورنسک ہی کو فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ماہرین حیاتیات اور آثار قدیمہ کی جانچ پڑتال کرنے والے بھی دور قدیم کے انسانوں اور حیوانوں کے بالوں کا تجزیہ کرکے درست نتائج حاصل کرسکتے ہیں۔ اب تک کا طریقہ یہ رہا ہے کہ کوئی نمونہ حاصل کرکے کیمیاوی تجزیہ کے لیے اسے اسپکٹر ومیٹرز کے ذریعے جانچا جاتا ہے۔

بالوں میں کاربن سے یہ پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص کیا کھا رہا تھا۔ نائٹروجن سے پتہ چلے گا کہ یہ کھانا گوشت تھا یا سبزی آکسیجن آئسوٹوپس اور سلفر سے دیگر معلومات ملیں گی۔

واضح رہے کہ مکمل طور پر بالکل وہی چیز بتانا اس ٹیکنالوجی سے ممکن نہیں۔ یہ صرف اندازہ ہے اور اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ غیب کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک تجرباتی اور تجزیاتی عمل ہے جس سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

دیوار کے پار دیکھ لیجیے

جاسوسی اور نگرانی کے آلات اور فوجی ساز وسامان کے شعبے میں حیرت انگیز ترقی جاری ہے۔ اس سلسلے میں ایسی مشین تیار کی گئی ہے جس کے ذریعے دیوار کے پیچھے کیا ہورہا ہے، یہ بھی دیکھا جاسکے گا۔ یوں جاسوسی اور فوجی کارروائیوں میں نئے انقلابی دور کا آغاز ہوگیا ہے۔ اب یہ طے ہے کہ کوئی چیز راز نہیں رہے گی۔

Prism ٹوہنڈریڈی نامی یہ آلہ ٹھوس کنکریٹ کی عمارت میں ہونے والی سرگرمیوں کی تصاویر بھی اپنی اسکرین پر دکھادے گا۔ پہلی مرتبہ ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے اور یہ اتنا ہلکا پھلکا ہے کہ اسے ایک فرد استعمال کرسکتا ہے۔ یہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے بنایا گیا ہے۔ لکڑی یا کنکریٹ کی دیواروں کے پیچھے ہونے والی سرگرمیوں کی یہ تھری ڈی تصاویر دے سکتا ہے۔ یہ مشین الٹرا وائڈ بینڈ فریکوئنسی کے ذریعے کام کرتی ہے۔ اسے دور دراز نصب کمپیوٹر سے منسلک کرکے وہ مناظر دیکھے جاسکتے ہیں جو اس کے اسکرین پر آئیں گے۔ اس کا استعمال آسان ہے اور کمر پر باندھا جاسکتا ہے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

87 23 صفر 1432ھ 28 جنوری 2011ء

اسلام کی بیٹی

جیسی کرنی ویسی بھرنی

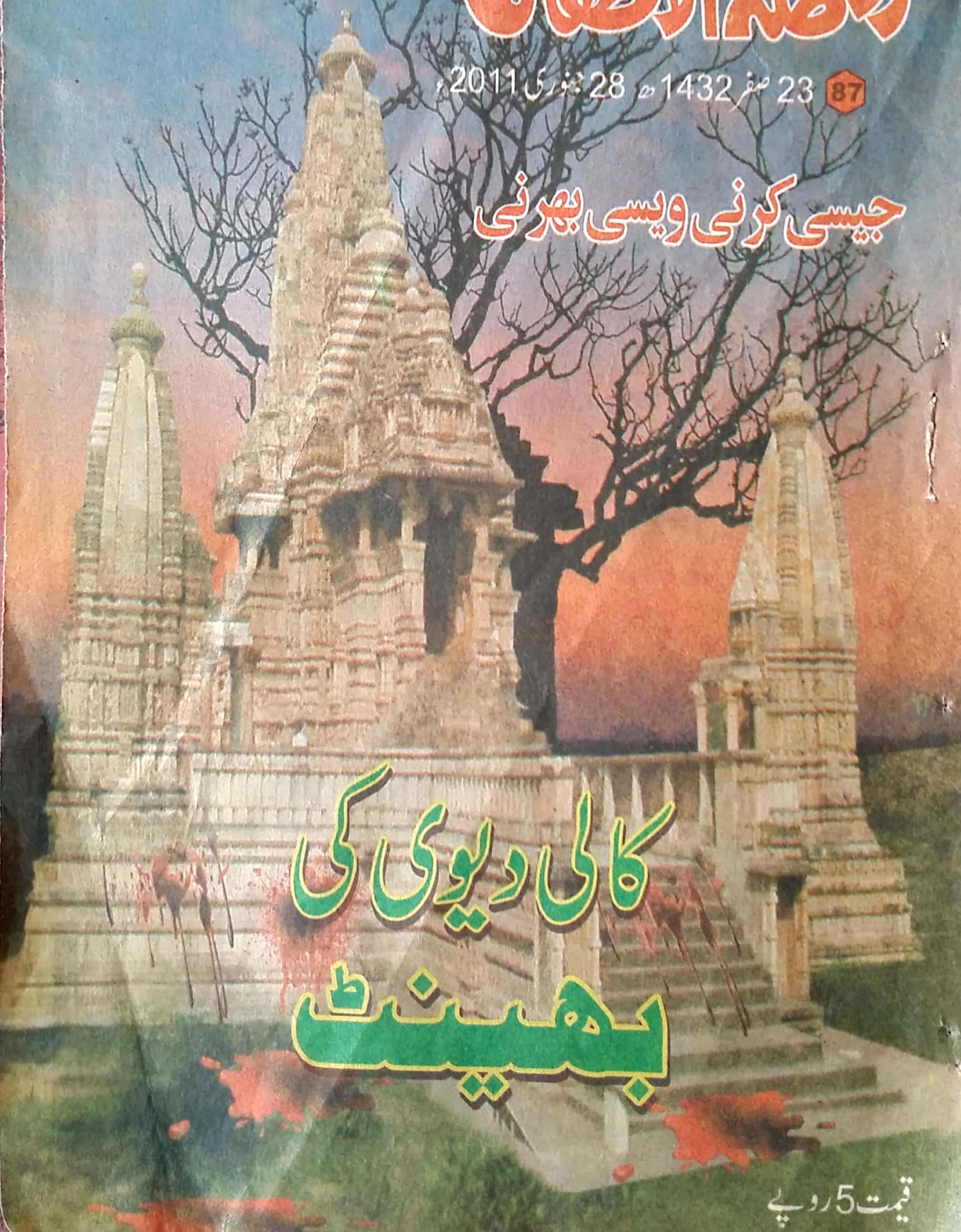

کالی دیوی کی بھینٹ

قیمت 5 روپے

پہلی بات

پیارے بچو! سردی کا موسم جا رہا ہے۔ لحاف میں لپٹنے کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اب کھلے کھلے دن آ رہے ہیں۔ بہار کے دن قریب ہیں۔ آغاز ہوا چاہتا ہے۔ اب تو آپ مزے مزے سے زیادہ کھیلیں گے۔ مگر خبردار! اخروٹ نہیں کھیلنے۔ گولیاں یا بانٹے بھی نہیں کھیلنے۔ ان کھیلوں میں برائی یہ ہے کہ جسم کی ورزش بھی نہیں ہوتی اور جوے کی عادتیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جو بچے بچپن میں اپنے ساتھیوں سے اخروٹ جیت کر خوش ہوتے ہیں۔ بڑے ہو کر وہ پیسے جیت کر خوش ہوتے ہیں اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سب کچھ ہروا کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ جوے میں پیسے گئے۔ پھر مکان گیا اور زیور وغیرہ سب کچھ ہی گیا۔ اس لیے پیارے بچو! ایسے گندے کھیل نہیں کھیلنے جس سے گندی عادتیں پڑ جائیں۔

چھپن چھپائی کھیلو اسے پنجابی میں ''لوکن میٹی'' بھی کہتے ہیں مگر خبردار! فریج اور کسی خطرناک جگہ پر مت چھپنا۔ شٹاپو بھی کھیل سکتے ہیں اس سے جسم کی ورزش خوب ہوتی ہے۔ پیاری بچیاں رسی پر اچھل سکتی ہیں۔ لو! ''پینگ جھوٹنا'' تو رہ گیا اور اگر مزید کھیلنا چاہیں تو کسی دن قریب کے پارک میں جا کر جھولے بھی جھول سکتے ہیں۔ بیڈمنٹن اور گیند بلا بھی کھیل سکتے ہیں۔ اس سے جسم کی ورزش تو ہو گی۔ خون تیز ہو گا جسم میں دوڑے گا اور بیماریوں کا خاتمہ کرے گا۔ ہر وقت نیٹ پر بیٹھ کر گیم کھیلنا خطرناک ہے۔ ہر وقت کارٹون دیکھتے رہنا خوفناک ہے۔ آنکھیں خراب۔ جسم بے حس وحرکت اور اگر ان عادتوں کو زیادہ اپنایا جائے تو عینک بھی لگ سکتی ہے۔ کس قدر بری بات ہے کہ فضول کاموں میں عینک لگ سکتی ہے۔ کس قدر بری بات ہے کہ فضول کاموں میں عینک لگے۔ قرآن پڑھتے ہوئے عینک لگے۔ اپنی سکول کی کتابیں پڑھتے ہوئے عینک لگے پھر بھی کوئی بات ہے کہ مفید علم پڑھنے سے عینک لگ گئی۔ مگر فضول کاموں سے عینک لگے جائے آہ! کس قدر بری بات ہے اور نقصان والی بات ہے۔

پیارے بچو! اب اس بات کے ساتھ اجازت کہ اپنی بری عادت کو بدلنے کا ارادہ کرنا ہے اور اگر آپ کی عادتیں اچھی ہیں تو دوستوں کو بری عادت سے بچانا ہے۔ سچ کہا کسی نے

کر بھلا............ ہو بھلا

آپ کے بھلے کا خواہش مند

امیر بابا

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے ایمان والو! شیطان کے نقشِ قدم پہ نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلے گا تو پس شیطان تو اسے فحاشی اور برائی کا ہی حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی کوئی پاکی حاصل نہ کر سکتا تھا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاکی عطا فرماتا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (النور ۲۱)

[سادیہ اقبال، ڈھولن چک 7 چوکی]

حدیثِ نبوی ﷺ

اللہ کی محبت اور لوگوں کی چاہت حاصل کرنے کا طریقہ

سیدنا ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ عمل کروں تو اللہ تعالیٰ اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: دنیاوی معاملات میں زہد اختیار کر لو اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ بحوالہ ابن صاحبہ۔

[محمد رضوان، اوکاڑہ]

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-37322572

ترسیل: 042-7240945 فیکس نمبر: 042-37362863

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

اللہ کے لیے

[محمد عظیم حاصلپوری]

پیارے بچو! اگر ہم کسی کے ساتھ نیکی کریں تو ہم اپنی نیت کو درست کر کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نیکی کریں۔ نمود و نمائش اور شہرت و ریاکاری سے بچیں۔ یہی صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا طریقہ رہا ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے:

اشعب بن جبیر کا بیان ہے کہ میں شہر کی گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا آپ کی اولاد ہے؟ میں نے اس کو بتایا کہ میرے اتنے بچے ہیں۔

وہ بولا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہے تیرے اور تیرے بال بچوں کی ضروریات کا بندوبست کرتا رہوں۔

میں نے پوچھا: تم کو کس نے حکم دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمھیں برکت سے نوازے۔

اس نے کہا: اس بارے میں تجھے نہیں بتا سکتا۔

میں نے عرض کیا: احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جانا ضروری ہے۔

اس نے کہا: جس نے مجھے تیری اور تیرے بال بچوں کی کفالت کی ذمہ داری دی ہے وہ تیرا شکریہ نہیں چاہتا۔

اشعب بن جبیر کا بیان ہے کہ میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا روزینہ حاصل کرتا رہا۔ ایک عرصے کے بعد خالد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کا انتقال ہو گیا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ تعزیت میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں میری اس آدمی سے ملاقات ہوئی جس کے ذریعے سے مجھ تک روزینہ پہنچتا تھا۔

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے مجھ سے کہا:

((یَا اَشْعَبُ! ھٰذَا ھُوَ صَاحِبُکَ الَّذِیْ کَانَ یُجْرِیْ عَلَیْکَ مَا کُنْتُ اُعْطِیْکَ))

''اے اشعب! اللہ کی قسم یہی وہ تمہارا محسن تھا جو تم پر خرچ کرتا تھا اور میں تجھ تک پہنچاتا تھا۔''

نوادر من التاریخ (۱/۱۴۹) تالیف صالح محمد الزمام

ہمارے اسلاف اور ماضی قریب کے علماء کی بھی یہی شان تھی کہ ان کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا تھا۔ وہ اگر کسی کے ساتھ کوئی خیر خواہی و ہمدردی کرتے تو سالہا سال تک اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

مانگو تو صرف ربّ سے مانگو

ہشام خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بیٹوں میں سے چوتھا بیٹا تھا جو یزید بن عبدالملک کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوا۔ اس کے عہد میں ترکوں نے بار بار بغاوتیں کیں۔ ہشام نے نصر بن یسار کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تو اس نے نومسلموں سے جزیہ لینا بند کر دیا جس کے نتیجے میں ترکوں میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ ہشام کے جرنیل سعید حریشی نے خزر اور آذربائی جان کے ترکوں کو بار بار شکستیں دیں۔ رومیوں کے خلاف بھی کئی فتوحات حاصل ہوئیں۔ ہشام کے عہد میں زید بن علی زین العابدین نے کوفہ میں خروج کیا مگر جب موقع آیا تو اہل کوفہ ساتھ چھوڑ گئے۔ آخری معرکے میں زید پیشانی میں تیر لگنے سے انتقال کر گئے۔ ہشام ساڑھے انیس برس خلافت کرنے کے بعد ۱۲۵ھ/۷۴۲ء میں وفات پائی۔ ہشام ایک دفعہ بیت اللہ شریف کے حج کو آیا۔ طواف کے دوران میں اس کی نگاہ زاہد و متقی اور عالم ربانی سالم بن عبداللہ بن عمر پر پڑی جو اپنا جوتا ہاتھ میں اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ ان کے اوپر ایک کپڑا اور ایک عمامہ تھا جس کی قیمت تیرہ درہم سے زیادہ نہیں تھی۔

خلیفہ ہشام نے کہا:

((سَلْنِیْ حَاجَۃً))

''کوئی حاجت ہو تو فرمایئے''

سالم بن عبداللہ نے کہا:

((اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ اَنْ اَسْاَلَ فِیْ بَیْتِہٖ غَیْرَہٗ))

''مجھے اللہ سے شرم آ رہی ہے کہ میں اس کے گھر میں ہوتے ہوئے کسی اور کے سامنے دست سوال دراز کروں۔''

یہ سننا تھا کہ خلیفہ کے چہرے کا رنگ سرخ ہونے لگا۔ اس نے سالم بن عبداللہ کے جواب میں اپنی سبکی محسوس کی۔ جب سالم بن عبداللہ حرم شریف سے باہر نکلے تو وہ بھی ان کے پیچھے ہی حرم سے نکل پڑا اور راستے میں ان کے سامنے آ کر کہنے لگا:

((اَلْآنَ قَدْ خَرَجْتَ مِنْ بَیْتِ اللّٰہِ فَسَلْنِیْ حَاجَۃً))

''اب تو آپ بیت اللہ شریف سے باہر نکل چکے ہیں، کوئی حاجت ہو تو فرمائیں (بندہ حاضر ہے)۔''

سالم بن عبداللہ گویا ہوئے:

((مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا اَمْ مِنْ حَوَائِجِ الْآخِرَۃِ؟))

''آپ کی مراد دنیاوی حاجت سے ہے یا اخروی حاجت سے؟''

خلیفہ ہشام: اخروی حاجت کو پورا کرنا تو میرے بس میں نہیں، البتہ دنیاوی ضرورت پوری کر سکتا ہوں، فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ کہنے لگے:

((مَا سَاَلْتُ الدُّنْیَا مَنْ یَمْلِکُھَا فَکَیْفَ اَسْاَلُھَا مَنْ لَا یَمْلِکُھَا؟))

''میں نے دنیا تو اس سے بھی نہیں مانگی جس کی یہ ملکیت ہے۔ پھر بھلا میں اس شخص سے دنیا کیوں کر طلب کر سکتا ہوں جس کا وہ خود مالک نہیں؟''

[یہ کہہ کر اپنے گھر کی طرف چل دیے اور ہشام بن عبدالملک اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔]

تاریخ اسلام، از اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ج۱ ص۷۸۸۔ ۸۰۲] و[البدایہ والنہایہ (۹/۲۳۵)]

مسلم سائنسدان

ابن الہیثم

بچو! مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کی رہنمائی کی ہے۔ طب میں بوعلی سینا کیمیا میں جابر بن حیان اور طبیعات میں یعقوب الکندی نے نام پیدا کیا ان عظیم سائنس دانوں میں ایک نام ابن الہیثم بھی ہے جن کا پورا نام ابو علی حسن بن حسین ابن الہیثم ہے۔ آپ ۹۶۵ء میں بصرے میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی پھر ریاضی ہیئت طب اور طبیعات کا مطالعہ کیا۔ مصر میں فاطمی خلیفہ ''حاکم'' ۹۹۶ میں بادشاہ بنا۔ مصر کی سرزمین زرخیز تھی اور زراعت کا انحصار دریائے نیل پر تھا۔ انھوں نے دریائے نیل پر بند (Dam) بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا، اس نے ان کو مصر بلوا کر چیف انجینئر مقرر کیا اور بڑی رقم اس منصوبے کے لیے مقرر کر دی۔ اس کو اس منصوبے کی تکمیل شکل نظر آئی تو اس نے معذوری ظاہر کر دی۔ خلیفہ جتنا فراخ دل تھا اتنا ہی غصے والا۔ ابن الہیثم نے اپنے اوپر جھوٹ موٹ کی دیوانگی طاری کر لی۔ خلیفہ نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔ خلیفہ کی موت کے بعد انھیں رہائی ملی اس کے بعد انھوں نے مصر کی مشہور جامعہ ازہر میں اپنے تجربات جاری رکھے انھوں نے کتاب المناظر لکھی ان کی اٹھارہ برسوں کی محنت کا نتیجہ تھی۔ اس میں انھوں نے روشنی کو توانائی کی صورت قرار دیا۔ انھوں نے کہا روشنی خط مستقیم پر چلتی ہے۔ ان الہیثم نے آنکھ کے لینز کا مشاہدہ کیا تو اس کی سطح مسور کے دانے کے برابر نکلی مسور کے دانے کو عربی میں ''عدسہ'' کہتے ہیں انھوں نے اس کا نام عدسہ رکھا۔ ابن الہیثم نے ۱۰۴۳ میں ۷۸ برس کی عمر میں وفات پائی۔

[ادریس مکہ]

نظم

ہے نفس کے ہاتھوں تو مجبور کتنا
سب جان کر بھی ہے لاشعور کتنا
جس چہرے نے ہے اک دن مٹی میں مل جانا
اس چہرے پہ ہے تجھے غرور کتنا
اک سجدے کے انکار نے ابلیس کو شیطان بنا دیا
تو خود سوچ تیرا ہے قصور کتنا
جن کی سنت پہ چلنا تجھے گوارا نہیں
تیرے لیے روئے تھے وہ حضور ﷺ کتنا
تو نے چکھی ہے فقط گناہوں کی لذت
تو کیا جانے ذکرِ الٰہی میں ہے سرور کتنا

[محمد عثمان ریاض، قصور]

جنت کے مکین

سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد، فیصل آباد

سیدنا حارثہ بن سراقہ ؓ ایک انصاری صحابی تھے۔ سیرت نگاروں نے ان کا تذکرہ غزوہ بدر کے شہدا میں کیا ہے۔ غزوۂ بدر کفر و اسلام کے درمیان پہلی جنگ نہایت ہی دوررس نتائج اور اہمیت کی حامل تھی۔ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی، یہی وجہ ہے کہ اسے غزوہ الفرقان بھی کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب لوگوں کو دعوت جہاد دی اور ان سے کفر کے مقابلے کے لیے نکلنے کو کہا تو حارثہ ؓ اپنی والدہ کے پاس آئے ان کی والدہ بوڑھی ہو چکی تھیں، خاوند پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، بڑھاپے کا واحد سہارا حارثہ ؓ تھے جن سے انھیں شدید محبت تھی۔ یوں تو تمام مائیں اپنی اولاد سے بڑی محبت اور پیار کرتی ہیں مگر اکلوتی اولاد کی وجہ سے ان کی محبت ضرب المثل تھی۔

بیٹے کی معمولی تکلیف پر تڑپ اٹھتیں۔ سردی کے موسم میں ذرا سی سردی پر پریشان ہو جائیں کہ کہیں میرے بیٹے کو سردی نہ لگ جائے۔ گرمی کے موسم میں یہ پریشانی لاحق ہوتی کہ کہیں میرے بیٹے کو لو نہ لگ جائے اور آج بیٹا اپنی والدہ کے روبرو کھڑا تھا۔ ماں نے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”بیٹے! اب تم بڑے ہو چکے ہو۔ میری ایک ہی خواہش ہے کہ اب تمہاری شادی کر دوں۔ تمہاری اولاد ہو، میں ان سے دل بہلاؤں، ان سے کھیلوں اور بیٹا کہہ رہا ہے۔ اماں جان! آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جہاد کا اعلان کیا ہے میں بھی لوگوں کے ساتھ جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں آپ کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

اماں جاں! مجھے خوشی خوشی اجازت عطا فرمائیں۔ والدہ کہنے لگی: بیٹا مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہ ہو پائے گی، تم میرے پاس ہی رہو۔ ادھر حارثہ ؓ، اپنی والدہ سے بار بار اجازت کے لیے اصرار کر رہے ہیں، ان کے ہاتھ چوم رہے ہیں، سر چوم رہے ہیں، کہتے ہیں۔ امی جان! خوشی سے اجازت دے دیجیے۔ جب بیٹے کا اصرار حد سے بڑھا تو بوڑھی والدہ نے کہا: بیٹے! ٹھیک ہے تم جہاد پر جانا چاہتے ہو میں تمھیں اجازت دیتی ہوں، مگر سنو! تمھارے بغیر میرا دل نہیں لگے گا۔ جب تک تم واپس نہیں آجاتے مجھے کھانا، پینا اچھا نہیں لگے گا، مجھے چین نہیں آئے گا، پھر والدہ اٹھیں، اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے، تلوار اس کے گلے میں لٹکائی، پھر بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے میدان جہاد کی طرف روانہ کر دیا۔

جب مسلمان بدر کے مقام پر پہنچے تو کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ ادھر قریش بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپہنچے اور پھر یوم الفرقان آگیا، حق و باطل کے درمیان فیصلے کا دن۔ مسلمانوں نے بھی اور کافروں نے بھی لڑائی کے لیے صفیں باندھ لیں۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کی صف بندی فرمائی۔ آپ ﷺ نے حباب بن منذر ؓ کے مشورہ پر آگے بڑھ کر پانی کے کنویں پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے ایک انصاری جوان حباب بن عرقہ ؓ کو مقرر کیا کہ کوئی دشمن اس میں زہر نہ ملا دے۔ چنانچہ ان کو یہ ہدایت کی گئی کہ دشمن کا کوئی بھی آدمی کنویں کے قریب نہ آنے پائے۔ بنی نجار سے تعلق رکھنے والے یہ صحابی تیر چلانے میں بڑے ماہر تھے، ان کا نشانہ کم ہی چوکتا تھا۔

لڑائی شروع ہونے سے ذرا پہلے سیدنا حارثہ ؓ کو پیاس محسوس ہوئی اور انھوں نے کنویں کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر کنویں سے پانی نکالا۔ اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے کہ کنویں کی حفاظت پر مامور انصاری صحابی نے سمجھا یہ دشمن کا آدمی ہے جو کنویں میں زہر ملانا چاہتا ہے یا مسلمانوں کو ایذا پہنچانا چاہتا ہے۔ کہنے لگے (نعوذ باللہ) اسلام کا یہ دشمن ہمارے کنویں کو خراب کرنے کے لیے آیا ہے۔ انھوں نے اپنے تیر کو کمان میں رکھا اور نشانہ لے کر پوری قوت سے سیدنا حارثہ ؓ کی طرف پھینکا۔ تیر سیدھا ان کے حلق میں جا لگا۔ سیدنا حارثہ ؓ نے چیخ ماری اور زمین پر گر پڑے۔ مسلمانوں نے انھیں دشمن کا آدمی سمجھا اور کسی نے بھی ان کی طرف توجہ نہ دی۔

سیدنا حارثہ ؓ نے تیر نکالنے کی کوشش کی، مگر ان کا وقت آپہنچا تھا، شہ رگ کٹ چکی تھی، خون کا فوارہ بہہ رہا تھا اور اسی حالت میں وہ اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ جب ان کی موت واقع ہو گئی تو کنویں پر مامور محافظ صحابی آگے بڑھے اور اپنے تیر کا شکار ایک مسلمان کو دیکھ کر سخت حیران و پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا، میں نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے تو اسے دشمن کا آدمی سمجھا تھا۔ (اسد الغابہ)

سرورِ کائنات سیدنا محمد ﷺ کو خبر دی گئی۔ آپ ﷺ نے اس انصاری صحابی کو معاف کر دیا کہ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ مسلمان خوش خوش واپس مدینہ آئے۔

آپ ﷺ نے پہلے ہی سیدنا بلال ؓ اور سیدنا زید ؓ کو فتح کی خوش خبری دے کر مدینہ بھجوایا تھا۔ جب مسلمان واپس آئے تو اہل مدینہ نے مجاہدین کا والہانہ استقبال کیا۔ عورتیں، بچے اور بوڑھی عورتیں اپنے خاوندوں، باپوں اور بیٹوں کے انتظار میں تھیں۔ رشتہ دار والہانہ طور پر اپنے عزیزوں کا استقبال کر رہے تھے، انھی استقبال کرنے والوں میں ام حارثہ ؓ بھی موجود تھیں۔ مسلمان مجاہد مدینہ میں داخل ہوئے، بچے آگے بڑھ بڑھ کر اپنے باپوں کو سلام کر رہے تھے، ان کا احوال پوچھ رہے تھے۔

ام حارثہ ؓ ایک طرف شوق انتظار میں کھڑی ہیں کہ کب ان کا لختِ جگر نظر آئے، اس کو سینے سے لگائے، اپنی اداسی دور کرے۔ قافلے آتے رہے، مگر ان میں ان کو اپنا لختِ جگر حارثہ ؓ نظر نہیں آئے۔ دل میں طرح طرح کے وسواس اور خدشات پیدا ہو رہے تھے۔ آخر دل کو تھام نہ سکی، ایک صحابی کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں۔ پوچھا: تم حارثہ کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں جانتا ہوں، مگر تمھارا حارثہ ؓ سے کیا تعلق؟ کہنے لگیں: میں حارثہ ؓ کی والدہ ہوں، میں ام حارثہ ہوں۔ صحابی نے کہا تو پھر اپنے بیٹے پر صبر کرو، تمھارا بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ ام حارثہ ؓ نے جب یہ خبر سنی، شہید کا مقام و مرتبہ یاد آگیا، بیٹا شہید ہو گیا۔ میں شہید کی ماں، میرا بیٹا جنتی۔ اللہ اکبر۔ یہ مقام اور مرتبہ، میرا بیٹا میری سفارش کرے گا۔ بے اختیار کہنے لگیں میرا بیٹا شہید ہے۔ مگر میں نے تو اس کو شہید نہیں سمجھا، صحابی نے جواب دیا۔ پوچھا! کیوں؟ کیا اس کو کافروں نے قتل نہیں کیا؟ صحابی ؓ نے کہا نہیں تو پوچھا: کیا وہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لڑائی کے دوران قتل نہیں ہوا؟ کہا نہیں۔ کیا کہا؟ میرا بیٹا اپنے دین کا، اسلام کا دفاع کرتے ہوئے شہید نہیں ہوا، میرا بیٹا کیسے قتل ہوا؟ میرا بیٹا حارثہ کدھر ہے؟ وہ غم و مصیبت میں مبتلا سوال پر سوال کیے جا رہی تھیں۔

صحابی نے کہا: دراصل تمھارا بیٹا معرکہ شروع ہونے سے پہلے ہی قتل ہو گیا تھا اور اس کو قتل کرنے والا بھی مسلمان ہے، تمھارے بیٹے نے اس معرکہ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اماں نے کہا کیا تمھارا مطلب یہ ہے کہ میرا بیٹا شہید نہیں ہے؟ صحابی نے کہا: وہ شہید تو نہیں، مگر ہو سکتا ہے کہ اللہ اسے اپنے فضل و

قرآنی کہانی

اللہ کی سزا

پیارے بچو! قوم سبا کا علاقہ عرب کا جنوب مغربی علاقہ تھا۔ اور یہی علاقہ آج کل یمن کا علاقہ کہلاتا ہے۔ سبا، دراصل ایک شخص کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے۔ بعد میں انھیں دس بیٹوں کے نام پر دس قبیلے بن گئے۔ سبا کے چار بیٹے اپنے خاندان سمیت شام کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ اس قوم کے عروج وزوال کا زمانہ تیرہ صدیوں پر محیط ہے۔ ایک زمانہ تھا جب تہذیب وتمدن کے لحاظ سے اسی قوم کا طوطی بولتا تھا۔ اور روم ویونان کی تہذیبیں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔ زراعت اور تجارت کے میدان میں ان لوگوں نے خوب ترقی کی۔ ان لوگوں کا آبپاشی کا نظام نہایت عمدہ تھا۔ اس علاقہ کے دوطرف پہاڑی سلسلے تھے۔ جگہ جگہ ان لوگوں نے بارش کا پانی روکنے اور ذخیرہ رکھنے کے لیے بند تعمیر کرر کھے تھے۔ ان کا دارالخلافہ مآرب تھا اور سب سے اعلیٰ اور عظیم الشان بند بھی اسی جگہ تعمیر کیا گیا تھا۔ جس کو سدِ مآرب کہتے تھے۔ ان کے علاقہ کے دونوں طرف پہاڑوں کے دامن میں باغات کا سینکڑوں میلوں میں پھیلا ہوا سلسلہ موجود تھا اور انسان کو یوں معلوم ہوتا کہ جس جگہ وہ کھڑا ہے اس کے دونوں طرف باغات ہی باغات ہیں۔

بارشوں کے لحاظ سے یہ علاقہ اتنا زرخیز نہیں تھا مگر ان لوگوں کے نظام آبپاشی کی عمدگی کی وجہ سے ملک کے اندر تین سو مربع میل کا علاقہ جنت نظیر بن گیا تھا۔ جس میں انواع واقسام کے پھلوں کے درخت بھی تھے۔ جن کی خوشبو سے زمین معطر بن گئی تھی۔ اور کھیتی بھی خوب ہوتی۔ دارچینی اور کھجور کے نہایت بلند وبالا درختوں کے جنگل تھے اور ان سے میٹھی میٹھی خوشبو تمام فضا کو خوشبودار بنا دیتی تھی۔ اور جب ہوا چلتی تو تمام لوگ لطف اندوز ہوتے۔ اس علاقہ کو اللہ تعالیٰ نے بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ سے تعبیر فرمایا۔ یعنی سرسبزی، زرخیزی، فضا کا خوشبو سے ہر وقت معمور رہنا، موسم اور آب و ہوا میں اعتدال، رزق کی فراوانی اور سامان عیش وعشرت کی بہتات یہ وہ نعمتیں تھیں جو انعام خداوندی تھیں۔ مآرب کے ایک پہاڑی سلسلہ میں گنجان درختوں کے درمیان حکمرانوں کے محلات واقع تھے۔ غرضیکہ ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کی بارش کرر کھی تھی۔

پھر جب یہ قوم اپنی خوشحالی میں ہی مست ہو کر رہ گئی اور دنیا کے مال ودولت اور اس کی دلفریبیوں میں غرق ہو کر اپنے پروردگار کو یکسر بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء کو بھیجا۔ کہتے ہیں وقتاً فوقتاً ان کی طرف تیرہ انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ لیکن ہر بدمست قوم کی طرح انھوں نے بھی یہی سمجھا کہ ان کی اس معاشی ترقی اور زرعی ترقی کا اصل سبب تو ہمارا اپنا نظام آب پاشی یا ہماری اپنی ذہانت اور محنت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے انعام کا کیا دخل ہے۔ تو انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو رد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سنبھلنے کی کافی مہلت دی لیکن انھوں

نے اس سے کچھ فائدہ نہ حاصل کیا۔ تو آخر پر اللہ تعالیٰ کی گرفت کا وقت آ گیا۔ ان کا سب سے بڑا اور عالیشان ڈیم جس میں بہت سے لوہے کے دروازے لگے ہوئے تھے۔ جنھیں بوقت ضرورت اٹھا لیا جاتا اور پانی چھوڑ دیا جاتا ان دروازوں کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ وہ جس طرح چاہتے پانی کا رخ موڑ لیتے اور نہروں کے ذریعے قابل کاشت زمین کو سیراب کر لیتے۔

اسی بند میں نیچے سوراخ پڑنے شروع ہو گئے اوپر سے اللہ تعالیٰ نے زوردار بارش برسا دی۔ اور پانی اس قدر وافر مقدار میں آ جمع ہوا میں نے اس بند کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس کے پانی میں اتنی فراوانی اور شدت تھی کہ جس سے باقی بند از خود ٹوٹتے چلے گئے اور یہ سارا قابل کاشت علاقہ زیرآب آ گیا جس سے فصلیں اور کھیتیاں سب کچھ گل سڑ کر تباہ وبرباد ہو گیا۔ پھر جب کچھ مدت بعد پانی ہوا تو جو زمین سونا اگلا کرتی تھی اس پر جھاڑ جھنکار، خاردار پودے، تھوہر کے درخت اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں ازخود پیدا ہو گئیں۔ جنھیں اکھاڑے بغیر نئی فصل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور یہ خاصا محنت طلب کام تھا آ جا کے اگر کوئی کھانے کی چیز وہاں اگی تو وہ چند بیریوں کے درخت تھے جن سے وہ کسی حد تک اپنا پیٹ بھر سکتے تھے۔ یہ تھا ان کی زرعی ترقی کا حشر جس پر وہ اس قدر پھولے ہوئے تھے۔

ان کی ترقی اور خوشحالی کی دوسری وجہ ان کا تجارتی قافلے اپنے علاقہ (موجودہ یمن) سے لے کر شام تک جاتے تھے اور یہ شام ہی کی سرزمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ”ایسی سرزمین جسے ہم نے برکت دے رکھی ہے۔“ کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان دنوں یہ چار ماہ کا سفر تھا۔ اور اس تجارتی شاہراہ کو اللہ تعالیٰ نے ”امام مبین“ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اسی تجارتی شاہراہ پر قریش کے تجارتی قافلے مکہ سے شام تک سفر کرتے تھے۔ یہ تجارتی شاہراہ اس لحاظ سے تھی کہ برلب سڑک اور نزدیک نزدیک آبادیاں موجود تھیں۔ جہاں مسافروں کو کھانا پانی مل سکتا تھا ایک بستی پر انسان پہنچ جائے تو اگلی بستی سامنے نظر آنے لگتی۔ اس شاہراہ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کوئی شخص جس وقت آرام کرنا چاہتا تو وہ کر سکتا تھا اور آرام کرنے کے لیے اگلی منزل اس کے قریب ہی ہوتی تھی۔ پھر چونکہ اس شاہراہ پر بکثرت آمد ورفت تھی اس لیے لوٹ مار کا بھی اتنا اندیشہ نہیں تھا جتنا کہ عرب کے دوسرے علاقوں میں تھا۔ اس لحاظ سے ان کا یہ تجارتی سفر دوسرے علاقوں کی نسبت بہت آسان بھی تھا اور پرامن بھی۔

جب ان لوگوں کی زرعی معیشت تباہ ہو گئی تو یہی چیز ان کی تجارتی ترقی کی تباہی کا باعث بن گئی۔ جب اپنے مال کی پیداوار ہی ختم ہو جائے تو پھر تجارت کیسی؟ اگر بیرون ملک کی ہی چیزیں ہی خریدی جائیں اور بیرون ہی بیچی جائیں تو ان سے آخر کتنا منافع ہو سکتا ہے۔ اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثیر آبادیاں جو اس شاہراہ کے کنارے آباد تھیں۔ وہاں سے کوچ کر گئیں کیونکہ ان کی معیشت کا انحصار بھی زیادہ تر انہی تجارتی قافلوں کی اشیائے خوردنی کی خرید وفروخت پر تھا۔ اس طرح ”سبا“ کی تمام نو آبادیاں تباہ وبرباد ہو کر رہ گئیں۔

پیارے بچو! یہ سزا قومِ سبا سے ہی مختص نہیں تھی بلکہ جو قوم بھی اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد اپنے محسنِ حقیقی کو بھول جاتی ہے۔ اور اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے سرتابی کی راہ اختیار کرتی ہے۔ دینی تعلیمات سے انحراف کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی بھی سنت یہی ہے کہ وہ اس قوم کو ایسے انجام سے دوچار کر دیتے ہیں۔ اللہ میاں ہمیں تقویٰ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

حبیب الرحمٰن قصوری

ابو جی

شازیہ اکرم بودلہ، دیپال پور

ساتھیو کبھی آپ نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنی نعمتیں نازل کیں ہیں؟ دنیا میں ہمیں خوبصورت رشتے عنایت فرمائے ہیں؟ اگر یہ نہ ہوتے تو ہم اپنے آپ کو بالکل اکیلا محسوس کرتے۔ ان رشتوں میں خوبصورت ترین رشتہ ماں باپ کا رشتہ ہے۔ جو بچپن سے ہمارے ناز نخرے اٹھاتا ہے۔ لیکن صلے کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایک غریب باپ محنت مزدوری کر کے شام کو اپنے بچوں کے لیے جب کھانے پینے کی اشیاء خریدتا ہے تو اپنی دن بھر کی زندگی کی تلخیاں بھلا دیتا ہے اسے خوشی ہوتی ہے تو صرف اس بات کی کہ آج میری اولاد بھوکی نہیں سوئے گی۔ اس سوچ کے ساتھ ہی وہ ساری تھکن بھلا دیتا ہے۔

باپ وہ لفظ جس کو ادا کرتے ہوئے دونوں ہونٹ خوبصورتی سے آپس میں مل جاتے ہیں۔ باپ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں پائے تو جنت کے اس دروازے کی خدمت کرے۔ اگر کبھی باپ کو کمزوری کی حالت میں پائے تو اسے وہی پیار اور چاہت دے جو اس نے تجھے اپنی جوانی میں دی۔ اس کے کمزور کندھوں کے ساتھ اپنے کندھوں کو اس طرح ملانا کہ اسے یہ محسوس نہ ہو کہ بڑھاپے نے اس کے کندھوں کی طاقت چھین لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

”باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے پس تو اگر چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا اس کی حفاظت کر لے۔“ (بخاری)

ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھو کہ باپ کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

آج یہ حالت ہے کہ وہی باپ جس نے اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائی تا کہ وہ معاشرے میں باعزت مقام بنا کر سر اٹھا کر جی سکیں۔ وہی اولاد جب ترقی کی دوڑ میں شامل ہوتی ہے تو اس دوڑ میں اسے یہ تک یاد نہیں رہتا کہ دو بوڑھی آنکھیں اس کی راہ تکتی ہیں کہ کب میرا بیٹا میرا حال دریافت کرنے کے لیے میرے کمرے تک آئے گا اور بعض بدنصیب باپ اسی انتظار میں آنکھیں بند کر کے اگلے جہاں کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں تب جا کے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمارے پاس تو کچھ نہیں بچا۔ ندامت کے آنسو اور پچھتاوے کے سوا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اے کاش کہ ہم اپنی جنت کی قدر کر لیتے۔

پیارے بچو! کیا آپ کو پتا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ ان کے سامنے اف تک نہ کیا کرو۔ اگر یہ نہ رہے تو ہمیں دعائیں دے کر رخصت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

اس کے لیے میں اپنے ساتھیوں کو اپنی مثال ضرور دوں گی۔ کہ میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والد محترم کو بوجہ فالج معذوری کی حالت میں پایا۔ پہلی دفعہ 93ء میں ابو جی پہ فالج کا اٹیک دائیں طرف ہوا اس کے بعد علاج معالجہ کے بعد اس قابل ہو گئے کہ اپنی بات سمجھا سکیں۔

دوسری دفعہ 2000ء میں ابو جی کے بائیں سائیڈ پر فالج کا اٹیک ہوا بہت علاج کروایا آخر کار ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر گھر بھیج دیا کہ ”انھیں دوا کی نہیں دعا کی ضرورت ہے۔“ ابو جی کو گھر لے آئے۔ اس کے بعد سے 7 سال تک ابو جی بستر سے لگے رہے، چلنے پھرنے سے بھی معذور اور صرف ان کے جسم کا صرف ایک حصہ کام کرتا، جس کی وجہ سے کھانا کھا سکتے تھے اپنی بات سمجھانے کے لیے انھیں بہت دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔

یہ سب دیکھ کر دل چپکے چپکے روتا کہ اے خدا یہ کیسی آزمائش آن پڑی ہے پیارے ابو جی پر۔ بڑی بہن نے والد صاحب کی بہت خدمت کی۔ اللہ پاک اسے اجر دے۔ لیکن شروع جنوری 2010ء میں ابو جی اچانک کھانا کھانے سے انکار کرنے لگے۔ ظاہری طور پر کچھ مسئلہ نظر نہ آتا تھا کہ ایسا کیا ہے جو ابو جی کو روز بروز کمزور کیے جا رہا ہے۔ ڈاکٹر کو دکھایا انھوں نے کہا کہ ایسا کچھ مسئلہ نہیں۔

آخر عید الفطر سے تیسرے روز میرے پیارے ابو جی نے رات گیارہ بجے میری گود میں آخری ہچکی لی۔ آہ مجھے وہ گھڑی نہیں بھولتی جب میرے باپ کے جسم سے پسینہ چھوٹ نکلا۔

اے روح اجل کیا خوب تھی تیری پسند
وہ پھول توڑا کہ ویراں کر گیا سارا چمن

ابو جی نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف کی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی میرے والد صاحب آنکھیں کھول دیں گے اور سب ویسے کا ویسا ہو گا جیسے وہ سات سال سے نظر آ رہے تھے۔ کیا ہوا جو وہ چل پھر نہ سکتے تھے لیکن گھر میں ان کے دم سے جو رونق تھی وہ ان کے رخصت ہونے کے بعد آج تک دوبارہ نظر نہ آئی۔ جو برکت تھی وہ نہ رہی۔ جو خلا ان کے جانے سے ہوا وہ آج تک نہ تو پر ہو سکتا ہے نہ ہی ہو سکے گا۔ ایک بیٹی ہونے کے ناطے میں یہی کہوں گی خدایا بیٹیاں کبھی بابل کے آنگن میں یتیم نہ ہوں۔

ابو جی میرے خواب میں آتے ہیں
روز اٹھنے سے پہلے واپس چلے جاتے ہیں
اٹھ کر دیکھوں چار سو کہیں نظر نہ آتے ہیں
ابو جی میرے خواب میں آتے ہیں
میرے اٹھنے سے پہلے واپس چلے جاتے ہیں

دوستو! میں آپ سب سے یہی گزارش کروں گی کہ اگر اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے پاس یہ تحفہ خداوندی ہے تو اس کی عزت کریں۔ بوڑھے ماں باپ کی قدر کریں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو ایک دفعہ چھن جائیں تو دوبارہ ملنا ممکن نہیں۔ آپ آج اپنے والدین سے اچھا سلوک کریں گے تو زندگی میں ان کی دعاؤں کا حصار آپ کو اپنے گرد نظر آئے گا۔

اپنے تمام پڑھنے والے ساتھیوں سے گزارش کرتی ہوں کہ میرے والد محترم کے لیے دعا ضرور کریں۔ خدا ہمیں اپنے والدین کا مطیع و فرمانبردار بنائے۔ تا کہ ہم صحیح معنوں میں اپنے والدین کے حق کو پہچان سکیں۔ آمین ثم آمین

میرا پسندیدہ شعر

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی اگر بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
عمل لازم ہے تکمیل تمنا کے لیے
وگرنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

[اخت ابو حیدر شہید فرزانہ سحر، چنیوٹ]

وقت جھنجوڑ دیتا ہے ظلمت کے اندھیروں کو
زمیں پر بوجھ بڑھ جائے تو دھرتی کانپ اٹھتی ہے

[جویریہ امان، سلانوالی]

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے
مندر میں دیکھنا اب ہیبت سے بت گریں گے
مت جانا اسلحے پر بے تیغ بھی لڑیں گے
بنجر زمیں پہ سبزے کا رنگ آ رہا ہے
اسلام کا مجاہد تلوار اٹھا رہا ہے
تاریکی شب میں سحر پیدا کر
جو دین کے کام آئے وہ سحر پیدا کر
کثرت کو دبانا ہو کر قلت سے
تو محمد ﷺ کے ساتھیوں کا جگر پیدا کر

[اخت اعظم، شیخوپورہ]

رو رہی ہے عافیہ کفر کے زندانوں میں
اور سو رہے ہیں حکمران اپنے آشیانوں میں
لائیں کہاں سے ڈھونڈ کر محمد بن قاسم جیسا نوجوان
پائے جاتے ہیں جواں اکثر ے خانوں میں
یہ سوچ کر کافر نے للکارا ہے مسلمان کو
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں اتحاد مسلمانوں میں
بنا لو اپنے باطن کو ظاہر کی طرح بے داغ
گر چاہتے ہو ثبت ہونا تاریخی فسانوں میں

[ربیعہ فیاض]

اگر ہوتی وفا خون کے رشتوں میں
تو یوسف نہ بکتا مصر کے بازاروں میں

[ماشطہ، مرینہ عبدالرشید، بشریٰ یعقوب]

نہ کر محتاج مجھ کو یا رب کسی کا زمانے میں
کمی کون سی ہے یا رب تیرے خزانے میں

[مصباح یعقوب، ماشطہ عبدالرشید]

میرا پسندیدہ شعر

ہر اک ذرہ چمک اٹھا ہے مہتاب ضیاء بن کر
فضا کو جگمگایا آپ ﷺ نے شمس الضحیٰ بن کر

[عائشہ صدیقہ عبدالستار، فیصل آباد]

ہو صداقت کے لیے جس کے دل میں مرنے کی تڑپ پیدا
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

[میمونہ اسلام، حافظہ سلمیٰ احمد، فیصل آباد]

یونہی نسل نو سے کچھ مایوس ہیں اہل قلم
جب کہ میرا مشورہ اک نوجواں کو بھا گیا
یہ کہا تھا؟ اب قلم پر بھی توجہ دیجئے
اگلے ہفتے نوجواں قلمیں بڑھائے آ گیا

[عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس]

تکبر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا۔

ایک آدمی نے کہا: آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر تو حق کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے (مسلم)

[میاں عقیل احمد 653 گ ب جڑانوالہ]

میں اور میری کہانی

میں تو گم تھا کسی گمان میں
سکون ڈھونڈتا تھا سامان میں
جو خود کو ڈھونڈا جہاں میں
ملا اپنا آپ قرآن میں
میں نیند میں تھا کہ خواب میں
جگا دیا اس کتاب نے
میں پھرنے لگا در بدر
نجانے کیا ہو گا میرا حشر؟
کہا رب نے نہ تو اتنا ڈر
کھلا ہوا ہے توبہ کا در
جھکا دے آ کر اپنا سر
اور پا لے جنت میں اپنا گھر

[حافظہ سلمیٰ احمد، فیصل آباد]

نہ گھبرا کثرت غم سے حصول کامیابی میں
کہ شاخ گل پہ پھول آنے سے پہلے خار آتے ہیں

[ماشطہ عبدالرشید]

اپنے ہی من میں ڈوب کے پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن
زندگی کے گلدانوں میں ایسے پھول لگاؤ
جب بھی کھلیں محبت کی خوشبو آئے

[مزمل حسین، کسووال]

اصل عمارت

وہ ایک شہزادہ تھا آغاز جوانی پر اس نے اپنی سلطنت میں ایک نہایت خوبصورت باغ لگوایا اور اس باغ میں ایک نہایت خوبصورت عمارت تعمیر کروائی۔ جب باغ اور عمارت کی تکمیل ہو گئی تو اس نے اپنے والد اور دوسرے امراء کو دعوت دی کہ وہ آ کر اس خوب صورت باغ اور عمارت کو دیکھیں۔ جب بادشاہ نے باغ اور عمارت کو آ کر دیکھا تو بہت خوش ہوا لیکن سب کچھ دیکھنے کے بعد بیٹے سے کہا بیٹے باغ اور عمارت اگرچہ بہت ہی خوبصورت اور دلکش ہے لیکن اس طرح کی عمارت اور باغ ہر امیر بنا سکتا ہے بادشاہ کی شان تو اس کے متقاضی ہے کہ ایسی عمارت کی طرح کہ دوسرے اس کی مثل کی نہ بنا سکیں۔ بیٹے نے ادب سے پوچھا وہ کون سی عمارت ہے جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔

بادشاہ نے جواب دیا اس عمارت سے مراد اہل علم کے دل ہیں۔ اس عمارت کی زمین میں اگر تم اپنے احسان اور محبت کے بیج سے تناور درخت بناؤ تو اس کے پھل البتہ اس قابل ہوں گے کہ ان کے چکھنے سے تمہیں دین و دنیا کی سعادت کا مزہ ملے گا۔ پھر اس ہونہار اور سعادت مند بیٹے نے واقعی باپ کی نصیحت پر عمل کیا اور ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی کہ آج اس عہد کا علم وانصاف اور شجاعت و بہادری انوکھی داستانیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ صالح باپ امیر سبکتگین اور سعادت مند بیٹا سلطان محمود غزنوی تھا۔

[صہیب الرحمٰن، فیصل آباد]

قرآن پڑھنے والے

⑥ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنے والا قیامت کے روز مقرب فرشتوں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ (مسلم)

⑦ قرآن مجید پڑھنے پڑھانے والوں پر اللہ سکینت نازل فرماتے ہیں فرشتے ان کی مجلس کے گرد (احتراماً) کھڑے رہتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر (فخر کے طور پر) فرشتوں کے سامنے کرتے ہیں۔ (مسلم)

⑧ اپنی اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دلوانے والے والدین کو قیامت کے روز دو ایسے قیمتی لباس پہنائے جائیں گے جن کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کی ساری دولت ہیچ ہو گی۔ (احمد)

⑨ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (ترمذی)

[عائشہ صدیقہ عبدالستار، فیصل آباد]

سنہری باتیں

- بعض اوقات الفاظ سے زیادہ خاموشی میں وضاحت ہوتی ہے۔
- دولت کی محبت غریبی کا ڈر پیدا کرتی ہے۔
- زندگی کے دوراہے پر چلتے چلتے بعض دفعہ ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب انسان کو اپنے جذبات کچل کر دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ یہی وہ منزل جہاں انسانیت تکمیل پاتی ہے۔
- زندگی کو سادہ مگر خیالات کو بلند رکھو۔
- ظاہر پر نہ جانا، آگ دیکھنے میں سرخ نظر آتی ہے مگر اس کا جلایا سیاہ ہو جاتا ہے۔
- خوش نصیبی ایسا پرندہ ہے جو تکبر کی منڈیر پر کبھی نہیں بیٹھتا۔
- بری عادت اپنانا آسان، نبھانا مشکل اور چھوڑنا مشکل ترین ہوتا ہے۔
- جو آپ کو سچا سمجھے، اس سے جھوٹ بولنا سخت ترین خیانت ہے۔
- ہر مرض کا سر چشمہ ہماری بے جا خواہشات ہوتی ہیں۔
- ناکامی کامیابی کی طرف پہلا قدم ہے۔
- غلطی مان لینے سے انسان کا ذہنی بوجھ کم ہو جاتا ہے۔
- سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشے میں نہ پڑو۔
- جو ٹھوکر لگنے سے پہلے ہوشیار ہو جائے، وہ جلدی کامیاب ہوتا ہے۔
- جب صورتحال خطرناک ہو تو دانا لوگ خاموش رہتے ہیں۔

[انتخاب: ساجدہ مظفر۔ ستیانہ بنگلہ]

سخت سردی میں بھی لڑکی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ خوف سے اس کا چہرہ سرخ تھا اور آنکھوں میں موت کی سی ویرانی تھی۔ وہ ہاتھ باندھے کر دربار میں کھڑی تھی اور جھکی نگاہوں سے دربار کے فرش کو دیکھے جا رہے تھی۔ اس کا جسم خوف سے کانپ رہا تھا اپنے چاروں طرف اسے موت کی پرچھائیاں نظر آنے لگی تھیں۔

اس نے دل میں سوچا ابھی سلطان حکم دے گا اور اسے باہر لے جا کر جلاد کے حوالے کر دیا جائے گا۔ مکروہ شکل اور کالے چہرہ والے جلاد کے تصور سے ہی وہ کانپ گئی۔ اسے سو فیصد یقین ہو چکا تھا کہ کچھ گھڑیوں بعد طاقتور جلاد تلوار مار کر اس کا سر تن سے جدا کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ گزرنے والا ہر لمحہ اسے موت کے قریب کر رہا تھا اور وہ اپنی موت کے متعلق سوچ سوچ کر مرنے سے پہلے ہی مرتی چلی جا رہی تھی۔ خوف زدہ لڑکی نے ایک نظر دربار کے چاروں طرف دیکھا پھر اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ دربار کے فرش پر خوبصورت قالین بچھا تھا جس پر رنگارنگ کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ لڑکی کے لیے یہ سب کچھ بے معنی تھا اس کے دل میں موت کا خوف بھی تھا اور موت کی پرچھائیاں اسے قالین پر سے بھی نظر آ رہی تھیں۔ اس نے نظر ہٹا کر سامنے دیکھا۔ سلطان کے وزیر دائیں بائیں کرسیوں پر بیٹھے تھے لڑکی نے یک دم نگاہیں جھکا لیں۔ اسے رہ رہ کر اپنی قسمت پر غصہ آ رہا تھا اور اپنے بادشاہ پر بھی۔ جس نے اسے مرنے کے لیے چنا تھا اور آج وہ موت کے قریب کھڑی لوگوں کے لیے تماشا بنی ہوئی تھی۔

اس کی عمر سولہ سال کے قریب تھی۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا خود کو محل میں پایا وہ ہندوؤں کی اس ذات سے تھی جسے شاستروں کے مطابق بادشاہوں کی خدمت کرنا ہوتی ہے اور یہی ان کی عبادت ہے۔ ان کی زندگی اپنی نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ اس کی ڈیوٹی میں یہ شامل ہوتا ہے کہ اگر کبھی ضرورت پڑے۔ تو وہ اپنی جان بھی راجہ اور اس کے خاندان کے لیے قربان کر دے۔ لڑکی کے بڑے بھی اسی طرح بادشاہ کی سیوا کرتے آئے تھے اور اب وہ بھی اپنے بادشاہ کی سیوا کرتے کرتے جاں قربان کرنے بھیجی گئی تھی۔

⊛......⊛......⊛

پنجاب کا ہندو راجہ بستر پر پڑا تھا۔ حکیم اس کا علاج ختم کر چکے تھے۔ راجہ چندر پال کو بھی معلوم تھا کہ وہ اب صحت مند نہیں ہو سکتا۔ موت کے انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام جے پال اور چھوٹا ستیہ پال تھا ایک روز صبح ہوتے ہی راجہ چندر پال نے دونوں کو بلایا۔ دونوں سعادت مند بیٹوں کی طرح حاضر ہوئے باپ نے دونوں کو پاس بٹھایا اور شفقت سے کہا:

"شراب کا نشہ سدا نہیں رہتا۔ رات کو مست کرتا ہے تو صبح ہوتے ہوتے ساری مستی ہوا ہو جاتی ہے لیکن راج کا نشہ ایسا ہے جو اتارے نہیں اترتا بلکہ وقت کے ساتھ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے والوں کے خون سفید ہو جاتے ہیں۔ انھیں اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ بیٹا باپ کی اور بھائی بھائی کی زندگی کا دشمن ہو جاتا ہے۔"

فرمانبردار اور سعادت مند شہزادوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ وہ جانتے تھے کہ باپ نے انھیں کیوں طلب کیا ہے اور لمبی چوڑی تمہید کس لیے باندھی جا رہی ہے۔

"زمانے میں ایسے بادشاہ بھی گزرے ہیں جنھوں نے اقتدار کے نشے کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیا۔"

بادشاہ نے دوبارہ بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا رام اور لچھمن کی مائیں الگ الگ تھیں پھر بھی ان میں ایسا پیار تھا کہ سگے بھائی نہیں کر سکتے۔ ان کے دلوں پر ذرا سا بھی میل نہیں آیا۔"

بادشاہ خاموش ہوا تو دونوں بیٹوں نے ایک بار پھر سر ہلائے۔ وہ سعادت مندوں کی طرح باپ کی بات سن رہے تھے۔ بادشاہ نے ایک نظر بیٹوں پر ڈالی انھیں متوجہ پا کر کہا۔

"ہم یہ ضرور چاہیں گے کہ ہماری موت کے بعد تمہارا پیار باقی رہے اور یہ تبھی ممکن ہے کہ تمہارے پیار کو راج کا پیار نہ دبانے پائے۔"

جے پال اور ستیہ پال نے بیک زبان ہو کر باپ کو یقین دلایا: "بھگوان نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔ رام اور لچھمن کی طرح ہمارے پیار کی بھی مثالیں دی جایا کریں گی۔ اقتدار ہمیں ایک دوسرے سے دور نہیں کر سکے گا، ہم ساتھ ساتھ جئیں گے، ساتھ ساتھ مریں گے اور ساتھ ساتھ راج گدی پر بیٹھ کر راج کریں گے۔ ستیہ پال کا حکم، جے پال کا حکم ہوگا اور جے پال کی آ گیا، ستیہ پال کی آ گیا ہوگی۔"

لوگ بدل گئے ہیں۔ مہا بھارت کے زمانے میں جو بات ممکن تھی آج ناممکن بن چکی ہے۔" بادشاہ نے جواباً کہا:" اب ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتی ہیں، نہ ایک راج گدی پر دو راجہ بیٹھ کر راج کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب کی راج گدی پر تم دونوں چھ چھ مہینے کے لیے باری باری بیٹھو گے۔ جے پال بڑا ہے اسی لیے پہلے چھ مہینے اس کا راج ہوگا، باقی چھ مہینے ستیہ پال حکومت کرے گا۔ اس کے بعد پھر جے پال کی باری آ جائے گی۔ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ ہماری آخری خواہش کی تکمیل کر کے تم دونوں مرتے وقت تک باری باری چھ چھ مہینوں تک راج گدی پر بیٹھا کرو گے۔"

بھائیوں نے یقین دلایا کہ باپ کی آخری خواہش پوری کی جائے گی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر دونوں بیٹوں کو رخصت کیا اس نصیحت کو چند روز ہی گزرنے پائے تھے کہ مہاراجہ چندر پال وفات پا گیا۔

⊛......⊛......⊛

دسویں صدی عیسوی میں خراسان اور بلخ پر سامانی خاندان کا ایک امیر عبدالملک حکومت کر رہا تھا۔ البتگین خراسان کے رئیس احمد بن اسماعیل سامانی کا غلام تھا۔ اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر اس نے ترقی کرنا شروع کی تو احمد بن اسماعیل سامانی نے خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد البتگین کے جوہر کھلے۔ امیر کے دربار تک رسائی ہوئی۔ اس کی حکمت عملی سے امیر عبدالملک نے کئی اہم معرکے سر کیے اور اس کی ذہانت و قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے خراساں کا گورنر مقرر کر دیا۔ ۹۶۱ء میں امیر عبدالملک نے وفات پائی اس کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ دربار میں دو فریق بن گئے۔ ایک فریق سامانی وزیر کے حق میں تھا جب کہ دوسرے فریق کا کہنا تھا کہ البتگین کو امیر بنایا جائے۔ دونوں فریقوں نے تلواریں نکال لیں۔ البتگین نے کہا کہ اسے حکومت کی کوئی تمنا نہیں ہے اور خراساں چھوڑ کر غزنہ چلا گیا۔ غزنہ کا حاکم البتگین کی جرأت و مردانگی کی داستانیں سن چکا تھا۔ معلوم ہوا کہ البتگین غزنہ آ رہا ہے تو فوج لے کر البتگین پر چڑھ دوڑا۔ البتگین کا ارادہ لڑائی کا نہیں تھا۔ اپنے ساتھ صرف سو سپاہی لے کر گیا تھا۔ امن و سلامتی کے پیام و سلام کے باوجود حاکم غزنہ لڑنے سے باز نہ آیا تو مجبوراً البتگین نے مختصر سی فوج کا کو ترتیب دیا۔ دوپہر کے وقت جنگ شروع ہوئی اور بہادر سواروں نے غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے حاکم غزنہ کا سر اس کے قدموں میں لا کر ڈال دیا...... اور اس طرح حکومت کی تمنا نہ کرنے کے باوجود البتگین غزنہ کا حاکم بن گیا۔ بلخ و خراساں کے اس حاکم کی جس کی خاطر البتگین کو گھر سے بے گھر ہونا پڑا، اس فتح کے بعد آنکھیں کھلیں۔ سمجھا کہ البتگین انتقام لیے بغیر نہیں بیٹھے گا۔ اس نے فوراً صلح اور دوستی کی درخواست کی البتگین رحم دل اور بے طمع حکمران تھا۔ اس نے دوستی کی درخواست کا جواب دوستی سے دیا اور بیش قیمت تحائف خراساں بھجوائے۔ حاکم خراسان مرا تو اسے بلخ و خراساں بھی مل گیا۔

البتگین کو برسر اقتدار آئے ہوئے چند ہی ماہ گزرے تھے کہ غزنہ امراء جانب سے اسے خدمت کے لیے ایک غلام جس کی عمر چودہ سال تھی پیش کیا گیا۔ اس سے قبل لڑکے کو نو مرتبہ فروخت کیا جا چکا تھا۔ متعدد مملکتوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد وہ البتگین کے دربار میں پہنچا تھا اس کے چہرے مہرے سے شرافت اور ذہانت ٹپکتی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے لڑکے؟" البتگین نے پوچھا۔

لڑکے کا نام نعمان تھا، لیکن اس نے اتنے صدمے جھیلے تھے اور اتنی تکلیفیں اٹھائی تھیں کہ وہ اس نام کو بھول جانا چاہتا تھا۔ ادب سے ہاتھ باندھ کر بولا، "غلام کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ جس نام سے بلائیں گے وہی میرا نام ہوگا۔ امیر۔"

"کسی اچھے گھرانے کے معلوم ہوتے ہو؟"

نعمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "نو سال کا تھا کہ ظالم چچا نے ماں باپ سے دور کر دیا۔" اس نے رو رو کر اپنی بپتا سنائی اور آخر میں گہری ہچکی لے کر بولا: "نہ ماں رہی، نہ باپ رہا اور نہ وہ ظالم چچا۔ اب تو وہی گھر میرا گھر ہے اور وہی شہر میرا شہر جو میرے آقا کا گھر اور شہر ہو۔"

"تمہارا دکھ ہمارے لیے نیا نہیں ہے۔ ایک زمانے میں ہم خود بھی غلام رہ چکے ہیں اور ان صعوبتوں کو جھیل چکے ہیں جن سے تم دوچار ہو۔" البتگین نے کہا: ہماری جانب سے تم آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتے ہو۔"

آزادی کا مژدہ سن کر خوش ہونے کے بجائے نعمان ایک بار پھر رونے لگا: "کہاں اور کس کے پاس جاؤں؟ عرصہ

دراز کے بعد آپ کی باتوں میں باپ کے پیار جیسی مٹھاس محسوس ہوئی تھی، پھر آپ بھی مجھے اپنے قدموں میں رکھنے کے روادار نہیں ہیں۔'' لڑکے نے روتے روتے کہا۔

''ہم نے یہ تو نہیں کہا کہ ہمارے ہاں تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں رہنا چاہتے ہو تو خوشی سے ضرور رہو لیکن ہماری ایک شرط تمھیں ماننا پڑے گی۔''

''مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے''

''سنے بغیر ہی منظور ہے؟''

''جس منہ سے پھولوں جیسے الفاظ ادا ہو رہے ہوں۔ اس منہ سے کوئی ایسی بات نکل ہی نہیں سکتی جسے پورا کرنا میرے لیے ناممکن ہو۔''

امیر مسکرانے لگا۔ لڑکا مزاج شناس تھا۔

''شرط یہ ہے کہ ہمارے ہاں تمھیں بیٹا بن کر رہنا پڑے گا۔'' البتگین نے کہا'' آج سے تمہارا نام سبکتگین ہوگا۔''

لڑکا دوڑ کر امیر کے پیروں سے لپٹ گیا۔

❁......❁......❁

راجہ چندر پال کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا جے پال اقتدار کی گدی پر بیٹھا تو اس کی بیوی کوشلیا کے علاوہ سبھی نے اسے مبارک باد دی۔

''کیا بات ہے؟'' جے پال نے تخلیے میں پوچھا تم نے ہمیں بدھائی نہیں دی؟ کیا تمھیں ہمارا راجہ بننا اور خود کو ہماری رانی کہلانا پسند نہیں ہے؟''

''ایسا راج کس کام کا جو چھ مہینے کے بعد چھن جائے''

کوشلیا نے کہا'' کیا اس بات کی بدھائی دوں؟ کہ تھوڑے دنوں بعد نہ تم راجہ رہو گے اور نہ میں رانی؟''

کانٹا تو جے پال کے دل میں بھی چبھ رہا تھا لیکن اس نے کوشلیا کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی سیاہ زلفوں سے کھیلتا ہوا بولا، پتا جی کی آرزو یہی تھی کہ ہم دونوں بھائی چھ چھ مہینے راج کریں۔''

''پتا جی کو تو میں کچھ نہیں کہتی کہ انھوں نے بیٹوں کی محبت کی وجہ سے ایسا سوچا لیکن تم اتنے بھولے کیوں ہو کہ آنکھیں بند کر کے نصیحت پوری کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ صاف صاف کیوں نہیں کہا کہ راج گدی پر ہمیشہ بڑا بھائی بیٹھتا ہے؟''

''اتنی بڑی گستاخی کیسے کر سکتا تھا؟ وہ میرے پتا ہی نہیں مہاراجہ بھی تھے۔ غصے میں آ کر ستیہ پال کو سارا راج پاٹ سپرد کر دیتے تو میں ہمیشہ کے لیے حکومت سے محروم ہو جاتا۔''

''محرومی تو تمہاری قسمت میں لکھی ہے۔'' کوشلیا بولی:'' آج نہیں تو چھ مہینے بعد جب ستیہ پال گدی پر بیٹھے گا تو بیٹھتے ہی پہلا حکم یہی جاری کرے گا کہ باپ اور بھائی کے سارے قانون ختم کیے جاتے ہیں اور بھائی بھاوج کو دیس نکالا دیا جاتا ہے۔

''ستیہ پال ایسا نہیں کر سکتا۔ اسے پتا جی کے وعدے کا پاس کرنا ہوگا۔''

''وعدے کا پاس تو تم کرو گے وہ اپنی من مانی کرے گا۔''

کوشلیا کی دلیل میں وزن تھا۔ ستیہ پال ہٹ کا پکا تھا۔ ایک بار جو ارادہ کر لیتا تھا، اسے چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو کر گزرتا تھا۔

کوشلیا نے غلط نہیں کہا تھا کہ ستیہ پال برسر اقتدار آتے ہی گزشتہ سارے احکامات و قوانین کو منسوخ کر کے ہمیشہ کے لیے راج گدی پر قابض ہو جائے گا اس کے یہ الفاظ کہ آکاش سے بھگوان بھی اتر آئیں تو ستیہ پال کو اپنی من مانی کرنے سے نہیں روک سکیں گے زہر میں بجھے ہوئے تیر کی مانند جے پال کے سینے میں اتر گئے۔

اس نے کوشلیا کے ماتھے کو بوسہ دیا، تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں رانی! بھگوان نے چاہا تو میرے جیتے جی پنجاب کی راج گدی پر کوئی نہیں بیٹھ سکے گا۔ چھ مہینے پورے ہونے سے پہلے ہی ستیہ پال بھی وہیں چلا جائے گا جہاں پتا جی گئے ہیں۔''

کوشلیا خوش ہو گئی جے پال کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی ''تمہاری داسی تمھیں پنجاب کا مہاراجہ بننے کی بدھائی دیتی ہے مہاراج!''

''اور ہم تمھیں مہارانی بننے کی بدھائی دیتے ہیں۔'' جے پال نے کوشلیا کو پر جوش لہجے میں کہا۔

❁......❁......❁

راجہ جے پال نے اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہی رانی کے کہنے کے مطابق اپنے بھائی کو ٹھکانے لگانے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ اس کے چھوٹے بھائی ستیہ پال کی شادی کے دن باپ کی زندگی میں ہی طے ہو چکے تھے اور اب شادی کی تاریخ بھی قریب آ رہی تھی۔ راجہ جے پال نے اپنی سلطنت کے آس پاس کی سلطنتوں کے راجاؤں کو بھی دعوت نامے بھیجنے شروع کر دیے۔ سلطان البتگین جس خطہ پر حکمرانی کر رہے تھے اس کی سرحد جے پال کی سلطنت سے ملتی تھی۔ جے پال کا باپ انھیں فدیہ دے کر حکومت کر رہا تھا اور اب جے پال بھی انھیں فدیہ دیا کرتا تھا۔

ہندوؤں میں یہ عقیدہ ہے ان کے دیوی، دیوتاؤں کے نام پر بھینٹ چڑھائی جائے تو آنے والی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ راجہ جے پال نے سلطان البتگین کو خوش کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس نے سلطان البتگین شادی کا دعوت نامہ ارسال کرنے سے پہلے اپنے محل سے بملا نامی لڑکی کو کالی دیوی کی بھینٹ چڑھانے کا حکم دیا۔ دعوت نامے لے جانے والا وفد تیار تھا راجہ جے پال نے کہا:

بملا! تم لوگوں کے ساتھ جاؤ گی۔ سلطان سے کہنا انھیں اپنا سر صدقہ سمجھ کر اس کا سر پہ ہاتھ رکھیں گے تو کالی دیوی آپ کی مصیبتیں دور کر دے گی''

وفد میں شامل تمام افراد نے سر جھکا کر کہا جو حکم آپ کا۔ اور بملا کو لے کر غزنہ کی طرف چل دیے۔

❁......❁......❁

ستیہ پال کی شادی کا دعوت نامہ لے کر غزنہ جانے والا وفد خیر سگالی کے طور پر اپنے ساتھ سولہ سالہ بملا کو بھی لے گیا تھا۔ سلطان نے دعوت نامے پر اظہار تشکر کے بعد کہا کہ شادی خانہ آبادی کے پر مسرت موقعہ پر وہ خود بنفس نفیس

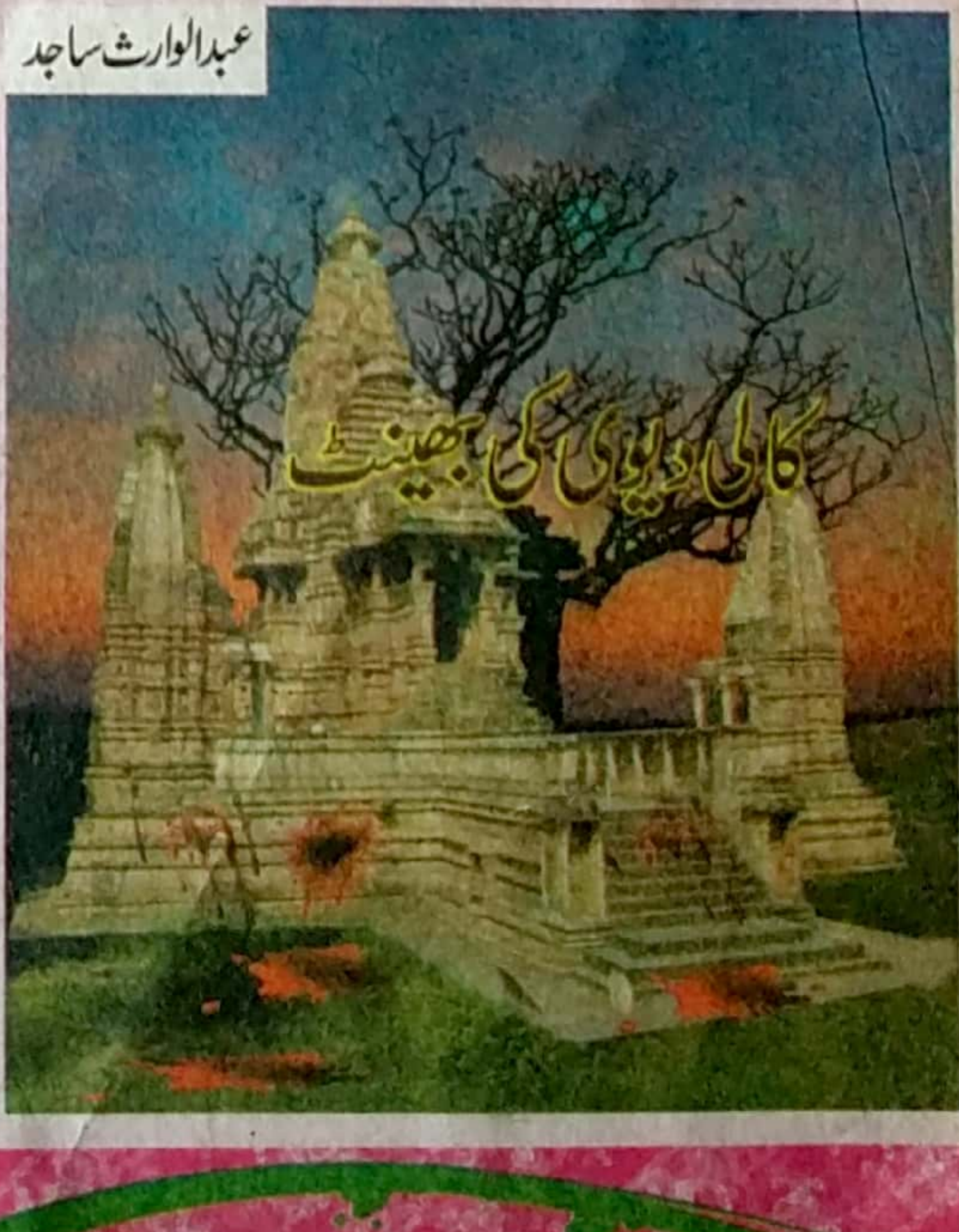

پنجاب نہیں جا سکیں گے۔ تاہم شرکت کے لیے اپنا نمائندہ ضرور بھیجیں گے۔

اصل کام سے فارغ ہو کر وفد کے سردار بلبیر نے امیر کی خدمت میں سولہ سالہ بملہ کو پیش کیا جو کسی وحشی ہرنی کی طرح ڈری ہوئی تھی اور سہمی سہمی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

''کیا تمہارے مہاراجہ کو یہ علم نہیں کہ ہم حرم رکھنے کے قائل نہیں ہیں؟'' سلطان نے پوچھا:

''معلوم ہے۔ مہاراج خوب اچھی طرح معلوم ہے۔'' بلبیر نے جواب دیا۔'' پھر اس لڑکی کو ہمارے حضور کیوں بھیجا گیا ہے؟'''' آپ کی صحت و تندرستی مطلوب ہے۔ مہابلی!''

''مزید وضاحت کرو۔ تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی؟'''' یہ بھینٹ کی لڑکی ہے۔ عالی جاہ'''' ہم اب بھی نہیں سمجھے۔''

''مہابلی! اس کے سر پر ہاتھ پھیریں گے تو آپ کی ساری الا بلا اس میں منتقل ہو جائے گی۔'' بلبیر نے کہا'' پھر ہم اسے واپس اپنے ساتھ پنجاب لے جائیں گے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ندی میں ڈال دیں گے۔ لڑکی کے ساتھ آپ کی الا بلا بھی ندی میں ڈوب جائے گی۔

''کیا؟'' امیر حیرت سے چیخ پڑا۔''

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ مہاراجہ جے پال جی کو آپ کی صحت و سلامتی کتنی عزیز ہے۔'' سردار نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔

امیر کئی طویل لمحوں تک خاموش بیٹھا رہا۔ لڑکی اپنی جگہ کھڑی پریشان تھی اسے یہی یقین تھا کہ سلطان راجہ کی دعوت پر اسے کالی دیوی کی بھینٹ چڑھا دیں گے۔ موت سے خوف زدہ کر دینے والے خیال آتے اور لڑکی کے چہرے پر اپنا اثر چھوڑ جاتے۔

سلطان اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا کئی لمحوں تک سوچتا رہا۔

پھر سلطان نے لڑکی کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ بملا کے پاؤں ہی نہیں کانپ رہے تھے، پورے جسم پر کپکپی طاری تھی۔ پھر بھی وہ حکم بجا لائی اور امیر کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔'' سر جھکاؤ لڑکی!'' البتگین نے اشارے سے کہا۔

بملا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا حکم سنتے ہی سفید پڑ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور امیر کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ امیر نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''دھنیہ ہو، مہابلی!'' بلبیر نے خوش ہو کر کہا:'' آپ نے لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر ہماری عزت افزائی فرمائی ہے۔''

''تمہاری نہیں، ہم نے لڑکی کی عزت افزائی کی ہے۔''

''سچ کہتے ہیں، جہاں پناہ۔ جو لڑکی آپ کی بلاؤں، وباؤں کو لے کر ڈوب جائے وہ یقیناً قابل عزت ہے۔''

''ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایک پتہ تک اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ بلائیں اور وبائیں ہمارے گناہوں کے نتیجے میں نازل ہوتی ہیں اور ان سے کوئی معصوم لڑکی نہیں صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے۔'' البتگین نے کہا:'' اور ہمارا دستور ہے کہ ہمیشہ بیٹی کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہیں۔ ہم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ اس کی جگہ کسی دریا کی تہہ میں نہیں، ہماری محل میں ہے۔ اپنے مہاراجہ سے ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ تمہاری بھینٹ اس شخص نے قبول کر لی ہے جس کا دل تمہارے دریا سے بھی بڑا ہے۔'' اب یہ لڑکی ہماری بیٹی بن کر رہے گی۔

بملا اس زبان سے واقف نہیں تھی۔ جس میں وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے۔ پھر بھی امیر کے لہجے میں پر شفقت نظروں اور بلبیر کی گھبراہٹ سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اسے بھوکے شیر کے جبڑوں سے چھین لیا گیا ہے۔ اس کے گھٹنے جواب دینے لگے۔ محل سرا کی دو کنیزیں اسے لینے کے لیے آئیں تو وہ ان کے بازوؤں میں جھول گئی۔

''لڑکی تو بے ہوش ہو گئی، امیر!'' ایک کنیز نے کہا:

''ہاں بہت زیادہ خوشی کے باعث کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔'' امیر نے کہا'' مدد کے لیے دو کنیزوں کو اور بلا لو اور اندر جا کر اپنی بہن کے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دو اور کوئی ٹھنڈا شربت پلاؤ۔''

پیارے بچو! یوں ایک بے سہارا لڑکی جس کے ہندو بادشاہ نے اسے اپنی کالی دیوی کے بھینٹ چڑھا کر ختم کر دینا تھا وہ مسلمان رحم دل بادشاہ کی وجہ سے بچ گئی۔

اسلام کی بیٹی

ثناء اللہ، سلانوالی

دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے مردوں کے علاوہ ایسی خواتین بھی پیدا کی ہیں جنھوں نے مذہب کی خدمت نہایت جاں بازی و سرفروشی سے انجام دی اور میدان کارزار ہیں۔ مردوں کے دوش بہ دوش حصہ لیا، جن پر تاریخ فخر کرتی ہے۔ انھیں خواتین میں سے ایک حبیبہ بنت ہاشم بھی ہیں۔ آپ عرب کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں جو جرأت و بہادری میں دور دور تک مشہور تھا روایات کے مطابق آپ نے بچپن ہی سے لڑائی کی تکنیک کی تعلیم حاصل کی تھی، اکثر معرکوں میں اپنے والد ماجد سپہ سالار ہاشم بن عتبہ ؓ کے ساتھ شریک ہوئیں۔

سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی عثمان بن حارث ؓ سے ہوئی لیکن شادی کے چند ہی سال بعد آپ بیوہ ہو گئیں تو اپنی ساری زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ اکثر معرکوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ ایران کے آتش پرستوں نے متحد ہو کر یہ طے کیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ ایران کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے ہی دم لیں گے اس معرکہ میں اسلام کا مایہ ناز سپہ سالار ہاشم بن عتبہ ؓ آذر بائیجان کے مورچہ پر اسلامی لشکر کی کمان سنبھالے ہوئے تھا، انھیں کے ساتھ آپ بھی دادِ شجاعت دے رہی تھیں ”مردان صف شکن بڑھے چلو، بڑھے چلو، فتح و کامرانی تمہاری منتظر ہے۔“ آپ کا یہ نعرہ میدان جنگ میں گونج رہا تھا اور اس نعرے نے اسلامی لشکر میں غیر معمولی جوش و ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ آپ کے عزم و حوصلہ نے ایرانیوں کے لشکر میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔

آخر کار آپ لڑتے لڑتے گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئیں تو آپ کے والد نے ہر چند چاہا کہ چند روز آرام کر لیں مگر آپ نے منظور نہ کیا اور برابر میدان کارزار میں سرگرم عمل رہیں۔ جب باپ نے بہت زیادہ زور دیا تو آپ نے کہا:

”ابا جان! مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ یوں تو اسلام میرے لیے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے لیکن شوہر کی موت کے بعد میری یہی تمنا ہے کہ اسلام کی خاطر لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور اپنے شوہر سے جا ملوں۔“

آپ کے اس جواب کے بعد ہاشم بن عتبہ نے پھر کچھ نہ کہا۔ آخر کار دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور آذر بائیجان کے بعد آرمینیا کی جنگ میں آپ بذات خود ایک دستہ کی کمان کر رہی تھیں۔ چنانچہ اپنی اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر بہت ہی مختصر عرصہ میں آرمینیا کا پورا علاقہ فتح کر لیا پھر اطلاع ملی کہ بلخ میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے تاکہ اسلامی علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے بڑھے۔ اطلاع ملتے ہی ہاشم بن عتبہ ؓ آپ کو ساتھ لے کر بلخ جا پہنچے۔ دونوں لشکر ٹکرائے، سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر اس معرکہ میں مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

اس معرکہ کے بعد فرغانہ کا معرکہ پیش آیا۔ اس میں ایک موقع پر آپ بری طرح دشمنوں میں گھر گئیں، آپ ؓ کے ساتھ صرف چار سو جانباز تھے۔ یہ ایک ایسا نازک موقع تھا جبکہ بڑے بڑے جانباز بھی گھبرا جاتے ہیں لیکن آپ مطلق نہ گھبرائیں اور مٹھی بھر جانبازوں کے ساتھ تلوار چلاتی، دشمنوں کے لشکر کو چیرتی صاف بچ کر نکل گئیں اور پلٹ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔

آپ علوم و معارف کا سرچشمہ بھی تھیں، قرآن پاک نہایت خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ زندگی کے آخری دور میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تھا چنانچہ آپ کی وجہ سے ہزاروں گمراہ راہِ راست پر آ گئے۔

بہترین بدلہ

ثوبیہ ہما شیخ

بچو! بہت زمانہ گزرا مسلمان مجاہدوں اور قیصر روم ارمانوس کی فوجوں کے درمیان ایک شدید جنگ جاری تھی۔ مسلمانوں کے لشکر کے سردار کا نام الپ ارسلان سلجوقی تھا اور رومی فوج کی سپہ سالاری خود قیصر ارمانوس کر رہا تھا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے قیصر روم ارمانوس کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو شرمناک شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس کے بعد پھر وہ اس قابل نہ رہیں گے کہ رومیوں کے خلاف جنگ کر سکیں۔ لیکن جنگ شروع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت مسلمانوں پر نازل ہونا شروع ہو گئی اور تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود رومی سپاہی میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے اور مسلمان مجاہدین ان کو گھیر گھیر کر گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگے۔

سلطان الپ ارسلان سلجوقی کی طرح قیصر روم شہنشاہ ارمانوس بھی بہت بہادر شخص تھا۔ اپنی فوج کو میدان سے فرار ہوتے ہوئے دیکھنے کے باوجود بھی وہ بہت بہادری سے لڑتا رہا لیکن چونکہ اس کی جنگ بلا جواز تھی یعنی وہ حق پر نہیں تھا اس وجہ سے اس کی بہادری اور دلیری اس کے کچھ بھی کام نہ آئی اور ایک مسلمان مجاہد نے اس کو گرفتار کر لیا اور اپنی فوج کے سپہ سالار کے سامنے اس کو حاضر کر دیا۔

سلطان الپ ارسلان نے لڑائی کی ابتدا ہی میں رومی بادشاہ کو دوستی اور صلح کا پیغام بھجوایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ خدا کی مخلوق کا ناحق خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں، تمہیں چاہیے کہ لڑائی کا خیال دل سے نکال دو لیکن قیصر ارمانوس نے صلح کے اس پیغام کو ٹھکرا دیا تھا۔ اب وہ قیدی کی حیثیت سے سلطان الپ ارسلان کے سامنے موجود تھا۔ اس کی گردن شرم سے جھکی ہوئی تھی، سلطان الپ ارسلان نے اس سے سوال کیا۔

”تم خود بتاؤ کہ اب تم کس سلوک کے مستحق ہو، قیصر نے جواب دیا، اگر مجھ کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو غلام بنا سکتے ہیں، بدلہ لینے کے لیے مجھ کو قتل کر سکتے ہیں اور اگر آپ احسان کرنا چاہتے ہیں تو فدیہ لے کر آپ مجھے آزاد بھی کر سکتے ہیں۔“

سلطان نے قیصر سے پھر سوال کیا ”اگر اس کے برعکس ہوتا یعنی مجھ کو تمہارے سامنے قید کر کے لایا جاتا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟“

قیصر نے جواب دیا ”اگر آپ کو گرفتار کر کے میرے سامنے لایا جاتا تو میں آپ کو کوڑے لگواتا۔“

قیصر ارمانوس کا یہ جواب سن کر سلطان الپ ارسلان نے مسکرا کر کہا یہ بات مجھے بخوبی معلوم ہے کہ تم میرے اوپر قطعی رحم نہیں کرتے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ظلم کرتے لیکن میں تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں کروں گا جیسا تم میرے ساتھ کرتے۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جنگی قیدیوں کی طرح قانون کے مطابق فدیہ ادا کرو اور اطمینان سے اپنے دار الحکومت واپس لوٹ جاؤ۔

فدیہ وہ رقم ہوتی ہے جو جنگ کے دوران گرفتار ہونے والے قیدیوں سے لی جاتی ہے اور اس رقم کے عوض میں ان کو رہائی دے دی جاتی ہے۔ قیصر روم نے فوراً فدیہ ادا کیا اور اسی وقت آزادی حاصل کر لی۔

مسلمانوں کے اخلاص کا اس پر بہت بڑا اثر ہوا اور سلطان کی اس شرافت اور بہادری کی یہ داستان آج تک لوگوں کے ذہنوں میں زندہ جاوید ہے۔ یہ سلجوقی سپہ سالار کا اعلیٰ کردار تھا جس نے ہر ایک کو متاثر کیا۔

جھوٹا دعویٰ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے جھوٹا دعوی کیا تا کہ وہ اس سے اپنے مال کو زیادہ کرے تو اللہ تعالیٰ نہیں زیادہ کرتا اس کے مال کو مگر کم ضرور کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) کلاس کے دوران جب ہم مشکوۃ شریف کی اس حدیث پر پہنچے تو ہمارے اساتذہ نے ہمیں عبرتناک ایک سچا واقعہ سنایا کہ ہمارے ایک دوست نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا۔ چوک اعظم کے قریب بس میں بیٹھا ایک بیوپاری اپنی رقم گن رہا تھا۔ تو ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی اسے غور سے دیکھتا رہا۔ جب بیوپاری نے اپنی رقم گن کر جیب میں ڈال لی تو وہ آدمی شور کرنے لگا کہ میری رقم چوری ہو گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کوئی نشانی بتا۔ تو جس طرح کے نوٹ اس نے دیکھے تھے بالکل اسی طرح بتا دیے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کس پر شک ہے تو اس نے ایک بیوپاری اور ایک پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کا نام لے لیا۔

پھر لوگوں نے ان دونوں کی تلاشی لی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی سے تو کچھ نہ نکلا لیکن بیوپاری کی جیب سے اسی طرح کے نوٹ نکلے جس طرح کے اس نے بتائے تھے۔ جو دراصل بیوپاری کے تھے۔ بیوپاری نے بہت کہا کہ بھائی یہ روپے میرے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی بیوپاری کی بات کا اعتماد نہ کیا۔ آخر کار بیوپاری مجبور ہو کر کہنے لگا کہ اگر یہ رقم اس کی ہے تو میں اس کو مسجد میں رکھتا ہوں۔ اور یہ وہاں سے اٹھا لے۔ وہ آدمی کہنے لگا ٹھیک ہے میں اٹھا لوں گا۔

جب گاڑی سٹاپ پر رکی تو بیوپاری اترا اور مسجد میں جا کر رقم رکھ دی۔ تو اس جھوٹے آدمی نے مسجد سے وہ رقم اٹھائی اور باہر نکلنے لگا۔ مسجد کے آگے سڑک تھی۔ جب وہ سڑک پر پہنچا تو سامنے سے ایک بڑا ٹریلر آ رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹریلر اس جھوٹا دعویٰ کرنے والے آدمی کے اوپر چڑھ گیا۔ اور ڈرائیور نے گاڑی کو روک کر پیچھے کیا پھر آگے کیا پھر پیچھے کیا پھر آگے کیا۔ یعنی اس کو اچھی طرح کچل دیا حتی کہ وہ قیمہ بن گیا۔ جب ڈرائیور نیچے اترا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تو آدمی ہے۔ پھر اس ڈرائیور نے کہا کہ جب وہ مسجد سے نکل کر باہر آ رہا تھا تو ایک بہت بڑا اژدھا نظر آ رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ بھی لوگوں کو کھا جائے گا۔

یہ انجام ہے جھوٹا دعویٰ کرنے والے کا اور یہ تو محض دنیا کی سزا ہے آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بہت وعید آئی ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ سے عزم کر لیں کہ ہم کسی کو چیز پر جھوٹا دعویٰ نہیں کریں گے۔

[حافظ منشاء بلال، خانیوال]

آپ کے خطوط

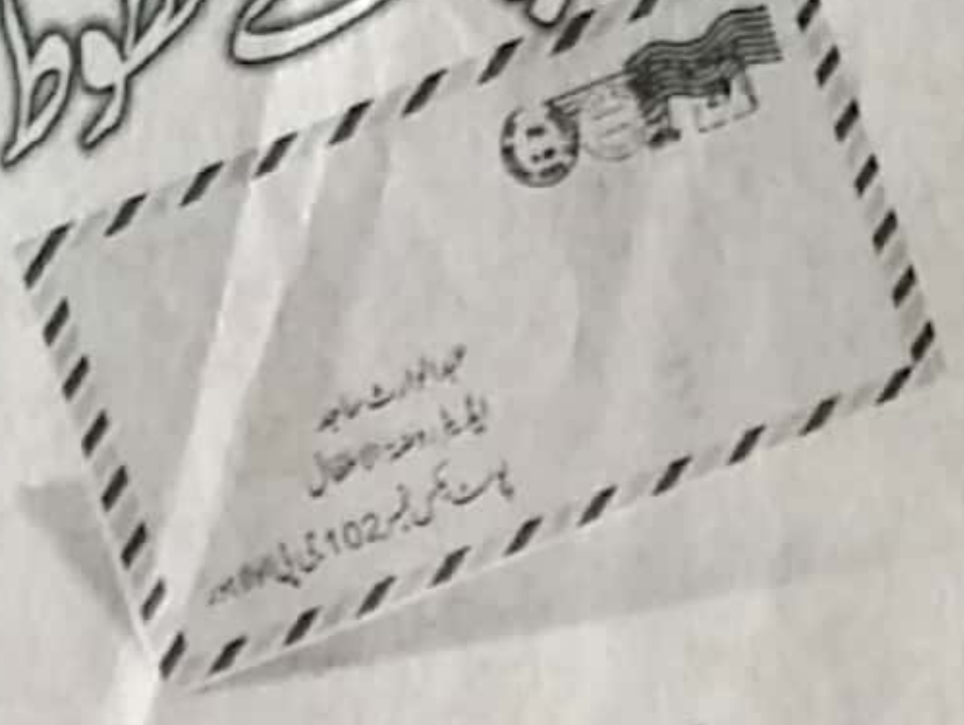

...... السلام علیکم! ہم لائے ہیں آپ کے لیے...... پوچھیے ذرا کیا...... ابھی شاید آپ بہت خوش ہو گئے ہوں کہ شاید ہم آپ کے لیے کوئی خوب صورت گفٹ لائے ہیں...... ہاں! شاید گفٹ ہے لیکن ویسا نہیں جیسا آپ سوچ رہے ہوں گے۔ مثلاً رنگ برنگی پیکنگ میں لپٹا ہوا...... نہیں تو بھائی وہ گفٹ تو ہے...... چلیے آپ ہی بتائیے...... کیا ہو سکتا ہے...... اچھا اچھا! آپ جاننے کے لیے اس قدر بے چین ہو گئے...... امید نہیں تھی...... تو سنیئے جناب وہ رنگ برنگی پیکنگ سے بے نیاز تلخیوں اور شکایات سے بھرا ہوا لفافہ ہے جو کہ آپ کھول چکے ہیں...... آپ کو رہ رہ کر ہم پر غصہ آ رہا ہو گا۔ معذرت...... لیکن مجبور ہی نہیں بے بس بھی ہیں، کیونکہ بار بار تحاریر بھیجنے کے باوجود بھی کچھ امید افزاء جواب نہ مل سکا۔ اس لیے ہم آخری بار شامل ہونے کی غرض سے آئے ہیں۔ [صائمہ انجم، حاصل پور]

...... السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ بھائی میں نے کچھ تحریریں ارسال کیں تھیں۔ لیکن پتہ نہیں کہ وہ لیٹر بکس کی نذر ہو گئیں یا آپ سے ہوتے ہوئے ردی کی ٹوکری کی زینت بن گئیں۔

[حافظ منشاء بلال، خانیوال]

...... ''نذر'' تو ہو گئی نا۔

...... السلام علیکم! بھائی جان میں روضۃ الاطفال میں پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں۔ میں کئی عرصے سے دیکھ رہی ہوں کہ اس خوبصورت محفل میں شکر گڑھ کا نام نہیں۔ تو میں نے سوچا کہ چلو میں ہی پہل کروں۔

[شاکرہ طاہر، شکر گڑھ]

...... ''جی آیاں نوں''

...... السلام علیکم! روضۃ الاطفال بچوں کے لیے بہت ہی مفید رسالہ ہے۔ میں تقریباً چھ ماہ سے رسالے کو پڑھ رہی ہو۔

[عائشہ اسلم، رلیہ جھنگ]

...... السلام علیکم! آج 83 ویں شمارے کا مطالعہ کرتے یہ جذبہ بیدار ہوا کہ میرا نام بھی ان بچوں میں شامل ہو جائے جن کی تحریریں شائع ہوتی ہیں اس مقصد کے تحت کچھ تحریریں بھیج رہا ہوں۔

[اسد محمد، جڑانوالہ]

...... السلام علیکم! میں روضۃ الاطفال کی مستقل قاریہ ہوں جب بھی روضۃ الاطفال کا شمارہ ہاتھ لگتا تو دل میں یہ خواہش جنم لیتی کہ آپ کے خطوط کی محفل میں شرکت کروں لیکن ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ جاتی اور اپنی اس معصوم سی خواہش کو دبانا پڑتا۔

سدرہ سحر عمران نے صفہ کا احوال بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا پڑھ کر مزہ آیا۔ دعا کی تحریر ''پھولوں میں خوشبو بھی...... دوا بھی'' پڑھ کر برجستہ منہ سے نکلا۔ ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

[تسکین، فردکہ۔ سرگودھا]

...... السلام علیکم! بھائی روضۃ میں پوچھنے اور جاننے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جاتے آپ تک اگر میرا خط یا تحریر پہنچ جاتے تو پلیز آپ مجھے باری آنے تک مت چھوڑیں کیونکہ پہلے 5 ماہ انتظار کر چکی ہوں مجھے ٹوکری صاحبہ سے بچانا ورنہ میں بھی احتجاج کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں گی اور ایسا احتجاج کروں گی کہ توبہ اللہ کی پناہ...... ہاہاہا۔ ڈریں نہ مذاق کیا ہے۔ اس کے علاوہ میری طرف سے آپ کو سپیشل اور روضۃ کے تمام قاریوں اور لکھاریوں کو بہت بہت سلام اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک بنائے آمین۔

[صفیہ منیر، مجن آباد]

...... السلام علیکم! آپ کی طرف سے گرین سگنل ملتے ہی ہماری صلاحیتوں کی گاڑی خیالات کی پٹری پہ دوڑ پڑی اور دوڑتے دوڑتے ایک تحریر ہم نے بھی لکھ ہی ڈالی چونکہ یہ پہلی تحریر تھی اس لیے اسے اپنے معیار کے ترازو میں تولتے ہوئے ذرا احتیاط سے کام لیجیے گا اور اس طفل مکتب کو ذرا سا حوصلہ بخشیے گا۔

[طوبیٰ حمزہ، کراچی]

...... السلام علیکم! میں نے روضۃ الاطفال کے علاوہ بھی کئی شماروں کا مطالعہ کیا ہے مگر یہ شمارہ مجھے بہت منفرد لگا میں باقاعدگی سے اس کا مطالعہ کرتی ہوں۔

[ماہم احسان، گجرات]

...... السلام علیکم! میں نے آپ کا روضہ پڑھا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا میں ایسے لوگ زندہ ہیں جو بھلائی اور دین کا پرچار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو انسانی قدروں سے روشناس کراتے ہیں۔ آپ کا شمارہ پڑھ کر دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ اس کار خیر میں، میں بھی حصہ ڈالوں۔ [صفیہ صدیق، ہکو آنہ]

...... السلام علیکم! وہ کیا ہے کہ آج کل ہم نے سیانوں کے مقولوں اور پکی باتوں پہ کان دھرنا شروع کر دیے ہیں کیونکہ ابھی کچھ دن پہلے ہی ہمیں ادراک ہوا ہے کہ ہمیں اس کی از حد ضرورت ہے اور روضۃ حضور! ادراک کا اور کا نہیں بلکہ آپ کی ہی لکھاری ''اقصیٰ عبد السنان ہاشمی'' کا ودیعت کردہ ہے۔

خیال ہے کہ محترمہ کی تحریر کا عنوان ہونا چاہیے تھا ''چڑھتے سورج کی پجارن'' کہ تحریر نے پوجا پاٹ سے شروع ہو کر آخری سانس بھی اسی پر لیا تھا۔ نجانے ہمیں طنز کا کون سا پتھر مارنے کی کوشش کی گئی۔ صرف یہ جاننے کے لیے ہم نے تحریر کو کوئی دو سے تین مرتبہ، خوب نظر لگا کر پڑھا لیکن بخدا ہم سمجھنے سے قاصر رہے۔ شاید نہیں بلکہ یقیناً ہم آپ کے متعین کردہ ''عقلمندی'' کے پیمانے سے کوسوں دور ہیں، اب برائے مہربانی آپ اتنی ورق گردانی پہ ہمارا شکریہ مت ادا کیجیے گا وگرنہ ہمیں پھر آپ کو ''یو آر آلویز ویلکم'' کہنے کے لیے ایک اور خط لکھنا پڑے گا اور ہم لکھ بھی ڈالتے پر کیا کریں ہمارے مڈٹرم امتحان ننگی تلوار کی طرح سر پر موجود ہیں۔

اے محترمہ! ہم کون ہوتے ہیں کچھ کہنے سننے والے......؟؟

آپ نے خود ہی کہا تھا کہ ہم تو ''سدرہ جی کے پکے فین ہیں۔'' ہم نے تو صرف آپ کے الفاظ کو نقل کرنے کا جرم عظیم کیا تھا پتہ ہوتا کہ یہی الفاظ وجہ تنازعہ بنیں گے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ سطور کئی جانوں پہ تازیانے کی طرح لگیں گی۔ لیکن کیا کریں، بقول آپ لوگوں کے بھی، ہمارے قلم کو موسمی ''زکام'' نے جو آن گھیرا ہے سوز لہ کرنا تو یقینی ہے۔

ہمیں آپ کے سارے پیغامات ملتے رہتے ہیں۔ ہمارے پاس ''آپ بیتیوں'' کی ہرگز کمی نہیں لیکن ''وقت'' کی قلت ضرور ہے آپ دعا کیا کریں کہ اللہ جی ہمارے وقت ہی برکت دیں تا کہ ہمارا قلم اس طرح

کے نزلے گراتا رہا کرے۔ ہا......ہا......ہا۔

ارے خدیجہ صدیقی! آپ کو ہمارے مسکرانے پہ کیونکر شک ہوا؟ جو ایک دفعہ کے مسکرانے پہ شکر بجالائیں۔ ہم تو بہت مسکراتے ہیں، ڈھنڈورے کا اشتہار نہیں بلکہ صدقۂ جاریہ سمجھ کر۔

سدرہ کی تحریر ''سنہرے دن'' بھی بہت خوب تھی۔ جو تشنگی ''الصافات'' میں شائع کردہ احوال میں محسوس کی وہ جاتی رہی۔ جیتی رہی، خوش رہیں۔

آخر میں دعا سلام کے ڈھیروں پھول ''ثوبیہ ہاشمی'' کے نام......!''

[حفصہ افضال، گجرات]

......السلام علیکم! آپ میرے نام کے ساتھ 5/14L کسووال لکھا کریں یوں مجھے گاؤں سے شہر نہ بھیجا کریں میں گاؤں میں رہتا ہوں۔ [مزمل حسین، کسووال]

......السلام علیکم! آپ سے گزارش ہے کہ خط ضرور شائع کریں۔ اور ردی کی ٹوکری کو اس دفعہ خالی لفافہ ہی دے دیا جائے کیونکہ اب تو لفافہ بھی آٹھ روپے کا ہو گیا ہے۔ اور ٹکٹ وغیرہ لگا کر پندرہ بیس روپے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے پلیز کچھ رحم کریں۔

[ماھطہ عبدالرشید]

......السلام علیکم! ساجد بھائی! آپ اپنے حال واحوال بتائیں۔ ابھی تو مسلمانوں کو اور ان کے لٹریچر کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے۔ الحمد للہ میں اس میگزین کا بہت پرانا قاری ہوں۔ پہلی بار قلم اٹھا کر مہمان بننے کی ہمت کی ہے تو وہ بھی اپنے پیارے میگزین میں۔

[سعید بن مصطفیٰ، گوجرانوالہ]

ھ...... ''خوش آمدید''

......السلام علیکم! خدا کا لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے آج پہلی بار روضۃ الاطفال میں شریک ہونے کی توفیق دی یہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ جو آج پروان چڑھی برائے مہربانی یہ میری پہلی کاوش ہے۔

[عبدالغفار شاکر، قصور]

......السلام علیکم! روضۃ الاطفال کے بارے میں کیا لکھوں۔ زیادہ الفاظ کم وقت اور یہ سوچ کر کہ میری زیادہ تعریفوں سے میرا پہلا خط ہی ردی کی ٹوکری کو پسند آجائے۔ ایسا نہیں بلکہ بھی نہیں۔ ہم اس کے (یعنی روضۃ الاطفال کے) بہت بڑے فین ہے۔ مطلب کیا جو کچھ بھی اس کے اندر لکھا ہو یا کہنے والے ہوں سب بہت اچھے ہیں۔ ایسا شاندار اور جاندار رسالہ ہے کہ اس کے ہر حرف سے محبت ہے۔ جب سے میں نے اس کو پڑھنا شروع کیا ہے کوئی ایسا سلسلہ نہیں جو میں نے مس کیا ہو بلکہ بھملہ کے مستول ہی بہت اچھے جمعرات کو ہی دے دیتے ہیں اور مجھے بھی وقت پر مل جاتا ہے۔

[اقراء بنت عبدالعزیز، بھملہ کلاں]

......السلام علیکم! عرصہ دراز کے بعد حاضر خدمت ہوں دراصل میں عرصہ درواز سے ہی آپ سے ناراض تھی۔ آپ کے لائق فائق اور چہیتے لکھاری جاوید (ملتان) نے میری دو تحریریں طیبات سے چوری کر کے روضۃ الاطفال میں بھیجی۔ جہاں انھیں بہت سراہا گیا اور سرورق کی زینت بنایا گیا (بہت خوب) اور پھر خطوط کے ذریعے جاوید صاحب کو ڈھیروں مبارک بادیں وصول ہوئیں۔ جنھیں پڑھ کر میرا خیال ہے۔ جاوید صاحب پھولا نہ سماتے ہوئے تھوڑا بہت شرمندہ بھی ہوئے ہوں گے۔ اور میں جاوید بھائی (کہ جس نے کشمیری بچی والی کہانی میں جہاں میں نے رانو لکھا تھا۔ رانی بہت لکھ کر کہانی اپنے نام کر لی تھی) کی دیدہ دلیری پر حیران پریشان زیادہ تھی۔

کشمیری بہنا والی کہانی طیبات میں ''اللہ میرے مجاہد بھائیوں کو بچانا'' کے نام پر شائع ہوئی تھی دوسروں کہانی کشمیری بچے والی وہ بھی طیبات میں اسی کیا پاکستانی بچے بھی ہمارے طرح عید مناتے ہیں۔ کے نام سے شائع ہوئی تھی اور تیسری ''بہادر بچی'' یہ مجلۃ دعوۃ میں بچوں کے صفحے پر بہادر بچی کے نام پر ہی شائع ہوئی تھی اور اب میں عرصہ دراز کے بعد ایک تحریر بھیج رہی ہوں یہ میرے نانا کی ہندوستان سے ہجرت کی کہانی ہے۔ سچائی پر مبنی ہے۔ چوری کی نہیں۔

[حافظہ افشاں اسلم، مریدکے]

ھ......پیاری بہنا! ہمارے لیے سب لکھاری ایک سے ہیں ہم نے کبھی بھی کسی کو کسی پر برتری نہیں دی اور جو بچے چوری شدہ تحریریں بھیجتے ہیں ان کے لیے ''بلیک لسٹ'' کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ایسی شکایت ختم ہو گئی تھی۔ اب دوبارہ ہم تمام بچوں سے گزارش کر رہے ہیں کہ اگر انھوں نے چوری شدہ کہانیاں بھیجنی بند نہ کی تو ثبوت ملنے پر انھیں تین ماہ کے لیے بلیک لسٹ کر دیا جائے گا۔

......السلام علیکم! شمارہ 82 کافی لیٹ ملا۔ ٹائٹل خوبصورت تھا۔ بھائی عبدالوارث کی تحریر کافی دکھ بھری ہے۔ خطوط کی محفل میں اپنا خط دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی آخر کار آپ نے میرے خط کو خطوط کے باغیچے میں جگہ دے ہی دی اور ہمارا خط ردی کی ٹوکری کی پہنچ سے نکل کر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

[عالیہ اقبال، ڈھولن چوکی]

......السلام علیکم! ہم نے روضۃ الاطفال میں کئی تحریریں لکھ کر بھیجی ہے لیکن اس دفعہ ہمیں کوئی بھی تحریر روضۃ الاطفال میں نظر نہیں آئی۔ ہمیں بہت دکھ ہوا کیا ہماری تحریریں اتنی ہی بری ہوتی ہے کہ آپ پڑھنے سے پہلے ہی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔

[رخسانہ عظمیٰ، ڈھولن چوکی]

ھ......پیاری بہنا ہم ہر خط اور تحریر پڑھتے ہیں۔ اور صرف غیر معیاری تحریریں ہی ردی کی ٹوکری میں جاتی ہیں۔

شمارہ نمبر ۸۱۔ ٹائٹل۔۔۔اداس تھا۔ افسردگی کی نئی تصویر، مگر FIF کی کارگزاری بھی نمایاں تھی۔ پہلی بات میں ''امیر بابا'' کا نظر اور ٹوٹکے ملاحظہ کیے۔ ادارت کی کرسی کے مبارک قدموں میں لگتا ہے پہیے لگے ہیں۔ یہاں وہاں لڑھکتی رہتی ہے۔ یہ کرسی اگر ہمارے ہاتھ آجائے تو واللہ کبھی جان نہ چھوڑیں۔ حق ہاہ۔۔۔۔بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔ لیں جی۔ کرسی کے لالچ میں ماہدولت اپنا ''احترام'' ہی بھول گئے۔ خیر کرسی کو جانے دیں۔ شمارہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ سفر کی روئیداد بھی خوب تھی۔ ہم بھی تصور کی آنکھ سے سیلاب زدگان کا احوال پوچھ آئے۔ ''آپ کے خطوط'' یقیناً سب کا من پسند صفحہ ہے۔ کافی نئے نام نظر آئے۔ اقراء نے تو لگتا ہے ہمیں ''شر پسند ایوارڈ'' دلوا کے ہی دم لینا ہے۔ وہ بھی عمر فاروق کے ہاتھوں۔ اب ہم بات کریں گے ''آتا ہے یاد مجھ کو'' کی۔ قصی! اتنے عرصے بعد تمہارا نام دیکھ کر خوشی ہوئی۔ تمہارا احوال بھی مزے کا تھا۔ ڈیئر! تم یقیناً ہم سے خفا ہو۔ اسی لئے تمہارا نمبر ہمیشہ آف ملا۔ آئی سو سوئیر کچھ عرصہ قبل ہی ہمیں تمہارا ای میل ملا۔ ہم نے ''بنت ہاشمی'' اور ''حجرہ شاہ مقیم'' سے تمہارا نام گیس کیا۔ ہمارے پاس تم سے رابطے کا واحد ذریعہ ''روضہ'' ہی ہے۔ سو یہیں تم سے کانٹیکٹ کر رہے ہیں۔ تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔ [سدرہ سحر عمران، کراچی]

آئیے! اسلام سیکھیں

شہید کا جنازہ

ننھے منے بچو! آپ کو پتا ہے کہ شہید کسے کہتے ہیں؟ اللہ کے راستے میں جو لوگ جہاد کرتے ہوئے قتل کر دیئے جاتے ہیں انھیں شہید کہا جاتا ہے۔ شہید کا جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ جنازہ پڑھنے کا ثبوت احادیث رسول ﷺ میں موجود ہے۔

ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کا تابع ہو گیا پھر کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس کے متعلق اپنے بعض صحابہ کو تاکید فرما دی۔ جب ایک جنگ ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کو مال غنیمت حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے تقسیم کر دیا اس صحابی کا حصہ بھی نکالا اور اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ لشکر اسلام کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب آیا تو انھوں نے اسے وہ مال دیا۔ وہ کہنے لگا یہ کیا ہے انھوں نے کہا تمہارا حصہ ہے جو نبی ﷺ نے تمہارے لیے نکالا ہے۔ اس نے وہ لے لیا اور لے کر نبی ﷺ کے پاس آ گیا۔ کہنے لگا ہے۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ وہ کہنے لگا میں اس کے لیے آپ کے پیچھے نہیں چلا ہوں بلکہ میں تو اس مقصد کے لیے آپ کے پیچھے چلا ہوں کہ مجھے (حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں تیر لگے تو میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ سے سچ کہو گے تو اللہ تم سے سچ کا سلوک کرے گا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر گزری۔ پھر وہ دشمن سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے انھیں اٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس کو وہیں تیر لگا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے اللہ تعالیٰ سے سچ کہا تو اللہ نے اس سے سچ کا سلوک کیا، پھر نبی ﷺ نے اسے خود اپنے جبہ میں کفن دیا۔ پھر اسے آگے رکھا اور اس پر جنازہ پڑھا تو جنازے میں سے آپ ﷺ کے جو الفاظ ظاہر ہوئے ان میں چند الفاظ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے ہجرت کر کے تیری راہ میں نکلا۔ پس شہید ہو کر قتل ہوا۔ اس بات پر گواہ ہوں۔

(۲) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن نکلے اور آپ نے احد والوں پر اس طرح جنازہ پڑھا جس طرح آپ میت پر جنازہ پڑھتے تھے اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ رسول ﷺ نے پڑھا ہے اس لیے یہ سنت ہے اور جس شخص کا جنازہ میت حاضر ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے، غائب ہونے کی صورت میں بھی پڑھا جا سکتا ہے شہید کے جنازے کے مسنون ہونے کے دلائل اوپر گزر چکے ہیں۔ [رخسانہ عظمیٰ، ڈھولن چوکی]

دلکش مگر زہریلے پھول

آپ کی صحت کے ساتھ زندگی کو بھی خطرے میں ڈال سکتے ہیں

ننھے منے پیارے بچو! روضۃ الاطفال کے شمارہ نمبر 83 میں آپ نے ایک تحریر ''پھول خوشبو بھی دوا بھی'' میں پھولوں کے فائدوں کے بارے میں پڑا تھا۔ آج ہم پھولوں میں صحت کے لیے خطرے کے بارے میں بات کریں گے۔

ایک عام خیال یہ ہے کہ زہریلے پودے صرف جنگلوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً کھمبیاں، سماق سمی، سمی بلوط یا شجر سماق جیسے زہریلے پودے گھروں میں یا لانوں میں نہیں اگائے جاتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس بات سے بے خبر ہیں کہ وہ عام پودے جنھیں ہم بطور غذا استعمال کرتے ہیں ان سے اپنے گھر اور لانوں کو سجاتے ہیں، ان کے کچھ حصے زہریلے ہوتے ہیں۔ ان پودوں میں ایسے القلی آمیز مادے، گوند، ریزش، تیل اور زہریلے پروٹین ہوتے ہیں جو اگر پیٹ میں چلے جائیں یا انھیں صرف چھو لیا جائے تو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہاں صرف ایک ہر دلعزیز پھل سیب کی مثال لے لیں۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ سیب کے چھوٹے بیجوں میں سائنائڈز زہر شامل ہوتا ہے۔ اگرچہ صرف ایک سیب کے تمام بیجوں کے کھانے سے کوئی مرے گا نہیں لیکن اگر بہت زیادہ بیج کھا لیے جائیں تو وہ ہلاک کر سکتے ہیں۔ بچے عام طور پر سیب کو بیج سمیت کھا لیتے ہیں۔ لہٰذا ان کی اس سلسلے میں حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ اسی طرح چیری کے بیج بھی زہریلے ہوتے ہیں۔ یہ بیج اتنے سخت ہوتے ہیں کہ انھیں دانتوں سے توڑ کر نگلنا دشوار ہوتا ہے اور اگر آپ حادثاتی طور پر کوئی بیج نگل لیں تو یہ دوسرے دن فضلے کے ساتھ خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح آڑو اور آلوچے کے بیج بھی چونکہ نسبتاً بڑے ہوتے ہیں، اس لیے ان کا نگلنا آسان نہیں ہوتا، تاہم اگر کوئی آڑو کا بیج نگلنے کی کوشش کرے تو وہ اس کے حلق میں پھنس سکتا ہے اور اس سے اس کا دم گھٹ سکتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو ٹماٹر بہت پسند ہے اور اس کے بغیر ان کا سلاد مکمل نہیں ہوتا لیکن اگر آپ نے کہیں کچا، ہرا ٹماٹر کھا لیا تو آپ کے پیٹ میں مروڑ اٹھ سکتا ہے۔ خاص طور پر ان کے پتے زہریلے ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جاپان میں جب جاگیردار حکمراں تھے، اس دور میں اگر وہ اپنے کسی مخالف یا دشمن کی جان لینا چاہتے تھے تو کسی طرح چپکے سے ان کے سلاد میں ٹماٹر کے پتے رکھوا دیتے تھے جسے کھاتے ہی وہ دوسری دنیا کو سدھار جاتا تھا۔ ریوند چینی کے پودے میں صرف ڈنٹھل کام کی چیز ہوتی ہے جسے بطور سبزی یا شربت اور پیسٹری وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن ان کے پتوں میں آگزیلک ایسڈ کے نمکیات ہوتے ہیں جو گردوں کو ناکارہ کر سکتے ہیں۔ اس کے زہریلے اثرات سنگین ہو جائیں تو جسم میں اینٹھن اور رعشہ پیدا ہو سکتا ہے اور متاثرہ شخص کومے میں جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس سے موت واقع نہیں ہوتی لیکن حالت بہت تشویشناک ہو جاتی ہے۔

پھلوں اور گھریلو پودوں میں بے شمار زہریلے ہوتے ہیں جن کے بارے میں عام لوگوں کو زیادہ معلومات نہیں ہوتیں۔ اگرچہ انھیں دواؤں میں مختلف صورتوں اور محدود مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کلاڈیم کے خوبصورت بڑے سبز اور رنگ برنگ پتوں کی وجہ سے انھیں گملوں میں سجایا جاتا ہے۔

تحریر و تحقیق: دعا، لاہور

اس کا فارسی نام فیل گوش یا ہاتھی کا کان ہے لیکن ہوشیار رہیں، اس کے نہ صرف پتے بلکہ پورا پودا زہریلا ہوتا ہے۔ اگر غلطی سے چبا لیا جائے تو منہ اور زبان اتنے زیادہ سوج سکتے ہیں کہ سانس لینا دشوار ہو جائے۔ ڈلفے نیئم کو گل میمون یا جر جیر بھی کہتے ہیں۔ اس کے نیلگوں پھول دیکھنے میں بہت بھلے لگتے ہیں لیکن اس میں ایک القلی والا مادہ ہوتا ہے اس کے چھوٹے پودے اور بیج زہریلے ہوتے ہیں۔ ان کو کھانے سے متلی، پٹھوں میں کھنچاؤ اور فالج بھی ہو سکتا ہے۔ بسا اوقات موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ بڑے سبز پتوں والے پودے جن پر ہلکے رنگ کی دھاریاں بھی ہوتی ہے، ہمارے گھروں میں عام دیکھے جاتے ہیں۔ گملوں میں لگائے جانے والے ان آرائشی پودوں کو (Dumbcana) یا (Dieffenbachia) کہتے ہیں۔ اس پودے کی اندرونی رطوبت زہریلی ہوتی ہے۔ ان پودوں کو چھونے یا ہینڈل کرنے کے بعد ہاتھوں کو بہت اچھی طرح دھونا چاہیے اور اس کے بعد ہی کچھ کھانا چاہیے ورنہ اس پودے کا کوئی حصہ اگر منہ کے اندر پہنچ جائے تو زبان، منہ اور حلق میں شدید جلن کے علاوہ زبان حرکت کرنے سے بھی معذور ہو سکتی ہے اور سانس رک سکتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے اسے ''گونگا کرنے والی چھڑی'' کہتے ہیں۔ کنیر کی قسم کا ایک سدا بہار زہریلا پودا (Oleander) ہے جس میں عموماً گلابی او رسفید پھول لگتے ہیں۔ اس قسم کے پودے ہمارے گھروں کے علاوہ پارکوں اور باغوں میں بھی عام دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ اور لینڈ کو دنیا کا مہلک ترین پودا قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس پودے کے تمام حصے زہریلے ہوتے ہیں خواہ وہ پھول ہو یا پتے یا تنے۔ خاص طور پر اس کے پتوں اور تنوں میں زہریلے مادے ہوتے ہیں۔ کسی طرح اگر یہ پیٹ میں پہنچ جائیں تو سنگین قسم کی بدہضمی نتیجے میں موت واقع ہو سکتی ہے۔ لومڑ کا دستانہ (Foxglove) ایک لمبا پودا ہوتا ہے جس کے تنے کے ساتھ بہت سے پھول لٹکے ہوتے ہیں۔

ان سے اگرچہ امراض قلب کی دوائیں تیار کی جاتی ہیں تاہم خاص صورت میں اس پودے کے پتے، بیج اور پھول زہریلے ہوتے ہیں۔ ان کے استعمال سے دل کی دھڑکن بے قابو ہو سکتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو سکتا ہے اور ذہن ماؤف ہونے کے ساتھ ہلاکت بھی ہو سکتی ہے۔ ایک زہریلا چھتر دار پودا (Hemlock) ہے جس پر سفید پھول کھلتے ہیں اور یہ وہی پودا ہے جس سے کشید کیے گئے زہر نے مشہور فلسفی سقراط کی جان لی تھی۔ اس پودے کے تمام حصوں میں القلی آمیز مادہ موجود ہوتا ہے جو پہلے تو پیٹ میں مروڑ ڈالتا ہے، پھر قے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور مرکزی اعصابی نظام مفلوج ہوتا ہے۔ سنبل ایک پھول دار پودا ہے جس پر نیلگوں یا ارغوانی رنگ کے پھول لگتے ہیں لیکن اس کی گٹھی جیسی جڑ بھی ڈیفوڈل (نرگس آبی) کی طرح زہریلی ہے۔ اس کو کھانے سے متلی، الٹی، سانس لینے میں دشواری، تشنج حتیٰ کہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ لارسک پور پھول مختلف رنگوں میں کھلتے ہیں۔ ان کے پھول، بیج اور دیگر حصوں کے استعمال سے متلی ہو سکتی ہے۔ پٹھے پھڑک سکتے ہیں اور فالج کے ساتھ موت ہو سکتی ہے۔

اگرچہ صحت کو متاثر کرنے والے تمام پودوں کے بارے میں جاننا ممکن نہیں ہے تاہم وہ پھول اور پودے جو ہمارے آس پاس نظر آتے ہیں ان کے زہریلے اثر سے آگاہی یقیناً آپ کے لیے اور خصوصاً بچوں کی زندگی کے لیے اہمیت کی حامل ہوگی۔

وضعی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

صلیب ٹوٹ گئی

83

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ 3 دسمبر 2010ء

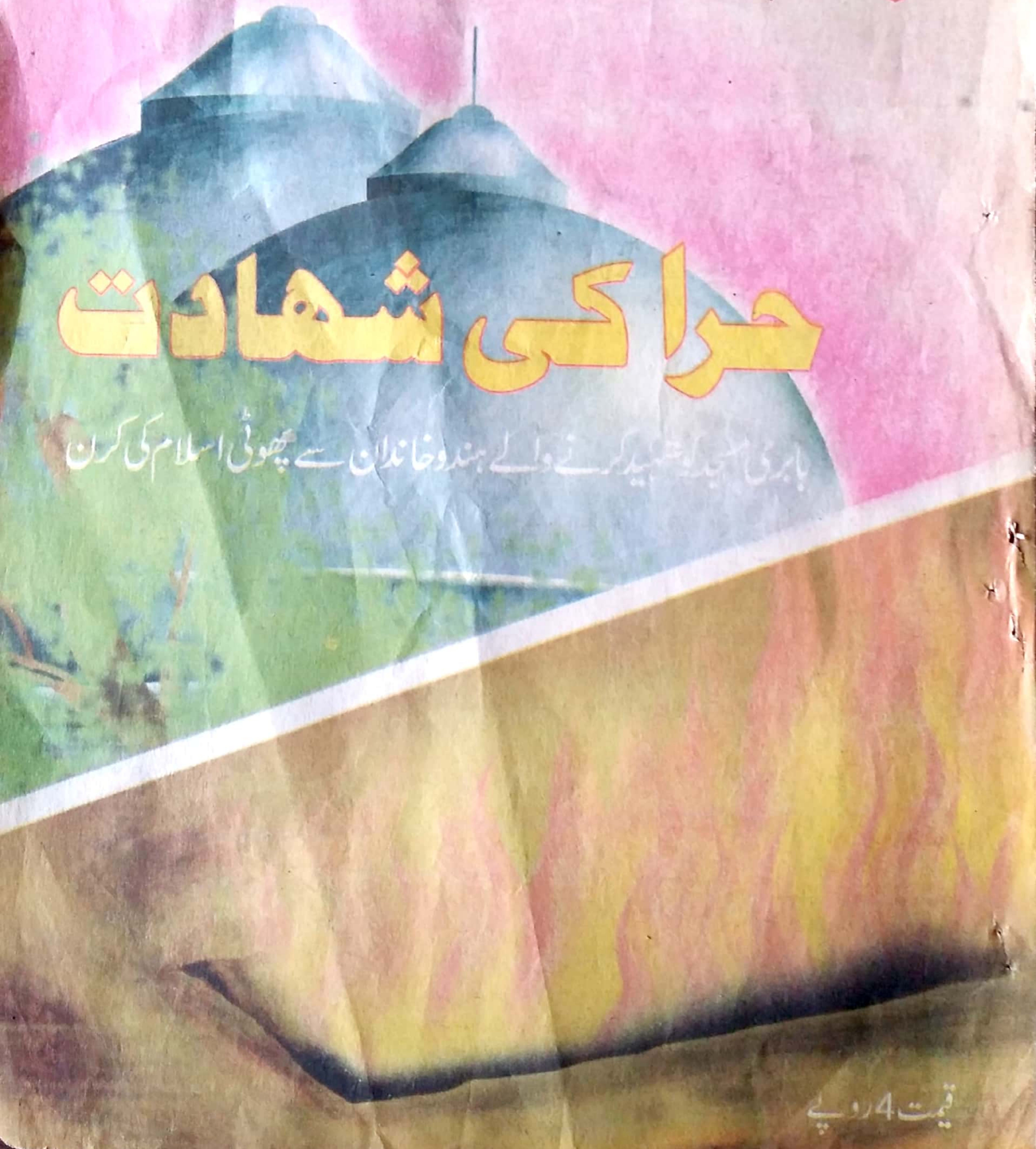

قیمت 4 روپے

ضروری بات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان الٰہی

جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی سے رکھیں گے۔ اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گا۔ (النحل: ۹۷)

[قاریہ شمیم حبیب قصوری]

فرمان نبوی ﷺ

بنا دیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والا۔ (البقرہ: ۱۴۳)

مسلمانو! تم بہترین امت ہو جسے پیدا کیا گیا ہے انسانوں کی رہنمائی کے لیے حکم دیتے ہو تم اچھے کاموں کا منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔ (آل عمران: ۱۱۰)

[عثمان شانی، سوہل]

پیارے بچو! کسی پر بھی ظلم کیا جائے اللہ کو پسند نہیں مگر ننھے بچوں پر ظلم تو بالکل پسند نہیں اور جو کوئی ظلم کرے اللہ اسے ظلم کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔

1982ء کی بات ہے اسرائیل کا اس وقت ایک وزیر دفاع تھا جس کا نام ایریل شیرون تھا۔ اس نے بے گناہ مسلمانوں کی بستیوں پر ٹینک چڑھا دیئے۔ عورتیں اور بچے تک قتل کر دیئے۔ اس دوران دو بچے جن کی عمر میں دو سے تین سال کے درمیان تھیں۔ ڈرے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ بڑے خوبصورت بچے تھے۔ وزیر دفاع شیرون نے ان بچوں کو دیکھا تو اپنے پستول سے دونوں بچوں کو شہید کر دیا۔

پیارے بچو! اللہ نے اس ظلم کا بدلہ چوبیس سال بعد لیا۔ مگر کس طرح......! ہوا یوں کہ اللہ نے اس شیرون بھیڑیئے کی رسی کو لمبا کر دیا اور وہ اسرائیل کا وزیر اعظم بن گیا پھر اچانک نہ جانے اس کے دماغ کو کیا ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اسے ہسپتال لے گئے۔

پیارے بچو! آج چار سال مکمل ہو گئے۔ پانچواں سال شروع ہو گیا وہ بے ہوش پڑا ہے۔ کبھی کبھی جانوروں کی طرح غراتا ہے مگر بول نہیں سکتا۔ اب اس کے جسم سے بدبو آنا شروع ہو گئی ہے۔ ہسپتال والے تنگ آ گئے تو اسے گھر بھیج دیا۔ مگر گھر والوں نے بھی بدبو سے تنگ آ کر اسے ہسپتال روانہ کر دیا۔ وہ اس وقت ہسپتال میں پڑا ہے۔ جسم بوسیدہ ہو رہا ہے بدبو اٹھ رہی ہے۔ بستر پر بھی پاخانہ اور پیشاب نکل جاتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں مرنے کے قریب ہے مگر مرتا نہیں۔

اللہ اللہ! جب مر جائے گا پھر کیا ہو گا؟

پیارے بچو! اللہ نے ننھے بچوں پر ظلم کا انتقام لے لیا اور یہ انتقام اور بدلہ ابھی جاری ہے۔ اس بدلے کا آغاز چوبیس سال کے بعد ہوا۔ دیر لگ گئی مگر جب مولا کریم نے پکڑا تو خوب پکڑا۔ پیارے بچو! کیا خوب فرمایا ہم سب کے پیارے رسول جناب محمد کریم ﷺ نے۔ فرمایا:

”مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ مظلوم اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔“ (بخاری)

حدیث کی کتاب ترمذی شریف میں ہے اللہ تعالیٰ مظلوم کی بددعا کو بلند کر کے بادلوں کے اوپر لے جاتا ہے۔ اس دعا کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور عزوجلال والا رب اسے مخاطب کر کے فرماتا ہے: ”مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تیری ضرور بر ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت بعد ہی کروں۔“

پیارے بچو! آؤ عزم کریں کہ ہم کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ کسی کو ماریں گے نہیں، کسی سے کوئی چیز چھینیں گے نہیں۔

آپ کا اپنا

امیر بابا

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

E.mail: rozaah@hotmail.com

04237070857 آفس

042-7240945 :ترسیل 0321-4275767 :ایڈیٹر

گلدستہ احادیث

اسلام کا امتیاز

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا، وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ) ''ہر دین کا ایک خاص امتیاز ہوا کرتا ہے اور اسلام کا امتیاز حیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، باب الحیاء)

[عبداللہ خاں، لاہور]

بھول چوک معاف ہے

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی بھول چوک کو معاف فرما دیا اور جو کام زبردستی کروائے جائے وہ بھی معاف ہیں، اسے حاکم اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

[اسماء، گوندل اٹک]

مردود کام

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایسا کام کیا جو ہمارا طریقہ نہیں پس وہ مردود ہے۔ (مسلم)

[سفینہ عبدالرحمٰن]

منافق کی نماز

سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی نماز یہ ہے کہ وہ بیٹھا رہتا ہے اور سورج کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو پھر وہ کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگے لگاتا ہے اور نماز میں نہایت کم ذکر کرتا ہے۔ (مسلم)

[قاریہ شمیم حبیب، قصوری]

اطمینان، نماز کا رکن ہے

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور (رکوع سجود، قومے اور جلسے ٹھیک طرح نہ کیا اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وعلیکم السلام'' واپس جا کر پھر نماز پڑھ، اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ گیا، پھر نماز پڑھی (جس طرح پہلے جلدی جلدی پہلے پڑھی تھی) پھر آیا اور سلام کیا، آپ نے فرمایا ''وعلیکم السلام'' جا پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد کہا: آپ ﷺ مجھے (نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ) سکھا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز کے ارادے سے اٹھے تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کر، پھر قبلہ رخ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ، پھر قرآن مجید میں سے جو تیرے لیے آسان ہو پڑھ، پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع (پورا) کر، پھر (رکوع) سے، سر اٹھا یہاں تک کہ (قومے میں) سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (مکمل) کر، پھر اطمینان سے اپنا سر اٹھا اور (جلسے میں) بیٹھ جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (پورا) کر، پھر سجدے سے اپنا سر اٹھا اور (دوسری رکعت کے لیے) سیدھا کھڑا ہو جا پھر اس طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔ (صحیح بخاری)

[شگفتہ ارم، امیر پور سادات کہروڑ پکا]

کھانا پیارے نبی ﷺ سے سیکھیے

پیارے نبی اکرم ﷺ کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھے تو ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ آپ نے کھانا شروع کیا تو بچے نے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے قریب سے کھا۔'' [سنن ابن ماجہ]

نبی ﷺ نے یہ ہدایت اپنی آغوش مبارک میں پلنے والے بچے سیدنا عمر بن ابی سلمہ ؓ کو اس وقت فرمائی جب ان کا ہاتھ رکابی میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ آپ ﷺ کی ہدایت کا مقصد کھانے کا ادب سکھلانا تھا کہ جب کسی بڑے برتن میں اجتماعی طور پر کھانا کھایا جا رہا ہو تو ہر شخص کو صرف اپنے آگے سے کھانا چاہیے، یہ نہیں کہ آدمی پورے برتن میں جہاں چاہے ہاتھ مارتا رہے۔ یہ ہدایت ان علاقوں کے لیے بڑی اہم ہے جہاں اب بھی اجتماعی طور پر بڑے برتن میں کھانے کا رواج ہے، تاہم آج کل عام طور پر الگ الگ پلیٹوں اور پیالوں میں کھانے کا چلن ہے۔ قرآن کریم کی رو سے دونوں طرح کھانا جائز ہے۔

''تم پر کوئی گناہ نہیں، سب ساتھ بیٹھ کر کھاؤ یا الگ الگ۔'' [النور: ۶۱]

تاہم حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مل کر کھانے میں برکت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، ہم کھاتے ہیں لیکن بھوک نہیں مٹتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، اکٹھے ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت ڈال دے گا۔'' (سنن ابن ماجہ) [ثوبیہ ہما شیخ، جوہر آباد]

آئیے! اسلام سیکھیں

پیارے بچو! اگر ہم دیکھیں کہ ہمارے دن اور رات کیسے گزار رہے ہیں۔ دوستوں میں یا سکول کے اندر اٹھتے بیٹھتے یا محفلوں میں ہم کیا کرتے ہیں تو ذرا سے غور سے ہی ہم جان جائیں گے کہ غیبت اور دوسروں کے کردار پہ زبان درازی ہماری بہت سی محفلوں کی زینت اور خوش طبعی کا ذریعہ بن گئی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے بندوں کو روکا ہے اور سخت نفرت دلائی ہے۔ غیبت کو ایک ناپسندیدہ اور بھیانک صورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے قرآن مجید میں اللہ نے ارشاد فرمایا: ''اور کوئی تم میں سے کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ یقیناً تم کو اس سے نفرت آئے گی۔'' (الحجرات: ۱۲)

پیارے بچو! نبی کریم ﷺ نے غیبت کا مفہوم سمجھانے کے لیے اپنے صحابہ سے دریافت کیا ''میرے صحابہ! جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی ان باتوں کو بیان کرے جن کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اپنے بھائی کی جن ناپسندیدہ باتوں کو میں بیان کروں اگر وہ باتیں واقعی اس میں موجود ہوں تب بھی غیبت شمار ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ناپسندیدہ باتیں اس میں موجود ہوں تو، تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ باتیں اس میں موجود ہی نہیں تب تو نے اس پر بہتان طرازی کی۔'' (صحیح مسلم ۴/۲۰۰۱)

بچو! خلاصہ یہ کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی ان باتوں یا عیبوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا جن کو وہ ناپسند کرتا ہو غیبت کہلاتا ہے چاہے وہ عیب اس کے جسم، دین، دنیا، اس کی شخصیت، اخلاق یا خلقت سے متعلق ہوں۔ غیبت کی متعدد شکلیں ہیں اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیبوں لوگوں کے سامنے ذکر کرنا یا بطور مذاق اس کی کسی حرکت کی نقل اتارنا وغیرہ۔

غیبت کے بدترین گناہ اور قبیح جرم ہونے کے باوجود لوگ اس میں بہت بے احتیاطی کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سود کے بہتر درجے ہیں ان میں سب سے ہلکے درجے کا سود ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت پر زبان درازی کرنا۔ (البانی حدیث: ۱۸۷۱)

اگر کوئی کسی ایسی محفل میں موجود ہو جہاں کسی کی غیبت کی جا رہی ہو تو غیبت کو روکنا اور جس کی غیبت کی جا رہی ہو اپنے اس مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے دور فرمائیں گے۔ (مسند احمد)

صلیب ٹوٹ گئی

(قاری شفیق، اسلام آبادی)

آج میری عمر 80 سال کے قریب ہے۔ میں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب میری عمر 18 سال تھی۔ 18 سال کی عمر سے پہلے میں ایک پرجوش عیسائی تھا۔ شب و روز عیسائیوں کی سرگرمیوں کے ساتھ وابستہ رہا کرتا تھا۔ میرے پاس نہ دولت کی کمی تھی اور نہ شہرت کی۔ میرے والد ایک کامیاب کاروباری شخص تھے اور میری والدہ کے پاس اتنی دولت تھی کہ انھیں رزق کی پریشانی کسی طرح بھی نہ تھی، البتہ میرے والدین کو اگر کسی طرح کی فکر تھی تو بس یہ کہ وہ میری شادی کسی اچھی لڑکی کے ساتھ کریں اور میں عیسائی مشنری کے کاموں میں مصروف رہ کر شہرت حاصل کرلوں۔ میرے والدین نے سوئٹزرلینڈ کے ایک بڑے عیسائی اسکول میں مجھے داخل کرادیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ میں اسکول کے عیسائی ماحول میں پرورش پاکر ایک پختہ عقیدہ کا عیسائی بن جاؤں۔ اسکول میں عیسائی مذہب کو پڑھانے کا طریقہ بہت دلچسپ تھا، چنانچہ پڑھائی پوری کرنے کے بعد مجھے عیسائی تبلیغ کی ڈگری دے دی گئی اور میری شادی ایک عیسائی لڑکی کے ساتھ کرادی گئی۔ اب میرے والدین چاہتے تھے کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دنیا کی سیاحت کے لیے چلا جاؤں تاکہ کاروباری دنیا میں داخل ہونے کے لیے مجھے تجربہ حاصل ہو جائے۔ پروگرام یہ بنایا گیا تھا کہ پہلے ہم مغربی دنیا کے ممالک کا دورہ کریں۔ بڑے کاروباری اداروں کا معائنہ کریں۔ سفر کی یادداشتوں کو قلم بند کریں اور اس کے بعد مسلم ممالک کا دورہ کریں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ عیسائی کس قدر ترقی یافتہ ہیں اور مسلمان عیسائیوں کے مقابلے میں کس درجہ پسماندہ ہیں۔ مغربی ممالک میں جہاں جہاں میں اپنی بیوی کے ساتھ گیا میں نے محسوس کیا کہ عیسائی قوم ایک مخصوص طرح کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہے۔ عیش و عشرت عیسائیوں کے یہاں عام ہے۔ میں نے دیکھا کہ پوری عیسائی دنیا شراب اور عیش کی عادی ہے۔ جائز اور ناجائز کی یہاں کوئی تمیز نظر نہیں آتی۔ کاروباری اداروں کو بھی ایک دوسرے سے آگے جانے کے لیے میں بدعنوانیوں میں مبتلا دیکھا۔ اب تک میں نے عیسائیت کے بارے میں جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا، بس وہ کتابوں تک ہی محدود نظر آیا۔ عمل کی دنیا میں عیسائی قوم کو میں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے بہت دور پایا، لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میری بیوی نے مجھے یہ بتایا کہ اس نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور اسلام مذہب عیسائی مذہب کے مقابلے میں بہت بہتر ہے، میں چونکہ عیسائی مذہب کو ہی دنیا کا سب سے بڑا مذہب مانتا تھا، اس لیے مجھے اپنی بیوی کی رائے پر سخت تعجب ہوا۔ میری بیوی نے مجھے یہ کہہ کر اور زیادہ حیران کردیا کہ وہ دلی طور پر مسلمان ہے لیکن اپنے مسلمان ہونے کا اظہار نہیں کرسکی ہے۔

واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے میری بیوی نے بتایا کہ جب وہ اسکول میں پڑھتی تھی، تو اس کے ساتھ چند مسلمان لڑکیاں بھی پڑھتی تھیں۔ ان لڑکیوں نے ہی اسے اسلام سے متعارف کرایا۔ یہ لڑکیاں میری بیوی کو اپنے گھروں میں لے جاتی تھیں، جہاں میری بیوی کو اسلام کا تعارف حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس نے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ دنیا اور آخرت کے بارے میں اسلام کا جو نظریہ ہے وہ میری بیوی کی سمجھ میں آگیا اور اسلامی فلسفہ حیات سے وہ اس قدر متاثر ہوگئی کہ خود کو مسلمان سمجھنے لگی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ مسلمان ہونے کا اظہار کرے، اس کے والدین نے اس کی شادی مجھ سے کردی۔ اب میرا یہ معمول ہوگیا تھا کہ میں روزانہ اپنی بیوی سے اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر گفتگو کرتا تھا۔ مجھے اس بات کا فخر تھا کہ میرے پاس عیسائیت کا علم ہے اور میں کسی بھی مسلمان کے ساتھ بحث و تکرار کرسکتا ہوں، لیکن میری بیوی جب مجھ سے عیسائیت اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرتی تھی تو میں بسا اوقات خود خیال کرنے لگتا تھا۔ خاص طور پر جب تین خدا ایک ہیں اور ایک تین ہیں کے مسئلے پر جب وہ مجھ سے گفتگو کرتی تھی تو میرے پاس اس کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا، چونکہ تفریح کے علاوہ سفر میں کوئی اور مصروفیات نہیں تھی اس لیے ہم عیسائیت اور اسلام کے بارے میں ہی گفتگو کرتے رہتے تھے۔ ہم دونوں چونکہ ایک دوسرے کے شریک حیات تھے، اس لیے گفتگو میں کوئی تلخی بھی پیدا نہیں ہوتی تھی، اس لیے ہمیں معاملات کو بہت اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملتا تھا۔ میری بیوی عربی زبان سے تو واقف نہ تھی لیکن اس نے قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسلام کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کو پڑھنا اور سمجھنا لازمی ہے۔ قرآن کریم کو پڑھے اور سمجھے بغیر اسلام کو سمجھنا بے حد مشکل ہے۔

اس کے دلائل کی وجہ سے میں اسلام کو جاننے کے لیے مضطرب ہونے لگا تھا، مجھے محسوس ہونے لگا تھا کہ میری بیوی کے سینے میں ایمان کی دولت ہے، جو میرے پاس نہیں ہے۔ مغربی ممالک کا دورہ کرنے کے بعد اسلامی ممالک کے دورے کا آغاز ہوگیا۔ مصر پہنچنے کے بعد ہمیں محسوس ہوا کہ دنیا بہت بڑی ہے۔ ہم عیسائی دنیا کے بارے میں سمجھتے رہے کہ بس یہی دنیا ہے لیکن اسلامی ممالک کے سفر نے ہم پر واضح کردیا کہ کرۂ ارض پر عیسائی دنیا کے علاوہ اسلامی دنیا بھی آباد ہے، جہاں کی فضاء مختلف ہے اور جہاں فحاشی نہیں ہے۔ اسلام کی اعلیٰ اور ارفع اقدار میں باہم مسلمانوں میں انس و محبت ہے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ میری بیوی نے اسلام کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کی سچائی کو عملی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جامعہ الازہر کی لائبریری سے میں نے استفادہ کیا اور میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ جامعہ الازہر کے ایک سیکشن میں عیسائی کتابوں کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ یہاں انجیل مقدس کے نسخے بھی ہیں جو قدیم بھی ہیں اور جدید بھی

لیکن ہر نسخہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس کے برخلاف میں نے قرآن کریم کے قدیم و جدید نسخے بھی دیکھے۔ خلافت عثمانیہ کے دو سے لے کر آج تک کے قرآن کریم کے تمام نسخے یکساں ہیں۔ ان میں کہیں ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں ہے۔ مجھے اللہ کے اس فرمان پر ایمان لانا ہی پڑا کہ ”اس کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کی ذمے داری بھی ہماری ہی ہے۔“ مسلم ممالک میں مساجد سے بلند ہوتی ہوئی اذانوں کی آواز نے مجھ پر ایک کیفیت طاری کردی۔ ایسا لگا جیسے میرے دل میں ایک نئی روشنی پیدا ہورہی ہے۔ میری بیوی مجھے اسلام کی ان خوبیوں پر متوجہ کرتی رہی۔ گرجا گھروں میں بجنے والے گھنٹے مجھے بے معنی معلوم ہونے لگے۔ اس وقت مجھ پر وجدان کی کیفیت طاری ہوگئی جب قرأت کی ایک محفل میں مختلف قاریوں سے میں نے قرآن کریم سنا۔ مسلم ممالک کے سفر کے دوران بہت سے علماء کرام سے تبادلہ خیال کرنے کے مواقع بھی میسر آتے رہے۔ میں اپنے شکوک و شبہات کے ازالے کے لیے جو سوالات کرتا تھا ان سب کے معقول جوابات مجھے مل جاتے تھے۔ عیسائی مذہب کے تعلق سے دوسرے لوگ جو سوالات مجھ سے دریافت کرتے تھے میں ان کے جوابات دینے سے قاصر تھا۔ زندگی کا کوئی تصور عیسائی مذہب میں موجود نہیں ہے جب کہ اسلام میں زندگی کا تصور موجود ہے۔ روح کیا ہے، اس سوال کا کوئی جواب عیسائیوں کے پاس نہیں ہے جب کہ اسلام کے پاس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ روح اللہ کے حکم کا نام ہے اور اہل دنیا کو روح کا علم بہت تھوڑا دیا گیا ہے۔

میں نے اور میری بیوی نے طے کیا کہ ہم اسلام قبول کرنے کے بعد ہی اپنے گھر واپس جائیں گے چنانچہ جامعہ الازہر کے شیخ کے روبرو جاکر ہم نے مشرف بہ اسلام ہونے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ ہم سے طویل گفتگو کی گئی اور دارالافتاء کے ذمے داران نے جب یہ اطمینان کرلیا کہ ہمارے قبول اسلام کے پیچھے کوئی سیاسی مصلحت نہیں ہے بلکہ ہم اسلام کو دین حق سمجھتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگا رہے ہیں تو پھر ہمیں کچھ فارم دیے گئے جن کی خانہ پری کے بعد ہم نے دارالافتاء میں جمع کرادیا۔ چنانچہ شعبان کی پندرھوں رات کو ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی اور کلمہ طیبہ سے اپنی زبان کو پاک کرتے ہوئے ہم دونوں مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ الحمدللہ میں اور میری بیوی آج پختہ عقیدے کے مسلمان ہیں۔ میں خلیل الخیری کے نام سے اور میری بیوی زبیدہ خیری کے نام سے جانے جاتے ہیں اور ہمارے بچے الحمدللہ مسلمان ہیں۔ اسلام کے امن و سلامتی کے پیغام کو عام کرنا ہی زندگی کا مشن ہے۔ اسلام قبول کرنے کی جو توفیق اللہ نے ہمیں عطا کی ہے، کاش یہ توفیق ہر گمراہ شخص کو حاصل ہوجائے۔

درد کی تصویریں

سیلاب زدہ بچوں کے ساتھ گزرے لمحات

عبدالوارث ساجد

آخری قسط

یحییٰ مجاہد بھائی، فلاح انسانیت کے چیئرمین حافظ عبد الرؤف صاحب، خطیب اللہ بھائی اور ہم ٹرالی کے اندر کھڑے تھے۔ ٹرالی کی سائیڈ پر لگے جنگلے کو ہم نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا ٹوٹی پھوٹی سڑک پر ٹریکٹر کے زور سے ٹرالی میں جھٹکے لگ رہے تھے اور ہم ہچکولے کھاتے۔ آس پاس پھیلے تا حدِ نگاہ پانی کو دیکھتے حیران پریشان آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہاں ٹرالی کی سواری کے سوا اور تو کوئی نہ تھی ہر کوئی اسی سواری پہ سوار ہو کر ہی منزل مقصود پہ جا سکتا تھا اور یہاں ایسے دردناک مناظر تھے کہ پانی سے پھیلی تباہی دیکھ کر آنکھوں میں پانی بھر آتا تھا۔ خواتین چند ماہ کے بچوں کے ساتھ دھوپ، گرمی اور بھوک پیاس سے نڈھال ہچکولے کھاتی ٹرالیوں پر سفر کرنے پہ مجبور تھی بوڑھے بزرگ لاچار تھے بچے رو رہے تھے ہم نے بمشکل دس منٹ کا سفر طے کیا ہو گا کہ آگے سلطان کوٹ آ گیا۔ سلطان کوٹ کے آتے ہی سڑک بھی پانی میں ڈوبنے لگی۔ سلطان کوٹ میں داخل ہوتے ہی سڑک کنارے سنگ مرمر سے بنی خوبصورت مسجد پانی میں گری تھی خانہ خدا کا یہ منظر دیکھا تو آنکھیں نم ہو گئی اور آس پاس کے مکان بھی پانی میں گھرے ہوئے تھے۔ دلدوز مناظر دیکھ کے کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ یحییٰ بھائی حیران پریشان پانی میں ڈوبے مکانات کو دیکھ رہے تھے فلاح انسانیت کے چیئرمین حافظ عبدالرؤف صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ ہم جیسے جیسے آگے جاتے گئے پانی گہرا ہوتا چلا گیا۔ بالآخر ٹرالی کی چھت پانی میں ڈوب گئی اور ٹرالی میں کھڑے ہم سب کے پاؤں پانی میں ڈوبنے لگے۔

سلطان کوٹ کے ہر گھر میں چھ چھ فٹ پانی کھڑا تھا اور لوگوں سے خالی بے آباد مکان پانی میں ڈوبے ویران پڑے تھے۔ سلطان کوٹ میں سڑک کنارے چار مسجد پانی ڈوبی ہوئی تھی ان میں نہ اذان ہوتی تھی اور نہ نماز۔ قبرستان میں پانی، گھروں میں پانی، سرکاری عمارتوں میں پانی اور طرف ویران اور پانی ہی پانی تھا۔ خوفناک مناظر دیکھتے ہی زبان پر ورد شروع ہو گیا۔ اللہ کے کتنے لشکر ہیں؟ ہوا، کڑک، زلزلہ بارش، پانی اس کے سامنے کون ہے جو بھڑ سکتا ہے۔ ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا صحن کا منظر نمایاں تھا آدھا دروازہ پانی میں ڈوبا تھا اور جیسے جلدی سے نکلتے ہوئے اس گھر کے باسی بمشکل جان بچا پائے ہوں۔ یحییٰ بھائی نے اس گھر کی طرف اشارہ کیا اور ہم نے اس عبرت ناک منظر کو اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیا۔ سلطان کوٹ سے گزرتی اس میں سڑک کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن ہے جو جیکب آباد جاتی ہے اور وہاں سے آگے کوئٹہ، ریل کی پٹڑی بھی پانی میں ڈوبی تھی اور اس پر کھڑے ڈبے پانی کو چھو رہے تھے۔

پانی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے کئی جگہ سے پڑی اکھڑ بھی چکی تھی۔ ہماری ٹرالی میں پندرہ کے قریب افراد ہوں گے۔ جن میں بوڑھے بزرگ خواتین اور بچے بھی تھے۔ ٹریکٹر ٹرالی والے زیادہ پیسے کمانے کے لیے زیادہ افراد کو سوار کرتے ہیں۔ ہمارے قریب کھڑے ایک بزرگ سے ہم نے پوچھا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں اس نے کہا ٹھل'' کیا آپ واپس جا رہے؟ ہاں بابا نے سرد مہری سے کہا۔ آپ کا علاقہ کس حد تک پانی میں ڈوبا ہے میں ابھی بات مکمل نہ کر پایا تھا کہ وہ بولا:

''بابا! سرداروں نے اور آپ کی سرکار نے تو ہم لوگوں کے پاس کچھ نہیں چھوڑا۔ سیلاب سب کچھ بہا لے گیا تو اب ہمارے بچوں کو بھوکا مار رہے ہیں یہ لوگ۔''

بابے کا نام بخش تھا اور وہ جیکب آباد کی تحصیل ٹھل سے یہاں آئے تھے۔ ساتھ میں ان کے تین بیٹے، بیوی، بہوئیں اور پوتے پوتیاں تھیں۔ یہ سب ہاری لوگ تھے جو اپنی زمینوں سے غلہ اگا کر ہم شہر والوں کا پیٹ پالتے تھے، مگر آج وہ خود دانے دانے کو محتاج ہوئے پڑے تھے۔ میں نے چاچا گنج بخش سے پوچھا کہ ان کے علاقے تک سیلاب آیا تو وہ اس سے پہلے کیوں نہ نکل آئے تا کہ کچھ ضروری سامان ہی بچا کر لے آتے؟

''بابا! ہمارے ساتھ جو ہوا ہے، وہ سرداروں نے اور گورنمنٹ نے کرایا ہے۔ ہم کو بولتے تھے کہ سیلاب تو ادھر دوسری طرف ہے، آپ محفوظ بیٹھے ہو۔ پھر پتہ ہی نہ چلا کہ ہم جو محفوظ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک کیسے پانی کے گھیرے میں آ گئے؟ رات کو اچھے بھلے سو رہے تھے کہ آدھی رات کو مسجدوں سے اعلان ہوا کہ جان بچا کے نکلو۔ سیلاب آ گیا ہے۔ پھر سائیں! کیا تھا کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا اندھیرے میں بچوں کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر باہر نکلے تو پانی سے گھرے دروازے بہہ پڑے تھے۔ جوان مردوں نے زور لگا کر وہ کھولے تو پانی کے ریلے ہمیں دھکیل کر پیچھے کرنے لگے۔ صبح تک پانی کا زور رہا، پھر جب وہ ہموار ہوا تو بچوں سمیت پیدل نکل پڑے۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ پتہ نہیں کتنے لوگ اس میں چل رہے تھے۔ ہم بھی پیدل پیدل چلتے چار دن بعد سمجھو کہ استاد محمد پہنچے ہیں۔ پھر پیسے جمع کر کے پانچ چھ خاندان مل کر ٹرک پر ادھر آئے کہ یہاں ہمارے رشتے دار ہمیں سنبھال لیں گے، مگر ان کا حال بھی اچھا نہیں ہے، تو انھوں نے کہا یہ سرکاری بلڈنگ ویران ہے، اس میں بیٹھ جاؤ۔ ''سب ویلے کو تھیلا دیتے ہیں (وقت کو دھکا لگا رہے ہیں) مگر کوئی امداد نہیں ملی۔ مرغیاں لائے تھے، ایک دو بکریاں تھیں۔ ان کو بیچ بیچ کر پیٹ کی روٹی پوری کرتے ہیں اور کیا کریں بابا سائیں!؟'' سرخ داڑھی والے

بخش کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔ ان کا سب کچھ تو تباہ ہو گیا تھا زندگی بھر کا اثاثہ ختم ہو گیا تھا۔

بخش بنگلانی کو جب میں نے اپنے طور پر کچھ دیا تو وہ اتنے خوش اور شکر گزار ہوئے کہ جھک کر ملنے لگا۔ میں نے انھیں سیدھا کیا اور کہا کہ بھائی! آپ ہمارے بڑے ہیں، اس طرح گنہگار نہ کریں بلکہ دعائے خیر کریں۔

انھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے تو ساتھ میں ان کی بیوی شہر بانو، بہو بھاگل، بیٹوں عمر، خمیسو، محمد بخش اور ان کے ننھے سے بچوں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ بلند کر لیے۔

جیسے تیسے کر کے پانی کا سفر ختم ہوا گھٹنوں گھٹنوں کھڑے پانی میں ایک بورڈ لگا تھا جس پر جیکب آباد 27 کلومیٹر دور لکھا اور ہمیں جیکب آباد سے بھی آگے ڈیرہ مراد جمال جانا تھا لگاتے ٹریکٹر جو رینگ رہا تھا اور تیزی سے سڑک پر دوڑ رہا تھا۔ ٹرالی میں بیٹھے ہچکولے کھاتے افراد کی انھیں چنداں پرواہ نہ تھی انھیں کم وقت میں زیادہ چکر لگا کر پیسے کمانے تھے اسی ٹرالی پر ہم یوں پہنچے۔ ٹرالی والے نے ہمیں یہاں اتار دیا وہ صرف پانی میں ڈوبے علاقے میں ہم آتے جاتے تھے 30 کلومیٹر سے زیادہ علاقہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاں سے ہم گزر کر آئے تھے گو کہ ہمایوں میں بھی سیلاب آیا مگر یہاں اس کی شدت نہ تھی۔ یہاں سے ہمیں ایک ٹیکسی لینا پڑی اور ٹریفک کا تو نام ونشان بھی نہ تھا۔ ہم جیکب آباد شہر پہنچے تو دوپہر ہو گئی تھی۔ گرمی کی شدت بھی بڑھ گئی تھی۔ شہر ویران سا تھا لگ رہا تھا وہ چہل پہل نہ تھی جو شہروں میں ہوتی ہے۔

جیکب آباد شہر سے باہر نکلے تو ڈیرہ مراد جمالی جانے کے لیے گاڑیوں لمبی لائن لگی تھی۔ آگے پانی نظر آ رہا تھا۔ دوسری طرف سے ٹرالیاں اور ٹرک آ رہے تھے۔ ٹرک، ٹرالیاں، گدھا گاڑی، سامان اور لوگوں سے لدھی آ رہی تھی۔ یہ وہ لوگ جو جیکب آباد شہر یا آس پاس سے اٹھ کر گئے تھے اور اب واپس آ رہے تھے۔ تھکے ماندے لوگ بے چارے پانی سے گزر کر آ رہے تھے اور ادھر سے جانے والے بیٹھے انتظار میں تھے کہ کب انھیں جانے دیا جائے۔ تین چار گھنٹے کے طویل ترین انتظار کے بعد ٹرالیوں طویل لائن میں حرکت پیدا ہوئی اور کارواں چلنا شروع ہوا۔ ہماری ٹرالی چلنا شروع ہوئی تو آغاز کے ساتھ ہی پانی بھی شروع ہو گیا ایک کلومیٹر کے بعد ہی پانی اس قدر گہرا ہو گیا کہ ٹریکٹر نصف سے زیادہ پانی میں ڈوب گیا۔ ٹرالی چھت سمیت پانی میں ڈوب گئی۔

تین کلومیٹر کا طویل ترین سفر ہم نے اسی پانی میں طے کیا۔ طویل اور مشکل ترین سفر کے بعد جھٹ پٹ آیا تو سامنے ہی ہلکے پانی میں فلاح انسانیت کی ایمبولینس کھڑی تھی۔ جماعۃ الدعوۃ کے چار بھائی وہاں کھڑے تھے۔ انھیں بھی ہماری آمد کی اطلاع تھی۔ اسی دوران جماعۃ الدعوۃ کوئٹہ کے مسئول بھی پہنچ گئے انھوں نے جس محبت اور پیار کے ساتھ ہم گلے لگایا سفر کی ساری تھکاوٹ ختم ہو گئی سورج غروب ہونے کے پاس تھا۔ فلاح انسانیت کی ایمبولینس میں ہی ہم ڈیرہ مراد جمالی کی طرف چل دیئے جہاں فلاح انسانیت کی خیمہ بستی قائم تھی اور سیلاب سے متاثرہ افراد جہاں مقیم تھے۔ راستے میں پاکستان آرمی کی بہت بڑی ایک بستی قائم تھی۔ جماعت اسلامی کی بستی بھی تھی۔ آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ہمیں ایک جگہ سڑک کنارے پانی کی چھ سات ٹینکیاں نظر آئی ساتھ ہی ٹریکٹر ٹرالے بھی کھڑے تھے جس پر بڑے حروف میں فلاح انسانیت لکھا ہوا تھا۔ ایک طرف قطار در قطار خیمے لگے تھے۔ یہی وہ بستی تھی۔ بستی والوں کے لیے شام کے کھانے کا انتظام ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے خیموں میں ایک راشن سٹور تھا اور ایک مسجد بنی ہوئی تھی ہمارا قیام مسجد میں ہی ہوا ہم شام ہونے سے پہلے پہلے کچھ متاثرین سے ملنا چاہتے تھے بستی میں گئے تھے تو عجب منظر تھا۔ مورو سے آنے والی نواب خاتون اپنی دو بیٹیوں آمنہ اور حاجانی کے ہمراہ افسردہ بیٹھی تھی کیونکہ حاجانی کا شوہر میں لاپتہ ہو چکا ہے اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر پانی سے نکلے۔

وہاں سندھ کے کسی دور افتادہ ویران علاقے میں واقع اکیلی سرائے پر لگنے والے میلے کا منظر دکھائی دیتا تھا اور یہ بھی لگتا تھا کہ شاید میلے کا اختتام ہو چکا ہے کیونکہ میلے کے موروں (شائقین) کا سامان بندھا رکھا تھا، وہ خود تھکن، بے زاری اور بھوک سے پریشان کوچ کا نقارہ بجنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان متاثرین کے لیے واقعتاً میلہ ختم ہو چکا تھا۔ ان کی زندگی کی جمع جتھا، مال ومتاع، زمینیں تباہ ہو چکی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے دریا شاہ بادشاہ نے ان کی زندگی کے جاری کھیل کو روند پیٹ کر ختم کر دیا ہے۔ وہ اب ایسے بھکاری بن رہے ہیں جو پیشہ ور گداگروں جیسی مکاری، ہتھکنڈے اور بے غیرتی نہ ہونے کے باعث سلیقے سے بھیک بھی حاصل نہیں کر پا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی نوجوان غلام رسول جیسا نکل آئے جو فطری سادگی و سادہ لوحی کے باوجود گوٹھوں کے سیانوں جیسی باتیں کرے، جسے اپنی بیوی کی بے پردگی، بچوں کی بے کسی اور اپنی عزت نفس کا خیال ستاتا ہو، تو وہ حکمرانوں کے خلاف کڑوی کسیلی باتیں نہ کرے تو آخر کیا کرے؟

میں غلام رسول کے پاس زمین پر بیٹھ گیا، آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا اس کی دری کے کونے پر قابض ہو گیا جو اس نے وہاں اپنے کنبے کے لیے قالین کے طور پر بچھا رکھی تھی۔ وہ سب بڑے آرام سے اس پر بیٹھے تھے۔ اس کی بیوی سمیرا جو بیمار تھی اور علاج کی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے دوہری اذیت کا شکار تھی۔ میں نے شوہر سے پوچھا:

''غلام رسول! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔''

''سائیں! ہمارا تعلق بلوچستان کے شہر جھٹ پٹ سے ہے۔''

''سائیں! ہمارے سیاستدان بولتے تھے کہ جھٹ پٹ نہیں ڈوبے گا، تم لوگ آرام سے بیٹھو، اپنی زمینوں کو اور مال مویشیوں کو دیکھو۔ ہم نے غلطی کر کے ان پر اعتبار کر لیا۔ پھر بدھ والے دن دو بجے دوپہر کو مسجدوں سے اچانک اعلان کرا دیا کہ جھٹ پٹ میں پانی آ رہا ہے سو جھٹ پٹ ادھر سے نکل جاؤ۔ اعلان ہوا تو سمجھو قیامت آ گئی صاحب! جو سامان ہاتھ لگا، وہ اٹھایا اور نکل پڑے۔ میرے باپ نے بھی ایک گاڑی والے سے بات کی تھی کہ کوئٹہ لے چلو۔ میں بیوی بچوں کو لے کر جب ادھر آیا ہوں تو میرے ماں باپ اور بھائی سب اس گاڑی میں چڑھ کر نکل گئے تھے۔ میں بیوی بچوں کے ساتھ بالکل پریشان ہوا کھڑا تھا کہ یہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ ہم سب کو تو ساتھ ساتھ نکلنا تھا، پھر وہ ہمیں چھوڑ کر کیسے چلے گئے؟ میری بیوی یہ جو ہے نا سمیرا، تو یہ رو رہی تھی کہ اب ہمارا کیا ہوگا؟ یہ امید سے ہے نا، تو اس کو گھبراہٹ زیادہ ہوتی ہے۔ میں نے اس کو دل جاء (تسلی) دی کہ گھبراؤ نہیں، اللہ خیر کرے گا۔ پھر ایک ٹرک میں کچھ لوگ جانے کے لیے تیار تھے تو ان سے بات کی کہ ہمیں بھی لے چلو۔ وہ بولے کہاں جاؤ گے تم لوگ؟ میں نے جواب دیا جدھر قسمت لے جائے یا جدھر تم لوگ جا رہے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو کراچی جا رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر ہم بھی کراچی جا رہے ہیں۔ اس طرح ہم کراچی آ گئے گاڑی والے نے یہاں اتار دیا کہ تم یہیں پر رکو یہیں پر حکومت تمھیں امداد پہنچا دے گی۔ کچھ دن تک انھیں جھاڑیوں میں امداد اور حکومت کو ڈھونڈ رہے، ہاں کوئی اللہ کا بندہ آ کر کھانا تقسیم کر دیتا ہے تو کھا لیتے ہیں، اسی طرح یہ دری اور پرانے کپڑے بھی کسی نے دے دیئے ہیں۔ اللہ خیر کرے تو کوئی ہمیں کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی دے دے تو ہم اس طرح روڈ پر ذلیل ہونے سے بچ جائیں گے۔ پھر جماعۃ الدعوۃ کے افراد سے ہمیں بستی کا پتا چلا تو ہم اپنے علاقے میں آئے ہماری کہانی۔''

میرپور خاص کے علاقے تھل کی رہائشی بھاگل نے بتایا:

ہمارے علاقے کو سرداروں نے اپنے مفاد کے خاطر ڈبویا ہے۔ ہمارے گھر اور فصلیں سب تباہ ہو گئی ہیں۔ ہم بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچے ہیں لیکن یہاں پر بھی بھوک ہے۔ ہمیں کسی قسم کی امداد نہیں مل رہی جس کی وجہ سے ہمارے بچے بیمار پڑ رہے ہیں۔ اسی کے ساتھ بیٹھی ایک اور خاتون منور جس کا تعلق میر گرڑو سے ہے وہ بھی امداد کی منتظر بیٹھی تھی اس نے بتایا:

میرا شوہر اور بچے تین دن سے بیمار ہیں اور ہمیں کسی قسم کی امداد بھی نہیں ملی۔ اس بستی میں سو سے زائد خیمے تھے اور ابھی سو کے قریب خیمے اور لگائے جا رہے تھے۔ فلاح انسانیت کے نوجوان اندھیرے میں کام میں مصروف تھے ہم بستی والوں سے مل کر مسجد میں آئے تو کھانا تیار تھا۔ کھانے بعد نماز پڑھی اور پھر آرام کے لیے رات کے کچھ حصہ سوئے اگلے روز ہم نے واپس آنا تھا۔

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

ننھے کا اندازِ شاہانہ اور ہماری بے بسیاں

ہم ننھے مجاہد کے پہلے شمارے سے قاری نہیں تو کیا ہوا تیسرے شمارے سے تو اس کے قاری ہم بھی ہیں (کیوں بھئی ہوئے نہ ہم بھی السابقون میں سے) ایک دن میں جونہی ابو جان کے کمرے میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک روشنی سی نمودار ہو رہی ہے میں جونہی اس کے قریب گئی اس کو چھوا تو میرے تو دل و دماغ بھی روشن ہو گئے۔ جی ہاں یہ ہمارا ننھے مجاہد ہی تھا ہم تو پہلے ہی ایسے میگزین ڈھونڈتے پھرتے تھے پھر کیا تھا میں نے ننھے مجاہد کھول کر پڑھا تو میں تو دم بخود رہ گئی اس قدر خوبصورت اور خوب سیرت میگزین شاید میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا جب میں سارا میگزین پڑھ چکی تو اچانک میرا ذہن پیچھے ماضی میں چلا گیا۔ ابو جی کے منع کرنے پر بھی ٹارزن اور عمر و عیار والی کہانیاں پڑھنا پھول کلیاں اور مختلف میگزین پڑھنا تو گویا میرا دل پسند مشغلہ تھا۔ میں اس سوچ میں پڑ گئی کہ اب تک میں کن اندھیروں میں بھٹکتی پھر رہی تھی خیر آید درست آید۔

پھر تو یہ ہماری آنکھوں میں بسنے لگا یہ ہماری آنکھوں کا تارا راج دلارا بن گیا۔ ایک ماہ کے طویل تھکا دینے والے انتظار کے بعد اور پھر پندرہ دن بعد باقاعدگی سے آنے لگا لیکن جب اس باقاعدگی میں بے قاعدگی پیدا ہوئی تو نہ پوچھیے ہمارا کیا حال ہوا ہم تو خشک پتے کی طرح بے جان ہو گئے ہیں نے اپنے بھائی جان سے کہا کہ آپ الحرمین اور اخبارِ طلباء تو لائے ہیں ننھے مجاہد کیوں نہیں لائے پہلے تو وہ میری بات سنی ان سنی کر کے آگے بڑھ گئے لیکن جب ہماری حالت غیر ہو گئی اور ہم تو اس کے لیے ان سے لڑنے مرنے پر تل گئے آدھی رات رو رو کر آنکھوں میں کاٹی آخر دوسرے دن وہ کہیں سے ڈھونڈ کر لے ہی آئے میں آگے بڑھ کر جونہی میگزین پر جھپٹی تو وہ تو ڈر ہی گئے پھر اس کو پڑھ کر کہیں ہماری جان میں جان آئی۔ میگزین پڑھتے پڑھتے ہمارے دل و دماغ میں ایک ننھی سی خواہش کوندی اور ہمارا دل بھی اس پیارے راج دلارے میگزین میں لکھنے کے لیے مچلنے لگا لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ سوچ بھی ستانے لگی کہ پہلے کیا کم ہجوم لگا ہوا ہے اس میں جہاں سب کو آپا دھاپی کی پڑی ہوئی ہے۔ بس اسی چیز نے لکھنے سے باز رکھا لیکن کب تک آخر سات سال بہت ہوتے ہیں سوچنے کے لیے باقی سب لگے ہوئے تھے ساجد بھیا کی آنکھوں میں جگہ بنانے اور ہم اس عرصہ میں جوتیاں ہی چٹخاتے رہ گئے۔ سوچا تو بس یہ سوچا کہ (سوچی پیا تے بندہ گیا) آخر سوچتے سوچتے ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا گھر کے کونوں کھدروں سے زنگ آلود قلم ڈھونڈ کر زنگ سے پاک کرنا ہی پڑا اور ہم نے اس میں لکھنے کی جسارت کر ہی ڈالی اور آستین چڑھا کر میدان میں کود پڑے کہ ہو سکتا ہے ہم کسی کی آنکھوں میں نہ بھی کھٹکیں سوچا ہم بھی ادیبوں کی طرح کہہ دیں کے کہ اے روضہ! تو مان یا نہ مان میں تیرا مہمان

ہم نے روضہ میں لکھا تو کیا ہماری تو جان پر بن آئی طویل انتظار تھا اور ہم تھے ہم تو حال سے بے حال ہو گئے پھر ہم نے جو تحریریں لکھی تھیں یعنی جس انداز میں لکھی تھیں ان کو پڑھ کر تو پتھر کا جگر رکھنے والے کا جگر بھی پانی ہو جاتا لیکن اے روضہ! تم ہی بے مروت نکلے جس نے ہماری تحریروں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بھئی مان لیا ہم تیرے دست نگر جو ظلم ہے تم نے شوخیاں تو دکھائی ہی ہیں۔ اس عرصے میں ہم کم سے کم یہی سوچتے رہے کہ کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی لیکن ہم بھی دل کے ہاتھوں مجبور تھے اس لیے لکھنے سے باز نہیں رہے۔

ان دنوں انھیں سوچوں میں غلطاں تھے کہ شمارہ 67 آ گیا اسے کھول کر دیکھنا شروع کیا (حسبِ عادت) پہلے تو ششدر کی کیفیت میں رہے کہ یہ جگمگ کرتی اور مسکراتی (او سوری) روتی ہوئی تحریر آیا ہماری ہی ہے یا ہمیں اپنے بارے میں خوش فہمی لاحق ہوئی ہے۔ جو ذرا آنکھیں پھاڑ کے دیکھا تو یہ ہماری ہی تحریر تھی روضہ! ہو تو تم بھی اپنے نام کے ایک ہماری تحریر کو رلا رلا کر ہی شائع کیا جی ہاں یہ روتی ہوئی تحریر ہماری ہی تھی واقعی ہمارے تو اوسان ہی خطا ہو گئے۔

بے اختیار خوشی سے چیخ نکل گئی ہم بھاگ کے کمرے سے باہر آئے ہماری امی جان تو ڈر ہی گئیں کہ کہیں کسی کا خون ہو گیا ہے پھر انھیں بتایا کہ امی جان ہماری تحریر نے روضہ میں قدم رنجہ ہے پہلے تو انھوں نے ہمارے پیچھے پر بے نقط سنائیں جس کا ہمیں احساس ہی نہیں تھا بعد میں وہ بھی ہماری خوشی میں برابر کی شریک ہو گئیں۔ ادھر میں تو خوشی سے بغلیں بجا رہی تھی میرا دل خوشی کے شادیانے بجا رہا تھا آخر ہماری محنت رنگ لے ہی آئی پھر خون پسینے کی محنت سے لکھا گیا ہمارا خط ہمیں یاد آیا ہم بلا تاخیر خطوط کی محفل میں آ دھمکے ارے! یہ کیا یہاں تو ہمارا خط بھی اپنے جلوے دکھا رہا تھا اور خوشی سے دھمال ڈال رہا تھا گویا میری تو پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں آخر کار روضہ نے ہماری یہ بات سن ہی لی۔

آخر میں روضہ قارئین سے ایک چھوٹی سی گزارش کہ روضہ کو محض وقت گزاری کے لیے نہ پڑھیں اگر اس کو پڑھ کر اس پر عمل نہیں کر سکتے تو اس کو پڑھنے کا بھی کوئی حق نہیں رکھتے ہم (اللہ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق دے) اور دوسرا اس کے لیے ہمیں اتنی محنت کرنی ہے کہ پوری دنیا میں اس کی دھوم مچ جائے۔ بہت ساری دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ

(نا کملہ اخت عمران فاروق فردوکہ سرگودھا)

نماز

ادب و سلیقہ سکھائے نماز
برائی سے ہر دم بچائے نماز
ہو اس کا پابند جو نیک ہو
تر و تازہ اس کو بنائے نماز
جو دنیا میں مرداں نمازی نہیں
انھیں باغِ رضواں دکھائے نماز
بری صحبتوں کے جو عادی ہوئے
انھیں نیک راہوں پہ لائے نماز
خدا سے دعا ہے یہ میری شفیق
میرے کام مشکل میں آئے نماز

(مجاہد احمد عثمان تاج سری ملتان)

ماں

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جا کر تھوڑا سا سکوں پاتی ہے ماں
روح کے رشتوں کی گہرائی تو دیکھو
چوٹ لگتی ہے ہمیں اور روتی ہیں ماں
مانگتی کچھ بھی نہیں اپنے لیے اللہ سے
اپنے بچوں کے لیے دامن کو پھیلاتی ہے ماں
چاہے ہم خوشیوں میں ماں کو بھول جائیں دوستو
جب مصیبت سر پہ آتی ہے تو یاد آتی ہے ماں
ہائے کوئی ان بچوں سے بھی تو پوچھے
جن کی گزر جاتی ہیں ماں

(مجاہد حامد علی، دھول کلاں)

”لوٹ آؤ“

یہ دور ہے افرا تفری کا
اور وقت ہے نفسا نفسی کا
کچھ ہوش نہیں انسانوں کو
خطرہ ہے سب کی جانوں کو
اک خوف سا سب پہ چھایا ہے
ہر چہرہ ہی مرجھایا ہے
کیوں دنیا میں اندھیرا ہے؟
کیوں ظلم نے سب کو گھیرا ہے؟
آواز یہ دل سے آتی ہے
اور روز مجھے بتلاتی ہے
دین کو ہم نے چھوڑ دیا
قرآن سے رشتہ توڑ دیا
نبی کی سنت بھول گئے
پھر ”دین“ کی جانب لوٹ آؤ
قرآن کی جانب لوٹ آؤ
سنت کی جانب لوٹ آؤ

(شگفتہ ارم امیر پور سادات کہروڑ پکا)

حرا ایک نوعمر بھارتی لڑکی تھی، صنف نازک تھی اور اسلام قبول کرنے پر اسے آگ میں زندہ جلانے والے اس کے چچا اور والد تھے۔ اسلام کی اس بے نظیر اور عظیم بیٹی کی دردناک اور ایمان افروز داستان اس کے سفاک چچا نے بیان کی ہے۔ یہ ''ظلم وسفاکی اور ایمانی استقامت میں مقابلہ'' کی ایک انوکھی اور خون کے آنسو رلانے والی داستان ہے جو شہید ''حرا'' چچا عبداللہ اہیر نے بیان کی ہے۔

خاندانی پس منظر:

شہید ''حرا'' کا چچا بیان کرتا ہے: اگر میں کہوں کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے، اس وقت سے لے کر آج تک میں دنیا کا ظالم ترین، بدترین بلکہ خونخوار درندہ ہوں اور خوش قسمت ترین انسان بھی ہوں تو یہ بالکل صحیح تعارف ہوگا۔ میں ضلع مظفر نگر کی تحصیل بڈھانہ کے مسلم راجپوت اکثریت والے ایک گاؤں میں ایک اہیر (گڑریے) کے گھر آج سے تقریباً بیالیس تینتالیس سال قبل پیدا ہوا۔ ہمارا گھرانہ نہایت مذہبی لیکن جرائم پیشہ تھا۔

والد اور چچا جرائم پیشہ گروہ کے سرغنوں میں سے تھے۔ لوٹ مار اور ظلم خاندانی طور پر گھٹی میں پڑا تھا۔ 1887ء میں میرٹھ کے فسادات کے موقع پر میں اپنے والد کے ساتھ رشتے داروں کی مدد کے لیے گیا اور ہم دونوں نے کم از کم پچیس مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے شہید کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے نفرت کے جذبے سے میں بجرنگ دل میں شامل ہوا۔ میں نے بابری مسجد کی شہادت کے سلسلے میں 1990 میں بڈھانہ میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ بڈھانہ میں ایک بہت مشہور مسلمان بدمعاش تھا جس سے پورے علاقے کے غیر مسلم تھراتے تھے، میں نے اپنے ایک ساتھی سے مل کر اس کو گولی ماردی۔ بلاشبہ میرے بدترین اور سفاک قاتل کہلانے کے لیے میرے مظالم کچھ کم نہیں مگر میں نے تو ان سے بھی کہیں بڑھ کر ظلم ڈھایا اور ایک ایسی سفاکانہ حرکت کی کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کسی نے دیکھی نہ سنی ہوگی اور نہ کسی کے تصور میں آئی ہوگی۔

قرآن مجید کے تیسویں پارے میں سورۂ بروج ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کے ایک سفاکانہ واقعے کا ذکر کیا ہے۔ تب اسلام دشمنوں نے اسلام قبول کرنے والوں کو خندقوں کی آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور ان کے جلنے کا تماشا دیکھتے رہے تھے۔ میں اصحاب الاخدود سے کوئی کم ظالم نہیں، میں نے بھی اپنی اسلام کی نام لیوا بھتیجی کو گڑھے میں دھکیل کر آگ لگائی تھی اور اسے آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کا قصور بھی یہی تھا کہ وہ رب احد پر ایمان لے آئی تھی اور اصحاب الاخدود کی طرح میں مشرکین میں سے تھا۔ تاریخ انسانی کا یہ بدترین واقعہ میرے ہاتھوں رونما ہوا۔ اسی لیے میں اپنے آپ کو تاریخ انسانی کا ظالم اور بدترین انسان سمجھتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا نہ رکھا ہوتا تو میرے لیے احساسِ ظلم کی آگ دوزخ کی آگ سے بھی بڑھ کر اذیت ناک ہوتی۔ میں اصحاب الاخدود سے اس لحاظ سے مختلف ہوں کہ رب رحمان نے مجھے توبہ کی توفیق دی۔ جب مجھے اپنے ظلم کا احساس ہوا تو میں نے اللہ کے حضور اپنے ظلم کا اعتراف کیا اور اس کی وحدانیت کو قبول کر لیا۔

ڈاکوؤں کے چنگل میں:

میرے قبول اسلام کا واقعہ ہر مایوس کو امید دلانے والا ہے کہ وہ کرپا دان اور دیالو (ارحم الراحمین) اللہ جب میرے جیسے سفاک قاتل کے ساتھ ایسا کرم کرسکتا ہے تو پھر کسی اور کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے ایک بڑے بھائی تھے۔ مظالم اور جرائم کا ارتکاب کرنے کے باوجود ہم دونوں بھائیوں میں حد درجہ محبت تھی۔ میرے بھائی کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے تھے اور میری کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بڑی لڑکی کا نام ہیرا تھا۔ وہ عجیب دیوانی لڑکی تھی۔ بہت ہی بھاؤک (جذباتی) تھی۔ جس سے ملتی بس دیوانوں کی طرح، اور جس سے نفرت کرتی، پاگلوں کی طرح۔ کبھی کبھی ہمیں خیال آتا کہ شاید اس پر ہوائی اثر ہے۔ اسے متعدد سیانوں کو بھی دکھایا مگر اس کا حال جوں کا توں رہا۔ اس نے آٹھویں کلاس تک سکول میں پڑھا، بڑی ہوگئی اور اسے گھر کے کام میں لگا دیا گیا مگر اس کو آگے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر ہائی سکول میں داخلے کا فارم بھر دیا۔ فیس اور کتابوں کے لیے اس نے آٹھ دن تک کھیتوں میں مزدوری کی۔ جب کتابیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں تو ایک بامن (برہمن) کے گھر اس کی لڑکی سے پڑھنے جانے لگی۔ برہمن کا ایک لڑکا بدمعاش اور ڈاکو تھا۔ اس نے ہیرا کو بہکایا اور ایک رات اسے اپنے ساتھ لے کر فرار ہوگیا۔ وہ اس کی بڑوت کے قریب ایک جنگل میں لے گیا۔ وہاں ڈاکوؤں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ چلی تو گئی مگر وہاں پہنچ کر اسے اپنے ماں باپ کی بدنامی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو پچھتانے لگی۔ وہ چھپ چھپ کر چپکے چپکے روتی۔

مسلم نوجوان سے ملاقات:

اس گینگ میں ادریس پور کا ایک مسلمان نوجوان بھی شامل تھا۔ ایک روز اس نے ہیرا کو روتے ہوئے دیکھ لیا۔ رونے کی وجہ پوچھی تو ہیرا نے اسے بتایا:
''کم سمجھی کے باعث جذبات میں بہہ کر میں اس کے ساتھ آ تو گئی ہوں مگر مجھے یہاں اپنی عزت خطرے میں لگ رہی ہے۔ مزید یہ کہ جب میں اپنے ماں باپ کی پریشانی کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل رونے لگتا ہے۔''

وہ مسلمان ایک ہمدرد اور صاحب کردار نوجوان تھا، اسے ہیرا پر ترس آ گیا اور اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:
''میں ایک مسلمان ہوں اور ایک مسلمان اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے۔ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا اور نہ کسی کو فریب دیتا ہے، اس لیے تم مجھ پر اعتبار کرسکتی ہو۔ میں تجھے اپنی بہن بناتا ہوں۔ میں تمھاری عزت کی حفاظت ایک غیرت مند بھائی کی طرح کروں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تمھیں اس جنگل سے نکال کر صحیح سلامت تمھارے گھر پہنچانے کی کوشش کروں گا۔''

ہیرا کو اس سے حوصلہ ملا۔ مسلمان نوجوان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لڑکی تو بہت بہادر معلوم ہوتی ہے، ہمیں اپنے گروہ میں ایسی بہادر لڑکیوں کو شامل کر لینا چاہیے۔ اس کو جنگل میں مستقل رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے جائیں۔ سب ساتھیوں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ ہیرا کو لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے جائیں۔ سب ساتھیوں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ ہیرا کو لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے جائیں۔ سب ساتھیوں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ ہیرا کو لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے گئے اور اب وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتی۔ ہیرا نے دیکھا کہ دس بارہ افراد کے اس گروہ میں مسلمان نوجوان کا کردار، رویہ اور برتاؤ سب سے الگ ہے۔ وہ بات کا پکا تھا، سوچ سمجھ کر رائے دیتا اور اس کی رائے ہمیشہ اچھی ہوتی۔ جب مال تقسیم ہوتا تو اس میں غریبوں کا حصہ بھی رکھتا۔ وہ ہیرا کو الگ کمرے میں سلاتا اور رات کو بار بار اٹھ کر دیکھتا کہ کوئی ساتھی ادھر تو نہیں گیا۔ جب ہیرا کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے کچھ دن گزر گئے اور ڈاکوؤں کو اطمینان ہوگیا کہ اب وہ گینگ کی ممبر بن چکی ہے تو انھوں نے چوکسی کم کر دی۔

ایک روز اس مسلم نوجوان نے ہیرا کو کسی بہانے بڑوت بھیجا اور اس سے کہا: وہاں سے تانگے میں بیٹھ کر ادریس پور ہمارے گھر چلی جانا اور میرے چھوٹے بھائی کو سارا حال سنانا اور کہنا کہ میں نے اسے بلایا ہے۔ اسے یہ بتا دینا کہ یہاں آ کر کہے۔ وہ لڑکی بڑوت والوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دی ہے۔ ہیرا نے ایسا ہی کیا جیسا اسے بتایا گیا تھا۔ اس کا بھائی جنگل میں آیا اور اپنے بھائی کے ساتھیوں کو ہیرا کے پولیس کے حوالے کیے جانے کی کہانی سنا دی، تاہم

اس مسلمان نوجوان نے علیحدگی میں اپنے بھائی سے کہا کہ واپس جا کر ہیرا کو تھانے بھیج دو اور اس سے کہنا کہ وہ تھانے میں جا کر یہ کہے کہ "ڈاکوؤں کا گروہ مجھے گاؤں سے اٹھا کر لے گیا تھا، میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچی ہوں اور میری جان خطرے میں ہے۔" ہیرا نے ایسا ہی کیا۔

بڑوت تھانے والوں نے بڈھانہ تھانے سے رابطہ کیا۔ وہاں لڑکی کے اغوا کی رپورٹ پہلے سے درج تھی۔ بڈھانہ تھانے والے لیڈیز پولیس کو لے کر بڑوت پہنچے اور ہیرا کو اپنے ساتھ ہمارے گاؤں لے آئے۔ گاؤں میں اس قدر بدنامی ہو چکی تھی کہ ہیرا کو گھر میں رکھنا بڑا مشکل تھا مگر ہم نے پھر بھی اسے گھر میں رکھ لیا۔ اس نے بڑا یقین دلایا کہ "اگرچہ ڈاکو مجھے اٹھا کر لے گئے تھے مگر میں نے اپنے عزت و ناموس کی حفاظت کی ہے۔" اس کی بات پر کسی کو یقین نہ آیا۔ اسی دوران میں ایک پڑھے لکھے رشتے دار آ گئے، انھوں نے تجویز دی کہ ہیرا کا ڈاکٹری معائنہ کروالو۔

تجویز موزوں تھی، اس لیے ہم دونوں بھائی اس کو بڈھانہ ہسپتال لے گئے۔ ہم طے کر کے نکلے تھے کہ اگر اس کی عصمت و آبرو سلامت ہوئی تو واپس لائیں گے ورنہ بڈھانہ کی ندی میں پھینک آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ معائنے کے بعد ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ ہیرا کی عصمت سلامت ہے۔ ہم خوشی و اطمینان سے اسے گھر واپس لے آئے۔

حرا کا قبولِ اسلام:

جنگل سے واپس آنے کے بعد وہ مسلمانوں کا بہت ذکر کرنے لگی، ان کی اچھائیاں گنواتی اور ان کی تعریف کرتی۔ ہمیں بار بار یاد دلاتی کہ "صرف مسلمان لڑکے کی شرافت کی وجہ سے میں بچ نکلنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔" وہ مسلمانوں کے گھر جانے لگی۔ ایک مسلمان لڑکی نے اسے "دوزخ کا کھٹکا اور جنت کی کنجی" نامی کتاب پڑھنے کو دی۔ مسلمانوں کی کتاب اپنے گھر میں رکھی دیکھی تو میرا ہندوانہ تعصب شعلہ بار ہو گیا۔ میں نے اس کی خوب پٹائی کی اور اسے خبردار کیا اگر آئندہ اس طرح کی کوئی کتاب میں نے گھر میں دیکھی تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ وہ میرے غصے اور ہندو مذہب سے میری محبت و عقیدت سے خوب آگاہ تھی، اس کے باوجود میری سختی اور دھمکی کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا تھا، اس کے دل کی اندھیری کوٹھری کو اسلام نے اپنے پرکاش (نور) سے پرکاشت (منور) کر دیا تھا، اس لیے ہماری ناراضی، سختی اور دھمکی کی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ ہماری سختی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مسلمان لڑکی کے ہمراہ جا کر اس نے ایک مولوی صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ وہ چپکے چپکے نماز سیکھنے اور سمے سمے (وقتاً فوقتاً) نماز بھی پڑھنے لگی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمارے گھرانے کو مشرکوں کا گھرانہ سمجھنے لگی تھی، اس لیے گھٹن محسوس کرتی۔ وہ پریشان اور اداس رہتی۔ ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی لڑکی ایسی ہو گئی جیسے اس کا سب کچھ بدل گیا۔ وہ بت پرست گھر کے ماحول سے اس قدر بیزار ہوئی کہ ایک بار پھر فرار ہو گئی۔

بڈھانہ سے دلی تک:

گاؤں کے مولوی صاحب اپنی بیوی کے ہمراہ اسے پھلت چھوڑ آئے تھے۔ مولوی کلیم احمد صدیقی پھلت کے مشہور عالم دین ہیں۔ وہ کچھ دن ان کے گھر میں رہی۔ انھوں نے احتیاط کے طور پر اسے اپنی بہن کے ہاں دہلی بھیج دیا۔ وہاں اسے اپنی مرضی اور پسند کا ماحول ملا۔ خلوص بھری محبت اور چاہت ملی۔ وہ مولوی صاحب کی بہن کو "رانی پھوپھو" کہتی۔ رانی پھوپھو نے اس کی بہترین تربیت کی۔ وہ کم و بیش ڈیڑھ سال دہلی میں رہی۔ پھلت اور دہلی کے قیام نے اسے ایسا مسلمان بنا دیا کہ وہ قرونِ اولیٰ کی عورت نظر آنے لگی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتی تو سننے والوں کو ایسے محسوس ہوتا کہ قرآن نازل ہو رہا ہے۔ وہ شرک کی شب تاریک میں چودھویں کا روشن چاند تھی۔

وہ پیاری بچی اپنے گھر والوں سے بہت پیار کرتی تھی، خصوصاً ماں کو اس دل و جان سے چاہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے آگے سب محبتیں پیچھے رہ گئیں۔ اس کی ماں اکثر بیمار رہتی تھی۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں مر گئی ہے۔ آنکھ کھلی تو اسے ماں کی یاد آئی۔ ماں کی ہستی ہی ایسی ہے کہ کوئی اسے بھلانا بھی چاہے تو نہیں بھلا سکتا اور پھر اللہ تعالیٰ نے کافر اور مشرک ماں تک کی خدمت کا حکم دیا ہے۔ اس خواب کے بعد اس کی نیند اڑ گئی۔ ماں کی یاد اسے تڑپانے لگی۔ وہ یہ سوچ کر رونے لگی کہ اس کی ماں اگر بغیر ایمان لائے مر گئی تو کیا ہوگا۔ اس کی چیخیں سن کر گھر کے سبھی لوگ اٹھ گئے۔ اسے سمجھایا اور تسلی دی۔ وقتی طور پر وہ چپ ہو گئی مگر خواب کو یاد کر کے بار بار روتی۔

مولوی کلیم احمد صدیقی کو وہ "ابی جی" کہتی تھی۔ وہ اپنی ماں کی یاد میں روتی اور صدیقی صاحب سے کہتی: "ابی جی! مجھے ماں سے ملنے کے لیے گھر جانے کی اجازت دے دیں۔" مولوی صاحب اسے سمجھاتے۔ "بیٹی! تمھارے گھر والے تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مار دیں گے یا پھر تمھیں ہندو بنا لیں گے۔" اپنے ایمان کو خطرے میں محسوس کر کے وہ رک جاتی مگر کچھ دن بعد ماں کی یاد آتی تو پھر گھر جانے کی ضد کرنے لگتی۔ اس نے اس قدر اصرار کیا کہ مولوی کلیم صدیقی نے اسے اپنی ماں کے پاس گھر جانے کی اجازت دے دی اور نصیحت کی: "صرف اپنے گھر والوں کو اسلام کی دعوت دینے کی نیت سے جاؤ۔ اگر تمھیں اپنے گھر والوں سے واقعی محبت ہے تو اس محبت کا یہ تقاضا اور حق ہے کہ تم انھیں اسلام کی دعوت دو اور ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر اور کوشش کرو۔" ہیرا جس کا اسلامی نام "حرا" تھا، اس نے کہا: "وہ تو اسلام کے نام سے بھی چڑتے ہیں۔ وہ کسی طرح اسلام قبول نہیں کریں گے۔" مولوی صاحب بولے۔ جب اللہ ان کے سینے اسلام کے لیے کھول دے گا تو پھر وہ کفر و شرک سے بھی اس طرح چڑنے لگیں گے جس طرح اسلام سے چڑتے ہیں۔ مولوی صاحب نے مزید کہا: "بیٹی! کبھی تم بھی تو اسلام سے اسی طرح چڑتی تھیں جس طرح اب شرک سے نفرت کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور میرے سامنے عہد کرو کہ تم اپنے گھر اپنی ماں اور گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کے لیے جا رہی ہو۔ اگر تم اس نیت سے جاؤ گی تو اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے گا اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو وہ تکلیف ہوگی جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ اگر تمھارے گھر والوں نے تمھیں مار بھی دیا تو شہید کہلاؤ گی اور شہادت جنت کا مختصر ترین راستہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھاری شہادت تمھارے گھر والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنے گی۔ اگر تم گھر والوں کو دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لیے اپنی جان کی قربانی دے دیتی ہو تو یہ تمھارے لیے سستا مگر بہترین سودا ہو گا۔"

مولوی کلیم صدیقی صاحب نے ہمیں بتایا کہ گھر کی طرف روانہ ہونے سے قبل اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کے حضور گھر والوں کی ہدایت کے لیے دعا کی اور انھیں دعوت اسلام دینے کی باقاعدہ نیت کی۔

ماں نے اسلام پر جان دی:

حرا، دہلی سے پھلت اور وہاں سے گھر پہنچی۔ اسے دیکھ کر سب لوگ آگ بگولا ہو گئے۔ کسی نے اس کا حال نہ پوچھا۔ میں نے اسے جوتوں اور لاتوں سے مارنا شروع کر دیا۔ وہ نازک سی لڑکی مار کھاتی رہی اور کہتی رہی: "میں اب مسلمان ہوں، رب احد کی ماننے والی ہوں۔ کوئی مار اور اذیت مجھے اسلام سے نہیں ہٹا سکتی۔" ہم سزا کو مزید سخت کرتے تو وہ رونے اور گھبرانے کے بجائے ہمیں اسلام کی دعوت دیتی اور مسلمان ہونے کو کہتی۔ اس کی ماں سخت بیمار تھی۔ دو ماہ بعد وہ مر گئی تو اس نے اصرار کیا کہ "دفن کرنے کے لیے میری ماں کی لاش کو مسلمانوں کے حوالے کیا جائے کیونکہ اس نے میرے سامنے کلمہ پڑھا ہے۔ جاری ہے۔

ماں، ممتا کا سمندر

ماں ایک عظیم ہستی ہے میں ماں کو فقط ایک لفظ نہیں سمجھتی کیونکہ ایک لفظ کے ایک یا ایک سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔ لیکن ماں تو اپنے اندر بے پناہ مفہوم اور بے شمار معانی لیے ہوئے ہے۔ تو پھر ہم اسے ایک لفظ میں کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

ماں ایک سایہ دار درخت کی مانند ہے۔ ماں سراپا محبت ہے اس کے پاس محبت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ماں ایک خزانہ ہے پیار کا۔ جس کی ماں نہیں اس کے دل سے پوچھیے کہ ماں کیا ہوتی ہے؟ اور جس کے پاس ماں جیسی عظیم ہستی

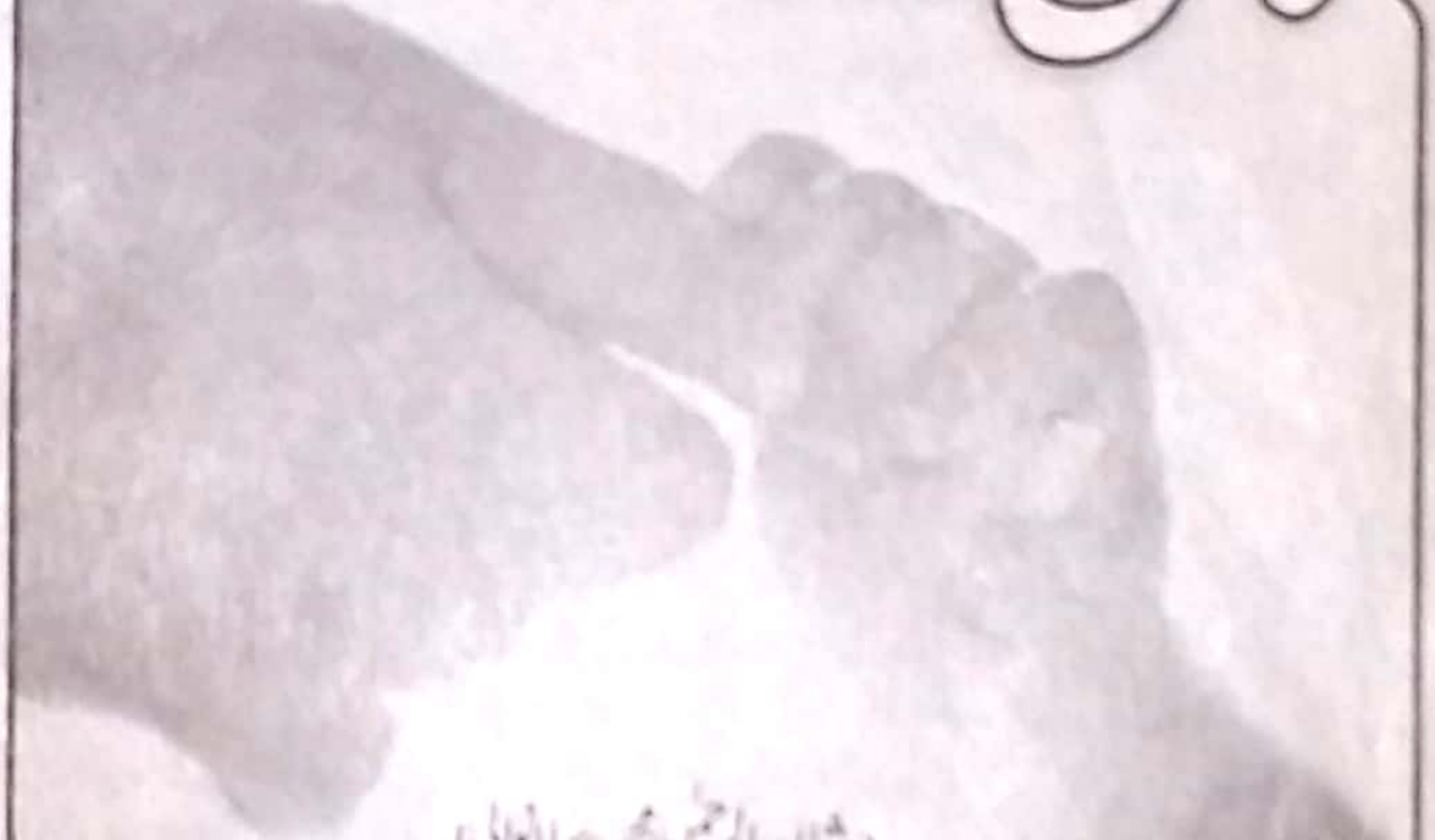

[شان الرحمٰن محمد، ساہیوال]

ہوتی ہے وہ اس کو نظر انداز بھی نہ کریں تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔ ایسے ایک جانتے والے ماں سے شادی کے بعد دور ہو گئے۔

اس کو ٹھیک طرح سے یاد نہیں رہا کہ وہ کب آخری بار ماں کے کمرے میں گیا تھا۔ ماں گھر کے آخری کمرے میں تنہا رہتی تھی۔ اس کی شادی کے صرف ایک ماہ بعد ہی بیوی نے یہ کہ کر ماں کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا۔ ”ماں جی! آپ یہاں رہیے تاکہ آپ کی عبادت میں کوئی خلل نہ ہو۔“ بہو کا یہ جواب سن کر ماں نے پرنم آنکھوں سے بیٹے کو دیکھا تو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ باپ کے انتقال کے بعد ماں نے اسے بڑی محنت سے پالا تھا۔ جب وہ نوکری پر لگ گیا تو ماں نے بڑے ہی ارمانوں اور آرزوؤں سے اس کی شادی کی تھی۔ بوڑھی ماں جس کے چہرے پر زمانے کی گردشوں نے کچھ زیادہ ہی جھریاں پیدا کر دی تھیں۔ بہو کے گھر آنے پر اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل گیا تھا۔ اس کے ماتھے پر پڑی گہری لکیریں کچھ کم نظر آنے لگی تھیں۔ ماں کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ بھی بہت خوش ہوا۔ مگر ماں کی یہ مسکراہٹ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی۔ بہو نے اسے کبھی اپنائیت کا احساس نہ دلایا۔ بلکہ اس کا رویہ ماں کے ساتھ

ہمیشہ سخت گیر رہا۔ ماں جو باپ کے گزرنے کے بعد دکھ سہنے کی عادی ہو گئی تھی یہ غم بھی بڑی ہی خاموشی کے ساتھ اپنے سینے میں اس طرح اتار لیا کہ کہیں بیٹے کو کسی قسم کا احساس نہ ہو۔ اس کی زندگی تو اس وقت ہی ختم ہو گئی تھی جب اس کا سہاگ منوں مٹی کے نیچے دفن ہو گیا تھا۔ اسے تمنا تھی تو بس یہی کہ مرنے سے پہلے بیٹے کا سہرا دیکھ سکے خدا نے اس کی یہ تمنا پوری کر دی تھی۔ مرنے سے پہلے افسوس تھا تو اس بات کا کہ بہو نے اس کے دکھوں میں جو اور اضافہ کر دیا تھا۔ ماں کے کمزور تھا تو اس سینہ سے ایک ہوک سی اسی وقت اٹھی جب

ہوتے ماں اور بیٹے کے مقدس رشتے کی ڈور یوں کو آہستہ آہستہ کاٹ کر اسے ماں سے لاتعلق ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ بیٹے نے بھی بے اعتنائی برتنی شروع کر دی۔ سب کچھ جانتے ہوئے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ماں نے کبھی کچھ نہ کہا۔ شادی سے پہلے جب وہ شام کو ڈیوٹی سے آتا تو اسے ماں سے مل کر بڑی راحت محسوس ہوتی تھی۔ ماں اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتیں تو اسے کونا گوں سکون و اطمینان ہوتی تھی۔ وہ دن بھر کی ساری تھکن بھول جاتا تھا۔ مگر اب سے ماں سے ملنے کا کم ہی اتفاق ہوتا تھا۔ ڈیوٹی سے واپسی کے بعد اس کا وقت بیوی کی ناز برداریوں میں صرف ہو جاتا تھا۔ چند دنوں سے ماں ہر وقت بیمار رہنے لگی تھی۔ وہ بہت کم اپنے کمرے سے باہر نکلتی تھی۔ ایک رات جب وہ سونے کی تیاری کر رہا تھا تو بیوی نے اسے بتایا کہ ”ماں کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے۔ آپ چل کر دیکھ لیں۔“ جب وہ ماں کے کمرے میں گیا تو اس کے قدم وہیں تھم سے گئے۔ مشکل محسوس ہوئی اسے احساس ہی نہ ہوا کہ ماں کی حالت اتنی بگڑ گئی ہے اس کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں۔ بیوی نے اسے کبھی نہیں بتایا کہ ماں اس قدر بیمار

ہو گئی ہے۔ کچھ دن پہلے پوچھنے پر اس نے صرف اتنا کہا تھا۔ ”ماں کی صحت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ویسے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے میں دیکھ بھال کر رہی ہوں۔“ اس وقت بیوی کے اس سفید جھوٹ پر اسے غصہ آ رہا تھا۔ اس نے بھی ماں کو اہمیت ہی نہیں دی بلکہ ایک بوجھ سمجھتی رہی۔ وہ تو ہمیشہ اس خیال میں رہتی تھی کہ کب اسے نجات ملے گی۔ اور آج بیوی کی سوچیں پوری ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ مگر وہ بھی اس میں برابر کا شریک تھا۔ اس نے بھی ماں کی خیریت نہیں پوچھی۔ اسے اب ماں کی ضرورت ہی کیا تھی بڑا جو ہو گیا تھا۔ وہ نہایت افسردگی کے ساتھ اس عظیم ہستی کے آگے نظریں نیچے کیے کھڑا تھا۔ جس نے برے حالات میں اس کی پرورش کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ جس نے بے پناہ مہر و الفت کے موتی اس پر نچھاور کیے تھے۔ اتمام رات بے ہوشی کے بعد سویرے ماں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس کا بوڑھا اور لاغر وجود کیری کی حالت میں ساکت پڑا تھا۔ اس کے کھلے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے بے تاب تھے اور آنکھیں خلا میں تک رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے ماں کے سرہانے بیٹھا تھا۔ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نہایت نادم تھا۔

علم حاصل کرو!

بچو! آج ہم علم کی بات کریں گے۔ آپ بھی کہتے ہوں گے کہ ہر وقت علم کی بات، پڑھائی کی بات۔

جی ہاں ایسی تو نعمت ہے، اچھی زندگی اسی سے گزاری جا سکتی ہے۔ آدمی سے انسان اسی سے بنتا ہے۔ یہ نہ ہو یا اس کی قدر نہ کی جائے تو پھر آدمی کی زندگی میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ ”جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے، جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے، جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے، جو شخص علم کو پھیلاتا ہے، وہ صدقہ دیتا ہے۔“

ان ارشادات کو پڑھنے کے بعد علم کی اہمیت واضح ہو گئی ہو گی اس سے بڑھ کر علم اور تعلیم کی قدر و منزلت کیا ہو سکتی ہے اور جو علم حاصل کر سکتے ہیں وہ کتنا بڑا اور نیک کام کر رہے ہیں اس لیے علم حاصل کرنا ہو یا جو بچے علم حاصل کریں دل لگا کر پڑھیں، تعلیم کو ایک مقدس کام سمجھیں اور علم کے حاصل کرنے کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھیں۔ دولت کے لیے علم حاصل نہ کریں بلکہ ترقی اور عزت کے لیے علم حاصل کریں، کیونکہ علم ایک مقصد ہے اور ایک اعلیٰ مقصد ہے جو کہ ہمیں عزت دیتا ہے اور خاندان اور قوم کو عزت کے اعلیٰ مقام تک پہنچاتا ہے۔

علم وہ چراغ ہے جو کہ راستہ دکھاتا ہے۔ جس کے ہاتھ علم کا چراغ لگے وہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جنھیں یہ چراغ حاصل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے، دکھا چکے ہیں جنھیں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہیں لیکن علم کے چراغ سے محروم ہیں۔

[سہیل احمد ۔۔۔، ساہیوال]

بوڑھا کشمیری

عالیہ پہاڑی کے ایک تنگ سے درے میں چھپی آنے والے وقت کے تصور سے لرزاں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے باپ کی طرح اب اس کی اپنی ماں سے بھی زندگی میں کبھی ملاقات نہیں ہوگی۔ ایک بیٹی ہونے کے ناطے اس کا دل پھٹ رہا تھا۔ آنسو جیسے اس کی آنکھوں سے مسلسل بہنے کے بعد اس کے گالوں پر منجمد ہو چکے تھے اور وہ ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگائے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نڈھال سی بیٹھی تھی جب اچانک اسے ایک جان لیوا احساس نے گھیر لیا......!! اسے یاد آ گیا کہ وہ کمانڈر شمس الرحمٰن کی بہن ہے اور اس بات کی بھی بخوبی سمجھ آ گئی کہ بھارتی فوج نے اس کے گاؤں پر حملہ کیوں کیا تھا؟ یقیناً ان لوگوں کو بھائی کی آمد کا علم کسی غدار کے ذریعے ہو گیا ہوگا۔ اس نے سوچا "خدا جانے شمس الرحمٰن بچ گیا یا......" اس سے آگے اس کی سوچیں منجمد ہو گئیں۔ اس دنیا میں اب اس کا صرف ایک بھائی شمس الرحمٰن ہی زندہ رہ گیا تھا۔ باقی سارا خاندان تو تحریک آزادی کی نذر ہو چکا تھا۔ عالیہ کو یاد آ گیا کہ جس روز اسی طرح علی الصبح بھارتی فوج نے سارے گاؤں کو گھیرے میں لے کر اس کے بوڑھے باپ کو گرفتار کیا تو وہ گھر میں تہجد کی ادائیگی کے بعد مسجد کی طرف جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ "بیٹی گھبرا نہیں...... اپنی ماں کا خیال رکھنا۔ میں تو اللہ کے حضور ہی حاضری دینے جا رہا ہوں۔" معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس بلانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر زندگی میں کبھی شمس الرحمٰن سے ملاقات ہو جائے تو اسے یہ ضرور بتانا کہ میں نے آخری لمحات میں بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور ایک مجاہد کے باپ کے طرح اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر لبیک کہا۔ ممکن ہو تو میری لاش کو گاؤں کے قبرستان ہی میں دفن کرنا اور جب میرے بیٹے کا مشن پورا ہو جائے تو اسے کہنا میری قبر کے سرہانے بلند آواز سے مجھے کشمیر آزاد ہونے کی خوش خبری سنائے۔ بیٹی...... دشمن نزدیک آ رہا ہے وقت کم ہے۔ میں مکان کے باہر نکل کر سرنڈر کر رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے خوامخواہ اس گاؤں کے کسی بے گناہ کی جان جائے دم رخصت مجھے تم سے صرف یہی کہنا ہے کہ اپنے ارادے متزلزل نہ ہونے دینا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اعزاز پر ہمیشہ فخر کرنا کہ تم سوپور کے سب سے بڑے مجاہد شمس الرحمٰن کی بہن ہو۔ بیٹا کسی مرحلے پر بزدلی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ اگر تم نے یا تمہاری ماں نے بزدلی دکھائی تو دشمن کو خوش ہونے کا موقعہ مل جائے گا۔ میں نے تم سب کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں سونپا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ فی امان اللہ۔ اتنا کہہ کر بوڑھے شیر زمان نے آخری مرتبہ اپنی بیٹی کے ماتھے پر بوسہ دیا اور بڑی مضبوطی سے قدم رکھتا اپنے مکان کی دہلیز عبور کر گیا۔ بزدلو! بے غیرتو! فائرنگ بند کر دو۔ میں گرفتاری دے رہا ہوں۔ میرے بیٹے کا انتقام اس گاؤں کے نہتے اور کمزور باشندوں سے کیوں لیتے ہو۔ ہمت ہے تو مجھے گولی مارو۔ آؤ ڈرو نہیں بھیڑیو۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اس کی آواز میں جیسے بجلی کڑک رہی تھی۔ بلیک کیٹس کے ایک گروپ نے اس کی طرف اپنی گنیں تان لیں اور اس طرح سہمے ہوئے اس کی طرف بڑھے جیسے وہ ابھی بم کی طرح پھٹ کر ان کی دھجیاں بکھیر دے گا۔ گاؤں میں بنے لکڑی کے مکانات کی کھڑکیوں سے سارے گاؤں نے وہ ایمان افروز منظر دیکھا جب بوڑھے شیر زمان کو بھارتی کمانڈوز بندوقوں کے بٹ مارتے ہوئے گاؤں سے باہر لے جا رہے تھے اور وہ اپنے بدن پر لگنے والی ہر ضرب کے ساتھ "اللہ اکبر" اور آزادی کے نعرے بلند کر رہا تھا۔ خدا جانے اس کے بوڑھے اور کمزور وجود میں کون سی توانائیاں سما گئی تھیں کہ جب وہ نعرہ بلند کرتا تو گاؤں کی ساری فضا دہل کر رہ جاتی......!! ایک لرزہ تھا جو چاروں طرف طاری تھا! جب تک اس کی آواز کانوں میں آتی رہی، سارا گاؤں سمٹا اس منظر کا ہو بنا رہا۔ جب اس کی آواز آنی بند ہو گئی اور فوجی اسے اپنے ٹرک میں بٹھا کر لے گئے تو اچانک جیسے کسی نے سارے گاؤں کو کالے علم سے باندھ دیا۔ ایک پراسرار سناٹا چاروں طرف در آیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس سناٹے کا سینہ چیرتی گاؤں کی مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے ایک آواز بلند ہوئی۔ نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" سارا گاؤں یک زبان ہو کر خدا کی وحدانیت کا اعلان کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے ایک برق سی چاروں طرف ہرا گئی۔

گو، انڈین گو......

ہر مر کر لیں گے...... آزادی

ہم چھین کے لیں گے...... آزادی

ہم سارے مانگیں...... آزادی

آزادی...... آزادی...... آزادی

مقبوضہ کشمیر کے اس گاؤں کی عورتیں اور بچے اپنے گھروں سے باہر آ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنا عزم غاصبوں تک پہنچا رہے تھے۔ کانوں کے پردے پھاڑتی اچانک ایک آواز ان تمام آوازوں پر غالب آنے لگی۔ پاکستان سے رشتہ کیا...... لا الہ الا اللہ......! سارا گاؤں یک زبان تھا۔ شمشیر نگر کے مکانوں سے بلند ہوتی یہ پکار نیلم کے پانیوں پر سفر کرتی کشمیر کی آزادی فضاؤں میں بھی پہنچ رہی تھی۔ جہاں مصلحت تھی، مجبوریاں تھیں، ریاکاریاں تھیں، منافقتیں تھیں، جہاں بڑے تند و تیز بیانات تھے۔ بڑے بڑے بلند و بانگ دعوے تھے۔ لیکن عمل نہیں تھا۔ ایک طرف وہ مجبور و مقہور اور مظلوم تھے جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے "لا الہ الا اللہ" کے رشتے کو اپنا مفہوم و جان کر اپنی جانیں ہار رہے تھے۔ دوسری طرف "آزاد حکمران" تھے جو وادی لولاب سے اٹھتی ان صداؤں سے سہم کر خوفزدہ ہو کر اپنے ایوانوں میں سمٹ رہے تھے۔ یہ خوف ان کی جان کو آ گیا تھا کہ اگر ان غلاموں نے واقعی اپنی زنجیریں کاٹ دیں اگر یہ واقعی آزاد ہو گئے تو...... ان کی منافقتوں کے محل مسمار ہو جائیں گے...... ان کے جھوٹے بھرم ٹوٹ جائیں گے۔ ان کی سرداریاں ختم ہو جائیں گی۔ ان کی مجبوری یہ تھی کہ اپنا خوف اپنی زبانوں پر نہیں لا سکتے تھے۔ اس طرح رسوائی ان کا مقدر بن جاتی۔ سو وہ محلاتی سازشوں کے محاذ پر ڈٹ گئے۔ بظاہر انھوں نے مظلوموں اور مقہوروں کی حالت زار پر بڑا واویلا کیا۔ لیکن...... بڑی دلجمعی سے اس مشن پر گامزن رہے کہ کم از کم ان کی زندگیوں میں یہ غلام آزاد نہ ہو سکیں تا کہ انھیں کوئی روز بد نہ دیکھنا پڑے۔

[محمد عظیم اسلم، ڈھولن چک ۷۔ پتوکی]

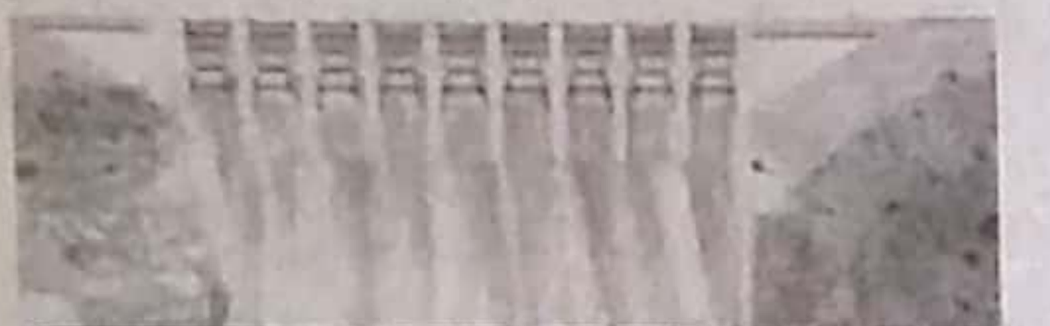

بجلی کیسے بنتی ہیں

سائنسدان کہتے ہیں کہ برقی روان الیکٹروں سے پیدا ہوتی ہے، جنھیں الیکٹرون کہتے ہیں۔ ہر چیز میں یہاں تک کہ ہمارے جسم میں بھی الیکٹرون ہوتے ہیں لیکن ہمارے جسم میں بھی الیکٹرون کو کسی تار میں حرکت دیتی ہے تو اس سے بجلی کی رو پیدا ہو جاتی ہے۔ بے شمار حرکت کرنے والے الیکٹرون ہمارے گھروں کو روشن کرتے ہیں اور بڑی بڑی مشینوں کو چلاتے ہیں۔

ہر بجلی گھر میں بجلی پیدا کرنے والی ایک مشین ہوتی ہے، جسے جنریٹر کہتے ہیں۔ اسی مشین میں بجلی کا کرنٹ یا رو بنتی ہے۔ بجلی کی رو بے شمار الیکٹرون کی ایک ندی میں ہوتی ہے، جو تار کے اندر بہتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جو بجلی کی اس رو کو تار میں دوڑاتی ہے؟ اگر آپ مقناطیس کو تار کے قریب گھمائیں تو تار میں الیکٹرون حرکت کرنے لگیں گے۔

یہی تار آپ مقناطیس کے قریب گھمائیں تو بھی الیکٹرون میں حرکت پیدا ہوگی۔ ان دونوں حالتوں میں دو طاقتیں کام کرتی ہیں۔ ایک مقناطیس اور دوسرے گردن کرنے والی حرکت، بجلی گھر کا جنریٹر ان یہ دو طاقتوں کی مدد سے بجلی کا کرنٹ بناتا ہے۔ جنریٹر کی مشین کو مختلف چیزوں سے چلایا جاتا ہے۔ تیزی سے گرتا ہوا پانی مشین کے پہیوں کو گھما سکتا ہے، بھاپ بھی پہیوں کو گھماتی ہے۔ ایٹمی توانائی کے ری ایکٹر میں ایٹمی ایندھن پانی کو ابالتا ہے، جو بھاپ بن جاتا ہے۔ کوئلے سے چلنے والے پلانٹ میں کوئلے کی آگ پانی کو گرم کرتی ہے، دونوں پلانٹ ایک ہی پانی بار بار استعمال کرتے ہیں۔ جب بھاپ مشین کو زور کا دھکا لگا کر کنڈنسر (آلہ تکثیف) میں پہنچاتی ہے تو وہاں پھر پانی بن جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ بوائلر میں جاتی ہے اور وہاں دوبارہ بھاپ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

دریا کے پانی سے کنڈنسر کو ٹھنڈا رکھنے کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ پانی پائپوں کے ذریعے کنڈنسر تک پہنچایا جاتا ہے۔ ہائیڈرو الیکٹرک پلانٹ آبشار کی قوت سے چلتے ہیں۔ پانی ڈیم کے پیچھے جمع ہو جاتا ہے پھر وہ زور سے بہتا ہے اور اس کے زور سے جنریٹر کی مشین گھومنے لگتی ہے۔ زمینی حرارت کے برقی پلانٹ میں زمین کی بھاپ سے مشین کو چلاتے ہیں۔ زمین کے اندر سے یہ بھاپ اس وقت بنتی ہے، جب پانی گرم چٹانوں پر گرتا ہے۔

حاتم طائی

حاتم طائی زمانہ جاہلیت میں مشہور و معروف آدمی تھا۔ سخاوت میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس کی بیوی ماویہ بنت عفزر اس کو ٹوکتی رہتی کہ اتنی سخاوت اچھی بات نہیں۔ ذرا ہاتھ روک کر خرچ کیا کرو۔ اس کی ملامت کا حاتم طائی پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا وہ اس کی کھلی کھلی ضرور سنتا مگر اپنی مرضی کرتا۔ اس کے پاس دور دور سے لوگ چلے آتے۔ اس کی مہمان نوازی سے خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔

ماویہ کا ایک چچا زاد بھائی تھا جس کا نام مالک تھا۔ وہ ماویہ کو پسند کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ماویہ سے کہا ''تم آخر حاتم کو سمجھاتی کیوں نہیں۔'' دیکھتی نہیں وہ کس طرح بغیر سوچے سمجھے مال لٹاتا ہے؟ اس کے پاس کتنا ہی قیمتی مال کیوں نہ ہو؟ جب تک اسے خرچ نہ کرے اسے چین نہیں آتا۔ اب تو اس کے پاس جائیداد ہے اگر اسی طرح مال لٹاتا رہا تو ایک دن کنگال ہو جائے گا اور پھر تمہاری زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اور اگر اچانک یہ مر جائے تو پھر سوچو تمہارا کیا بنے گا؟ تمہارے بچے بھوکے اور بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔'' ماویہ نے مالک کی بات کی تصدیق کی اور کہا کہ ''تم واقعی میرے خیر خواہ ہو، مگر میں کیا کر سکتی ہوں؟'' مالک نے اسے ورغلایا ''اگر تم حاتم سے طلاق لے لو تو میں تم سے شادی کر لوں گا۔ میں مالی طور پر تم سے زیادہ مستحکم ہوں۔ مالدار ہوں، صاحبِ جائیداد ہوں۔ میرے ساتھ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔'' یہ اسلام سے پہلے کا دور تھا۔ اس دور میں عورتوں کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ عورت بالوں کے بنے ہوئے خیمے میں بیٹھ جاتی۔ اگر اس کے گھر کا دروازہ مشرق کی طرف ہوتا تو وہ خیمے کے دروازہ کا رخ مغرب کی طرف کر لیتی اور اگر اس کے خیمے کا رخ مغرب کی طرف ہوتا تو اسے مشرق کی طرف کر لیتی تھی۔

یہ گویا اعلان ہوتا تھا کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ ماویہ اپنے چچا زاد کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی اور آخر اس نے اپنے خیمے کا رخ بدل لیا۔ حاتم گھر آیا تو سمجھ گیا کہ ماویہ اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ اس نے اپنے بیٹے عدی کو بلایا اور کہا ''دیکھو تمہاری ماں نے کیا کیا ہے۔'' عدی نے کہا ''میں نے بھی دیکھ لیا ہے مگر میں بھی کیا کر سکتا ہوں۔'' حاتم نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دور ایک وادی میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

اسی دوران پچاس افراد پر مشتمل ایک قافلے نے حسبِ معمول حاتم کے گھر کے سامنے آ کر پڑاؤ ڈالا۔ مہمانوں کا یہ قافلہ دیکھ کر ماویہ کے پاؤں کے تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے اپنی لونڈی کو بلوایا اور اس سے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی مالک کو مہمانوں کا بتاؤ۔ اس سے کہو کہ ان کے لیے دودھ اور کھانے پینے کا سامان فوراً بھجوائے۔ آخر مہمان نوازی تو کرنی ہوگی۔

لونڈی سوچ رہی تھی کہ آج لوگ حاتم کا مقام پہچان لیں گے۔ یقیناً آج کی رات فیصلہ کن ہے۔ لونڈی مالک کے پاس گئی اور اسے مالک کا پیغام سنا دیا۔ پیغام سنتے ہی مالک نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔ اپنی داڑھی نوچی اور کہنے لگا ''جاؤ ماویہ کو میرا اسلام کہو اور یہ کہو کہ اس مہمان نوازی اور اسراف کی وجہ سے میں نے تمہیں حاتم سے طلاق کا مشورہ دیا تھا۔ اب مجھے اس مصیبت میں پھنسانا چاہتی ہو۔ میں باز آیا ایسی سخاوت اور مہمان نوازی سے۔ اب پچاس آدمیوں کی مہمان نوازی میرے بس کی بات ہے اور نہ یہ مجھ سے ہو گا۔''

لونڈی نے آ کر ماویہ کے سامنے مالک کے الفاظ دہرا دیئے۔ ماویہ کو یہ جواب اچھا نہ لگا۔ گھر میں مہمان بیٹھے تھے۔ آخر وہ حاتم طائی کی بیوی تھی۔ اس کے گھر میں ہر وقت مہمانوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ ''جاؤ حاتم اتنا دور نہیں قریب ہی وادی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اسے بتاؤ کہ تمہارے مہمان گھر میں بھوکے پیاسے ہیں۔ ان کے کھانے کا بندوبست کرو۔''

''تم آخر حاتم کو سمجھاتی کیوں نہیں۔'' دیکھتی نہیں وہ کس طرح بغیر سوچے سمجھے مال لٹاتا ہے؟ اس کے پاس کتنا ہی قیمتی مال کیوں نہ ہو؟ جب تک اسے خرچ نہ کرے اسے چین نہیں آتا۔

لونڈی بھاگتی ہوئی وادی کی طرف گئی۔ دور سے ہی حاتم کو پکارا۔ مہمانوں کی خبر دی۔ اس نے کہا ''اہلاً و سہلاً مرحبا۔ مہمانوں کو خوش آمدید۔'' وہ بھاگتا ہوا اونٹوں کے باڑے میں آیا۔ دو اونٹ کھول کر خیمے کے پاس لایا اور ان کی پچھلی ٹانگوں کے گھٹنے کاٹ دیئے۔ (اس دور میں اونٹ ذبح کرنے کا یہی طریقہ تھا) ماویہ نے دیکھا تو کہنے لگی ''یہ تم کیا کر رہے ہو؟ میں نے اسی وجہ سے تم سے جدائی اختیار کی تھی۔ یہ اونٹ میری اولاد کے لیے چھوڑ دو۔ مہمانوں کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں۔''

حاتم نے جواب دیا۔ ''ماویہ! جس ذات نے ان مہمانوں کو، تیری اولاد کو اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے وہی ان کا رزق رساں ہے۔ تم فکر کرنے والی کون ہوتی ہو۔''

(سطوری کریمی)

دورہ صفہ کی یادیں

زندگی بدل دینے والے ایام

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ کا جامع مفہوم مجھے دورہ صفہ کے ان 15 دنوں میں سمجھ آیا ہے شاید کہ عمر نہ آ پاتا۔ آتا بھی کیسے زندگی حاصل وصولی کے مفروضوں سے علیحدہ ہوتی تو خسارے کا اندازہ ہوتا۔ یونہی ہوتا ہے...... ہم خواہشوں اور آزمائشوں کے گرداب میں عمریں گزار جاتے ہیں۔ اور وقت نزع کے عالم میں ادراک ہوتا ہے کہ

تہمت چنداں اپنے ذمے دھر چلے
ہم کیا کرنے آئے تھے اور کیا کر چلے

اور تب زندگی ہاتھ ملتی ہے...... خسارے بین کرتے ہیں...... وقت ملامت کرتا ہے...... مگر...... سب بے سود۔ نزع کی آخری ہچکی...... سانس اور بدن کا رشتہ ختم کر دیتی ہے...... تب کف افسوس ملنے کا بھی وقت نہیں بچتا ہمارے پاس...... تاہم ہمیں پھر بھی اس کی چنداں فکر نہیں...... آخری امتحان کی تیاری کا کوئی پریشانی نہیں...... ہم زندگی کے گرداب میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ ہمیں موت ہی آ کر اس سے چھٹکارا دلاتی ہے وگرنہ...... ہم اندھے بہرے اور گونگے بن کر عمریں گزارے جاتے ہیں۔

میں نے اس فارملی ایگزیم کے لیے لڑکیوں کو بہت پریشان، فکر مند دیکھا، وہ بہت محنت کرتی تھیں۔ چند سو نمبروں کے لیے ان کی بے چینیاں مجھے محسوس ہوتی تھیں...... وہ انداز لگاتیں کہ فلاں ذہین ہے وہ پوزیشن لے گی...... وہ بہت محنت سے پڑھتی ہے...... اپنا سبق یاد کرتی ہے...... بشریٰ تو ہر وقت رونے کو تیار رہتی کہ اسے سبق یاد نہیں ہوتا...... وہ فیل ہو جائے گی...... اسے شرمندہ ہونے سے بہت خوف آتا تھا...... وہ اللہ کے بندوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے خائف تھی مگر ہم لوگ کے سامنے شرمندہ کیوں نہیں ہوتے۔ کیوں اس قدر ڈھٹائی پسند ہو گئے ہیں......؟

کیوں ہمارے دل سے خشیت الٰہی اور تقویٰ ختم ہوتا جا رہا ہے؟ اور ظلم عظیم ہے کہ ہمیں اس بات کا ادراک بھی نہیں ہو رہا...... ہم کس قدر خسارے میں جا رہے ہیں ہمیں اندازہ ہی نہیں...... دنیاوی نفع کے لیے ہمیں دین میں کتنا نقصان ہو گیا ہے ہمیں پرواہ ہی نہیں ہے۔

ہنستے روتے...... جیسے تیسے...... لڑکیوں نے پیپر دیئے اور جان چھڑائی...... ایک فارمیلٹی پوری ہوئی۔ جمعرات یعنی یکم جون کو رزلٹ لگنا تھا لیکن نہیں لگ سکا کیونکہ ام زرعہ لڑکیوں کے لطیفوں سے پریشان تھیں...... جو انھوں پیپرز میں لکھ ڈالے تھے۔ گو کہ انھیں ہنسی بھی آئی تھی مگر افسوس کا عالم یہ تھا کہ اتنی سمجھ دار بچیاں ایسی احمقانہ باتیں لکھ ڈالیں گی۔ گویا کہ 15 دنوں میں بھی ان کی ذہنی و دلی عدم دلچسپی کی وجہ سے ان کی معلومات کا معیار صفر ہی رہا...... سب ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں مگر مجھے دکھ اس بات پر ہوا تھا کہ اتنی مقدس جگہ اور اپنی تحشیات سے پر لغویات کی عادی زندگیوں میں سے اگر انھیں 15 قیمتی دن ملے تو انھوں نے قدر کیوں نہ کی...... وہ جیسے آئی تھیں ایسے ہی خالی ذہن وہاتھ چلی گئیں...... انھوں نے کوشش ہی نہ کی خود کو بدلنے کی...... جیسے ایک قرض اتار کر چلی گئی ہوں...... ان کے پیچھے ان کے ماں باپ بہن بھائیوں اور شوہر حضرات کی "خواہش کارفرما تھی" وہ زبردستی بھیجی گئی تھیں لیکن بات پھر سے وہی آ جاتی ہے کہ ہم اس قدر بے حس کیوں ہو گئے ہیں۔

کیوں ہمارے دل اللہ کی بارگاہ میں آ کر بھی نرم نہیں پڑتے۔ کیوں ہم لہولہو داستانیں سن کر بھی دل کو مسل نہیں پاتے...... اپنی دنیا...... اپنی خواہشات...... اپنے قول و افعال...... اس کے علاوہ ہم کچھ نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا میں ہر امتحان کا نتیجہ جلد یا بدلہ پر مل ہی جاتا ہے...... مگر جس مقصد کے لیے دنیا ملی اس کو پس پشت ڈال کر ہم چلے جاتے ہیں۔ اور ملال بھی نہیں کرتے۔ خود کا احتساب کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی...... خود کو بدلنے کی کوشش ہی اڑان نہیں بھرتی...... ہم تو اپنی خواہشات اور ترجیحات میں قید وہ پنچھی ہیں جن کو ہمارے نفس نے اسیر کر رکھا ہے...... یہ بھی معلوم ہے کہ موت اٹل حقیقت ہے اس کے باوجود زندگی کی حرص ہمیں چین نہیں لینے دیتی۔

بہت سی لڑکیاں ایسی بھی تھیں جنھوں نے اپنی اصلاح کی...... اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر آنسو بہائے...... اپنی غلطیوں کو سدھارا...... مگر جو کاسۂ ایمان لیے خالی لوٹ گئیں...... ان کی زندگی پہ تعجب ہوتا ہے...... کتنی ایسی بھی تھیں جو پردے اور حجاب پہ سورہ نور و احزاب کی آیات سن کر عہد باندھتی تھیں کہ آئندہ پردہ کریں گی اور جب رخصت ہوئیں تو اسی طرح بے حجاب جانے کیوں انھیں اللہ سے مذاق کرتے ہوئے خوف محسوس نہیں ہوتا...... بظاہر سبھی پاکیزہ و مطہر، نظر آتے ہیں لیکن دلوں کا حال تو اوپر والا جانتا ہے نا......

"ان الاعمال بالنیات"

پہلی حدیث اور پہلا درس ہی ہم نے یہی لیا تھا...... خیر! امتحان ہو گئے...... لڑکیاں نتیجے کی منتظر رہیں اور پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ تھا کہ میں نے ذرا سی پریشانی محسوس نہیں کی...... بس مجھے "پریکٹیکل" کا خدشہ تھا کہ میرا حوصلہ جواب دے جائے گا...... لیکن صد شکر کہ یہ مرحلہ بخیر و خوبی طے ہوا...... لکھنا میرے لیے کبھی مسئلہ نہیں رہا اسی لیے Written کا مجھے کوئی خدشہ نہیں تھا...... Oral کے لیے بھی زبان چلنی چاہیے جو چلتی ہی رہتی ہے...... آخر وقت تک مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری کوئی پوزیشن آ سکتی ہے کیونکہ میں نے خاص تیاری نہیں کی تھی۔ بس معلومات کا سہارا تھا...... اور نہ میں مجمع میں پڑھ سکتی ہوں۔ مجھے یکسوئی اور تنہائی چاہیے ہوتی ہے جو کہ میسر نہ تھی۔ اس لیے میں نے کتابیں اٹھائیں۔ دیکھیں۔ اور رکھ دیں بہت سی لڑکیوں کو میں نے ٹہل ٹہل کر سبق یاد کرتے دیکھا اور توقع تھی کہ انھی کی پوزیشن آئے گی...... حالانکہ کچھ لڑکیوں نے کہا بھی تھا۔

سدرہ باجی فرسٹ پوزیشن تو آپ کی آئے گی...... بلکہ آنی چاہیے مگر میں آرام سے کہہ دیتی، کیا تم لوگوں کو میری شکل سے لگتا ہے کہ میں Position لوں گی...... تھوڑی بہت آئی بھی ہے تو میری ہستی سارا کام خراب کر دیتی ہے...... اس لیے تو کوئی مجھے لکھاری ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ہاں بھئی میں ہی سدرہ سحر ہوں، مجھے اعتراف کرتے ہوئے کبھی کبھار شرمندگی بھی اٹھانا پڑتی...... مقابل پھر بھی مشکوک۔ واقعی آپ سدرہ سحر ہیں؟ وہ جو روضہ اور طیبات میں لکھتی ہیں۔ جی...... جی...... اتفاق سے وہی ہیں ہم۔

ہیں...... اچھا تو یہ بتائیں آپ محاذ کیوں گرم کیے رکھتی ہیں اعتبار کے بعد نیا مرحلہ۔

میں بڑی صلح پسند ہوں بچی...... بس خوامخواہ میں مجھے امریکہ بنا دیا گیا ہے زبردستی...... وہ تو بس مجھے صاف گوئی کی عادت ہے اسی لیے...... تاویلیں...... صفائیاں (اب بندے کو اتنا بھی صاف گو نہیں ہونا چاہیے) صفہ میں جو غائبانہ جانتی تھیں وہ بہت ہی حیران ہوئیں اور جو نہیں وہ بھی حیران ہی ہوتیں...... کیوں؟ یہ Secret ہے۔ میں جو ہوں ویسی دکھتی نہیں ہوں اور جیسی ہوں...... ویسی ہوں نہیں...... لگتا نہیں کہ آپ رائٹر ہیں۔ اف...... یہ جملہ۔

نہیں لگتا، تو نہ لگے...... رائٹر کے سر پر سینگ ہوتے ہیں کیا...... یا وہ الٹا چلتے ہیں...... وہ سب Readers ہمارا آئندہ کا جواب سن لیں۔ بھئی! ہم کیا کریں...... اس میں ہمارا قصور کیا؟ اور تو اور حفصہ افضال بھی ہمیں کہتی ہے کہ سدرہ؟ آپ بہت عجیب ہیں۔ کیوں عجیب ہیں...... اسے خود بھی علم نہیں ویسے شکر ہے عجیب و غریب نہیں کہتی۔ خیر! ہم عادتاً ملکی سیاستدانوں کی طرح پٹری سے اترتے رہتے ہیں...... دخل در معقولات کے لیے معذرت۔

ہم امتحانوں کا ذکر خیر کر رہے تھے...... محض اتفاق ہی تھا کہ صبح تہجد کے لیے اٹھے جو عظمیٰ باجی نے اطلاع دی رزلٹ نوٹس بورڈ پر لگا دیا گیا ہے۔ یہ غیر متوقع نہیں تھا...... وہ تو لگنا ہی تھا...... غیر متوقع اطلاع یہ تھی کہ پہلی پوزیشن ہماری آئی تھی...... ایں...... واقعی...... ہم نے آنکھیں کھول کر دوبارہ دیکھا تو سدرہ سحر عمران ہی لکھا تھا پہلی پوزیشن کے ساتھ۔

ارے واہ...... ہماری آنکھیں پوری طرح کھل گئی، ہم بے ساختہ عظمیٰ باجی کے گلے جا لگے...... خوشی بیان سے باہر تھی...... ساجدہ باجی اوپر آ رہی تھیں۔ رزلٹ دیکھ لیا اپنا...... انھوں نے کہا تو ہم نے پوری بتیس باہر نکال دیں۔

جی دیکھ لیا...... حالانکہ رات کو ہم ان سے یونہی خفا ہو گئے تھے۔ مگر خوشی اور سرشاری کا عالم سوار تھا اس وقت...... پوزیشن لینا نئی بات نہیں تھی میرے لیے...... مگر صفہ میں

پوزیشن میرے لیے زندگی کا یادگار ترین واقعہ رہے گی...... گو کہ ایک دن پہلے تک میرے ذہن و دل میں خیال تک نہیں تھا لیکن جب پہلا انعام ملا تو اندازہ ہوا کہ اگر ہم وکٹری اسٹینڈ پر نہ ہوتے تو بہت ملامت اور افسوس ہوتا خود پہ...... سب ٹیچرز نے مبارکباد دی دوسری پوزیشن عائشہ سلیم اور شہری نوشین نواز کی تھی...... جن کی متوقع تھی وہ جانے کیوں پیچھے رہ گئے......

''کیا آپ کو یقین تھا کہ میری پوزیشن آجائے گی'' میں نے ساجدہ باجی سے پوچھا تھا۔

''میں تو ابھی تک بے یقین ہوں'' وہ ہنس رہی تھیں ہم پھر سے خفا...... مگر چند لمحوں کے لیے۔ پھر سوال

ساجدہ باجی! آپ تو کہہ رہی تھیں کہ ہماری پوزیشن آ ہی نہیں سکتی (اور اسی لیے تو ہم مایوس سے ہو گئے تھے)

''مذاق کیا تھا بھئی...... ویسے ہم نے تین بار تمہارے نمبر چیک کیے کہ واقعی اول انعام کی حق دار تم ہی ہو یا......؟''

یہ تو بہت زیادتی والی بات ہے...... اتنی نالائق نہیں ہوں میں۔ مجھے یقین تھا لیکن یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر تم پریکٹیکلی میں رہ گئیں تو تمہارے نمبر کم ہو جائیں گے۔ انھوں نے مخصوص مسکراہٹ اچھالی تھی۔

ہاں...... یہ تو تھا...... نشانہ بازی کے بعد میں خود حیران تھی کہ میں نے نشانہ ٹھیک لگا لیا ہے...... یہ صرف اللہ کی طرف سے ہی تھا ورنہ میرے ہاتھ تو مسلسل کانپ رہے تھے۔

اسی روز الوداعی تقریب تھی جمعہ کا روز تھا...... گیارہ بجے کے قریب تمام ٹیچرز تشریف لا چکی تھیں۔ ساجدہ باجی نے صدارت کے فرائض انجام دیے۔ ام عمر باجی نے حمد و ثناء سے آغاز کیا۔ اس کے بعد ام زرعہ نے اپنی خوب صورت آواز میں ''نصر اللہ وفتح قریب'' نظم پڑھی۔ پھر فضیلہ کوثر کو اسوہ حسنہ پہ تقریر کی دعوت دی گئی...... اس نے مختصر لیکن جامع تقریر کی۔ فضیلہ کا انداز بیان اور لب لہجہ خوب ہے۔ اس کے بعد مجھے علم تھا کہ ساجدہ باجی کی مقناطیسی نظریں مجھے تاڑ لیں گی اور ایسا ہی ہوا...... تاثرات کا اظہار کرنے کے لیے مائیک پر آنے کی دعوت دی گئی...... میرے بعد عائشہ ہمایوں سمعیہ، نوشین نواز نے بھی تاثرات بیان کیے...... پھر ساجدہ باجی نے پنجابی زبان میں نظم پڑھی۔

بعد ازاں اول، دوہم اور سوئم آنے والوں کو کتابیں دی گئیں۔ اعزازی انعامات بھی دیے گئے...... پھر ام زرعہ کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں...... ان کے کچھ خیالات میں نے آخری لمحات میں نوٹ تھے...... وہ آپ سب کو بھی پڑھوا دیتی ہوں۔ خطبہ مسنونہ اور درود شریف کے بعد انھوں نے کچھ اس طرح آغاز کیا۔

عزیز سامعات اکرام اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سب کو محبوب نبی سیدنا محمد ﷺ کا امتی بنایا...... الحمد للہ ثم الحمد للہ جس نے ہماری بخشش اور نجات کے لیے آسمان سے قرآن عظیم کا نزول فرمایا...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عظیم کتاب کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ کا اصول ہے کہ جس شے کو اس نے وجود دیا اسے واپس بھی لوٹائے گا اسی طرح اللہ انسان کو بنایا ہے تو واپس لینے کے لیے...... ہم اللہ کی امانت ہیں۔ وقت مختصر ہے۔ ہمیں اپنے پروردگار کا کروڑوں شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں یہ 75 دن عنایت کیے۔ یہ اللہ کا خاص انعام ہے آپ پر بھی ہم پر بھی...... وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو اسلام کے نام لیوا ہیں مگر کبھی اسلام کی حقیقی روح کو سمجھنے کی توفیق نہیں ہوتی انھیں...... ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اپنی مصروف زندگی میں سے کچھ ایسے دن نصیب ہو گئے کہ ہمارا احتساب اور غلطیوں، کوتاہیوں، لغزشوں کی اصلاح ہوئی۔

عزیز طالبات! اس احتساب کو صرف یہیں تک محدود نہیں رکھنا بلکہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر بھی آپ نے رات کو سونے سے قبل اپنے دن بھر کے لائحہ عمل اور معمولات کا احتساب کرنا لازم بنانا ہے۔ ان شاء اللہ۔ زندگی میں مصائب و آلام اور مشکلات آتی رہتی ہیں...... آپ صبر کرنا سیکھیں۔ آپ کو یہاں پر یہی تربیت دی گئی ہے۔ اساتذہ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اسے درگزر کریں۔ جو کمیاں، کوتاہیاں ہوئی کنٹرول میں رکھیں۔ غصہ صبر سے کام لیں۔ اپنی نسوانیت کے وقار کی حفاظت کریں...... باپردہ رہیں...... ایک دوسرے کو حسن ظن سے کام لے کر معاف کر دیا کریں...... بغض، کینہ اور حسد سے بچیں...... یہی آپ کی تربیت ہے۔ یہی آپ کو سکھایا گیا ہے یہاں کہ اپنی شخصی خامیوں کی اصلاح کر لیں۔

چند الوداعی جملوں کے بعد انھوں نے اجازت چاہی۔

پھر ام عبد معیز نے مائیک سنبھال لیا۔ مختصر احوال پیش نظر ہے۔ تمام حمد و ثناء اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے اور درود و سلام محمد ﷺ کے لیے...... آج ہم دین پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں تو قرآن وحدیث پر عمل کریں...... آپ سب یہاں اپنا دنیاوی آرام و سکون چھوڑ کر کے آئی ہیں تو اس لیے کہ آپ دین اسلام سیکھیں۔ آپ یہاں کچھ سیکھنے کے لیے آئی ہیں مگر اب آپ کا فرض ہے کہ آپ نے گھر جا کر بھی انھیں باتوں کو خود پر لاگو کرنا ہے...... امت محمدیہ کو بہترین امت اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہ نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور ہم اسی صورت میں بہترین امتی کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں جب ہم ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کو عام کریں۔ اسلام کو عام کریں۔

تو بچیو! آپ یہاں یہ سب باتیں اپنے اوپر لازم کرنے کے لیے آئی ہیں اور اب اگلا قدم یہ اٹھانا ہے کہ اپنے گھر والوں اور عزیز و اقربا کو اس اہم ترین فرض کی تلقین کرنی ہے۔ داعیہ بن کر دعوت الی اللہ کا کام کرنا ہے۔ ان شاء اللہ

''ان شاء اللہ'' سب بچیوں نے ہم آواز ہو کر عہد باندھا تھا...... ہماری بھی دعا ہے کہ وہ اس عہد کا پاس رکھیں (ہماری ذات پر خطا بھی اس میں شامل ہے) اسی اثناء میں نماز جمعہ کا وقت ہو چلا تھا ساجدہ باجی نے آخر میں سب بچیوں (لڑکیوں) سے کہا کہ وہ اسٹاف روم میں جا کر اپنی اپنی اعزازی کتاب ''نماز نبوی'' (از قلم شیخ عبد الرحمن عزیز) وصول کر لیں جو کہ ان کی طرف سے خاص الخاص تحفہ تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ان کی طرف سے الفتیں محبتیں اور ام عبد اللہ کی طرف سے صحیح بخاری کی منتخب احادیث بھی تحفتاً ملیں...... جو کہ میری مختصر سی لائبریری میں گراں قدر اضافہ ہیں۔

الوداع ہونے کا وقت قریب آ رہا تھا کچھ لڑکیوں کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں تو کچھ میری طرح اداس بلبل بنی نظر آ رہی تھیں...... حقیقتاً مجھے یہ جدائی ملول کر رہی تھی...... میں ابھی اور بہت سے دن اسی طرح مل جل کر رہنا چاہتی تھی لیکن آخر کو رخصت ہونا تھا...... نماز جمعہ کے بعد جن لڑکیوں کے والدین اور بھائی وغیرہ لینے آ گئے تھے وہ جانے کو تیار تھیں یہ منظر بھی بہت خوب صورت تھا۔

بعض ہنستی مسکراتی رخصت ہوئیں اور کچھ نے تو آنسو بہائے...... شگفتہ نے میری گلے لگ کر جو آنسو بہائے تو مجھے بھی شرما حضوری ایک دو آنسو نکالنے پڑے (ورنہ بخدا ہنسی آ رہی تھی) اسے چپ کروایا تو ہما خان بھاں بھاں کرتی آ گئیں...... یہ موصوفہ اس دورے کا دلچسپ ترین کردار تھیں...... ایک دن ہمارے مابین کچھ مس انڈرسٹینڈنگ ہو گئی تھی تو اس سے بات کرنا ترک کر دیا تھا تاہم وہ معافی مانگتے ہوئے رو رہی تھی تو میرا دل فوراً ہی معاف ہو گیا۔

ہنستے روتے بہت سی لڑکیاں گھروں کو چلی گئی تھیں۔ جو رہ گئی تھیں ان کے لیے کھانے کا انتظام تھا۔ میں نے سب کو اوپر جانے کا کہا کیونکہ کھانا لگ چکا تھا۔ کیا مچھلی بازار میں رش ہوتا ہوگا جو وہاں تھا...... میں نے ۱۴، ۱۵ دن صرف حکم ہی دیا تھا آج کی ڈیوٹی مسئولات کی تھی۔ اس لیے ہم نے کھانا شروع کیا۔ چند لڑکیاں ہم سے گلے مل کر رخصت ہو گئی تھیں وہ پھر وہیں موجود تھیں۔

''ارے! تم لوگ تین تین بار تو گلے مل کر رخصت ہو چکی ہو اب پھر یہیں نظر آ رہی ہو۔'' میں نے حیرت سے استفسار کیا۔ ''وہ ام زرعہ کہہ رہی ہیں کھانا کھا کر جانا'' ڈالڈا کا اشتہار سامنے ہوتا'' آپ بھی تو ابھی تک یہیں ہیں، ایک نے جوابی کارروائی کی تو ہم نے گھورا ہم نے تو ام عبد معیز کے ساتھ جانا ہے۔

''سدرہ باجی! آپ کو کوئی نہیں لینے آیا، ہما نے ہماری دکھی رگ کو چھیڑا ابھی نہیں...... ہمارے گھر والے تو فاتحہ پڑھ چکے ہیں...... اور پتہ ہے ذونیرہ کا بھائی عمران تو کہہ رہا تھا ایسی جگہوں پر آج کل بم دھماکے کافی ہوتے ہیں...... کہیں تم لوگ بھی نا...... اللہ معاف کرے...... وہ دانت نکالنے لگیں تو میں نے اصل بات بتائی۔

ہم نے خود ہی منع کر دیا انھیں کیونکہ ہم ام معز کے ساتھ آئے تھے تو انہی کے ساتھ جانا بنتا ہے نا اور ہم خود سے بھی طے کیے بیٹھے تھے۔ سب ہی چلی گئی تھیں میں ذونیرہ، ارم،

ماریہ اور ثمرین رہ گئی تھیں۔ عظمٰی باجی کو آخری بار بھی موقع مل گیا لڑکیوں کو اصفری بنانے کا انھوں نے ان کو ساتھ لگا کر سارا سامان سمیٹا۔ ذونیرہ باجی بھی ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ ان کی موجودگی کے باعث ذونیرہ خوشی خوشی کام کر رہی تھی وگرنہ وہ کافی تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

پھر ساجدہ باجی، سلمٰی آنٹی اور عظمٰی باجی کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد میں اور ساجدہ باجی باتیں کرنے لگے...... وہ پل بھی بہت جلدی گزر گئے...... جبھی ام عبد معیز نے مجھے اور ساجدہ باجی کو دستانے تحفتاً دیے جنھیں میں نے واپسی میں پہن لیا تھا۔

سبھی معلمات سے میں نے رابطہ نمبرز لیے تھے...... عصر کی نماز کے بعد ام معز نے پکار لیا کہ نیچے گاڑی آ چکی ہے پھر ہم سب سے مل کر گہری اداسی لیے گاڑی میں آ بیٹھے...... اور یوں ۱۵ دن کا حسین احساس اور ملاپ ختم ہوا۔

میرے ذہن میں یہ شروع سے تھا کہ دورہ صفہ کا احوال لکھنا ہے اس لکھنے لکھانے میں میں ثمرین باجی کو بھول گئی...... صد حیرت...... وہ جو فجر کی نماز کے بعد ہمیں چکاتیں تو اشراق کے وقت چھوڑتی تھیں...... یہ حفظ کا پیریڈ لیتیں...... اور مجال ہے جو کسی کو اونگھنے دیں۔ آنکھیں تو بس ام معز کے پیریڈ میں ہی کھلتی تھیں...... وہ بھی پوری کی پوری...... دیکھنے میں بہت تنگ مزاج لگتی ہیں...... لیکن جب ہنستی تو ہم حیرت سے تکتے رہ جاتے کہ یہ ہنستی بھی ہیں (عظمٰی باجی بھی انھی کا پرتو ہیں) کینٹین کی ذمہ داری بھی ان کی تھی...... دکان کھول کر بیٹھی ہوتیں تو لگتا چوٹی کی سیلز وومین ہیں۔ ویسے لڑکیوں نے ان کا دماغ بہت کھایا...... (اور انھوں نے حساب برابر رکھا)

ام حمزہ بھی تھیں...... تک تک کرتیں سر پر پہنچ جاتیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہو پاتی...... کوئی شوخی شہر اور کر دی تو وہ کلاس ہوتی کہ سب بغلیں جھانکنے لگتیں...... واحد یہ تھیں جو مجھے سحر کہتی تھیں۔ ایک پیاری سی شخصیت سلمٰی آنٹی کی بھی تھیں...... یہ خدمت کے لیے اپنی خوشی سے آئی تھیں اور کھانا نکالنے کی ذمہ داری ان کی تھی...... شروع کے کچھ دن تو انھوں نے خوب سختی دکھائی کہ لڑکیاں کھانا بہت ضائع کرتی تھیں۔ مگر حیرت انگیز طور پر ان کا رویہ میرے ساتھ بہت شفیق ہو گیا۔ وہ بہت ہی محبت سے بات کرتی تھیں مجھ سے۔ کبھی پیار میں کہتیں، سدرہ...... سدھر جا۔ (کیوں کہ مجھے ہنسنے کی بیماری ہے) ضرور تا ہنستی ہوں احمق نہیں خوش طبیعت کہہ سکتے ہیں۔

اینڈ ٹائم تک ان کا شفیق لہجہ میرے ساتھ رہا۔

وہ گزشتہ کئی برسوں سے صفہ کروا رہی ہیں۔ ان کا جذبہ قابل تعریف ہے۔ ایک دردانہ باجی کی والدہ محترمہ بھی تھیں...... بے ضرر اور خوش گفتار۔ اگر میں نے کسی کی ذات کی مختصر سی عکس بندی کرتے ہوئے کمی بیشی یا کوتاہی کر دی تو میں تہِ دل سے معذرت کی خواستگار ہوں۔ میرا مقصد محض احوال قلم بند کرنا تھا...... کسی کی دل آزاری یا حوصلہ شکنی مقصود نہیں...... بعض باتیں انسان نادانستگی میں کہہ جاتا ہے اور وہ کسی کی ذات کو گزند پہنچا دیتی ہیں...... میں ایسا ہرگز نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف پہنچے...... تمام اساتذہ اور اسٹاف ممبران میرے لیے انتہائی محترم، مکرم اور قابل صد افتخار ہستیاں ہیں۔ ان کی لگن، محنت، کوشش، جہد اور توجہ کا میں کبھی صلہ نہیں چکا سکتی...... انھوں نے ہر ممکن طریقے سے اپنی طالبات کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھا۔ کسی کے ساتھ کمی زیادتی نہیں کی...... اور ام احمد...... نوید قمر بھائی کی زوجہ محترمہ...... جن سے ملنے کا مجھے بہت اشتیاق تھا یہ بھی وقت نکال کر تھوڑی دیر کے لیے آتی تھیں اور اپنے اخلاق سے سب کو گرویدہ بنا لیا۔ بڑی بی داری خاتون معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے پیپرز کی مصروفیات بھی تھیں......

خیر! یہ سب باتیں تفصیلاً میں اس لیے لکھ رہی ہوں کہ میں نے جتنے بھی احوال پڑھے ہیں مجھے ہمیشہ ان میں تشنگی کا احساس محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے تفصیل سے یہ سب لکھا...... میں تمام معلمات کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتی تھی اور جو تھوڑا بہت لکھ پائی ہوں یہ ان کا عشر عشیر بھی نہیں...... بس میری دلی خواہش تھی۔

آخر میں میں ان تمام لڑکیوں سے اور ماؤں سے استدعا کرنا چاہوں گی جو اپنی زندگی کے قیمتی ماہ و سال دنیاوی عیش و طرب کے لیے تفریحی مقامات پر تفریح کی غرض سے گزار دیتے ہیں۔ اپنی بے حد مصروف زندگیوں میں سے صرف ۱۵ دن نکال کر دیں اسلام کے لیے صرف کر دیں۔ مجھے امید ہے آپ کی زندگی میں کچھ نہ کچھ تبدیلی بہر حال آئے گی۔

آپ کے خطوط

......السلام علیکم! ساجد بھائی ''روضۃ الاطفال'' میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ اللہ اسے شرفِ اشاعت بخشے۔ ویسے اس رسالے کو پڑھتے ہوئے مجھے صرف ڈیڑھ برس ہوئے ہیں۔ میری عمر الحمد للہ بیس برس ہے اور میں ان بچوں میں سے ہوں جنھیں یہ رسالہ بے حد محبوب ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ بیس سال کا ہونے کے باوجود میں خود کو ''بچہ'' کہہ رہا ہوں۔ بھئی، بات یہ ہے کہ انسان کی عمر خواہ کچھ بھی ہو اپنے ماں باپ کا تو وہ بچہ ہی ہوتا ہے نا۔ میں نے خط کہ ساتھ کچھ تحریری مواد بھی بھیجا ہے۔ [عبداللہ خاں، لاہور]

......السلام علیکم! روضۃ الاطفال کا شمارہ نمبر 80 ملا۔ بہت سے نوآموز لکھاری دیکھنے کو ملے۔ یوں لگتا ہے کہ پرانے لکھاری مصروفیاتِ زندگی کی بھول بھلیوں میں کھو چکے ہیں۔ بہت عرصہ ہوا خطوط کی محفل میں وہ گہما گہمی نظر نہیں آتی جو کہ پہلے نظر آیا کرتی تھی۔ جو اپنائیت اور انسیت روضۃ میں پہلے محسوس ہوتی تھی اب اس کا بہت فقدان ہے۔

خدا کرے کہ پرانے لکھاری بھی جلد از جلد واپس لوٹ آئیں اور اپنے پرانے اپنائیت بھرے رنگوں سمیت لوٹیں تا کہ روضہ کی محفل میں پھر سے وہی گہما گہمی ہوں۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔ [میمونہ اعظم، گجرات]

......السلام علیکم! ساجد بھیا! کیسے ہیں آپ؟ سوچ رہی ہوں بات کیسے شروع کروں روضۃ میں جو نئے لوگ آتے ہیں آپ انھیں کم از کم ویلکم تو کہہ دیتے ہیں لیکن ہمیں تو آپ نے خوش آمدید بھی نہیں کہا بھائی دوسری بار روضہ میں لکھ رہی ہوں 2 ماہ پہلے 2 تحریریں جھوٹ، نصیحت، ایک دعا اور خط بھیجا لیکن ان کا پتہ نہیں بھائی کم از کم آپ ہمیں ''جی آیاں نوں'' تو کہہ دیں واللہ بہاولنگر والوں سے تو دشمنی ہے آپ کو۔ بھائی ہم پہ ترس کھائیں اور ہمیں اس پیارے سے باغ میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں۔ ساجد بھیا! میں 3 سال سے روضہ الاطفال کی قاریہ ہوں میرے پاس ننھے مجاہد کے 20 شمارے ہیں اور روضۃ کے 78 ہو چکے ہیں بھائی ایک دفعہ نیکی کا ایک اہم ذریعہ کے نام سے اشتہار آیا تھا پرانے رسالے یا کتابیں منگوانے کے بارے میں اگر آپ یا کوئی ضرورت مند قاری یا لکھاری منگوانا چاہیں تو منگوا سکتے ہیں بالکل (فری میں) سدرہ آپی حفصہ افضال، فرح، عمر فاروق ارشد بھائی، عثمان اشرف بھائی، منیر طلال بھائی، مقصود احمد بھائی ان سب کو اور تمام قاریوں کو بہت بہت سلام ان کو ایک مشورہ ہے کہ روضہ سے غائب ہونا چھوڑ دیں ورنہ تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا ویسے آپ سب غائب ہیں تو ہماری جرأت ہوتی ہے آپ کے باغ میں قدم رکھنے کی ہاہاہ؟

[صفیہ منیر، بہاولنگر]

...... روضہ! میں خوش آمدید! جی آیاں نوں۔

......السلام علیکم! محترم بھائی! بڑی مدت کے بعد آپ کی محفل میں تشریف لا رہی ہوں اگر اجازت ہو تو مگر اب تو اجازت کی بھی ہمت نہیں رہی۔ دل پہ پتھر رکھ کر ہاتھ میں قلم پکڑ کر جلدی جلدی دو باتیں لکھی ہیں۔ اگر تین لکھتی ہوں تو وہ شائع آپ نے نہیں کرنا کہ لمبا ہو گیا ہے۔

[ناصرہ عتیق، مستووال]

......السلام علیکم! پیارے بھیا میں اس رسالے کی بہت پرانی قاریہ ہوں جب یہ غزوہ میں ننھے مجاہد کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ اور یہ میگزین مجھے بہت پسند ہے۔ بھئی پسند بھی کیوں نا ہو بچپن کی دوستی جو تھی تو میں نے سوچا کیوں نا اپنے خط کے ذریعے روضہ کو بتا دے کہ ہم بھی اس کے دوست ہیں۔ [اسماء، اٹک]

......السلام علیکم! ہم کچھ عرصے سے روضۃ الاطفال کا مطالعہ کر رہی ہیں اس میں تمام کہانیاں اسلامی اور اچھی ہوتی ہے جو بچوں اور بڑوں کے لیے بڑا اچھا میگزین ہے جو بھی اسے دیکھتا ہے بڑے شوق سے پڑھتا ہے ہم اس میں پہلی دفعہ شامل ہو رہی ہے۔ [رخسانہ عظمٰی، ڈھولن چوکی]

پھولوں میں خوشبو بھی......دوا بھی

دعا، لاہور

پھول جیسے پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے زمین پر بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اس دنیا میں پر کوئی بھی چیز بے کار نہیں بنائی۔ اس کائنات کی خوبصورتی کو قائم رکھنے کے لیے رنگ رنگ کے پھول اگانے گئے جن کو دیکھ کر خوشی اور تازگی کا احساس بڑھ جاتا ہے آپ کو شاید معلوم نہیں کہ پھول خوشبو کے ساتھ ساتھ معمولی بیماری سے لے کر لاعلاج بیماریوں میں صحت یابی کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ پھول خوشبو دیتے ہیں یہ تو سب کو پتا ہی ہے مگر دوا کا کام بھی دیتے ہیں یہ آج آپ کو ہم بتاتے ہیں تو زیر نظر مضمون قارئین کے لیے پھول بطور ''دوا'' ہی پیش خدمت ہے۔

گلاب

یہ پھول پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ اس سے گل قند تیار ہوتا ہے جو قبض کی شکایت میں مفید ہے۔ اس پھول کے زیرے کو پیس کر پانچ گرام مقدار میں دست روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ عرق گلاب دکھتی ہوئی آنکھوں میں ڈالنے سے آرام آجاتا ہے۔ شربتِ گلاب دل گھبرانے کی شکایت میں بے حد مفید ہے۔

گل گڑھل

بالوں کو لمبا اور سیاہ کرتا ہے، تیلوں میں گڑھل کے بیج ۵ گرام کھانے سے پیشاب میں جلن اور سوزش ختم ہو جاتی ہے۔ اس پھول کی تازہ پتیوں کو پانی میں جوش دے کر شکر ملا کر کھانسی، حلق کی خراش اور پیشاب کی بعض شکایات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خشک پھولوں کا سفوف ۵ گرام کی مقدار میں روزانہ صبح نہار منہ استعمال کرنا بدخوابی میں مفید ہے۔

گل داؤدی

اس پھول کے جوشاندے کے استعمال سے گردے اور مثانے کی پتھری نکل جاتی ہے۔ سخت قسم کے بلغمی ورم ختم کرنے کے لیے اس کی مرہم بہت مفید ہے۔ ۱۲۰ گرام گل داؤدی، ساڑھے تین گرام سونف اور ڈیڑھ گرام زیرہ سفید کوٹ کر پانی میں اتنا پکائیں کہ تمام چیزیں مرہم کی طرح ہو جائیں۔ بلغمی ورم تحلیل کرنے کے لیے یہ مرہم بہت مفید اثرات کی حامل ہے۔

سورج مکھی

اسے گل آفتاب پرست بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ ہر وقت اپنا رخ سورج کی طرف رکھتا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اس پھول کو سرکے میں ملا کر سات روز تک عرق النساء (ٹانگ کا درد جو کولہے سے شروع ہو کر پنڈلی تک آتا ہے) پر لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ پیٹ کے کیڑے نکالنے کے لیے اس کے بیجوں کی ۲ سے ۴ گرام تک کی پھنکی دو دن تک دن میں دو بار دینی چاہیے۔ تیسرے دن ارنڈی کا تیل استعمال کرائیں، سارے کیڑے نکل جائیں گے۔

گل سدابہار

اس کے پھول دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک گلابی اور دوسرے سفید۔ اس کے پتے مہندی کے پتوں کے ساتھ پیس کر لگانے سے خارش میں فائدہ ہوتا ہے۔ یہ پھیپھڑوں کے امراض اور کھانسی وغیرہ میں مفید ہے۔ دست اور پیچس روکنے کے لیے اس کے تازہ پتے ۲۷ گرام کی مقدار میں پانی سے کھانا بہت مفید ہے۔ آنکھ دکھنے کی حالت میں اس کے پتوں کا رس یا گودا لیپ کرنے سے جلدی فائدہ ہو جاتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اس کی پتیاں ذیابیطس میں مفید پائی گئی ہیں۔

کنیر

اس درخت کی دو اقسام ہیں۔ ایک میں سرخ پھول لگتے ہیں اور دوسرے میں سفید۔ سفید قسم کی کم یاب اور زہریلی ہوتی ہے۔ اس کے پھولوں کا لیپ بنا کر چہرے پر لگانے سے رنگت نکھر جاتی ہے اس کے پھولوں یا پتوں کو باریک پیس کر نسوار کی طرح سونگھنے سے چھینکیں آتی ہیں اور بند نزلہ خارج ہو کر درد سر کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ اس کا تیل پرانی خارش میں مفید ہے۔ پتوں کا جوشاندہ بنا کر اس میں روغن زیتون پکائیں کہ پانی جل کر صرف تیل باقی رہ جائے۔ یہ تیل ایسی خارش میں مفید ہے جو طویل مدت سے ہو اور کھجاتے کھجاتے کھال موٹی ہو گئی ہو۔

نیلوفر

کنول کی طرح یہ بھی پانی میں ہوتا ہے۔ پھول بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض پودوں کے پھول ایسے ہوتے ہیں جو دن میں کھلتے ہیں اور رات میں بند ہو جاتے ہیں، لیکن بعض صرف رات میں ہی کھلتے ہیں۔ کشمیر کی جھیلوں میں نیلوفر پایا جاتا ہے۔ پھولوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کا رنگ سفید، کسی کا سرخ اور بعض کا ہلکا نیلا یا بنفشی ہوتا ہے۔ اس کے پتے گول اور بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔ اس کی بعض اقسام گرم علاقوں میں ہوتی ہیں اور بعض سرد علاقوں ہیں۔ اس کا پھول دل و دماغ کی تقویت کے لیے بہت مفید ہے۔ گرمی ہونے میں اس کا شربت بہترین اثرات کا حامل ہوتا ہے۔ آنتوں کے زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ سرخ پھولوں والی نیلوفر کی جڑ ابال کر بواسیر کے مرض میں غذا کے طور پر کھلاتے ہیں۔ دست روکنے کے لیے پھولوں کا جوشاندہ مفید ہے۔ اس کے پھول کا عرق گرمی کی کھانسی، تپ دق اور پسلیوں کے درد میں مفید ہے۔ اس کے پھولوں سے جو روغن تیار ہوتا ہے وہ نیند لاتا ہے اور درد سر کو روکتا ہے۔

گل تسبیح

اس پھولوں کے بیجوں سے تسبیح بنائی جاتی ہے اس کا پیڑا آدھ گز سے لے کر تین گز تک بلند، پتے کیلے کی پتوں سے مشابہ مگر ان سے چھوٹے، پتوں کے درمیان سے شاخ نکل کر اس پر پھول آتا ہے۔ بیج پختہ ہو کر سیاہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بیج دل کی کمزوری میں استعمال ہوتے ہیں۔ کمزور ہاضمے والے مریضوں کو اس پودے کی جڑ کی روٹی پکا کر کھلائی جاتی ہے۔ اس کی جڑ میں نشاستہ کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ یہ روٹی جلد ہضم ہو کر ہاضمہ قوی کرتا ہے۔

گیندا

اسے گل صد برگ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پھول یرقان (پیلیا) میں مفید ہے۔ اگر کسی مریض کا پیشاب رک گیا ہو تو اس کو کونپلوں کا شیرہ مصری ملا کر پلاتے ہیں۔ خونی بواسیر میں دس گرام پھولوں کا شیرہ کالی مرچ ۵ عدد کے ساتھ پیس کر استعمال کرانے سے فائدہ ہوتا ہے اور بواسیر کا خون رک جاتا ہے۔ یہ پھول ورموں کو گھلاتا ہے زخموں کو خشک کرتا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کے سینے میں سوجن ہو جائے تو گیندے کے پتے پیس کر اس مقام پر باندھنے سے ورم پک کر پھوٹ جاتا ہے اور ان ہی پتوں کی پلٹس سے زخم اچھا ہو جاتا ہے۔ داد، اگزیما کی شکایت میں پھولوں کا رس لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

نرگس

اس پھول کو ہمارے شاعروں نے انتظار کے استعارے میں استعمال کیا ہے اور اسے انتظار کرتی ہوئی آنکھ سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے پھول میں چھ پتیاں ہوتی ہیں۔ سردی سے نزلہ زکام ہو گیا ہو تو وہ اس پھول کے سونگھنے سے ختم ہو جاتا ہے بال خورے کی شکایت میں اس پھول کو سر کے ساتھ لیپ کرنا فائدے مند ہوتا ہے۔ پھوڑوں پر پھولوں کو لیپ کرنے سے ان کی پیپ صاف ہو جاتی ہے۔ سیاہ داغ صاف کرنے کے لیے سرکے میں نرگس کے بیج پیس کر لیپ کرتے ہیں۔

کنول

یہ ایک آبی پودے کا پھول ہوتا ہے جو تالابوں اور جھیلوں میں پایا جاتا ہے، ہندوؤں کے نزدیک یہ پھول بہت متبرک ہوتا ہے۔ پھول کے نیچے بیر کے برابر بیج ہوتے ہیں جنھیں کنول گٹہ کہا جاتا ہے۔ یہ بیج کھائے جاتے ہیں۔ ان کا ذائقہ شیریں ہوتا ہے۔ بچوں کے دست روکنے کے لیے مغز کنول گٹہ پانی میں پیس کر چھان کر بچوں کو پلانے سے آرام آجاتا ہے۔ چھے گرام کی مقدار میں مغز کنول گٹہ دینے سے جریان وغیرہ میں فائدہ ہو جاتا ہے۔

دینی قصے کہانیوں اور چھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

پاکستان

82

۵ ذوالحجہ ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ء

حج کی کہانی

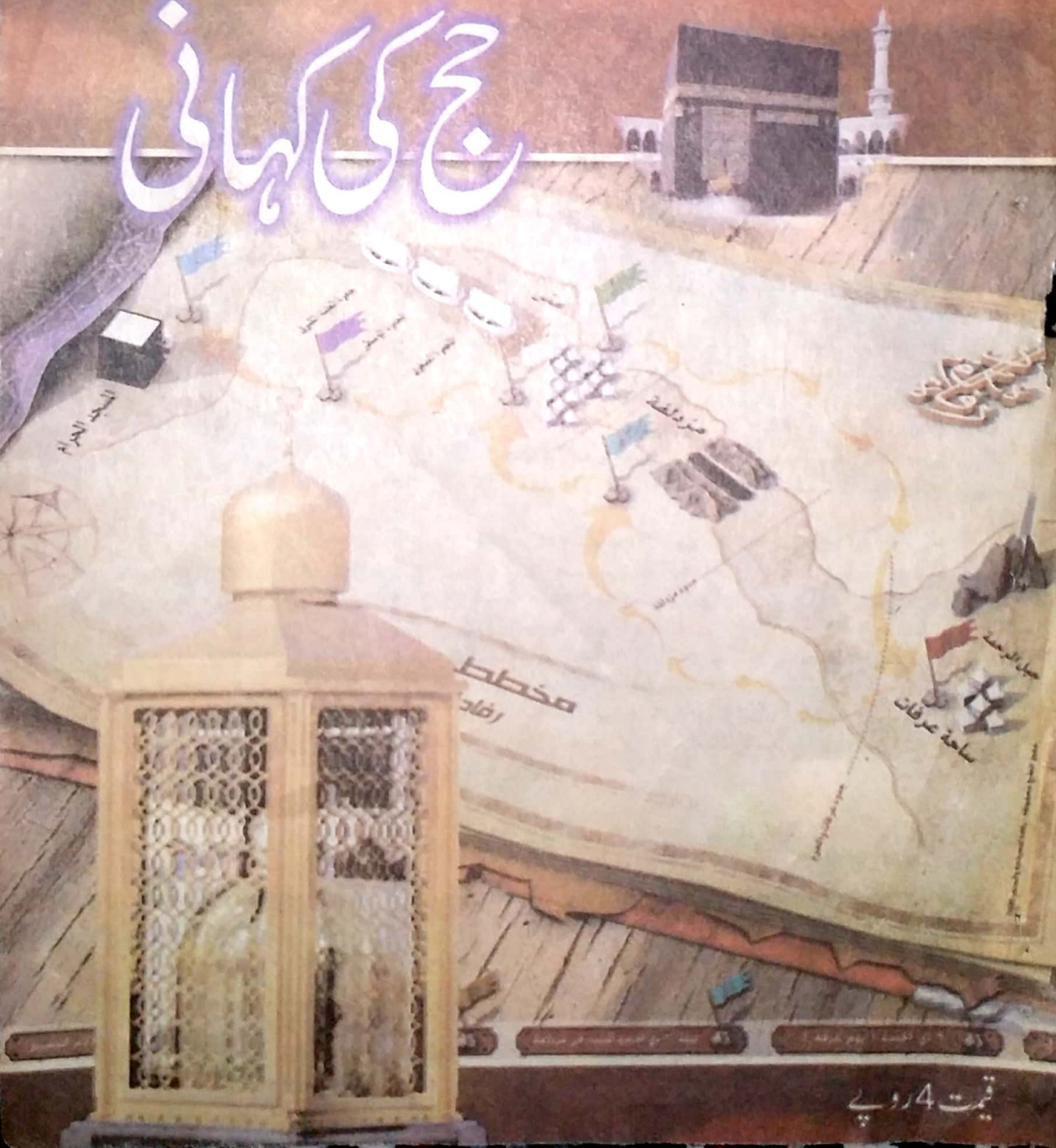

قیمت 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

’’اور جو شخص کوئی گناہ کمائے تو وہ اسے صرف اپنی جان پر کماتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جو بھی کوئی خطا، یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو یقیناً اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔‘‘ [النساء : ۱۱۱، ۱۱۲]

[انتخاب: محمد شفیق ...... جمبر کلاں، قصور]

فرمانِ رسول ﷺ

ترمذی، کتاب البر میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ایک صحابی رسول ﷺ نے پوچھا: میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ ...... میں نے پوچھا ...... ماں کے بعد کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کی حضور ﷺ پھر کون؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے پوچھا حضور ﷺ! پھر کس کے ساتھ فرمایا۔ باپ کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ جو قریبی ہو۔

دیکھو! میرے حضور ﷺ نے ایک بزرگ اور کمزور خاتون کو کس کس اعزاز سے نواز کر معاشرے میں سب سے بڑھ کر قابل تکریم بنا دیا ہے کہ ماں نہ ہو تو ماں کی بہن سے حسن سلوک کر کے رب کی رحمت کا حق دار بن جا۔ [محمد راشد الیاس، چک نمبر 294 HR]

پہلی بات

پیارے بچو! آپ عید کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ نئے نئے کپڑے سلوا رہے ہیں۔ خوشبوئیں خرید رہے ہیں جوتے لے رہے ہیں۔ مگر ایک نصیحت آپ کو ہم بھی کر دیتے ہیں۔ نصیحت یہ ہے کہ اپنے ابا جی کی آمدن اور جیب دیکھ کر مطالبہ کرنا۔ کہیں ایسا نا ہو کہ آپ کے ابا جی ناراض ہو جائیں۔

لامحالہ وہ اسی وقت ناراض ہوں گے جب آپ کے مطالبات ان کی آمدن سے بڑھ جائیں گے لہٰذا مطالبات ضرور کریں مگر ذرا سوچ سمجھ کر۔

آپ کے ابو جی نے آپ کو بکرا چھترا خرید کر دے دیا ہوگا۔ نہیں خریدا تو آپ بکر منڈی میں یقیناً پھیرے لگا رہے ہوں گے۔ بکرا، چھترا اور دنبہ خریدنے کے بعد آپ اسے چوکر، چارہ اور دال چنے کھلا رہے ہوں گے۔ اپنے قربانی کے جانور کے ساتھ لاڈیاں کر رہے ہوں گے۔ مہندی لگا رہے ہوں گے۔ گلے میں ہار ڈال رہے ہوں گے اور اسے لے کر اپنے محلے میں گھوم رہے ہوں گے۔

پیارے بچو! آپ میں سے کچھ بچے ایسے بھی ہوں گے جن کے ابو جی نے گائے میں حصہ ڈالا ہوگا۔ اور ہاں ہاں! کچھ بچے ایسے بھی ہوں گے جن کے ابو گائے میں بھی حصہ ڈالنے سے قاصر ہوں گے۔ مگر آپ سب بچے اکٹھے مل کر بڑی عید کی نماز پڑھنے کو تو اکٹھے ہی جائیں گے۔ قربانیاں ہوں گی۔ اور جن کے گھر میں جانور ذبح نہیں ہوں گے۔ ان کے گھروں میں بھی گوشت پہنچ جائے گا۔ جن کے ہاں گائے کی قربانی ہے ان کے ہاں بکرے چھترے کا گوشت پہنچ جائے گا۔ بچو! گھروں میں گوشت بانٹنے کا کام آپ نے کرنا ہے۔ یوں گوشت ہر گھر میں پکے گا اور سارے مسلمان قربانی کا گوشت کھائیں گے۔ سب عید منائیں گے اور خوشیاں اکٹھی کریں گے۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام بچے تھے ...... مگر وہ کیسے پیارے بچے تھے، اپنے ابو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لاڈلے تھے مگر جونہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں بیٹے نے کہا، ابو جی! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریئے جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے آپ صبر کرنے والا ثابت قدم پائیں گے۔

پیارے بچو! ہر شخص کا خواب چاہے وہ کتنا بھی نیک ہو۔ سچا بھی ہو سکتا ہے اور جھوٹا بھی مگر نبی کا خواب اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ یہ بات ننھے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو معلوم تھی اسی لیے وہ ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر اللہ نے ان کی جگہ جنت سے دنبہ بھیج دیا۔ دنبہ ذبح ہو گیا اور ننھے اسماعیل بچ گئے۔

پیارے بچو! یوں اپنے ماں باپ کے فرمانبردار بن جاؤ جس طرح ننھے اسماعیل علیہ السلام فرمانبردار تھے۔ قربانی کا یہی سبق ہے۔ اور یہ بھی سبق ہے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے اپنے مفادات کی قربانی دینے کا عزم کیا جائے۔ اس لیے قربانی کہ اللہ بھی خوش ہو جائے۔ اللہ کے بندے بھی خوش ہو جائیں۔

پیارے بچو! اب آپ نے اپنے اچھے اچھے پیارے دوستوں کو بھی خوش کرنا اور قربانی کی کھالیں جماعۃ الدعوۃ کے کارکنان کو دینے کے لیے اکٹھی کرنا۔ اس لیے کہ اس پیسے سے یتیم، مسکین بیوہ عورتیں۔ سیلاب زدہ بچے فائدہ اٹھائیں گے۔ ان شاء اللہ

والسلام

آپ کا اپنا

امیر بابا

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-37070857

ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

آئیے! اسلام سیکھیں

جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے

پیارے بچو! آپ جانتے ہیں کہ ایک اچھا انسان ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ سچ بولنے والے بچے کو سب لوگ عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی باتوں پر اعتبار کرتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بچپن میں اور جوانی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ لوگ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے کیوں کہ وہ آپ ﷺ کو انتہائی سچا اور دیانت دار انسان سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو لوگوں کی زبان پر تھا کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہے وہ سچ ہے۔

جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ''جھوٹی بات سے بچتے رہو'' سورہ حج (۲۲) آیت ۳۰۔

''بے شک اللہ بے لحاظ جھوٹے کو راہ نہیں دیتا۔'' سورہ مومن: (۴۰) آیت ۲۸۔

اسی طرح کوئی غلط کام کر کے کسی دوسرے شخص پر الزام لگا دینا بہت سخت گناہ اور جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ سورہ النساء (۴) آیت ۱۱۲۔ ''اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اس کی تہمت لگا دے کسی بے گناہ پر تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا''۔

جھوٹ بولنے والا وقتی طور پر شاید کوئی فائدہ اٹھا لے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے سے اس چیز میں برکت نہیں ہوتی اور ایسے شخص کی آخرت بھی خراب ہوتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، یقیناً کسی شخص کا سچ بولتے رہنا اسے ایک دن صدیق (یعنی انتہائی سچا) بنا دیتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ یقیناً کسی شخص کے جھوٹ بولتے رہنے سے ایک دن وہ اللہ کے ہاں کذاب (یعنی انتہائی جھوٹا) لکھ لیا جاتا ہے۔''

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں کہ ہم کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہیں کریں گے، کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے، ہم ہمیشہ سچ بولیں گے اور ہر وہ کام کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور قدم قدم پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور مدد حاصل ہو۔ آمین

(عبدالوارث ساجد کی کتاب آئیے اسلام سیکھیں سے انتخاب)

انتخاب:
حبیب اللہ ساجد بلوچ، اوکاڑہ

گلدستہ احادیث

تلاوتِ قرآن مجید کی فضیلت

سیدنا ابوامامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو، اس لیے کہ قیامت والے دن یہ اپنے (پڑھنے والے) ساتھیوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔ (مسلم، کتاب الفضائل القرآن: ۱۸۷۴)

[مزمل حسین صدا، کسووال]

گھر میں کتے کا پالنا

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ علیہا السلام کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدہ عائشہ ؓ نے باہر ایک اجنبی شخص کو کھڑے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا اندر تشریف لے آتے۔ انھوں نے فرمایا ''ہم ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں۔'' آپ نے دیکھا۔ ایک کتے کا بچہ کونے میں دبکا ہوا بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے باہر نکالا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام اندر تشریف لائے۔ (حوالہ، صحابیات مبشرات ؓ)

[سلمیٰ از سائرہ فروکہ ضلع سرگودھا]

جنتی عورت کی نشانیاں

سیدنا ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کو بھی دیکھا جہنم کو بھی جب میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں زیادہ غریبوں کو پایا اور جہنم کو دیکھا تو اس میں زیادہ عورتوں کو پایا۔ (بخاری)

قیامت بُرے لوگوں پر قائم ہوگی

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''قیامت صرف بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی۔'' (مسلم)

سیدنا انس ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کہنے والا ہو۔ (مسلم، کتاب الایمان)

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وہ لوگ سب سے بدتر ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت قائم ہو گی۔ (بخاری، کتاب الفتن)

پیارے نبی ﷺ کا پیارا چہرہ

پیارے بچو! کسی بھی شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کی شکل وصورت بڑا گہرا کردار ادا کرتی ہے۔ انسان کے بدن کی بناوٹ اور اس کے اعضاء اس کے ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی مرتبے کے آئینہ دار ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن سلام ؓ نے رسول اکرم ﷺ کے رخِ انور کو دیکھتے ہی فرمایا تھا کہ ''بلاشبہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔''

سیدنا براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوب سیرت تھے، نہ دراز قد اور نہ ہی پست قامت۔ (بخاری)

سیدنا براء بن عازب ؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ لمبے بالوں والے سرخ لباس میں ملبوس نبی اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا، بال مبارک شانوں تک پہنچے تھے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ قدرے زیادہ تھا۔ (مسلم)

سیدنا جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے چاندنی رات میں دیکھ رہا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا بالآخر اس فیصلے پر پہنچا کہ نبی اکرم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ (دارمی)

سیدنا کعب بن مالک ؓ کا بیان ہے کہ جب میری جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے توبہ قبول ہوئی تو میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سلام کہا۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مارے خوشی کے چمک رہا ہے اور آپ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا مکھڑا ایسے دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔

''ہمدان شہر'' کی رہنے والی ایک صحابیہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کیا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہاتھ میں چھڑی لیے اونٹ پر سوار بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں راوی ابواسحاق ہمدانی کہتا ہے کہ میں نے ان سے نبی اکرم ﷺ کے چہرے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ''چودھویں کے چاند کی طرح پرنور میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔'' (یعقوب بن سفیان نے اسے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

ابوعبیدہ بن محمد عمار ؓ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ربیع بنت معوذ ؓ سے درخواست کی کہ نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بتائیں؟ انھوں نے کہا کہ بیٹے! اگر تم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو یوں لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے سورج کو دیکھا ہے۔ (دلائل النبوہ، دارمی)

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ اقدس پرنور اور انتہائی خوبصورت تھا جب کوئی آپ ﷺ کے چہرے کی خوبصورتی بیان کرتا تو چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا ہوا نظر آتا۔ (دلائل النبوہ)

[مزمل حسین، کسووال]

شوق ملاقات

تحریر:
حبیب الرحمٰن قصوری

”بھائی جان...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ انیس نے ابوذر غفاری سے دریافت کیا۔“

”ہاں ...... ہاں...... کیوں کیا بات ہے؟“ ابوذر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ میں کئی روز سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ خاموش رہتے ہیں۔ بھائی نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔ ”نہیں انیس کوئی خاص بات نہیں۔“ ابوذر نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ جب بھائی کا اصرار بڑھ گیا تو کہا ”اچھا پہلے ایک کام کرو گے؟ انیس جلدی سے بولا۔ ضرور میری خاطر مکہ جاؤ۔ تم نے سنا ہوگا وہاں بنی ہاشم کے ایک صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ذرا جا کر معلوم تو کرو وہ صاحب کون ہیں اور کیا کہتے ہیں۔“ ابوذر نے بھائی کو حکماً کہا۔

”بہت اچھا...... میں آج ہی روانہ ہو جاؤں گا۔ انیس نے محبت کے ساتھ جواب دیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔“

...... ✿ ...... ✿ ......

بہت دن ہو گئے انیس ابھی تک واپس نہیں آیا ابوذر اکیلے بیٹھے اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں انیس بھی آ گئے اور ابوذر ان کی طرف دوڑ پڑے ”کہو انیس کیا خبر لائے ہو“ میں خود ان سے مل کر آیا ہوں ان کا نام محمد ﷺ ہے۔ میں ان سے باتیں بھی کی ہیں۔“ انیس نے اپنے اوپر سے گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ کیسے ہیں۔ انیس؟ ابوذر نے پھر سوال کیا۔

آپ صاحب جمال، پاکیزہ رو، دمکتی ہوئی کشادہ پیشانی، سیاہ سرمگیں آنکھیں، باریک و پیوستہ ابرو، کالے بال، سچے موتیوں جیسے دانت، درمیانہ قد، شیریں کلام، دورانِ گفتگو لفظ واضح اور صاف، نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو، جملے مختصر مگر جامع، ان کے صحابہ ان کے گرد رہتے، خاموشی سے بات سنتے اور فوراً تعمیل کرتے۔ ابوذر نے کہا ”سچ کہتے ہو انیس۔“ جیسے ابوذر کا دل گواہی دے رہا ہو۔ ان کا پیغام کیا ہے۔ ابوذر نے بے تابی کے ساتھ پوچھا۔ ”وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔“ انیس نے جواب دیا۔ ابھی تسلی نہیں ہوئی انھیں میں تصدیق کے لیے خود جاؤں گا ان سے ملنے۔ ابوذر نے بے چینی سے کہا۔

...... ✿ ...... ✿ ......

ابوذر کعبے کے صحن میں کھڑے ادھر ادھر نظریں دوڑا رہے تھے۔ ہر آنے جانے والے کے چہرے سے بھائی کے بتائے ہوئے حلیے سے مقابلہ کرتے۔ اسی طرح دن ختم ہو گیا۔ وہ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے۔ اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک اجنبی کعبہ میں لیٹا ہوا ہے۔ اس کے قریب گئے اور سرہانے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ ”یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔“ ہاں میں مسافر ہی ہوں۔ ابوذر نے لیٹے لیٹے جواب دیا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔ ابوذر اٹھے اور حضرت علی کے ساتھ ہو لیے۔ وہیں کھانا کھایا اور رات بسر کی نہ سیدنا علی مرتضیٰ نے کچھ پوچھا نہ ابوذر نے کچھ بتلایا۔ صبح ہوئی تو پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرت کی ملاقات کا شوق تھا۔ کل کی طرح آج پھر وہ جستجو میں رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ شام کو پھر زمزم کا پانی پی کر کعبہ میں لیٹ رہے۔ اتفاق کی بات آج بھی سیدنا علی خانہ کعبہ گئے۔ اس اجنبی کو لیٹا ہوا دیکھ کر اس کے پاس پہنچے۔ ”شاید تمھیں اپنا ٹھکانہ نہیں ملا۔“ ہاں یا اخی، ابوذر نے مختصر جواب دیا۔ ”اچھا میرے ساتھ آؤ“ سیدنا علی پھر اپنے گھر گئے کھانا کھلانے کے بعد دریافت کیا۔ تم کون ہو اور یہاں کس غرض سے آئے ہو؟ ”راز میں رکھو گے تو بتاؤں گا۔“ راز داری کا وعدہ کرتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہتا ہے۔“ خوش آمدید...... یا اُخی بہت اچھا ہوا جو آپ کی ملاقات مجھ سے ہوئی۔ میں ان کی خدمت میں ہی جا رہا تھا۔ تم ان سے ملنے جا رہے ہو۔ یہ کہہ کر ابوذر شوق ملاقات میں بے تاب ہو گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک شرط ہے۔ حضرت علی نے رکتے ہوئے کہا۔ ”وہ کیا؟“ ابوذر جلدی سے بول اٹھے پہلے میں اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ سیدنا علی سمجھانے لگے۔ ”اگر اس وقت ملنا مناسب نا ہوا تو میں دیوار کے ساتھ لگ جاؤں گا جیسے کہ جوتے ٹھیک کر رہا ہوں تم واپس آ جانا۔“ پھر کب ملاقات ہوگی، ابوذر بہت ہی بے چین تھے۔ ”ان شاء اللہ کل ہو جائے گی، سیدنا علی نے جواب دیا۔ دونوں روانہ ہو گئے۔“

...... ✿ ...... ✿ ......

ابوذر غفاری نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد سوالات کیے۔ آپ علیہ السلام نے ان کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ آخر کار ابوذر بے اختیار بول اٹھے۔ یا رسول اللہ...... اب مجھے بھی مسلمان کر لیجیے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو کلمہ طیبہ پڑھانے کے بعد فرمایا۔ ”ابوذر تم ابھی اس بات کو چھپا کر رکھو اور وطن واپس چلے جاؤ۔“ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ ابوذر نے مؤدبانہ عرض کی۔ ”اس حق سے بڑھ کر کوئی حق نہیں جو میں لے کر آیا ہوں اور جس پر تم ایمان لائے ہو۔“ رسول اللہ ﷺ نے پورے جوش اور یقین کے ساتھ فرمایا۔ ”پھر مجھے اجازت دیجیے کہ ان مشرکین میں اعلانِ حق کر کے جاؤں۔“ ابوذر نے والہانہ انداز میں اجازت طلب کی، مجھے ان کی خباثت سے ڈر لگتا ہے یہ تمھیں تکلیف نہ پہنچائیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں جواب دیا۔ ”میں دکھوں اور مصیبتوں سے نہیں ڈرتا بخدا میں اعلان کر کے جاؤں گا۔“ یہ کہہ کر کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کعبہ کے پاس قریش جمع تھے۔ ابوذر نے ان کو مخاطب کر کے کلمۂ شہادت پڑھا۔ یہ آواز سن کر قریش آپے سے باہر ہو گئے۔ ”مارو مارو اس صابی کو۔“ سب ان پر جھپٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ ان کو اتنا مارا کہ یہ بے دم ہو گئے اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انھوں نے ان کو جھک کر دیکھا اور پہچان لیا۔ چیخ کر بولے۔ ارے کم بختو، یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے، جہاں سے تم کھجوریں لاتے ہو اگر یہ مر گیا تو تمہاری تجارت خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہ سنتے ہی لوگ دور ہٹ گئے لیکن دوسرے دن جب ابوذر نے اسی طرح سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اتفاق کی بات اس بار بھی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے چھڑا لیا۔ آخر کار ابوذر نے اپنے وطن یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔

پیارے بچو! دیکھا نا کس قدر بے تاب تھے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے اور دین اسلام کے شیدائی اور فدائی بن گے مگر مشرک لوگوں کے سامنے اعلان حق سے گریز نہ کیا۔“

درد کی تصویریں

سیلاب زدہ بچوں کے ساتھ گزرے لمحات

عبدالوارث ساجد

عید کا دن ہم نے کبھی بھی اپنی زندگی میں ایسا نہ گزرا تھا۔ خوشی اور غم ساتھ ساتھ تھے۔ سجاول اور موسیٰ خاں کی باتوں نے جہاں آنکھوں میں پانی بھر دیا ہے تھا ننھی فاطمہ۔ حرا، افضل، مریم اور بختاور کی توتلی باتوں اور غم سے بے فکر ہنسی بھرے چہروں نے خوش کن لمحات پیدا کر دیے تھے۔

''چاچا! آج عید کا دن ہے نا!؟''

مریم نے سفیان سے پوچھا:

''ہاں کیوں نہیں۔ تم نے دیکھو نئے کپڑے پہنے ہیں نا! عید کا دن ہے نا، تو پھر ہمیں عیدی تو دو۔''

وہ سفیان کی بات کے پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑی تھی، ہم بھی کھلکھلا کے ہنس دیے۔ بچے جس حال میں بھی ہوں عیدی تو وہ بڑوں سے لیتے ہی ہیں اور یہاں بھی مریم نے ہمیں اپنا بڑا سمجھ کے ہی مان سے عیدی مانگی ہوگئی۔ مریم کی بات ختم ہوتے ہی ہم نے پیار سے اسے چپت لگائی تب سفیان جیب سے پیسے نکال کر سب بچوں میں تقسیم کرنے لگا۔ یہ وہ لمحات تھے جب ہم سب دکھوں کی اس بستی میں بیٹھے خوش ہی خوش تھے یہ منظر ہر طرف ہی تھے خوشی اور غم کے ملے جلے تاثرات ہر چہرے پر تھے عید کی نماز ہو چکی تھی۔ اب متاثرین میں کچھ کپڑے اور کھانے اور مٹھائی کی تقسیم کی تیاری تھی سٹور کے پاس چہل پہل تھی ہم وہاں چلے گے۔ سٹور پر گئے تو ہمیں پہلا دن یاد آ گیا۔ جب ہم آتے ہی اس سٹور پر آئے تھے۔

پہلے دن ہم اس جگہ پر آئے تھے تو ایک لطیفہ ہی ہو گیا ہم متاثرین کے لیے کچھ کپڑے اور دوسری قسم کا سامان ہم لاہور سے بھی لے کر گئے تھے جماعۃ الدعوۃ شعبہ ڈاکٹرز کے بانی جناب احمد داؤد صاحب نے بھی سامان کے کئی کاٹن ہمیں دیے تھے کہ وہاں متاثرین کو عید پہ تقسیم کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے خود سامان گاڑی میں رکھا اور بتایا کہ میں نے رات خود ساری پیکنگ کی ہے اور ارادہ تھا کہ میں اپنے ہاتھوں سے یہ کپڑے تقسیم کر کے اپنے بھائیوں میں خوشیاں بانٹو۔ لیکن میں چند دن پہلے مظفر گڑھ سے ہو کر آیا ہوں اب آپ لوگ جا رہے ہیں تو سوچا آپ کے سپرد کر دوں، ڈاکٹر صاحب بہت کمال شخصیت ہیں مجاہدین سے محبت ان کے لہو میں شامل ہے۔ انھوں نے دعوت و جہاد میں اپنے قیمتی ترین ایام بسر کیے ہیں اور بہت سے ڈاکٹروں کو توحید و سنت کی دعوت سے روشناس کروایا ہے تاحال وہ اس کام میں مگن ہیں اللہ رب العزت انھیں اپنے دین کی سرفرازی کے لیے مزید توفیق عطا فرمائے۔ بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ ڈاکٹر داؤد صاحب نے ہمیں ادویات کے چند ڈبے بھی دیے۔ جو متاثرین کے لیے تھے۔ کیمپ میں جب سامان اتارا جانے لگا تو کپڑوں کے کاٹن کے ساتھ ایک چھوٹا سا ڈبہ ادویات کا بھی ہاتھ میں لیے ابوسفیان ہمارے ساتھ اندر داخل ہوا۔

شاہد بھائی نے کہا ''یحییٰ بھائی! ادویات کی بہت ضرورت تھی اچھا کیا آپ لے آئے، مگر یہ چھوٹا سا ڈبہ ہی کیوں؟ ہم سب ہنس دیے۔

یحییٰ بھائی! نے مسکرا کر کہا ''بھائی یہ تو صرف میری دوائیاں ہیں۔''

سٹور میں بھی سب ہنس دیے اور حیران بھی ہوئے شاہد بھائی نے کہا ''اتنی دوا لیتے ہیں آپ۔'' یہ تو ہم اس لمبے سفر میں ملاحظہ فرما ہی چکے تھے کہ یحییٰ بھائی کے ساتھ اللہ کی خاص مدد ہے۔ ورنہ وہ بیماری میں جس قدر سفر کرتے ہیں اور مسلسل رابطوں کے لیے پاکستان بھر کے شہروں کے چکر لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں مدد خدا کے علاوہ ممکن نہیں۔ جب ہم لاہور سے سندھ کی طرف آ رہے تھے تو وہ جب تک روزہ رہتا تو دوا نہ لیتے اور افطاری کے ساتھ ہی دوا اور پھر وقفے وقفے سے یہ سلسلہ جاری رہتا ایسے ہی ان کا سفر تب سے جاری ہے جب سے سیلاب آیا تھا وہ دن رات ایک کیے ہوئے متاثرہ علاقوں میں تھے۔

دن چڑھ آیا تھا۔ سورج کی کرنوں میں گرمی آ گئی تھی۔ فلاح انسانیت اور المحمدیہ کے کارکنان دونوں بستیوں اور آس پاس کے تمام متاثرین میں کھانا اور مٹھائی تقسیم کر رہے تھے۔ صحافیوں کی ٹیم بھی یہاں تھی۔ لوگوں کی قطار بنی تھی بچوں کی الگ بڑوں کی الگ سب کے ہاتھ میں سوٹ، مٹھائی اور چہرے پر خوشی تھی۔ کھانے میں بہترین گوشت اور روٹی تھی۔ جوان کے لیے کراچی سے اور حیدرآباد سے منگوائی گئی تھی اتنی بڑی مقدار میں کھانا تیار کروانا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ عید سے پہلے ہم نے شاہد بھائی اور حیدرآباد کے مسئول فیصل ندیم کو دیکھا وہ شام سے ہی مسلسل رابطوں میں تھے کہ کہیں سے اتنی روٹی تیار ہو جائے اس بستی میں کھانا کھلا دیا گیا تو یہاں سے کچھ فاصلے پر جو لوگ رہ رہے تھے ان میں کھانا تقسیم کرنے کے لیے گاڑیاں جانے لگی تھی۔

ہم لوگوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ چند کھجوریوں کے سوا کچھ بھی نہیں کھایا تھا صبح سویرے ہی یحییٰ بھائی نے اٹھا دیا تھا نماز فجر سے قبل ہی غسل کیا اور کپڑے بدل کر خیمہ بستی کی طرف چل دیے تھے کراچی سے ٹھٹھہ کا سفر سو کلومیٹر ہے۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ بارش نے آلیا۔ راستے میں ابومجاہد ندیم بھائی کو ساتھ لیا اور نماز فجر ایک پٹرول پمپ کی مسجد میں ادا کر کے پھر روانہ ہوئے سورج سر نکال رہا تھا جب ہم بستی میں پہنچ گئے تھے اور ہم نے گاڑی ہی چند کھجوریں تناول کی تھی اب دن ڈھلنے کے قریب تھا۔ ہمارے ساتھ فلاح انسانیت کے ترجمان سلمان شاہد بھائی تھے ہم دوسری بستی میں تصویریں بنا رہے تھے۔ سلمان شاہد خیمہ بستی کے مسئول خالد سیف کو کئی بار کہہ چکے تھے کہ یار آپ نے اتنے لوگوں کو کھانا دیا ہے کچھ ہمیں بھی کھلا دو اور خالد بے چارہ ابھی تک خود بھوکا متاثرین کو کھلانے کے انتظام میں تھا۔ یہاں تو ہر کارکن کا یہی حالت تھا۔ وہ خود بھوکا تھا مگر متاثرین کی خدمت میں لگا تھا۔ اسی دوران فلاح انسانیت کے چیئرمین حافظ عبدالرؤف صاحب بھی تشریف لے آئے۔ انھوں نے نماز عید ٹھٹھہ میں ہی پڑھانی تھی مگر چند وجوہات کی بنا پر وہ لاہور نماز عید پڑھا کر متاثرین کے ساتھ عید کے دن گزارنے آ گئے تھے۔

اس علاقے میں سب سے زیادہ متاثرین کی تعداد سجاول کے علاقے کی تھی۔ یہاں سیلاب نے بہت تباہی پھیلائی تھی۔ سجاول کے متاثرین کے گھر ابھی تک پانی میں ڈوبے تھے جہاں کشتی کی سروس شروع کرنے کا ارادہ تھا ہم بستی سے سجاول کے لیے چل دیے۔ ٹھٹھہ سے بدین کی طرف جائیں تو سجاول کا سفر 30 کلومیٹر دور پڑتا ہے ابھی سجاول کی سڑک پر آئے ہی تھے تو بارش شروع ہو گئی۔ کراچی کے موسم کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کبھی تو خوب برستا

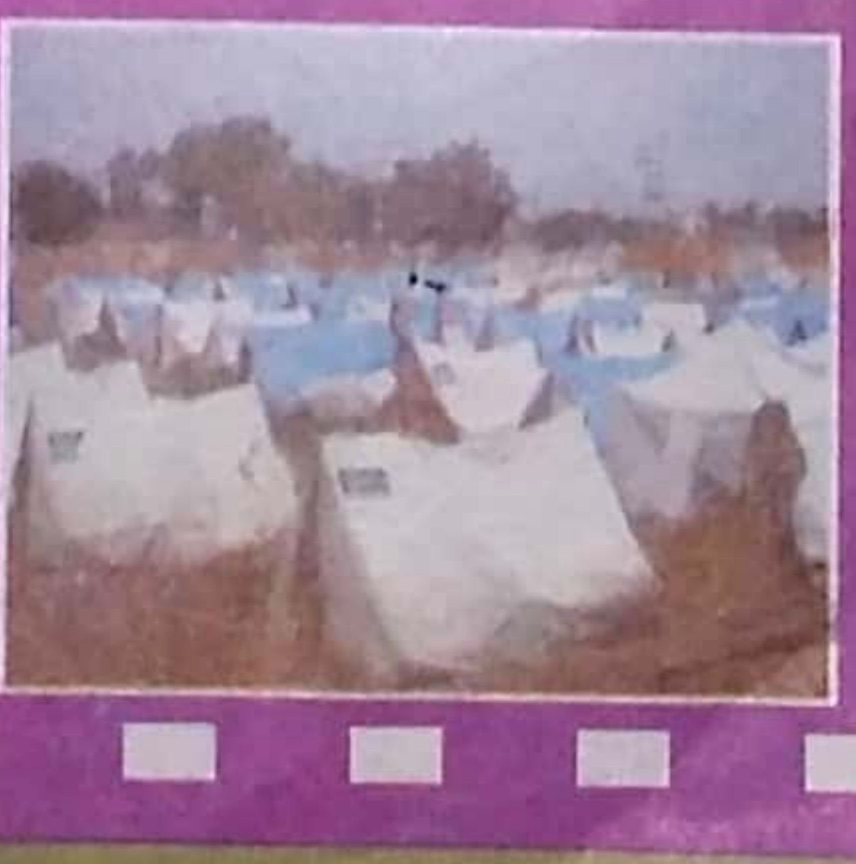

ہے اور کبھی یہاں کے لوگ مدتوں بارش کو ترستے ہیں۔ بارش میں بھیگتی سڑک پر ہماری گاڑی رواں تھیں یہاں بھی سڑک کے کنارے خیموں میں لوگ بیٹھے تھے سڑک کے آس پاس پانی ہی پانی تھا جو سجاول کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ مکان، فصلیں اور مسجدیں پانی میں کھڑی تھیں آرمی کی ایک جگہ کشتی سروس تھی جو لوگوں کو پانی سے گزار کر ان کے گھروں تک لے جاتی تھی۔ تاحد نگاہ پانی ہی پانی تھا بس کالی سڑک خالی تھی اس کے نشیب میں دونوں طرف جہاں تک نگاہ جاتی پانی کھڑا تھا۔ سجاول کا پورا شہر اور آس پاس کے دیہات مکمل طور پر پانی میں ڈوب گئے تھے۔ سجاول سے آگے سڑک میں بھی میں ڈوب گئی تھی۔ آگے پانی گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اور سڑک کی نشاندہی بھی باقی نہ تھی یہاں صورتحال یہ تھی کہ ہمارے چاروں طرف پانی تھا اور پانی کے سوا کوئی شے یہاں نظر نہ آتی تھی یا خدا! اس سے آگے جو لوگ تھے ان کا کیا بنا ہوگا؟ اس تصور سے ہی ہم کانپ گئے تھے۔ پانی کے آگے کس کی طاقت کام آتی ہے غریب تو پھر غریب ہوتا ہے خوف اور صدمے نے پریشان کر دیا تھا۔

ہم لوگ ہمیں سے واپس پلٹ آئے۔

''جہاں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ کشتی کی سروس شروع کی جائے۔''

حافظ عبدالرؤف صاحب نے شاہد بھائی سے مشورہ کیا انھوں نے بس محسوس کر لیا تھا کہ بہت سے گھر پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں جن تک جانے کے لیے کشتی سروس بہت ضروری ہے۔

ہم لوگ سجاول سے واپس لوٹ رہے تھے تو عید کا دن کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس شام ہم ٹھٹھہ سے کراچی آ گئے اور پھر کراچی سے سکھ کے لیے رختِ سفر باندھا۔ یہاں سے ہمیں جعفر آباد جانا تھا۔

سکھر میں وہی مناظر تھے جو اب تک ہم دوسرے علاقوں میں دیکھ چکے تھے۔ سکھر میں ایک اسکول میں کیمپ تھا جہاں ہم ٹھہرے تھے کہ شام کو ہمیں باہر جانا تھا اس میں سکول کے باہر ایک ننھی سی بچی پانی کا برتن اٹھائے گزری اس کے ساتھ دوسری نوعمر لڑکی ہاجراں تھی اس سے بات شروع کی...... وہ قریب میں ایک خیمے میں رہتی تھی وہاں گئے تو ایک خاتون بیٹھی تھی۔ ہاجراں ایک زنانہ قمیض پر بلوچی طرز کی کڑھائی کر رہی تھی جو مناسب حد تک نفیس بھی نظر آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ یہ قمیض پہنے گی؟ تو اس نے شرماتے ہوئے کہا:

''نہیں چاچا! یہ تو میں نے مزدوری کے لیے لی ہے۔ ادھر ایک مائی ہے جس کے لیے یہ کڑھائی کر رہی ہوں میں۔''

''کتنی اجرت ملے گی؟''

''پنجاہ روپیہ''

''یعنی اتنی بڑی بلوچی قمیض کی کڑھائی کرنے کے صرف پچاس روپے؟''

مجھے واقعی حیرت اور افسوس ہوا کہ یہ تو مرے کو مارے شاہ مدار والی مثال تھی۔ متاثرہ عورتوں کو اس طرح لوٹا جا رہا ہے کہ تین چار سو روپے محنتانے والی کڑھائی کے صرف پچاس روپے طے کیے گئے تھے۔

''بھئی! کیا کریں؟ مجبوری ہے جھٹ پٹ میں ہوتے تو میں اس کے پانچ سو روپے بھی لیتی۔ ادھر اس عورت نے پچاس بولے، میں نے کہا چلو فراغت میں اتنے پیسے مل جائیں گے، تو کام آ جائیں گے، اس لیے ہاں کر لی۔ اب یہ چار دن ہو گئے ہیں، کڑھائی پوری نہیں ہو رہی ہے۔''

یہ عورتیں جن سے ایک بلوچ شخص کے توسط سے ترجمہ کروا کے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جھٹ پٹ بلوچستان سے سیلاب متاثرین کے طور پر سکھر میں پناہ گزین ہوئی ہیں۔

ہاجراں سے قلیل محنتانے سے متعلق بات ہو رہی تھی کہ پھر اس کی کوئی جاننے والی آ گئی۔

''بھائی! سیلاب تو اللہ کی مرضی سے آیا پر اصل مصیبت ہمارے بڑے لوگوں نے کی...... انھوں نے ہمیں پہلے بتایا ہوتا تو ہم اپنا سامان، مال مویشی لے کر نکل جاتے اور آج اس طرح بھوکے نہ مرتے۔ مگر سب سردار بولتے تھے کہ تم چپ چاپ بیٹھے رہو۔ سیلاب تو سندھ میں آ رہا ہے، ادھر سب خیر ہوگا۔ ہم بھی بے فکر ہو کر بیٹھے رہے۔ پھر اچانک سرداروں نے کہا کہ بابا! جاؤ جان بچاؤ، ادھر سے نکل جاؤ۔ آج رات سیلاب سے تمہارے گھر ڈوب جائیں گے۔ پھر ہم کیا کرتے؟ بس بچے ساتھ لیے اور سب کچھ ویسے ہی چھوڑ کر پیدل گھر سے نکل آئے۔''

''پیدل کہاں تک چلے تھے؟''

''چار دن چار رات پیدل چلے ہم لوگ۔ یہ دیکھو ہمارے پیر ابھی تک سوجے ہوئے ہیں، ان پر ملا (خارش) نکلا ہوا ہے، دانوں میں اتنا درد ہے کہ دوا بھی اثر نہیں کرتی۔ بچوں کا حال دیکھو تو وہ بھی سب خارش اور بخار سے بے حال ہیں۔ ان کو روٹی نہیں ملتی تو رات بھر رو رو کر عذاب کر دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ پھر میں بھی روتی رہتی ہوں۔''

''ادی! آپ کس علاقے تک پیدل آئے تھے؟'' میں نے اپنا سوال دہرایا تو بتانے لگیں:

''جھٹ پٹ سے۔ استے (استا محمد) پھر وہاں رک کر سواری کا انتظام کیا مگر نہیں ملی تو پھر پیادل پیادل چلتے چلے گئے۔ ایک ٹرک والا ملا، اس کو بولا تو وہ نہیں اٹھاتا تھا۔ میں نے قرآن شریف اس کی جھولی میں ڈال دیا کہ ہم مسکینوں کو کسی طرح یہاں سے نکل کے لے چلو تو اس نے 40 ہزار روپے مانگے۔ ہم جتنے لوگ تھے، سب نے پیسے ملائے تو 3 ہزار کم تھے۔ وہ اس کو دیئے اور ٹرک پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ پھر ادھر آ کر اترے۔ رشتہ داروں نے اپنے گھر میں نہیں ٹھہرایا تو ادھر میدان میں آ کر بیٹھ گئے۔''

''یہ چٹائیاں اور سامان ادھر سے لیا ہے؟''

یہ ادھر لوگوں نے دیا ہے۔ کھانا ادھر سندھی عورتوں کے گھروں سے چار پانچ تک آیا، پھر اب نہیں آتا۔ ایک بار میری بچی مانگنے گئی تو انھوں نے کہا کہ نہیں پکایا۔ پھر یہ باسی چاول دے دیئے جو ابھی میری بچی کھا رہی ہے بیٹھی......''

ہاجراں کے ساتھ تیسری بھی لڑکی بیٹھی تھی جو ہماری باتیں سن رہی تھی۔ اس سے میں نے نام پوچھا تو ''خیراں'' بتایا۔

میں نے اسے کہا:

''دادی! دی ان سے تم بھی پیسے لے لینا۔ میں نے تمہارے لیے بھی دیئے ہیں۔''

''آپ تو بڑے ہو، پھر مجھے دادی کیوں بولتے ہو؟''

اس نے ہنس کر پوچھا۔

''اس لیے کہ میری دادی آپ کی ہم نام تھیں۔ سمجھ میں آیا؟''

''ہاں'' اس نے مسکراہٹ جاری رکھی اور چٹائی کے تنکے توڑنے کا شغل بھی برقرار رکھا۔ ہمیں چوں کہ اگلے سفر کے لیے نکلنا تھا اور سفر بھی بہت لمبا تھا اس لیے میں وہاں سے چلا آیا۔ فلاح انسانیت کے کیمپ میں داخل ہوا ہی تھا کہ خطیب اللہ بھائی گیٹ کے پاس متاثرین میں سے دو بندوں کی باتیں سن رہے تھے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا ''بھائی! آپ کیمپ میں ایک بچہ سے ملنا ہے؟ وہ ہنس کہ بولے صرف ایک سے کیوں؟ بچے تو یہاں بہت ہیں۔'' میں نے مسکرا کر کہا نہیں۔'' سیلاب خان سے ملنا ہے وہ بھی قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔ سیلاب آنے سے چند دن بعد ہی جب سکھر کا یہ کیمپ قائم ہوا تو یہاں کے انتظام و انصرام کو دیکھ کر اسے میڈیا پر بہت کوریج ملی تھی۔ یہ کیمپ بھی بہت بڑا تھا۔ یہاں ملکی اور غیر ملکی میڈیا کے لوگ آتے رہتے تھے۔ ان دنوں ہم نے لاہور کے اخبارات میں ایک خبر پڑھی کہ سکھر میں فلاح انسانیت کے کیمپ میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام سیلاب کی وجہ سے ''سیلاب خان'' رکھ دیا گیا۔ نام رکھنے کی وجہ سے خان لوگ بھی الگ ہی واقعہ ہوئے جو جہاں جس جگہ پیدا ہوا وہاں کا نام رکھ دیا۔ اگر کوئی سمندر کے پاس پیدا ہوا تو سمندر خان اور اگر دریا کنارے تو دریا خان اسی وجہ سے سیلاب خان بھی نام رکھ دیا گیا۔ ہم یہ خبر پڑھ کر بہت ہنسے تھے اب وہاں پہلے تو سوچا ''سیلاب خان'' کو مل بھی لیا جائے۔

خطیب اللہ بھائی نے ہنس کر کہا۔

''اب اس کا نام سیلاب خان نہیں عبداللہ ہے۔''

پھر انھوں نے بتایا کہ میں نے اس کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا تھا۔ سکھر سے ہم صبح سویرے ہی نکل آئے تھے۔ صوبہ بلوچستان کے متاثرہ علاقوں کی وجہ سے جو راستے بند تھے ان کے بارے میں ابھی تک متضاد ہیں خبریں تھیں حالات کی خرابی کی خبر بھی تھیں۔ خطیب بھائی نے فون پر جیکب آباد اور ڈیرہ مراد جمالی کے بھائیوں سے پوچھا بھی راستے بند تھے۔ ہم نے اللہ کا نام لے کر اسی کے سہارے بلوچستان کی طرف سفر شروع کر دیا۔ فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے چیئرمین حافظ عبدالرؤف اور یحییٰ مجاہد بھائی ہمارے ساتھ تھے۔ خطیب اللہ بھائی چوں کہ یہاں کے مسئول ہیں وہ ہمارے رہبر تھے۔ سکھر شہر کے بعد سڑک کنارے متاثرین کے خیمے لگے ہوئے تھے تاہم ان میں بہت حد تک کمی آ چکی تھی جن علاقوں سے پانی کم ہو رہا ہے وہاں کے لوگ اب واپس جا رہے تھے ہمیں شکار پور تک بہت سے خاندان راستوں میں ملے جو گدھا گاڑی۔ ٹرالیوں اور ٹرکوں پر سامان لادھے واپس جا رہے تھے۔ سکھر سے شکار پور کا راستہ 40 کلومیٹر تک کا ہے اس طویل شاہراہ پر آتے ہی آس پاس کے علاقے پانی میں ڈوبے تو نظر آتے ہی ہمیں ایک جگہ پانی کی شدت نے سڑک توڑ رکھی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف ٹریفک کی لمبی لائن تھی شکار کے جن علاقوں میں پانی اتر گیا تھا۔ وہاں کے مسکین اپنا سامان ٹرکوں پر لادے واپس جا رہے۔ ٹوٹی سڑک نے پریشان حال لوگوں اور پریشان کر دیا تھا ہم نے گاڑی شکار پور میں ہی چھوڑ اور آگے چلنے کا ارادہ کیا شکار پورے سے آئے سلطان کوٹ کا علاقہ اب بھی پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ سڑک پر پانی رواں ہے جس سے ٹریفک جام تھی سلطان کوٹ تک کا سفر ٹریکٹر ٹرالیوں پر ہوتا ہے۔ یوں کہ ٹرالیوں کے سوا پانی میں اور کوئی چیز نہیں جاتی تو ٹرالی والے بھی 35 کلومیٹر کے سفر کا ایک سو روپے لے رہے تھے۔ ایک بس بھی یہاں کھڑی تھی جو سواریوں سے بھری ہوئی تھی۔ بس میں سوار ہونا خطرہ سے خالی نہ تھا اس لیے ٹرالی پر جانا زیادہ بہتر دیکھا ایک ٹرالی والی بہت تک ہمارے پاس آ چکا تھا اس نے ہمارے اوپر خطیب بھائی سے بھاؤ تاؤ کیا اور ہمیں ٹرالی تک لے آیا ہم سب ٹرالی میں سوار ہو گئے اور کچھ دیر کے انتظار کے بعد ٹریکٹر میں متحرک پیدا ہوا اور ہم نے جیکب آباد کی طرف دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

----- جاری ہے

شخصیت بتائیں انعام پائیں

مرتبہ: جویریہ بتول، چکوال

سلسلہ نمبر 6

وہ انتہائی حسین وجمیل نوجوان تھا...... اللہ نے اسے حد درجہ خوب صورتی عطا کی تھی...... سونے پہ سہاگہ یہ تھا کہ...... مال و زر کی بھی فراوانی تھی...... عیش و عشرت کا دور دورہ تھا...... گھر بار تھا...... یہ نوجوان اپنا زیادہ تر وقت بناؤ سنگھار میں صرف کرتا...... قیمتی سے قیمتی لباس زیب تن کرتا...... عمدہ سے عمدہ خوشبو استعمال کرتا...... کہ جس گلی سے گزرتا وہ گلی خوشبو سے مہک جاتی...... اپنی زلفوں کو سنوارتا اور بناتا تھا...... ان کی حفاظت کا خیال رکھتا...... اس کے پوشاک کی قیمت کئی سو درہم ہوتی جو وقت کی بیش قیمت تھی...... یہ خوبرو نوجوان یونہی بے فکری سے زندگی بسر کر رہا تھا...... عیش اور سکون میں پڑا رہتا...... یہاں تک کہ امام کائنات نے مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت فرمایا...... آپ ﷺ لوگوں کو اللہ واحد کی طرف بلانے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے تھے...... آپ ﷺ پر مشرکین مکہ آواز کسنے لگے...... (معاذ اللہ) مکہ کے سردار اور وڈیرے رحمت دو عالم ﷺ کے خلاف گٹھ جوڑ کیے بیٹھے تھے...... انہی دنوں میں صاف دل و دماغ کے حامل...... مکہ کے رہائشی اس نوجوان نے...... دارِ ارقم میں کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا...... اب برادری اور گھرانہ دشمن تھا...... عیش و عشرت کی جگہ آزمائش نے لے لی...... نبی اکرم ﷺ نے کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر...... ان چند لوگوں کو جو اسلام قبول کر چکے تھے...... حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا...... حبشہ کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا......!!

لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری میں عدل و انصاف کا پیکر ثابت ہوا...... ناز و نعم میں پلنے والے اس صحابی رسول ﷺ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی...... اور قربانیوں کے اس سفر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک اللہ کی وحدانیت اور نبی آخر الزماں کی رسالت کے اقرار کو متاعِ عزیز سمجھا...... حالات قدرے معمول پر آئے تو قافلہ ہجرت میں واپس آنے والے اس صحابی رسول ﷺ کا انداز بدل چکا تھا...... اب خوشحالی کی جگہ...... خستہ حالی تھی...... لیکن نہ والدہ کے گھر سے نکالے جانے کا غم تھا نہ عیش و عشرت کھو جانے کا ملال...... بس ایک عزم سب کاموں پر حاوی تھا...... اللہ کی رضا اور رسول اللہ کی اطاعت......!!!

سب مدینہ منورہ میں دینِ حق کی تعلیم و تبلیغ کے لیے سابقین اولین میں سے اسی نوجوان کا نام میرے نبی کے مبارک لبوں پہ آیا...... تب وہ نوجوان اسلام کی اشاعت...... اور لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے...... مدینہ منورہ تشریف لے گیا...... وہاں پہنچ کر اس نوجوان نے اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا...... اور پھر دونوں نے مل کر پورے جوش و جذبے اور ولولہ انگیزی سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا...... دورانِ تبلیغ ہی ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آیا......!! دونوں نوجوان جب بنی عبدالاشہل کے محلے میں بسلسلہ دعوت پہنچے...... اس قبیلے کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ابھی شرک پر قائم تھے...... سعد ؓ نے اسید بن حضیر ؓ سے کہا آ جاؤ اور ان دونوں کو منع کر دو...... یہاں ہمارے لوگوں کو بے وقوف بنانے آ گئے ہیں......!! اسید جب ہتھیار اٹھا کر وہاں پہنچے اور درشت لہجے میں گویا ہوئے کس غرض سے آئے ہو یہاں؟؟ یہ سفیر اسلام نرم لہجہ میں بولا......!!

جناب بیٹھے تو سہی...... اب پتہ چلے گا کہ کس غرض سے آئے ہیں......!! اگر ہماری بات پسند آ جائے تو مان لینا اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دینے کا اختیار تم کو حاصل ہے......!!

یوں مبلغ اسلام نے قرآن پاک کی حسنِ انداز سے تلاوت اور اسلام کی دعوت سردار کے سامنے پیش کی...... اسید بن حضیر ؓ نے جب زبان کھولی سب باتیں سن لینے کے بعد تو فقط اتنا کہا کہ واقعی یہ عمدہ کلام ہے...... تم لوگ دینِ حق میں داخل کرنا چاہو تو کیا طریقہ آزماتے ہو......؟؟

نوجوان بولا......!!

غسل کر کے حق کی شہادت دو......!! اسید نے کلمہ پڑھ لیا اور دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد پیچھے مڑ کر کہنے لگے اس قبیلے کا ایک سردار اور بھی ہے اگر وہ بھی اسلام کی پر سکون آغوش میں پناہ لینے کو تیار ہو جائے تو پھر اتنا یقین ضرور ہے کہ سارا قبیلہ ہی حلقہ بگوش اسلام ہو سکتا ہے...... اسید ؓ جب سعد ؓ کے پاس پہنچے تو کسی طرح ترغیب دے دلا کر انہی مبلغین اسلام کے پاس لے آئے...... دعوت نے اثر دکھایا تو کلمہ پڑھ کر سعد بن معاذ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے...... واپس قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچے تو سردار ہونے کے ناطے صرف اتنا کہا......!! میں تم لوگوں سے صرف اس وقت بات چیت کروں گا جب تم اللہ واحد اور اس کے بھیجے ہوئے صادق و امین پیغمبر! پر ایمان لے آؤ گے......؟؟

سردار کی بات بھلا ماتحت لوگ کیسے ٹھکراتے......؟ شام کا دھندلکا چھانے تک تقریباً سارے قبیلے نے خالق کائنات کی وحدانیت اور پیغمبر ﷺ کی رسالت کا اقرار کر لیا......!! اور یوں یہ پہلا مبلغ اسلام کامیابی کی بشارت لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لوٹ آیا......!!

آغازِ دعوت اسلام میں ہی حق کی پکار پر لبیک کہنے والا...... شاہانہ زندگی کو خیر آباد کہہ کر...... فقیرانہ طرزِ حیات کو ترجیح دینے والا...... قبول اسلام کے بعد جس کے جسم پر عموماً ایک کھردرا کپڑا ہوتا تھا...... یہ صحابی رسول ﷺ اور پہلا مبلغ و پیغمبر اسلام غزوۂ احد میں جامِ شہادت سے ہمکنار ہو گیا......!! محسنِ انسانیت نے جب اس شخص کی لاش کو دیکھا کہ جس نے سکھ و آرام کو چھوڑ کہ حق کی خاطر مشغول میں زندگی گزر رہی تھی تو میرے نبی رحمت ﷺ کی نگاہوں میں اس صحابی کا ابتدائی دور گھوم گیا...... وہ مکہ کا خوب صورت نوجوان تھا...... ناز و نعم میں پلنے والا...... آج میدان جہاد میں اپنی منزل کو پا چکا تھا...... جب ان کی لاش کو کفنانے کا مرحلہ آیا تو بس ایک چادر تھی کہ جس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا...... نبی اکرم ﷺ نے جب اس صحابی ؓ کے ابتدائی دور کو یاد کیا تو محسنِ انسانیت کی آنکھوں سے آنسو نکل آ گئے...... آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ان کا سر چھپا دو اور ان کے پاؤں پر خوشبو دار گھاس ڈال دو......!! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ منظر دیکھ کر رو دیے......!

ساتھیو......!! ''اسلام کے اس پہلے مبلغ اور صحابی رسول ﷺ کا نام کیا ہے؟''

بتایئے اور حاصل کیجیے ایک ہزار روپے کی کتب۔

سلسلہ نمبر 5 میں قرعہ اندازی کے ذریعے انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

زید عزام...... فورٹ عباس
سعدیہ نواز...... تاندلیانوالہ
محمد ذوالقرنین...... کھڑیانوالہ
نسیمہ رفیق...... بہاولنگر
عادل اکرام...... اوکاڑہ
ام معبد...... کیلیانوالہ
بنت عبدالستار...... لاہور
رابعہ لطیف کھڈیاں...... لاہور
اخت ثاقب...... فاروق آباد
محمد اویس...... بھائی پھیرو

مقابلے میں شریک دیگر بچے

ماہ نور شیخ خوشاب، محمد اشفاق امرتسریاں کمالیہ، قاریہ شمیم قصور، تسمیہ رفیق بہاولنگر، عبداللہ انس جڑانوالہ، عاصمہ امین جہانیاں، حبیب الرحمٰن قصوری، بنت عبدالواحد بلوچ سمندری، محمد راشد الیاس، محمد اعظم، محمد راشد فورٹ عباس، حافظ حسین، حیدر محسن اوکاڑہ، عادل اکرم، حمزہ اقبال اوکاڑہ، ام معبد حضرت کیلیانوالی، محمد اعظم 299/HR، اخت ثاقب فاروق آباد، محمد اویس پتوکی، محمد ذوالقرنین ٹبی بنڈالہ، رابعہ لطیف کھڈیاں خاص قصور، زید عزام فورٹ عباس، محمد ابراہیم نارووال، علی رضا سانگلہ ہل، محمد سعید ضیاء، سعدیہ نواز تاندلیانوالہ۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کے دوست سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اپنی بیوی ہاجرہ اور چھوٹے سے بیٹے اسماعیل کو مکہ کی وادی میں چھوڑا تھا۔ تب مکہ جنگل بیابان تھا۔ وہاں انسان نہ بستے تھے۔ ماں بیٹا بالکل اکیلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو پوری دنیا کے مسلمانوں کا مرکز بنانا تھا اور یہ اس کی ابتداء تھی اللہ کے پیارے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب ماں بیٹے کو یہاں چھوڑ کر گئے تو وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی، چونکہ وہ انھیں اللہ کے کہنے پر چھوڑ کر گئے تھے تو اللہ نے بھی ان کے لیے پانی کا چشمہ زم زم پیدا کیا اور ان کے لیے کھانے کا بھی بندوبست فرمایا۔ ایسے بیابان جنگلوں میں جہاں پانی ہو وہاں لوگ آباد ہو جاتے ہیں کچھ دن گزرے یہاں سے کچھ قافلے والے گزرے انھوں نے ادھر پانی کا چشمہ دیکھا تو سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی اجازت سے وہ بھی وہاں رہنے لگے۔ یوں کئی سال گزرے گئے اب سیدنا اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تھے تو یمن سے آئے ہوئے قبیلہ جُرہم کے کچھ لوگ جو وہاں آباد ہو چکے تھے کی نگاہوں میں جچنے لگے، ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے آپ علیہ السلام کی شادی کر دی۔ اسی دوران حضرت ہاجرہ علیہا السلام وفات پا گئیں۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ اپنے خاندان کو دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ وہ مکہ تشریف لائے۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی۔ ان کی بہو گھر پہ تھیں۔ آپ نے بہو سے حالات دریافت کیے تو اس نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ علیہ السلام نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام آئیں تو کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اس وصیت کا مطلب حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے۔ انھوں نے بیوی کو طلاق دے دی اور ایک دوسری عورت سے شادی کر لی جو جُرہم کے سردار مضاض بن عمرو کی صاحبزادی تھی۔

اس دوسری شادی کے بعد ایک بار پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے مگر اس دفعہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی۔ بہو سے احوال دریافت کیے تو اس نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ آپ نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام آئے تو اسے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھتے۔ اللہ کے پیارے نبی پھر بیٹے سے ملاقات کیے بغیر فلسطین واپس چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد وہ پھر تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب درخت کے نیچے تیر گھڑ رہے تھے۔ دیکھتے ہی لپک پڑے اور وہی کیا جو ایسے موقع پر ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ ملاقات اتنے طویل عرصے کے بعد ہوئی تھی کہ ایک نرم دل اور شفیق باپ اپنے بیٹے سے اور ایک اطاعت شعار بیٹا اپنے باپ سے بمشکل ہی اتنی لمبی جدائی برداشت کر سکتا ہے۔ اسی دفعہ دونوں نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ بنیاد کھود کر دیواریں اٹھائیں اس کے بعد اللہ نے حکم فرمایا: کہ اے ابراہیم علیہ السلام! ساری دنیا کے لوگوں کو حج کیلئے آواز دو۔

عرب کے لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں دینِ ابراہیمی پر عمل کرتے تھے۔ اس لیے صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر کاربند تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے خدائی درس و نصیحت کا حصہ بھلا دیا۔ پھر بھی ان کے اندر توحید اور کچھ دینِ ابراہیمی کے شعائر باقی رہے، یہاں تک کہ بنوخزاعہ کا سردار عمرو بن لحی منظر عام پر آیا۔ اس کی نشو و نما بڑی نیکوکار، صدقہ وخیرات اور دینی امور سے گہری دلچسپی پر ہوئی تھی، اس لیے لوگوں نے اسے محبت کی نظر سے دیکھا اور اسکی پیروی کی۔ پھر اس شخص نے ملک شام کا سفر کیا۔ دیکھا تو وہاں بتوں کی پوجا کی جا رہی تھی۔ اس نے سمجھا کہ یہ بھی بہتر اور برحق ہے کیونکہ ملک شام پیغمبروں کی سرزمین اور آسمانی کتابوں کی نزول گاہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ ہبل بت بھی لے آیا۔ اور اسے خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیا اور اہل مکہ کو اللہ کے ساتھ شرک کی دعوت دی۔ اہل مکہ نے اس پر لبیک کہا۔ اس کے بعد آس پاس کے لوگ بھی اہل مکہ کے نقش قدم پر چل پڑے، کیونکہ وہ بیت اللہ کے والی اور حرم کے باشندے تھے۔ اسطرح عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک جن عمرو بن لحی کے تابع تھا۔ اس نے بتایا کی قوم نوح کے بت یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جدہ میں مدفون ہیں۔ اس اطلاع پر عمرو بن لحی جدہ گیا اور ان بتوں کو کھود نکالا۔ پھر انہیں تہامہ لایا اور جب حج کا زمانہ آیا تو انہیں مختلف قبائل کے حوالے کیا۔ یہ قبائل ان بتوں کو اپنے اپنے علاقوں میں لے گئے۔ اسطرح ہر ہر قبیلے میں، پھر ہر ہر گھر میں ایک ایک بت ہو گیا۔ پیارے بچو! یہی عمرو بن لحی تھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر حام بحیرہ، سائبہ، وصیلہ جانور چھوڑے تھے۔ ان جانوروں کو لوگ کچھ نہ کہتے تھے نہ ان کا دودھ دوہتے اور نہ انھیں ذبح کرتے تھے بلکہ ان کو مقدس مان کر ان کھلاتے پلاتے تھے۔

پھر مشرکین نے مسجد حرام کو بھی بتوں سے بھر دیا (چنانچہ جب مکہ فتح کیا گیا تو بیت اللہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت تھے جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے توڑا۔ آپ ﷺ ہر ایک کو چھڑی سے ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور وہ گرتا جاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے ان سارے بتوں کو مسجد حرام سے باہر نکال کر جلا دیا گیا)

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اس حالت زار کو دیکھا تو ان میں انہیں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ جو صداقت و امانت کا علمبردار تھا۔ جس نے اخلاقیات کا ایسا درس دیا کہ راہ حق سے بھٹکی ہوئی انسانیت جہالت کے اندھیروں سے نہ کہ خود کو نکال لائی بلکہ وہ دوسروں کے لیے رہبر و رہنما بن گئے۔

۹ ربیع الاول ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء، سوموار کی صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا اور ادھر مکہ کے سردار کے گھر اہل زمیں کا آفتاب روشن ہو چکا تھا' بچپن اور جوانی کے چند ایام ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبری کا تاج پہنا دیا، آپ ﷺ پیغام رسالت کو پہنچاتے ہوئے طرح طرح کے مصائب سے گزرے۔ الغرض نبوت کے ۱۴ سال ۲۷ صفر ۱۲۔۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کو مکہ چھوڑنے کا حکم ملا، آپ ﷺ نے مدینہ میں جا بسیرا کیا۔ اللہ نے مسلمانوں سے مال و جان کی مدد فرمائی اور اسلام کی کرنیں جلد ہی چہار سو پھیل گئیں ہجرت کے چھٹے سال مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے۔ مگر حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو روک لیا گیا آئندہ سال ۷ھ کو عمرہ کی قضائی کے لیے آپ ﷺ عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے اور عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے بعد مکہ میں تین دن قیام کیا اور پھر مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ جلد ہی اللہ نے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو فتح مکہ کی خوشخبری سنا دی ۹ھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ کی طرف بھیجا۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں نو برس گزر چکے تھے کہ آپ ﷺ نے حج نہیں کیا تھا پھر جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو دسویں سال آپ ﷺ نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ رسول اللہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں جو لوگ حج کے لئے جانا چاہتے ہیں وہ تیار ہو جائیں آپ ﷺ کے ساتھ نوے ہزار آدمی تھے آپ ﷺ ماہ ذی قعدہ کے ختم ہونے سے پانچ دن پہلے ظہر وعصر کے درمیان مدینہ سے روانہ ہوئے آپ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی اور قصواء (اونٹنی کا نام) پر سوار ہو کر بیداء کے میدان میں باآواز بلند تلبیہ کے یہ کلمات کہے۔

"حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ! تیری خدمت میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیری خدمت میں۔ تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں تیری خدمت میں بے شک تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہت بھی تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔"

پھر جب آپ ﷺ بیت اللہ پہنچے تو حجر

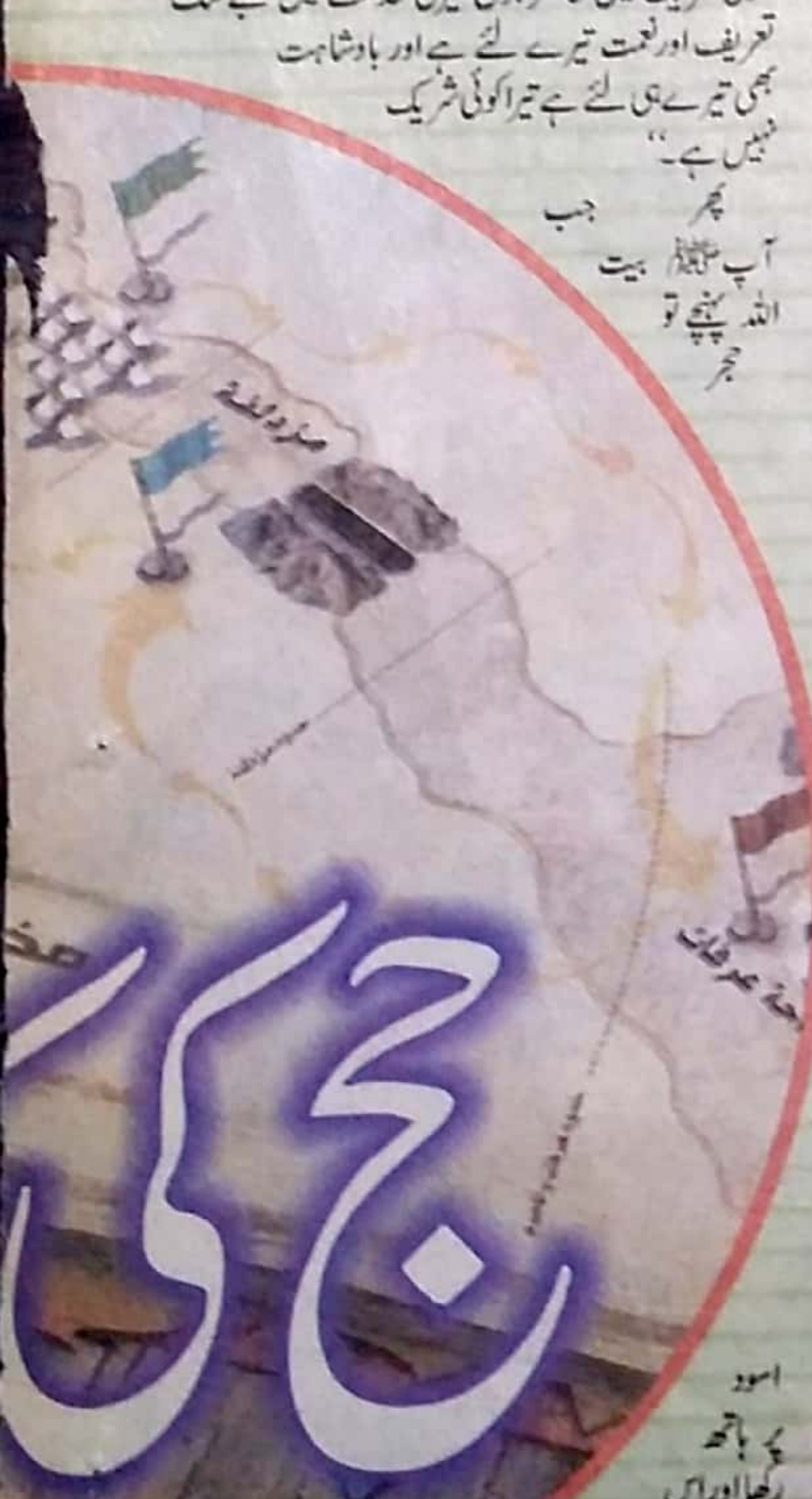

اسود پر ہاتھ رکھا اور اس کو بوسہ دیا اور تین بار رمل یعنی تیز رفتار سے اور اکڑ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور چار مرتبہ اپنی رفتار

سے یعنی آہستہ آہستہ چل کر طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور یہ آیت پڑھی۔

"مقام ابراہیم کے اطراف کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ" (البقرہ)

پھر نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم اور بیت اللہ کو اپنے درمیان کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر حجر اسود کی طرف لوٹے اور اس کو بوسہ دیا اس سے فارغ ہو کر مسجد کے دروازہ یعنی باب الصفا سے نکلے اور صفا پہاڑ کی طرف چلے چنانچہ جب صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی۔

"بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں" (البقرہ)

اور فرمایا میں بھی اسی چیز کے ساتھ ابتداء کرتا ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے صفا کا ذکر کیا ہے پھر مروہ کا اسی طرح میں بھی پہلے صفا پر چڑھتا ہوں پھر مروہ پر چڑھوں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے سعی کی ابتداء صفا سے کی اور اس پر چڑھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جب صفا سے بیت اللہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بڑائی بیان کی یعنی لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہا اور یہ کلمات فرمائے۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک اور تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک اور ہے

اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک اور ہے اس نے اسلام کا بول بالا کرنے کا اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے لشکر کو تنہا شکست دی"

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو نبی اکرم ﷺ آفتاب طلوع ہونے کے بعد سوار ہوئے اور منی پہنچ گئے منی کی مسجد خیف میں ظہر و عصر، مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھی گئیں اور نویں تاریخ کی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر قیام کیا یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا اور نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ آپ ﷺ کے لئے وادی نمرہ عرفات میں خیمہ نصب کیا جائے جو بالوں کا بنا ہوا تھا پھر رسول کریم ﷺ منی سے عرفات کو روانہ ہوئے قریش کو گمان تھا کہ نبی اکرم ﷺ مشعر حرام مزدلفہ میں قیام کریں گے جیسا کہ قریش زمانہ جاہلیت میں حج کے موقعہ پر کیا کرتے تھے مگر رسول کریم ﷺ مزدلفہ سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ میدانِ عرفات میں آئے اور وادی نمرہ میں اپنے خیمہ میں قیام کیا جب دوپہر ڈھل گیا تو قصواء پر سوار ہو کر وادی نمرہ میں تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن عرفہ میں تمہارے اس مہینہ ذی الحجہ میں اور تمہارے اس شہر مکہ میں حرام ہیں یاد رکھو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے اور پامال و بے قدر ہے لہٰذا اسلام سے پہلے جس نے جو کچھ کیا میں نے وہ سب معاف کیا اور زمانہ جاہلیت کے تمام رسم و رواج کو ختم کر دیا زمانہ جاہلیت کے خون معاف کر دیئے گئے ہیں، زمانہ جاہلیت کا سود معاف کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں اپنے سودوں سے معاف کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔

اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کو عزت و احترام کے ساتھ رکھنے کا جو عہد خدا نے تم سے لیا ہے یا اس کا عہد جو تم نے خدا سے کیا ہے اسی کے مطابق عورتیں تمہارے پاس آئی ہیں، اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کو اپنی استطاعت و حیثیت کے مطابق کھانے پینے کا سامان اور مکان اور کپڑا دو۔

لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس کو اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو میرے بعد (یا اس کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد) تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے اور اے لوگو! میرے بارہ میں تم سے پوچھا جائے گا کہ میں نے رسالت کے فرائض پوری طرح انجام دیئے یا نہیں؟ اور میں نے دین کے احکام تم تک پہنچا دیئے یا نہیں؟ تو تم کیا جواب دو گے؟

اس موقع پر صحابہ نے (بیک زبان کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے دین کو ہم تک پہنچا دیا اپنے فرض کو ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی کی اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کہ اسے آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر تین مرتبہ یہ کہا کہ اے اللہ! اپنے بندوں کے اس اقرار اور اعتراف پر تو گواہ رہ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

اس کے بعد حضرت بلال ؓ نے اذان دی اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی گئی پھر دوبارہ اقامت کہی گئی اور عصر کی نماز ہوئی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی چیز یعنی سنت و نفل نہیں پڑھی گئی پھر نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے اور میدان عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ پہنچے وہاں اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا اور جبل مشاۃ (یہ ایک جگہ کا نام ہے) کو اپنے سامنے کیا پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، زردی بھی تھوڑی سی جاتی رہی اور آفتاب کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور تیز تیز چل کر مزدلفہ آ گئے یہاں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان اور کچھ نہیں پڑھا پھر آپ ﷺ لیٹ گئے یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہو گئی تو آپ ﷺ نے صبح کی روشنی پھیل جانے پر اذان واقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ تکبیر کہی۔

یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو گئی تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چلے جب وادی محسر میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیز چلاتے ہوئے جمرہ کبریٰ پہنچے اور اس پر سات کنکریں ماریں، اس کے بعد قربانی کرنے کی جگہ جو منی میں ہے واپس آئے اور یہاں آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے اور باقی اونٹ سیدنا علی ؓ کے سپرد کئے چنانچہ باقی سینتیس اونٹ حضرت علی ؓ نے ذبح کئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر اونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے چنانچہ وہ سب گوشت لے کر ایک ہانڈی میں ڈال دیا گیا اور اسے پکایا گیا جب گوشت پک گیا تو آپ ﷺ اور حضرت علی ؓ نے قربانی کے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ آپ ﷺ سوار ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر طواف کیا اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر عبدالمطلب کی اولاد یعنی اپنے چچا حضرت عباس ؓ اور ان کی اولاد کے پاس تشریف لائے جو زمزم کا پانی پلا رہے تھے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ عبدالمطلب کی اولاد زمزم کا پانی کھینچو اور پلاؤ کہ یہ بہت ثواب کا کام ہے اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ پالیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچتا ابھی اس بات کا خوف ہے کہ لوگ مجھے پانی کھینچتا دیکھ کر میری اتباع میں خود بھی پانی کھینچنے لگیں گے اور یہاں بہت زیادہ جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے زمزم کا پانی کھینچنے اور پلانے کی یہ سعادت تمہارے ہاتھ سے چلی جائے گی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا تو میں خود بھی تم لوگوں کے ساتھ پانی کھینچتا اور لوگوں کو پلاتا، چنانچہ عبدالمطلب کی اولاد نے آپ ﷺ کو پانی کا ایک ڈول دیا جس میں سے آپ ﷺ نے پانی پیا۔ (صحیح مسلم)

محمد عظیم حاصل پوری

بچوں کی تحریروں سے سجا گلدستہ

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلافت سے قبل شہزادوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ خلافت کی ذمہ داری آن پڑی تو سارا دن سلطنت کی ذمہ داریاں پوری فرماتے اور رات کو بیٹھ کر گریہ وزاری کرتے۔ بیوی نے پوچھا تو فرمایا میری سلطنت کے اندر جتنے بھی غریب، مسکین، یتیم، مسافر، گمشدہ، مظلوم اور قیدی موجود ہیں۔ ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سب کے بارے میں مجھ سے پوچھے گا۔ اگر میں اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی نہ کر سکا تو میرا انجام کیا ہو گا؟ جب ان باتوں کو سوچتا ہوں تو میری طاقت گم ہو جاتی ہے، دل بیٹھ جاتا ہے اور آنکھوں سے بے دریغ آنسو بہنے لگتے ہیں۔

ایک دفعہ اپنی بیوی سے پوچھا ''کیا گھر میں ایک درہم ہے؟ انگور کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔'' بیوی نے کہا ''خلیفۃ المسلمین ہو کر کیا آپ میں ایک درہم خرچ کرنے کی استطاعت نہیں؟'' فرمایا ہاں! جہنم کی ہتھکڑیاں پہننے سے یہ تنگی میرے لیے زیادہ آسان ہے۔''

[مبشرہ عزیز بنت عزیز الرحمن، ملتان]

بھیڑیا اور چرواہا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بھیڑیا چرواہے کی بکری لے گیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری چھڑوا لی۔ بھیڑیا اونچے ٹیلے پر دم دبا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں نے اپنی خوراک حاصل کرنا چاہی اور اللہ نے مجھے دے دی لیکن تو نے مجھ سے چھین لی۔ چرواہے نے کہا اللہ کی قسم آج کے دن جیسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک شخص دو پہاڑوں کے درمیان واقع کھجوروں والے علاقہ میں موجود ہے جو ماضی اور مستقبل کی خبریں بتاتا ہے۔ وہ چرواہا یہودی تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور فرمایا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ (اسے احمد نے روایت کیا ہے)

[حسن عزیز، ملتان]

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا

حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن ایک مومن بندہ کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب ان الفاظ میں نقل ہوا ہے۔

''اور ہم لوگوں کے نام اس دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔'' [الاعراف:۱۰۶]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنا عذاب اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں جبکہ میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے تو وہ رحمت میں ان لوگوں کے نام ضرور دیکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی خاص کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے لکھ دیا کہ ''میری رحمت میرے غصے پر غالب ہو گی۔''

تو اس لیے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا ہم واقعی مومن ہیں جو خدا کی ذات سے کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہوتے۔ اس خدا کی رحمت تو بہت وسیع ہے کسی بھی حالت میں امید کا دامن ہاتھ سے نہیں جانا چاہیے۔ کیونکہ مایوسی تو کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

[شازیہ اکرم، بوالہ دیپال پور]

آگ آگ کو کیسے جلا سکتی ہے

ایک شخص جو اپنے آپ کو بڑا فلسفی اور دانشور سمجھتا تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے بحث و مباحثہ کرنے لگا۔ کہنے لگا: امام صاحب! اگر شیطان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ تو پھر جب اسے آگ میں ڈالیں گے تو اسے کیسے تکلیف ہو گی، جب کہ اس کا خمیر ہی آگ سے ہے!

امام شافعی مسکرائے، زمین کی طرف دیکھا وہاں ایک خشک مٹی کا ڈھیلا نظر آیا، وہ ڈھیلا اٹھا کر اس شخص کو دے مارا۔ اس شخص کے چہرے پر غیظ و غضب کی علامات ظاہر ہوئیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے نہایت اطمینان اور پیار سے کہا: لگتا ہے۔ تمہیں میرے ڈھیلا مارنے سے تکلیف ہوئی ہے۔

اس نے غصے سے کہا: ہاں کیوں نہیں، آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم مٹی سے بنے ہوئے ہو اور تمہیں مٹی سے تکلیف ہو۔

اس نام نہاد فلسفی کو جواب مل چکا تھا۔ بحث اور جھگڑا ختم ہو گیا۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ آگ ہی سے عذاب دیں گے۔

[عافیہ سجاد، اوکاڑہ]

فتویٰ نہیں مدد

عمر بن ہبیرہ نہایت دولت مند اور سخی تھے۔ راہ گزرتے ہوئے ان کو ایک شخص نے روک لیا اور کہنے لگا۔ اے عرب کے امیر ترین شخص! میں حج کا خواہش مند ہوں۔ عمر بن ہبیرہ نے کہا پھر مکے کا راستہ پکڑو اور حج کے لیے مکہ پہنچ جاؤ۔

وہ کہنے لگا: مگر میں چلنے سے عاجز ہوں تھک جاتا ہوں

عمر بن ہبیرہ نے کہا: کوئی نہیں، ایک دن سفر کرو اور دوسرے دن آرام کر لیا کرو، تاکہ تھکاوٹ نہ ہو۔ وہ بولا، میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ میں اس سے سواری خرید سکوں یا کرایہ پر لے سکوں۔

فرمایا: چونکہ تم محتاج اور فقیر آدمی ہو۔ اسے لیے تم سے حج ساقط ہے، حج تو صاحب استطاعت پر فرض ہے۔

وہ کہنے لگا: اے عرب کے امیر! میں آپ سے مدد طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فتویٰ لینے کے لیے نہیں۔

عمر بن ہبیرہ بے اختیار مسکرا پڑے اور اسے پانچ ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ (انتخاب، سنہرے اوراق)

[عافیہ سجاد، اوکاڑہ]

بوٹی

جی جناب آج ہم آپ کو اپنی سادگی اور کم علمی کے بارے میں بتاتے ہیں لیکن خبردار اگر کسی نے ہمارا مذاق اڑایا تو؟ یہ کیا بات ہوئی آپ کے چہروں پر تو ابھی سے مسکراہٹ آ گئی تو چلئے ہم بتا ہی دیتے ہیں۔ ہم اس وقت چھٹی کلاس میں تھے ہمارے سالانہ امتحان ہو رہے تھے تو ایک دن ہماری بہت ہی پسندیدہ استاد شاہدہ کہنے لگیں کہ آپ میں سے اگر کسی نے کوئی بوٹی یا نقل وغیرہ چھپائی ہے تو بتا دیں آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

ہمارے علم میں نہ تھا کہ یہ بوٹی کیا بلا ہے اور اتفاق سے ہمارے پاس جو گھاس پھوس کی طرح بوٹی ہوتی ہے سکول کے ملازم نے کاٹ کر رکھی تھی۔ ہم کھڑے ہو گئے تو مس کہتی ہیں۔ بیٹا کیا بات ہے؟ ہم نے کہا ٹیچر ہمارے پاس بوٹی پڑی ہے یہ دیکھیں۔ ہماری مس بہت حیران ہوئیں اور کہنے لگیں کیا آپ مذاق کر رہی ہیں ہم نے کہا بالکل نہیں تو ہماری مس نے بتایا کہ جو نقل کے طور پر کتاب کا صفحہ وغیرہ پاس رکھتے ہیں تو اسے بوٹی کہتے ہیں اور ساری کلاس ہماری لاعلمی پر خوب ہنسی۔

[حافظہ سلمٰی احمد، فیصل آباد]

ابورضوان جاوید ملتان

وہ ضلع امرتسر کے نواحی گاؤں میں رہائش پزیر تھا قیام پاکستان کے وقت وہ اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان کی جانب روانہ ہوا۔ ادھر سکھوں اور ہندوؤں کے جتھے مسلمانوں پر ظلم وزیادتی اور سربریت کی قیامت ڈھا رہے تھے۔ یہ خاندان بھی ان ظالموں کے ظلم وزیادتی، اذیت ناک ظلم کا شکار ہوا۔ عبداللہ کے والد، چچا، ماموں، بہنوں ماں اور دوستوں عزیز واقارب کو سکھوں نے قتل کر دیا۔ خواتین کی بھی بے عزتی کی اور قتل کر ڈالا۔ عبداللہ کو انھوں نے ایک درخت سے باندھا اور اسے بے حد تشدد کا نشانہ بنایا وہ کونسا ظلم تھا جو اس بے چارے پر نہ ڈھایا گیا ہو، اس کے جسم پر زخم ہی زخم تھے پھر نہ جانے وہ کیسے بچ گیا تھا، جیسے کہتے ہیں جسے اللہ رکھے اسے بھلا کون چکھے!

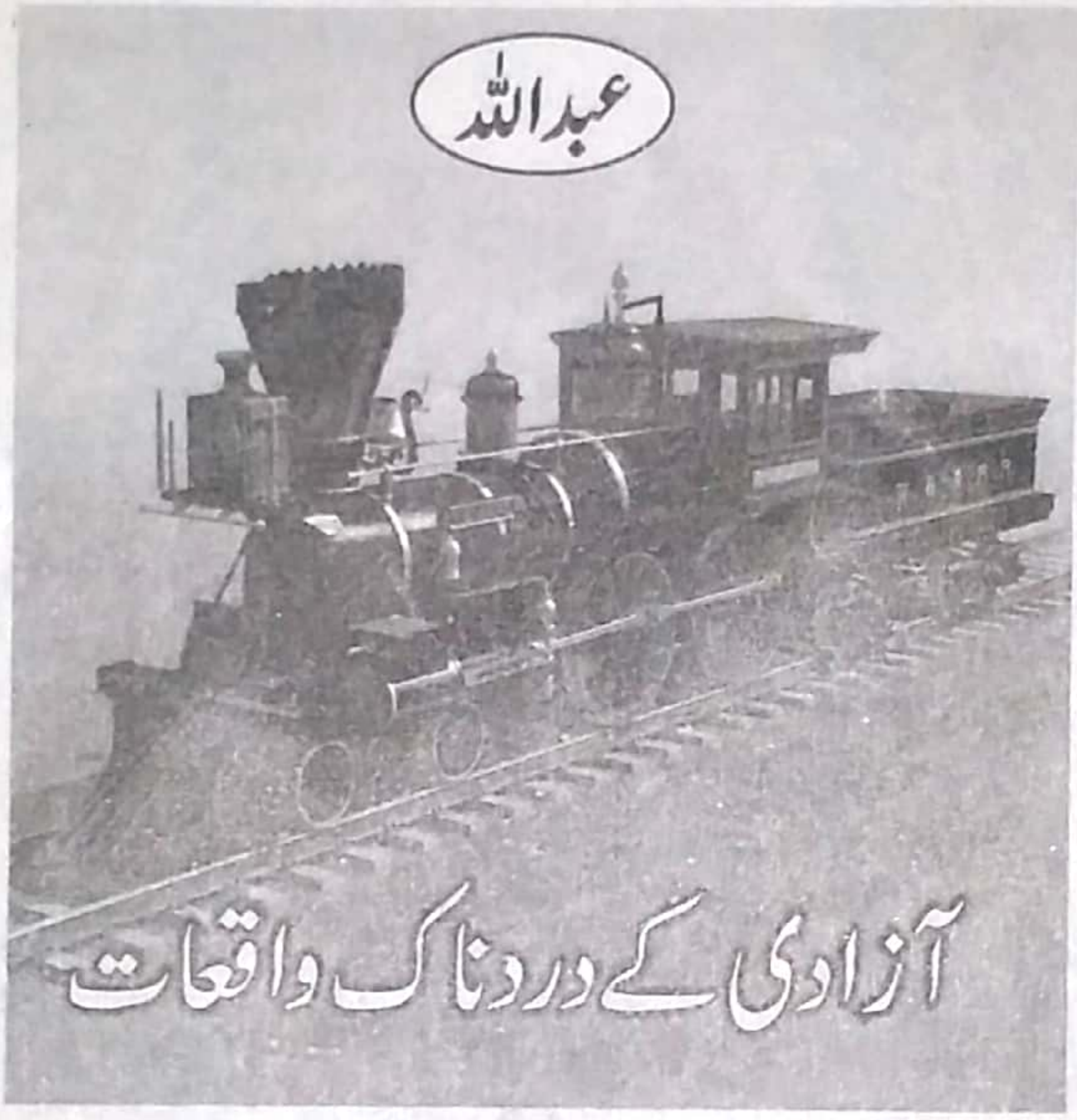

حاملہ خواتین کے پیٹ چاک کر کے ان کے نومولودوں کو نیزوں، برچھیوں اور تلواروں کی انیوں میں پرو دیا جاتا، پھر زمین پر پھینک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔ نوجوان مسلم خواتین سے زبردستی زیادتی کرتے جاتے اور جسم کا ایک ایک حصہ کاٹتے جاتے ان بے چاری مجبور و ناتواں خواتین کی چیخ و پکار بھلا کون سنتا......؟

اس پورے خاندان میں سے صرف اور صرف عبداللہ ہی بچا تھا۔ باقی سب کے ساتھ ظلم وزیادتی اور سفاکانہ انداز اپنا کر ان سب کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا۔ اب اس بے چارے، غم کے مارے، بے سہارا دکھی بے بس انسان کا اس دنیا میں بھلا رہا ہی کون جس کے لیے وہ بقایا زندگی کے دن گزارے، اس نے سوچا کیوں نہ پھر اپنی زندگی کا اصل مقصد ہی پورا حاصل کر لے، اسلام کے ازلی دشمنوں کو آخر بتا دے کہ مسلمان تو بس صرف اور صرف اپنے رب رحمٰن کی رضامندی چاہتا ہے اور وہ صرف اور صرف اسی سے ہی ڈرتا ہے اور کسی سے بالکل ہی نہیں۔

اب اس نے گویا قسم اٹھا کر بدلہ لینے کا پکا ارادہ کر لیا تھا وہ اب اٹھتے بیٹھتے ذکر و اذکار خوب کرتا، اپنے رب ذوالجلال سے کہتا ہے کہ اے میرے مولا کریم! اب تیرے سوا میرا اس جہان فانی میں اور کوئی نہیں ہے۔ دشمنوں نے جتنے میرے اپنے مارے ہیں ان سے دگنے میرے ہاتھ سے مروا دے تا کہ میرا دل بھی ٹھنڈا ہو جائے اور مجھے بھی سکون و چین مل سکے۔ اے میرے مالک الملک مجھے اپنے در سے نامراد اور خالی ہاتھ نہ لوٹانا اور مجھے دنیا کی سب سے اچھی موت شہادت کی موت نصیب فرما دے۔ وہ کتنی دیر ہی رب کائنات کے حضور سجدہ ریز بہتی آنکھوں سے دعا کرتا رہا۔

رب ذوالجلال کو اپنے بندے کے آنسوؤں اور التجاؤں پر ترس آ ہی گیا اور اس نے اس کی دعا کو فوراً ہی شرف قبولیت بخشا کیونکہ وہ خالق کائنات اپنے بندوں کی دعاؤں کو یقیناً قبول فرمانے والا ہی ہے۔

اب عبداللہ نے پاکستان آنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا تھا اور وہ خالی ہاتھ ہی اپنے شکار کی تلاش میں تھا۔ اس نے شکار کیسے کھیلا ذرا اس کی ترکیب و انداز کو دیکھ کر لطف اندوز ہوا جائیے اور اس کے درجات کی بلندی کی دعا بھی کیجیے!

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

زخم زخم کمزور سے جسم والا جس کی اب منزل صرف اور صرف شہادت تھی۔ اس نے کئی دنوں سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا کیونکہ ان ظالموں نے ان ناقابل فراموش صدمات کے باعث اس کی گویا بھوک پیاس ہی مٹا دی تھی۔ اس نے کئی بار پانی پینے کی ناکام سی کوشش کی مگر وہ مارے غم کے حلق سے نہ اتار سکا۔ اس کا برا حال تھا۔

راستے میں ایک جگہ اس کو سکھوں اور ہندوؤں کا ایک جتھا نظر آیا وہ مارے جوش کے پاگل ہو گیا اس نے بلند آواز میں نعرہ، اللہ اکبر! یعنی اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور باقی سب ہی چھوٹے ہیں، اس نے ایک سکھ پر حملہ کر کے زور دار دھکا دیا اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا اس نے ایک جست لگائی اور کرپان اب کے اس کے ہاتھ میں تھی وہ جس طرف بھی بپھرے ہوئے شیر کی مانند بڑھا کتنوں کے سر کاٹ دیئے کسی کو بھی اس کے آگے ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوتی دشمن بھیڑوں کی طرح آگے بھاگتے تھے کسی نے مڑ کر بھی نہ دیکھا اس شیر دل مجاہد نے کچھ ہی وقت میں اٹھارہ سے زائد سکھوں کو واصل جہنم کر دیا اور بیسیوں کو شدید زخمی کر دیا، کچھ دیر بعد ان زخمیوں نے بھی مرنا شروع کر دیا وہ خود بھی شدید زخمی تھا وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے شہادت کے بلند اور اعلیٰ منصب پر فائز ہوا۔

قیام پاکستان کے دوران جو مسلمانوں پر ظلم ہوا اس پر ایک سکھ کہتا ہے ستمبر 1947ء میں جب ہندوؤں نے مسلمانان دہلی کے قتل عام کا فیصلہ کیا تو ہم نے یہ دستور بنا لیا اور دس دس، بیس بیس، مسلح ٹولیوں میں بٹ کر مضافات دہلی سے نکل جاتے اور جو مسلمان نظر آتا اسے تہ تیغ کر دیتے۔ بیس پچیس دنوں تک یونہی ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں جیسے جیسے دن گزرتے گئے شکار ملنا کم ہوتا گیا اور ہم اکثر خالی ہاتھ ہی واپس آنے لگے۔ ایک دن، رات کے وقت ہم لوگ واپس آ رہے تھے کہ شہر میں کمپنی باغ کے نزدیک ایک مسلمان ملا، وہ بہت دبلا پتلا اور کمزور سا انسان تھا۔ لمبا قد گندمی سا رنگ، چہرے پر داڑھی، ایک میلی سی لنگی باندھے اور کھدر کی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ ہم نے اسے ٹھہرا لیا اور کہا چل ہمارے ساتھ وہ بولا کہاں؟ ہم نے کہا ہم تجھے قتل کریں گے۔ پوچھا! میرا کیا قصور ہے؟ ہم نے کہا ہم تجھے قتل کریں گے۔ کہنے لگا اچھا یہ بات ہے چلو شہادت کی سعادت والی موت سے ہمکنار ہونے لگے اس سے اچھی بھلا اور کون سی موت ہو گی۔ چنانچہ ہم اسے باغ میں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کسی نے کہا میاں صاحب جان بچانی ہے تو بچ بھی سکتی ہے۔ پوچھا "کس طرح" میں نے کہا سکھ ہو جاؤ تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں۔ کہنے لگا کیا مطلب؟ ہم بولے مطلب یہی کہ اپنا دین اسلام، اپنا اللہ واحد، اپنا رسول مقبول ﷺ اپنا کلمہ توحید، قرآن حکیم وغیرہ چھوڑ دو۔ یہ سنتے ہی مرد مجاہد میں ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہوتی چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا اور پہلی مرتبہ ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، اور کہا اس کے لیے تو اپنا سب کچھ ہی لٹا دیا ہے۔ اس کی آنکھوں سے انتقام جوش سے شرارت اور منہ سے مارے غصے کے جھاگ نکل رہی تھی۔ گرج کر بولا میں...... تمہارا مذہب...... کافر کے بچو میں مسلمان ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم مسلمان ہو جاؤ، کلمہ توحید پڑھ لو، جہنم کی آگ سے بھی بچ جاؤ گے اور آخر میں کہا ورنہ میں تمہیں مار مار کر ڈھیر کر دوں گا۔"

---جاری ہے

اخت ابوانس شہید

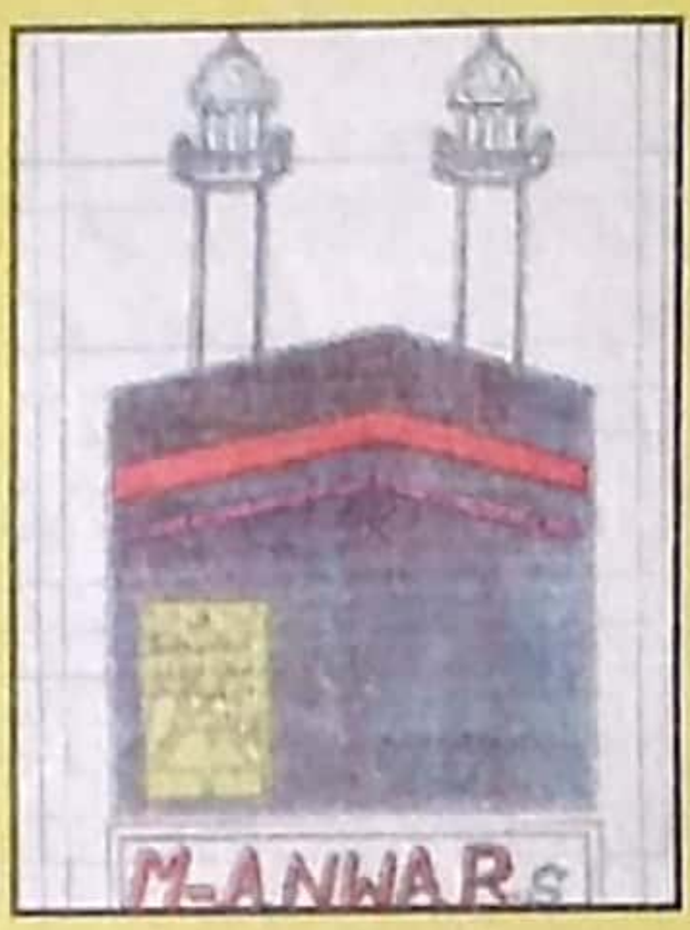

محمد انور سرور دی گوٹھ

سنبل نصرت شاہ لطیف آباد

ہر وقت، ہر لمحہ ایک بے چینی سی تھی...... مجھے کسی پل سکون نہیں آ رہا تھا، میرا ضمیر مسلسل چیخ رہا تھا کہ یہ 65 روپے تمھارے نہیں...... ضمیر کی یہی صدا مجھے پریشان کیے ہوئے تھی، کسی کسی وقت یہ خیال بھی آ جاتا کہ یہ 65 روپے کسی شخص کے تو نہیں جو واپس کر دیے جائیں یہ تو ریلوے کے محکمے کے ہیں اور ایسا کوئی طریقہ کار نہیں کہ یہ 65 روپے ریلوے کے محکمے کو واپس کر دیے جائیں، اسی کشمکش میں پندرہ بیس دن گزر گئے مگر یہ 65 روپے میرے دل و دماغ پر کسی ہتھوڑے کی مانند برس کر میرا چین اور سکون غارت کرتے رہے۔

یہ میری زندگی کا پہلا سفر تھا جو میں ٹرین کے ذریعے کرنے والا تھا، میرے چچا عبدالرشید اور دوست حبیب الرحمن حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جا رہے تھے اور میں انھیں الوداع کرنے جا رہا تھا، کہروڑ پکا سے کراچی کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کلومیٹر کے لگ بھگ ہے، ان دنوں بہاول پور سے کراچی کا کرایہ 80 روپے تھا، چچا عبد الرشید، حبیب الرحمن اور محمد ناصر پہلے ہی اپنی سیٹ ریزرو کروا چکے تھے مگر میں نے سیٹ کنفرم نہیں کروائی تھی، حبیب الرحمن نے مشورہ دیا کہ ٹکٹ ٹرین کے اندر ٹکٹ کلکٹر سے لے لیں گے، ذکریا ایکسپریس ملتان سے ہی کراچی کے لیے روانہ ہوتی ہے سو اگر ٹرین کے اندر سے بھی ٹکٹ لیا جائے تو کرایہ اتنا ہی لگے گا کیوں کہ اس وقت ریلوے کا یہ قانون تھا کہ کوئی سواری جہاں سے بھی بغیر ٹکٹ بیٹھ جائے ٹرین میں اسے ٹکٹ اسی جگہ سے دیا جاتا تھا جہاں سے ٹرین روانہ ہوئی ہے۔

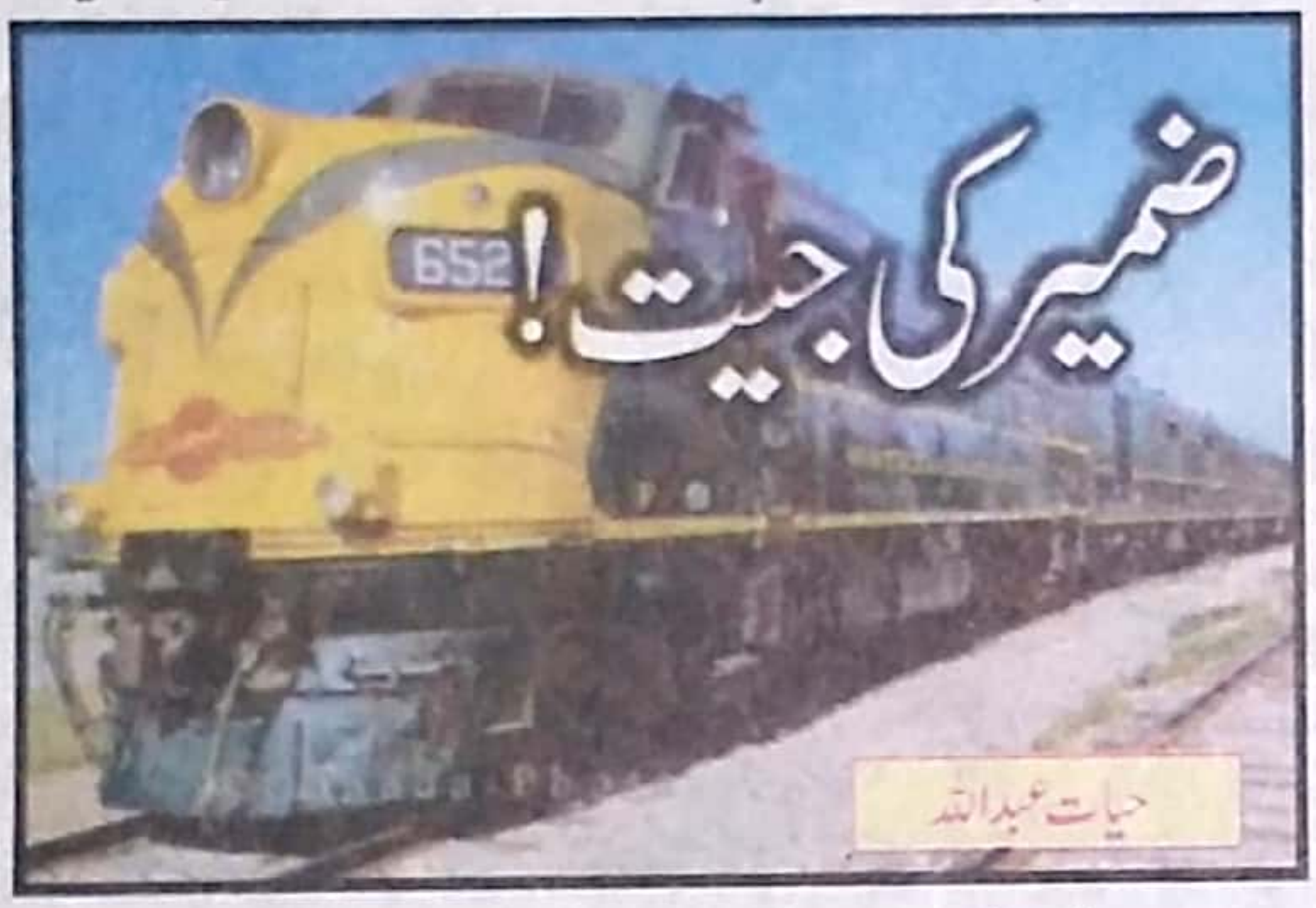

ضمیر کی جیت!

حیات عبداللہ

ہم ٹرین میں سوار ہو چکے تھے، ان تینوں کے پاس ٹکٹ تھے اور میں بغیر ٹکٹ سوار ہو چکا تھا، زندگی میں پہلی مرتبہ ٹرین میں سوار ہوا تو میری خوشی کی انتہا نہ تھی، یہ بہاول پور ریلوے سٹیشن تھا، ذکریا ایکسپریس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹرین فراٹے بھرنے لگی، ٹرین کے اندر خواتین، بچوں کا شور شرابا، بوتل چائے بیچنے والوں کی آوازیں، ٹافی اور بسکٹ فروخت کرنے والوں کی صدائیں، یہ سب مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا، وہ سارے مناظر آج تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں، راستے میں حبیب الرحمن کے برادرِ نسبتی ہنسی مذاق کرتے اور مختلف چیزیں کھانے کے لیے لاتے رہے، مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ریلوے سٹیشن پر برگر، قیمہ، روٹی اور چائے وغیرہ جو چیزیں بھی فروخت ہو رہی تھیں ان میں خوشبو کی لپٹیں اٹھ کر دل و دماغ کو کھانے کے لیے مائل کر رہی تھیں مگر جب ہم نے وہ چیزیں لے کر کھائیں تو کھانا دشوار ہو گیا، روٹی ربڑ کی مانند اتنی سخت تھی کہ انھیں چبا چبا کر دانت دکھنے لگے، قیمہ اتنا سخت تھا کہ لگتا تھا کسی بوڑھے اونٹ کا ہے اور چائے کا ذائقہ اتنا خراب تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ کئی دن پرانی چائے ہے۔

میں اس سفر میں ہر طرح سے لطف اندوز ہو رہا تھا، میں ہر سٹیشن پر نیچے اترتا لیکن یہ خوف بہرحال دامن گیر تھا کہ کہیں ٹرین مجھے چھوڑ کر چل نہ پڑے، سفر میں باتیں کرتے، کھاتے پیتے ہمیں تو یہ احساس ہی نہیں رہا کہ میں بغیر ٹکٹ سفر کر رہا ہوں، یہ خیال آتا بھی کیسے کہ ٹکٹ کلکٹر ابھی تک ٹکٹ چیک کرنے ہی نہیں آیا تھا، خیر ہم نے اس خیال کو جھٹک دیا کہ جب بھی ٹکٹ کلکٹر آئے گا ہم ٹکٹ بنوا لیں گے۔ صبح ہوئی ہم نے فجر کی نماز ایک ریلوے سٹیشن پر ادا کی اور پھر ٹرین میں سوار ہو گئے، اب ٹرین کراچی سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی مگر ٹکٹ کلکٹر ابھی تک نہ آیا تھا، سو ہماری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی، مجھے نہیں یاد وہ کون سا سٹیشن تھا، کہ حبیب الرحمن کا برادرِ نسبتی ٹرین سے اترا اور کس برق رفتاری سے اس ریلوے سٹیشن کے ٹکٹ گھر سے ٹکٹ لے آیا، اسے یہ حرکت کرتے دیکھ کر ریلوے سٹیشن کے ٹکٹ گھر سے ٹکٹ لے آیا، اسے یہ حرکت کرتے دیکھ کر ریلوے پولیس نے پکڑ بھی لیا مگر وہ منت سماجت کر کے ٹرین میں واپس آ گیا اور ٹکٹ لا کر مجھے تھما دیا، اس سٹیشن سے کراچی کا کرایہ پندرہ روپے تھا، میں مطمئن ہو گیا کہ اب اصل پریشانی ختم ہو چکی تھی۔

میں اپنے چچا عبدالرشید اور حبیب الرحمن کو کراچی چھوڑ کر واپس آ گیا مگر میرا ضمیر بار بار مجھے ملامت کر رہا تھا کہ بہاول پور سے کراچی کا کرایہ تو 80 (اسی) روپے ہے جب کہ میں نے صرف 15 روپے میں یہ سفر کیا ہے...... یہ بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے؟ مجھے ریلوے کے محکمے کو 65 روپے ضرور ادا کرنے چاہئیں، یہی سوچ سوچ کر میرے دل کو کسی پل چین نہیں آ رہا تھا، میں والد صاحب کو اس پریشانی کا ذکر کیا اور انھوں نے خوشی سے ہامی بھر لی کہ واقعی ہمیں یہ 65 روپے ریلوے کے محکمے کو ادا کر دینے چاہیے، ابو جی کہروڑ پکا سے سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ملتان گئے اور وہاں انھوں نے ریلوے کے کسی افسر سے اس مسئلے کا ذکر کیا، وہ شخص یہ سن کر بہت خوش ہوا مگر اصل مسئلہ یہ تھا کہ 65 روپے کسی طرح واپس کیے جائیں، اس ریلوے کے افسر نے کہا کہ آپ 65 روپے کا ٹکٹ لے لیں (سیٹ ریزرو نہ کروائیں) اور پھر اسے پھاڑ دیں یا کسی غریب آدمی کو دے دیں وہ اس کے ذریعے سفر کر لے گا، والد محترم نے 65 روپے کا ٹکٹ خرید لیا مگر ریلوے سٹیشن پر ٹکٹ کا ضرورت مند کوئی غریب آدمی نہ تھا سو ابو جی نے وہ ٹکٹ مجھے لا کر تھما دیا اور ہم نے اسے ضائع کر دیا، اسی دن مجھے یوں لگا جیسے میرے سینے پر رکھا ہوا کوئی بھاری پتھر اتر گیا، اس دن مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ الفاظ میں بیان کرنا واقعی محال ہے اس لیے کہ میرا ضمیر جیت گیا تھا۔

نہ ڈگمگائیں قدم تمہارے کچھ ایسے رکھنا دھیان اپنا

[ابن عبدالجبار، چوک منڈا]

......السلام علیکم! میں یہ خط اور تحریر بڑے شوق سے بھیج رہا ہوں امید ہے کہ شائع ضرور ہو گی۔ اگر نہیں کرنی تو اس کی وجہ ضرور بتائیں۔ اگر تحریر نا قابل اشاعت ہو تو خط ضرور شائع کریں۔

[ابوتراب نظام الدین، نارووال]

انعام یافتہ

ننھے منے ساتھیو! مجھے کامل یقین تھا کہ آپ کو میرا بڑی شدت سے انتظار ہو گا تو لیجیے جناب! ہم تشریف کا ٹوکرا لیے خطوط کی محفل میں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حبیب الرحمٰن قصوری کے والد کی وفات کا سن کر دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ عثمان اشرف آف رائے ونڈ کی آمد ایسے لگی جیسے دریائے راوی میں پانی آ گیا ہو۔ اب دیکھنا ایڈیٹر بھائی صاحب! اونٹ آتا پہاڑ تلے۔ جی چاہتا ہے کہ روضۃ الاطفال کی تمام ٹیم کو چینی والے پراٹھے کھلاؤں۔ ذکی عبدالرحمٰن، حافظ عبداللہ، ابوبکر زاہد، فوزیہ، عبیدالرحمٰن اور تمام نئے نویلے قارئین کا روضۃ الاطفال میں استقبال ہے۔ بھائی صاحب چلڈرن رائٹرز کے انٹرویوز......؟ روضۃ الاطفال کے صفحات کی تعداد......؟ ارے اتنا مفید مشورہ مجھ سے کیوں نہیں مانگا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اتنے صفحے جو آپ کو کالے کر کے بھیجتے ہیں ان کو آپ ڈرائی کلین کروالیا کریں اور دگنا شمارہ شائع کر دیا کریں۔ امید واثق ہے کہ آپ میرے خطوط کو لنگڑا، لولا کیے بغیر پرنٹر میں ڈال دیں گے ورنہ دوسروں کو میٹی روٹیاں اور ردی کی ٹوکری کو پتہ کیا کھلائیں گے ہم......؟ (جمال گھوٹا) انشاء اللہ پھر میرے سارے خط شائع ہوا کریں گے۔ سدرہ سحر، حفصہ افضال، میر طلال، بنت ماسٹر عبدالغفور اور مینا کاشمیری سمیت دیگر قارئین جلد از جلد انٹری مارنے کی سعادت حاصل کریں۔ [ایمن سحر، پتوکی]

کن لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسے تین لوگ جن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“ ① بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے مالک کے پاس واپس لوٹ آئے۔ ② اور ایسی عورت جو رات گزارے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ ③ اور ایسا امام جس کو اس کی قوم ناپسند کرتی ہو۔ (الترمذی) اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ اور وہ دو بھائی جو آپس میں ناراض ہوں۔ (ابن ماجہ)

[اخت سجاد، چونگی امر سدھو لاہور]

ہر مشکل کے حل کے لیے انوکھا

امتحانات قریب ہوں یا ماہانہ ٹیسٹ ہوں تو بچوں کی حالت بہت رحم ترس ہوتی ہے۔ اگر کوئی پریشانی آ جائے تو پھول جیسے بچے مرجھا جاتے ہیں ان کے مرجھانے سے گلشن اداس ہو جاتا ہے ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے مدد طلب کریں ابھی ان کے ذہن ناپختہ ہوتے ہیں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے کس سے اپنی پریشانی شیئر کی جائے جو فوراً چٹکی بجا کر ان کی پریشانی حل کر دے۔ جناتی کہانیاں، ٹارزن اور جادو کی کہانیاں پڑھ کر ان کے ذہن میں فوراً ایسی بات آ جاتی ہے کہ میرے پاس بھی اک جن ہوتا یا الہ دین کا چراغ ہوتا تو کتنا مزہ آتا۔

پیارے بچو! آپ کو ایسا طریقہ بتاتی ہوں جس سے آپ کا مسئلہ منٹوں میں حل ہو سکتا ہے آپ کسی طرح بھی خسارہ میں نہیں رہیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آپ حیران ہوں گے وہ کیا ہے جو نہ جن ہے نہ الہ دین کا چراغ اور نہ ہی جادو کی چھڑی ہے پھر کیسے ہو گا......!!

ننھے منے پیارے بچو! آپ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا پریشانی میں مبتلا ہوں تو آپ فوراً وضو کر کے اپنے ننھے چھوٹے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کے آگے اٹھا لیں۔ اپنے ہاتھوں کو اس ذات کے آگے پھیلایا کریں جو سب سے بڑی ہے جو بے شمار طاقتوں والی ہے جو آپ کا ہر کام فوراً کر سکتی ہے کیونکہ ہر کام اس کے حکم سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [سورۃ البقرہ]

”اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھے پکارو، میں تمہاری (دعائیں) قبول کروں گا۔“

بچو! دعا مانگنے کے کچھ آداب ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں پھر اللہ کے رسول پر درود بھیجیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ پھر اپنے لیے دعا مانگیں۔ دعا پوری عاجزی و انکساری اور یقین سے مانگیں۔ اپنی حاجت یا مشکل کو بار بار ذکر کریں۔

اللہ کے پاک نام اور صفات کا وسیلہ بھی دے سکتے ہیں۔ جیسے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم تجھے رحمٰن اور رحیم ہونے کا واسطہ ہے میری دعا قبول فرما لے۔ اگر آپ نے کوئی نیک کام کیا ہے تو اس کا واسطہ دے سکتے ہیں۔ پیروں فقیروں کا واسطہ یا نبیوں کا واسطہ ہرگز نہ دیں اس سے آپ شرک جیسے عظیم گناہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں نہ دعا قبول ہو گی اور آپ کے اعمال بھی برباد ہو سکتے ہیں اس بات کا خاص خیال کرنا ہے۔ اور نہ کسی دربار میں جا کر دعا مانگنی ہے۔

آپ کے ننھے ذہن میں یہ خیال آئے گا میں تو اللہ سے دعا کرتا ہوں مگر اللہ سنتا ہی نہیں قبول ہی نہیں کرتا۔ میں دعا مانگ کر تھک گیا ہوں نہ نہ پیارے بچو ہرگز ایسا خیال نہیں لانا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”بندے کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہیں مانگتا یا جلدی نہیں کرتا۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! جلدی کرنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”دعا مانگنے والا کہے کہ میں نے دعا مانگی، پھر مانگی لیکن مجھے دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اور اس پر تھک ہار کر دعا کرنا چھوڑ دے۔“ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنے پر خوب قادر ہے اگر آپ کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہو گی کیونکہ اللہ تو عالم الغیب ہے ہو سکتا ہے جو دعا ہم مانگ رہے ہوں وہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہو ہم تو غیب نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ دعا کو کبھی رد نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ سے دعا کرتا ہے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا کرتا ہے۔“

① دعا کے مطابق اس کی خواہش پوری کر دیتا ہے۔
② یا اس کی دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔
③ یا دعا کے برابر اس سے کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے۔
(مسند احمد)

دیکھا بچو! اللہ دعا رد نہیں کرتا کسی نہ کسی صورت میں اس کا بدل ضرور عطا کرتا ہے کیسا فائدے کا طریقہ ہے جس میں خسارہ ہی نہیں۔

پیارے بچو! بعض اوقات ایسے ہیں جن میں دعا قبول ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔

رات کے آخری حصے میں، اذان اور اقامت کے درمیان، جمعے کے روز ایک گھڑی، سجدے کی حالت میں، عرفہ کے دن، رات کو سوتے وقت میں آنکھ کھل جانے پر، فرض نماز کی ادئیگی کے بعد، اذان کے بعد، میدانِ جنگ میں، لیلۃ القدر میں اور دورانِ بارش مانگی جانے والی دعاؤں کے قبول ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

تو بچوں آج ہی کسی وقت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں۔ پتہ کیا ”یا اللہ...... یا رحمٰن...... یا حفیظ...... ہماری تحریریں ”روضۃ الاطفال“ میں شائع ہو جائیں۔ ردی کی ٹوکری میں نہ جائیں۔“

[اخت عبدالواسع گوجرانوالہ]

ذہنی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

73 ۱۲ رجب ۱۴۳۱ھ ۲۵ جون ۲۰۱۰ء

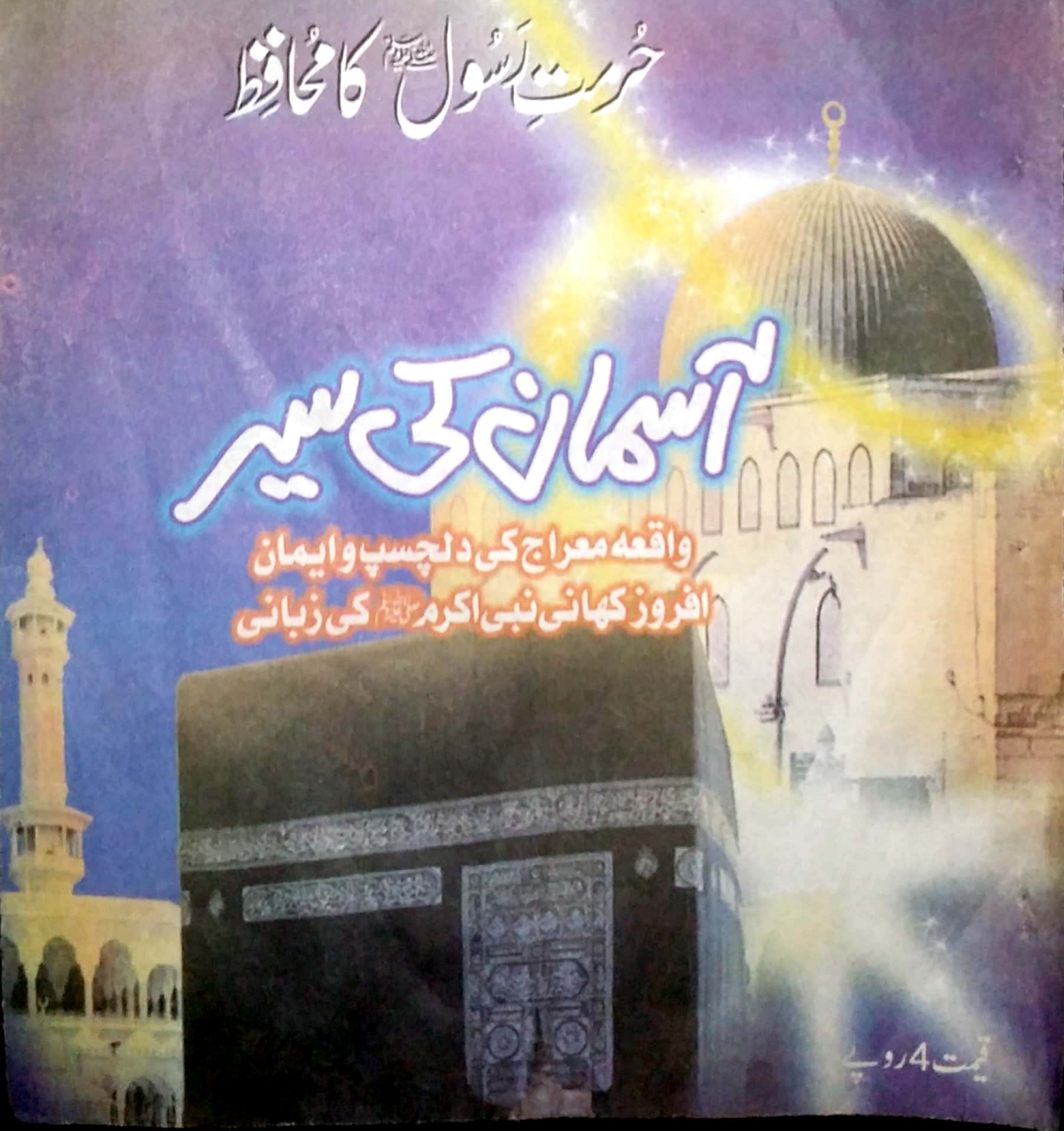

ضروری بات

پیارے بچو!

السلام علیکم ....

کچھ دن پہلے رات سونے کے لیے لیٹے ہی تھے کہ اسلام آباد سے قاری محمد شفیق کا فون آ گیا، وہ بولے:

''صبح تیار رہیے گا کل آپ کی ملاقات سب سے اچھے بچوں سے کروانی ہے۔''

ہم اقرار کر پائے نہ انکار کہ انھوں نے فون بند کر دیا۔ اگلے روز وہ لاہور میں تھے۔ دوپہر سے ذرا پہلے انھوں نے ہمیں ساتھ لیا اور ہم اندرون لاہور کی گلیوں سے ہوتے ہوئے چیمبرلین روڈ موچی دروازہ میں آ رکے۔ یہاں سرخ اینٹوں سے بنی عمارت کی تیسری منزل پر جامع معہد القرآن ہے۔ اس جگہ سے ہماری جان پہچان تو برسوں پرانی تھی اتنی پرانی جب ہم خود بچے تھے مگر آج وہاں پہنچ کر بہت خوشی ہوئی۔ جامع مسجد طیبہ کے وسیع ہال میں 6 کلاسیں جاری تھیں۔ تین اطراف میں نفاست سے بیٹھے بچے تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور ایک طرف بیٹھے قاری صاحب انھیں پڑھا رہے تھے، ہم باری باری سب قراء کرام کے پاس گئے۔ سچ پوچھیں تو حفظ القرآن، اتقان القرآن اور قراءت کی اس کلاسوں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمارے میزبان قاری عبدالسلام عزیزی صاحب تھے، وہ ہمیں حفظ القرآن کی ان کلاسوں کے بعد اوپر والی منزل پر لے گئے۔ جہاں وہ طلباء تھے جو قراءت سیکھ رہے تھے، یہاں نہ صرف قاری صاحب نے اپنی خوش الحان آواز میں آیات القرآن کی مشق کروائی اور پھر طلباء نے باری باری اپنی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ قرآن کی تلاوت نے دل کی دنیا ہی بدل دی۔ ایمان کا ایک سمندر دلوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور بلاشبہ اس سمندر میں ایک سے بڑھ کر ایک سچا موتی جمع تھا۔ شاندار لب ولہجہ، الفاظ کی ادائیگی اور قراءت کا فن...... واقعی یہ بچے دنیا کے سب سے بہترین لوگ ہیں، ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک بھی یہی ہے کہ: ''دنیا کا بہترین انسان وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' ہمیں قاری عبدالسلام عزیزی صاحب کی محنت، ان کی لگن اور ان بچوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ بہتر بننا اور کہلانا کسے پسند نہیں؟ ہر فرد چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کو بہتر لگے اور اسے پسند کیا جائے، جامع معہد القرآن کے طلباء نے خود کو قرآن کے علم سیکھنے کے لیے وقف کر کے خود کو سب سے بہتر بنا لیا تھا۔

پیارے دوستو! آپ سب کو گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی ہیں۔ آپ کے پاس فارغ وقت بھی ہے تو کیوں نہ ہم سب بھی یہ وقت قرآن سیکھنے میں لگا کر سب سے بہترین لوگوں میں شامل ہو جائیں، جامع معہد القرآن کے دروازے تو بچوں کے لیے کھلے ہی ہیں، آپ اپنے علاقے میں بھی جماعۃ الدعوۃ کے مدارس اور مراکز میں دورہ صفہ میں داخلہ لے کر اس وقت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان الٰہی

اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے اور وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو ۝ اس پر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور عمدہ مکانات میں داخل کریں گے جو دائمی ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

مزمل حسین ضلع گوجرانوالہ

استغفار کی فضیلت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکل جانے کا راستہ بنا دیتے ہیں اس کو ہر غم سے نجات دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جس کا اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

(رواہ احمد ابوداؤد و ابن ماجہ)

منقول ایمن عائشہ صدیقہ

ام القریٰ اسلامک انسٹی ٹیوٹ سرگودھا

دین میں استقامت کیوں؟

حضرت خباب بن ارتؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اس زمانہ میں ہم مشرکوں سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنتے ہی آپ ﷺ تکیہ چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ (غصہ سے) سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے۔ اور اللہ اپنے اس کام (غلبہ حق) کو ضرور پورا کر کے رہے گا۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

محمد سلمان یوسف گوجرانوالہ

E.mail: rozaah@hotmail.com

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

آفس: 042-38720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

جہاد

قرآن کی روشنی میں

تحریر: طٰہٰ احمد حماد

مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کے خلاف جہاد

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ بقرۃ آیت ۱۹۰)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر۔'' (سورۃ نساء آیت ۷۵)

''جہاد کی اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق صرف اس قصور پر نکالے گئے کہ وہ کہتے تھے ''ہمارا رب اللہ ہے'' اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔'' (سورۃ حج آیت ۳۹۔۴۱)

دوران جنگ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب کسی لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو امید ہے کہ اس طرح تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔'' (سورۃ انفال آیت ۴۵)

جنگی قیدیوں سے احسان کرنے کا حکم ہے

''پس ایسے کافروں سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو تو ان کی گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح کچل دو تو پھر قیدیوں کو مضبوط باندھو اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرو حتیٰ کہ لڑائی (یعنی دشمن) اپنے ہتھیار ڈال دے۔'' (سورۃ محمد آیت نمبر ۱ اور ۴)

اندرونی یا بیرونی دشمن جو اسلامی ریاست کے اندر دہشت گردی، خون ریزی اور تشدد کے ذریعہ امن و امان کو برباد کرنے کی کوشش کرے یا اسلامی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے، کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ہے۔

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں

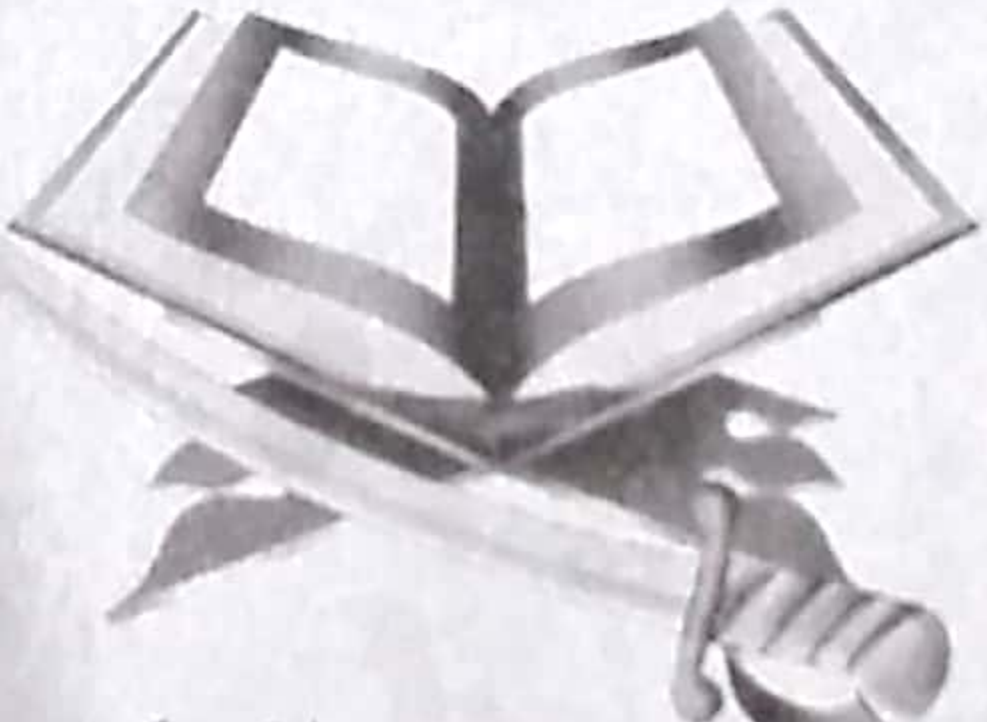

اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں یہ ذلت اور رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔'' (سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳)

دشمن صلح کی درخواست کرے تو اللہ کے بھروسے پر اسے قبول کر لینا چاہیے۔

''اے نبی ﷺ اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے اور اگر وہ دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو تمہارے لئے اللہ کافی ہے۔'' (سورۃ انفال آیت نمبر ۶۲،۶۱)

کافروں کو زبردستی مسلمان بنانا جائز نہیں

''جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ایسے لوگوں سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔'' (سورۃ توبہ آیت ۲۹)

جنگ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت

''اور جان رکھو، جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم واقعی اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے فیصلے کے دن یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن نازل کی تھی۔ پر ایمان رکھتے ہو (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ انفال آیت ۴۱)

وضاحت: رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں مال غنیمت کا کچھ حصہ آپ ﷺ کے رشتہ داروں یعنی اہل و عیال کو ملتا تھا آپ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد وہ مال خاندان نبوت کے مستحق افراد میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

منافقت سے بچیں

''بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے'' (النساء۴: ۱۴۵)

''اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہی کافی ہے ان کو اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے مستقل عذاب ہے۔'' (التوبۃ ۹: ۶۸)

منافق کی پہچان قرآن و حدیث کی روشنی میں

(1) زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے دل سے نہیں مانتا (البقرۃ ۲: ۸)

(2) چرب زبانی کرتا اور پرتکلف گفتگو کرتا ہے (محمد ۴۷: ۳۰ البقرۃ ۲: ۲۴)

(3) جھوٹی قسموں کو اپنے لیے ڈھال بناتا ہے (المنافقون ۲: ۶۳)

(4) دعویٰ اصلاح کا کرتا ہے اور عملاً فساد پھیلاتا ہے (البقرۃ ۲: ۱۱: ۱۲)

(5) ادائیگی نماز میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتا ہے (النساء۴: ۱۴۲)

(6) دکھلاوں کی عبادت کرتا ہے۔ (النساء۴: ۱۴۲)

(7) برائی کی ترغیب دیتا اور بھلائی سے روکتا ہے (التوبۃ ۹: ۶۷)

(8) اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرتا ہے (التوبۃ ۹: ۶۷)

(9) لوگوں سے چھپتا ہے اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتا (تنہائی میں بے دھڑک گناہ کرتا ہے) (النساء۴: ۱۰۸)

(10) جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے (صحیح البخاری، الایمان، باب علامۃ المنافق حدیث ۳۳: ۳۴)

(11) جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے (صحیح البخاری)

(12) جب امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے (صحیح البخاری)

(13) جب لڑتا ہے تو گالی بکتا ہے (صحیح البخاری الایمان باب علامۃ المنافق حدیث ۳۴)

(14) نماز با جماعت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس سے پیچھے رہتا ہے (صحیح مسلم کتاب المساجد، حدیث ۶۶۲)

(15) بے وقت اور جلدی جلدی نماز ادا کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث ۶۲۲)

ابوبکر صدیق گلشن اقبال ٹاؤن اوکاڑہ

جنت کا مہمان

ان شاء اللہ

ابو رافع الحتف سید
علی حسن شاہ شہید

انحت ابوذر عبداللہ موڑ کھنڈا

یہ کس کے لہو کی خوشبو سے شہدا کی بستی پھر مہکی

آج کے اس گئے گزرے دور میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے اسلاف کی زندگیوں اور مقاصد سے بے حد دلچسپی رکھتے ہیں پلٹنا جھپٹنا جھپٹ کر پلٹنا ان کا شیوہ ہے۔ جو اپنی زندگیاں اپنے رب کے نام لگا چکے ہیں، جو سربلندی اسلام کے لیے اپنی جان قربان کر دینا اپنی زندگی کا سب سے بڑا مشن و مقصد سمجھتے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جان فدا کرنے والے گمنام مجاہدوں میں ایک نام ابورافع الحتف سید علی حسن شاہ شہید کا بھی ہے کہ جو بہنوں کی عصمتوں کو بچاتا ہوا رب العالمین کی رضا کے لیے جان دے کر فردوس بریں کا مہمان ٹھہرا۔ ان شاء اللہ۔

علی حسن بھائی 31 جولائی 1982 کو اپنے آبائی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ علی حسن بھائی سنجیدہ مزاج، کم گو، صبر و شجاعت کے پیکر، صاف گو اور انتہائی سادہ مزاج تھے۔ شروع ہی سے لغو باتوں سے پرہیز کرتے اور دین سے والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔

جب وہ مڈل کے سٹوڈنٹ تھے تو ان کی ملاقات مجاہدین صف شکن سے ہوگئی۔ پھر تو علی بھائی کی زندگی کا مرکز و محور صرف اور صرف جہاد بن گیا۔ ان کی والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ علی جب آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ تو اس نے ایک مکمل کاپی اپنے خون سے لکھی اس میں لکھی ہوئی یہ تحریر آج بھی مجھے یاد ہے۔

میں کشمیر جاؤں گا اور اپنی بے ردا بہنوں کے سر پہ آنچل دوں گا اور اپنے مظلوم بھائیوں کے ساتھ مل کر ہندو ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ چکاؤں گا۔ ان شاء اللہ اور آگے اپنے خون سے انگوٹھا لگا دیا۔

تقریباً 10 ماہ تک کفار کو قتل کرنے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد ضلع بارہ مولہ 25 مئی 2004 کو صبح ۴ بجے سے 4:45 تک ہونے والی اچانک جھڑپ میں 2 ہندو سورماؤں کو واصل جہنم اور 12 کو زخمی کرنے کے بعد دین حق کا یہ فدائی دین پہ فدا ہو کر ہمیں زندگی کا مقصد بتا گیا کہ آؤ اگر ہمیشہ کی زندگی چاہتے ہو تو اسی راہ کو اپنا لو۔

سید علی حسن شاہ شہید رحمہ اللہ کا وصیت نامہ

کبھی سورج ستاروں کی ضیائیں ساتھ رہتی ہیں
جو چہرے بھول جاتے ہیں ادائیں ساتھ رہتی ہیں
مجھے دشمن کا کوئی وار گھائل کر نہیں سکتا
کڑے لمحوں میں ممتا کی دعائیں ساتھ رہتی ہیں

پیارے والدین اور عزیز و اقارب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جس وقت کاغذ کا یہ ٹکڑا آپ تک پہنچے گا اس وقت میں اللہ کے ہاں ایک شہید کی حیثیت سے پہنچ چکا ہوں گا۔ ان شاء اللہ میری طرف سے کسی کو اگر کوئی دکھ پہنچا ہو تو معاف کر دینا میری شہادت کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا، ایک شہید اپنے ستر رشتہ داروں کی سفارش کرے گا جو کہ قبول کی جائے، آہ و بکا واویلا نہ کرنا، اپنے معمولات اسلام کے مطابق بنالو، اللہ کی ذات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، جو رسول اللہ ﷺ دیں وہ لے اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔ (سورۃ الحشر)

جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔ (مسلم) جو نجومی یا جوتشی وغیرہ کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ (احمد) جو نجومی وغیرہ کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔ (مسلم شریف) اللہ لعنت کرے اس پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔ (مسلم شریف) اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ کسی غیب کی چیزوں پر مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس کو چاہے۔ (الجن) کہہ دیجئے زمین و آسمان میں جو بھی ہیں غیب نہیں جانتے سوائے اللہ کے۔ (النمل) اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں، پھر شرک کرتے ہیں۔ (یوسف) اور تمھارے رب نے کہا مجھے پکارو میں تمھاری پکار قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے گریز کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو جہنم میں داخل ہوگا۔ (بخاری) بے شک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (النمل) اور نہیں سنا سکتے آپ ان کو جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر)

جب تم مدد مانگو تو اللہ ہی سے مدد مانگو اور جب مدد چاہو اللہ ہی سے چاہو۔ (الترمذی) اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ (المائدہ)

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

بلال بھائی میری طرف سے میرے دوستوں کو سلام کہہ دینا کہ موت کی گھاٹیوں میں پہنچنا۔ تم پر میرے خون کا قرض ہے۔ اگر کسی کے ہاں میرا قرض ہو تو ادا کر دینا۔ ہر نماز سنت طریقہ سے پڑھنے کے بعد میری شہادت کی قبولیت کی دعا کرنا۔ بلال اور دیگر سب بہن بھائیو! والدین کی خدمت کرنا اور تنگ نہ کرنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ سے زیادہ محبت نہ کرے۔

بازار شہادت میں کبھی جا کے تو دیکھو
سر بیچنے والوں کا خدا خود ہے خریدار

پیارے والدین! میں نے بہت سی نافرمانیاں کیں والدین اولاد کا برا نہیں سوچتے، لہٰذا اللہ کے لیے مجھے معاف کر دینا آپ سب گھر والے آپس میں سلوک سے رہیں، تاکہ گھر مثالی نظر آئے۔

میری شہادت کی، جو بھائی خبر لے کر آئیں، ان کے ساتھ الجھنا نہیں بلکہ ان کی ہر بات کو ترجیح دی جائے۔ جو کہیں اسے سمجھا جائے میری شہادت کی خبر سن کر دو نفل شکرانے کے ادا کرنا۔

میرے لہو سے رقم ہوگا لفظِ آزادی کشمیر
کفر کے غرور کا بت اب پرانا ٹوٹے گا

والسلام

ابو رافع الحتف سید علی حسن شاہ

حرمتِ رسول ﷺ کا محافظ

ابن عبدالجبار، چوک منڈا

شام کا وقت تھا، موسم انتہائی سہانا لگ رہا تھا، سورج کی بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی جاری تھی لیکن پھر بھی وہ اپنی منزل سے غافل نہ تھا بلکہ جوں کا توں آگے ہی بڑھتا جا رہا تھا۔

ایسے میں جزائر انڈمان کے اس نامعلوم جزیرہ پر واقع جیل کے تمام قیدی انتہائی پر جوش اور خوش نظر آرہے تھے کیونکہ چیف کمشنر کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ جو قیدی کسی چھوٹے موٹے جرائم کی وجہ سے جیلوں میں بند ہیں، انہیں لارڈ میو وائسرائے کے دورہ جیل کے وقت رہا کر دیا جائے گا۔ لارڈ میو 1869ء کو ہندوستان میں گورنر جنرل اور وائسرائے مقرر ہو کر آیا تھا، لہٰذا اس خوشخبری کو سن کر ایسے تمام قیدی جو کسی جھوٹے مقدمہ کے تحت جیل میں قید و بند کی صعوبتوں کو جھیل رہے تھے یا وہ قیدی جو کسی معمولی نوعیت کے بغاوت کیس کے چکر میں نظر بند تھے، خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے لیکن ان قیدی حضرات میں سے ایک ایسا قیدی بھی تھا جو ان تمام قیدیوں سے الگ تھلگ کسی انجانی مسرت کو دل میں بسائے بیٹھا تھا۔ اس قیدی کی خوشی باقی قیدیوں سے دیدنی تھی.........لیکن اس قیدی کی مسرت اور باقی قیدیوں کی خوشی میں زمین و آسمان کا فرق تھا کیونکہ باقی قیدی تو صدائے حریت کو سن کر مسرور تھے لیکن یہ قیدی اپنی ایک دیرینہ خواہش کو عنقریب پایہ تکمیل تک پہنچانے والا تھا جس پر وہ دل ہی دل میں بہت خوش تھا اور اپنی اس خواہش کو سرانجام دینے کے لئے لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف تھا۔

اس قیدی کا نام شیر علی تھا۔

اس کے جیل میں جانے کی روداد کچھ یوں ہے کہ شیر علی ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیر علی نوکری کی تلاش میں پشاور آ گیا اور یہاں پولیس کمشنر کے ایک گارڈ دستے میں بھرتی ہو گیا۔ چونکہ شیر علی کے خاندان کی دو شاخوں میں مدت سے شدید عداوت چلی آ رہی تھی اور جھگڑوں میں بہت سے آدمی بھی مارے جا چکے تھے لہٰذا پولیس میں بھرتی ہونے کے بعد اس کو گھر والوں کی طرف سے بارہا بلاوے آنے لگے کہ آؤ اور دشمنوں سے بدلہ لو۔ اسی طرح ایک مرتبہ اس کو خبر ملی کہ اس کے دشمنوں میں سے ایک پشاور آیا ہوا ہے، یہ سن کر شیر علی سے رہا نہ گیا چنانچہ وہ اٹھا اور اپنے دشمن کو ڈھونڈھنا شروع کر دیا۔ بالآخر اس نے پشاور کے ایک باغ میں اپنے دشمن کو سیر سپاٹے میں مصروف پایا اور جا کر اس کو قتل کر دیا یوں اس پر قتل کا مقدمہ قائم ہوا اور 2 اپریل 1869ء کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔

لیکن چونکہ اس کا عام چلن اچھا تھا اور اس نے انگریزوں کی بھی کافی خدمات انجام دی تھیں لہٰذا اس کی سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا گیا۔ یوں اس کو ایک جیل سے دوسری جیل دوسری سے تیسری اور بالآخر انڈمان کی اس جیل میں منتقل کر دیا گیا۔

جیل کی کال کوٹھڑی میں آنے کے بعد شیر علی کی زندگی میں طوفان آ گیا جس نے اس کے دل کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور اس کے تمام اصول حیات کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یوں وہ اکثر جیل میں روزے رکھنے لگا، نماز کو پابندی سے اپنا لیا اور باقی ملزمان سے رواداری کے ساتھ پیش آتا۔

اب اس نے اپنے کیے گئے جرموں کی پشیمانی کو مٹانے کے لئے دل میں یہ پختہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ضرور وہ کسی بڑے انگریز کو قتل کریگا۔ لہٰذا آج بھی جب شیر علی نے یہ اعلان سنا کہ لارڈ میو وائسرائے جو کہ ایک کٹر قسم کا انگریز تھا اور مسلمانوں کا انتہائی دشمن تھا، اس کے عہد میں مسلمانوں خصوصاً سلفی مسلمانوں پر بہت سختیاں ہوئی تھیں، وہ اسلام اور حرمت رسول گا دشمن تھا، دورہ جیل پر آنے والا ہے تو اس نے اپنے ذہن میں اپنی اس دیرینہ خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچتے دیکھا جس پر وہ انتہائی خوش تھا۔

الغرض اگلی صبح وائسرائے اکیس توپوں کی سلامی کے بعد جہاز سے اترا، جہاز پوری طرح پولیس گارڈز اور مسلح افواج کی سیکیورٹی سے اٹا ہوا تھا۔

دورہ پر آنے کے بعد اس نے مختلف مقامات دیکھے، قیدیوں کے زنانہ و مردانہ ہسپتال ملاحظہ کیے، بعض بیرکوں کا بھی معائنہ کیا اور جزیرے میں ریل جاری کرنے کے متعلق بھی گفتگو کی۔ دوپہر کا کھانا چیف کمشنر کے ساتھ کھایا اور یوں اس کے گھومتے پھرتے دن کا کافی حصہ گزر گیا اور سورج مغرب کی طرف مائل ہونے لگا۔ اب ایک گھنٹہ دن باقی رہ گیا تھا اور پرائیویٹ سیکرٹری کا اصرار تھا کہ اب باقی دورہ اگلے روز پر ملتوی کر کے جہاز پر تشریف لے چلتے ہیں لیکن لارڈ میو نے کہا کہ ابھی دن باقی ہے۔ موسم بھی ٹھنڈا ہے اور سہانا وقت ہے، کیوں نا ماؤنٹ ہیریٹ (جنوبی انڈمان کی مشہور پہاڑی جس کی بلندی 1193 فٹ ہے بلحاظ آب و ہوا بہت خوش گوار ہے) کو دیکھ لیا جائے۔ لہٰذا لارڈ میو کے کہنے پر ایک بوٹ منگوائی گئی جس پر وہ بیٹھ کر بذریعہ سمندر ماؤنٹ ہیریٹ پر پہنچے۔ ماؤنٹ ہیریٹ پر وائسرائے کافی دیر تک غروب آفتاب کا تماشا دیکھتا رہا۔

ادھر شیر علی نے جو کہ وائسرائے کی آمد کا سن کر بے چین ہو رہا تھا، موقع ملنے پر اس نے اپنی بھاری بیڑی اور ہتھکڑی توڑ کر جیل کی بتی بجھا دی اور گورے پہرے دار کی سنگین چھین کر اسے قتل کر دیا۔ اب جیل سے نکلنے کے بعد وہ دن بھر وائسرائے کی گھات میں رہا لیکن حملے کا موقع نہ مل سکا۔ اس طرح ناامید ہو کر وہ ماؤنٹ ہیریٹ پر جا بیٹھا، گویا تقدیر خود اسے موقع پر لے گئی۔ ادھر لارڈ میو کو اپنے ساتھیوں سمیت ماؤنٹ ہیریٹ پر چکر لگاتے کافی اندھیرا چھا گیا جس پر اس کے لیے مزید مشعل بردار سیکیورٹی والے پہنچ گئے۔ یوں لارڈ میو واپسی کے لئے اپنے ساتھیوں مع پرائیویٹ سیکرٹری کے گھاٹ تک پہنچا، اب لارڈ میو نے گھاٹ کی سیڑھیوں کی طرف جا کر بوٹ میں اترنا چاہا کہ یک بہ یک لارڈ میو کی طرف کچھ ضرب کے کھٹکے کی آواز سنی گئی، جب اس طرف دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی ہاتھ مع خنجر کے وار کر رہا ہے اور ایک آدمی لارڈ میو کی پشت پر چمٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر دس بارہ فورسز والے اس شخص پر جھپٹ پڑے لیکن پھر بھی اس شخص نے جو کہ شیر علی تھا، اپنا کام کر دکھایا۔ اس افراتفری میں مشعلیں گل ہو گئی تھیں۔ لارڈ میو ضرب کھا کر سمندر میں گر پڑا جب دیکھا تو وہ گہرے پانی میں کھڑا اپنا منہ صاف کر رہا ہے پھر آہستہ سے کہا کہ مجھے ضرب لگائی گئی ہے لیکن کچھ فکر نہیں ضرب معمولی ہے۔ لارڈ میو کو جلدی سے گاڑی پر بٹھا دیا گیا جو پل پر کھڑی تھی۔ مشعلیں دوبارہ روشن کی گئیں تو دیکھا کہ اس کی پشت پر کوٹ کٹ کر ایک چھید ہو گیا ہے جس میں سے پرنالے کی طرح خون بہہ رہا ہے۔ ایک دو منٹ تک چپ چاپ بیٹھا رہا پھر اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور وہ پیچھے کی طرف گر پڑا۔ آہستہ سے کہا میرا سر اوپر اٹھاؤ! ساتھ ہی وہ ختم ہو گیا۔ جہاز پر پہنچا کر ڈاکٹروں نے دیکھا تو کہا کہ اب ہر کوشش بے سود ہے، دو انتہائی کاری زخم مونڈھے کے پاس سے شروع ہو کر سینے تک چیرتے چلے گئے تھے۔ ان میں سے ایک بھی جان لینے کے لئے کافی تھا، یوں مسلمانوں کا ایک بڑا دشمن موت اور زندگی کی کشمکش میں چند لمحے تڑپنے کے بعد جہنم رسید ہو گیا.........شیر علی دیکھنے میں بہت دبلا پتلا اور کمزور سا تھا۔ خیال میں بھی یہ بات نہ آتی تھی کہ لارڈ میو جیسے طویل القامت اور بھاری بھرکم شخص پر وہ حملہ کر سکے گا۔

جب اس سے پوچھا جاتا کہ حملہ کس کے ایماء پر کیا؟ تو جواب دیتا: خدا کے حکم سے

غرض اس پر مقدمہ چلا اور پھانسی کی سزا ہوئی۔ منظوری کے بعد پھانسی دینے لگے تو اس نے بلند آواز سے کہا: مسلمان بھائیو! میں نے تمہارے دشمن کو مار ڈالا، اب تم شاہد رہو کہ میں مسلمان ہوں۔ پھر کلمہ پڑھا، دو دفعہ کلمہ ہوشیاری سے پڑھا تیسری بار پھانسی کی رسی سے گلا گھونٹ کر رہ گیا اور پورا کلمہ ادا نہ ہوا، یوں لارڈ میو کے قتل سے ایک مہینہ چار روز بعد 11 مارچ 1872ء کو اسے پھانسی دے دی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بحوالہ: تحریک المجاہدین)

پاکستان کے لیے

پچھلے دنوں بلوچستان کے شہر زیارت میں جانا ہوا۔ بانی پاکستان بابا محمد علی جناح نے اپنی زندگی کے سفر کا آخری قیام یہیں پر ایک پرشکوہ عمارت میں کیا تھا۔ میں اپنے بچوں کے ہمراہ اس عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں پڑے ایک بیڈ پر لیٹ گیا اور سوچوں میں گم ہو گیا۔ میرے بچوں نے مجھ سے پوچھا بابا یہاں لیٹ کر آپ اتنے متفکر کیوں ہو گئے؟ میں نے کہا بچو یہ وہ بیڈ ہے جہاں پاکستان کے چودہ کروڑ انسانوں کا بابا سوچوں میں گم پڑا رہتا تھا۔ اس کا وزن صرف 22 کلو رہ گیا تھا اور جب آخری سانس لے رہا تھا تو اپنے رب سے پاکستان کی حفاظت کی دعا کے ساتھ، جس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی۔

ہمارے بابا کا یہ حال ہو گیا، اس لیے کہ انہوں نے انگریزوں ہندوؤں کے سامنے کلمہ حق کی آواز بلند کی تھی اور اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک لا الہ پڑھنا جرم تھا اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو اسی خون کے سمندر سے گزرنا پڑتا تھا جس خونی سمندر سے گزر کر لوگ لاہور میں جمع ہو رہے تھے۔ اس میدان میں سب سے بڑا میدان والٹن کا تھا یہاں دل دوز آہیں اور سسکیاں تھیں، بہن اپنے بھائی کو ماں اپنے لخت جگر کو رو رہی ہے جس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا جس کو نیزہ اور برچھی میں پرو دیا گیا، جس کو سارے خاندان والوں کے سامنے ذبح کیا گیا۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کو رو رہا ہے جو سکھ کے ہتھے چڑھ گئی، زخمیوں کی چیخ پکار، بھوک کا راج تھا ایک بچی جو خاندان میں اکیلی ہی بچی تھی، میرے بابا محمد علی جناح اس کے پاس رکے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی طرح ٹپ ٹپ گر رہی تھیں۔ یہیں میری بیوی کا خالو عنایت اللہ بھی تھا جو خون کا سمندر پار کر کے آیا تھا، بابا جی عنایت اللہ اس وقت ستر سال سے اوپر جا رہے ہیں۔ جب وہ انڈیا سے پاکستان آئے اس کی عمر ستر سال ہو گئی میں نے ان سے ان کی آپ بیتی سنی تو کہنے لگے۔

میرا گاؤں پندھیر تھا، وہ امرتسر شہر میں مشرق کی جانب دس میل کے فاصلے پر تھا۔ میرے گاؤں کے ساتھ ہی ایک گاؤں بھلر میں ایک سکھ گتکے کی تعلیم دیتا تھا۔ نئی شروع ہونے والی کلاس میں میں بھی شامل ہو گیا۔ ہماری ٹیم میں بیس نوجوان تھے، میں اپنی کلاس سے فارغ ہونے کے بعد جب اپنے زمیندارانہ ڈیرے پر آتا تو وہاں مشق کرتا رہتا، چنانچہ جب ہماری ٹیم نے کورس مکمل کر لیا تو میرا مقابلہ دس لڑکوں سے کروایا گیا، میں نے دس کو بھگا دیا پھر بیس سے پھر تیس پھر چالیس اور آخر میں پچاس لڑکوں سے میرا مقابلہ ہوا، ان سب کو میں نے شکست دے دی تو مجھے اول قرار دے دیا گیا۔ پاکستان بننے پر جب مسلمانوں کے خلاف فسادات ہو رہے تھے تو مذکورہ استاد ہمارے گاؤں میں آیا اور سکھوں سے کہنے لگا باقی سب کے ساتھ جو مرضی کرنا مگر اس نوجوان کو نہ چھیڑنا، یہ اکیلا چالیس پچاس آدمیوں کو ایک جھٹکے میں ختم کر دے گا۔

نواں پنڈ نامی جو گاؤں ہمارے گاؤں کے قریب تھا فیصل آباد سے جو سکھ خاندان انڈیا میں آئے تھے وہ نواں پنڈ میں آباد ہو گئے، اس وجہ سے انہیں میرے بارے میں کوئی خبر نہ تھی چنانچہ دو کڑیل جوان سکھوں سے میرا سامنا ہوا۔ اس وقت جب میں گاؤں سے باہر تھا۔ میرے ہاتھ میں دو دھاری تلوار تھی، میں ان دنوں اسے زہر میں بجھا کر رکھتا تھا گتکے کے انداز میں جب وہ دو دھاری تلوار چلتی تو اتنی تیزی سے چلتی کہ میں نظر نہ آتا تھا بس تلوار چلتی دکھائی دیتی تھی طریقہ یہ ہوتا کہ بایاں ہاتھ کمر کے پیچھے رکھ لیا جاتا اور دائیں ہاتھ سے تلوار جب اپنا کرتب دکھاتی تو دائیں ہاتھ کی کلائی ہی ہلتی تھی پورا بازو نہ ہلتا تھا اگر پورا بازو ہلے تو انسان خود بھی زخمی ہو سکتا ہے چنانچہ انہوں نے جب مسلمان ہونے کے جرم میں ساٹھ فٹ کے فاصلے سے للکارا تو میں نے للکار کا جواب دیتے ہوئے فضا میں بجلی کی سی تیزی سے تلوار چلانے لگا، اب میں زمین سے جمپ لگا رہا تھا اور فضا میں تلوار چلا رہا تھا۔ وہ ابھی اپنی جگہ پر تھے کہ میں نے انہیں جا لیا بس ان کے لیے موقع ہی نہ تھا، وہیں کھڑے کھڑے میں نے دونوں کو اڑا کر ڈھیر کر دیا۔

سبحان اللہ! قرآن نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے

جب کافروں سے ایسی ملاقات کا منظر پیش آئے تو چلتی تلوار نظر نہ آئے گردنیں اڑتی گرتی پڑتی نظر آئیں ہمارے گاؤں میں اب صرف ہمارا ہی گھر رہ گیا تھا، باقی سب مسلمان قتل ہو چکے تھے یا مہاجر بن چکے تھے چنانچہ میں نے اور بھائی نے بٹالہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ فوج کی مدد سے پاکستان جایا جائے۔ ہم رات بارہ بجے ٹرین میں بیٹھے، صبح چار بجے بٹالہ پہنچے۔ وہاں سے نکل کر گنے کی فصل میں چھپ گئے فیصلہ کیا کہ اگر اذان کی آواز آئے تو مسلمانوں کا محلہ ورنہ ہندوؤں کا، چنانچہ اذان نہ ہوئی، اب میں نے تلوار اور برچھی فصل میں چھپا کر رکھ دی اور بھائی سے کہا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ راستے میں پنڈت ملا اس کے ہاتھ میں گڈوی تھی میں نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کر کے اسے ہندوانہ سلام کیا۔

پنڈت جی پیریں پینا ایں (پنڈت جی پاؤں میں گرتا ہوں)

پنڈت نے جواباً کہا

سکھی رہو مہاراج

میں نے اپنے آپ کو لائل پور (موجودہ فیصل آباد) سے آیا ہوا بتایا، ریلوے سٹیشن کا ماسٹر ہمارا سربندی رشتہ دار ہے، اس کا نام گوکل رام ہے اب اللہ کی مدد تھی کہ میں نے یونہی گوکل رام کہا تھا اور یہ بھی کہ مسلمانوں کا کیمپ کدھر ہے کہ میں وہاں نہ جاؤں اور ہندوؤں کا محلہ بھی بتا دیں کہ وہ کدھر ہے؟ ابھی اس سے فارغ ہوئے تھے کہ سامنے سے پانچ سکھ آتے ہوئے نظر آئے، میرا بھائی ڈر گیا، میں نے کہا لاتحزن ان اللہ معنا (غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے)

پھر میں نے سکھوں سے کہا

واہے گورو کا خالصہ جواب ملا

واہے گورو جی کی فتح

ان کے ساتھ ہی پنڈت جی والا انداز اپنایا اور چل پڑے، وہ ہمیں مڑ مڑ کر دیکھتے تھے ہم بھی ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے مگر پیچھے گردن گھما کر نہ دیکھتے تھے۔ غالباً وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہم مسلمانوں کی کیمپ کی طرف تو نہیں جا رہے؟ اب اللہ نے مدد کی، سامنے گنے کی فصل تھی چنانچہ ہم دوڑ کر اس فصل میں چھپ چھپ کر کیمپ پہنچ گئے، وہاں میجر سے کہا ہمیں وہاں سے نکالو اور ہمارے ساتھ فوج بھیجو۔

اس نے کہا کہ یہ جو اتنا بڑا قافلہ ٹھہرا ہوا ہے، دو چار فوجی ساتھ بھیج دوں نوجوان فوج کی تعداد پہلے کم ہے اور کمی سے سارا قافلہ مارا جائے گا۔ ہم پریشان ہو گئے کہ ہمارے آنے کا مقصد بھی پورا نہیں ہوا اور واپسی بھی مشکل مرحلہ ہے۔ واپسی کے لیے ہم گنے کی فصل میں چھپ گئے رات کو سفر کیا۔ یوں دن کو چھپتے رات کو سفر کرتے ہم گھر پہنچ گئے۔ چند دن گزرے کہ ہمارے قریب کے دیہات میں سے سکھوں نے ہم پر حملہ کر دیا، میرے والد نے جو ریٹائر تھانیدار تھے، ان کا نام گلاب دین تھا اپنے سکھ دوست کرنیل سنگھ کو جو بارہ دیہات کا جتھے دار تھا بلایا اور اپنے احسانات یاد کروا کر موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر یہ ہم پر حملہ کریں اور ہم ان کا نقصان کر دیں تو ہمیں کچھ نہ کہنا۔ کرنیل سنگھ نے یقین دلایا کہ ایسا کچھ نہ ہو گا اسی طرح ایک قافلے والوں کو سکھوں نے لوٹا، قافلے میں ایک مرد بھی زندہ نہ بچا، وہ اپنے ساتھ خوبصورت لڑکیاں بھی لے گئے جس میں ایک میجر کی بیٹی تھی جس کو میجر نے فوج لے جا کر چھڑا لیا۔ اسی طرح کئی واقعات ہیں آج کی نسل کو کیا پتہ کہ پاکستان کیسے بنا تھا۔

بحوالہ کشمیری عورت اور امریکہ

اخت ابو عکاشہ شکیل احمد، شیخوپورہ

اک بات

سو باتوں کی یہ اک بات
وقت نے ہم کو بتلائی
ہندو اور مسلمان کی
صدیوں سے نہیں بن آئی
یہ دونوں ہیں دو قومیں
یہ دونوں نہیں دو بھائی
دونوں کی دو تہذیبیں
جن میں نہیں ہے یکتائی
وہ پتھر کے بت پوجیں
یہ اللہ کے شیدائی
یہ ہیں امن اور صلح پسند
وہ جھگڑالو، بلوائی
حق پر مبنی بات ان کی
ان سے بھاگے سچائی
ہندو اور مسلماں میں
ہو نہیں سکتی یک جائی

انتخاب: عجواہ شاہد، ڈسکہ

میرا پسندیدہ شعر

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی
اتنا عظیم ہو جا کہ منزل تجھے پکارے

حافظ منشاء بلال: خانیوال

مکار کی ذرا مکاری تو دیکھئے
ہمارے ڈیموں میں پانی کم کر دیا
خبردار بنیئے! مسلم نہ ہوں ہم بھی
اگر ناک میں تیری نہ دم کر دیا

محمد عبداللہ ورک، پھلوکی

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے
سرور جو حق وباطل کے کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے

صہیب الرحمٰن، 53 گ ب شہدانگر جڑانوالہ

میرا پسندیدہ شعر

قاریہ ام حبیبہ، چکوال۔ اخت اعظم، شیخوپورہ۔ حافظ محمد اعظم عاجز، قصور۔ ربیعہ، سمیعہ، زینت، سونیا عمر، حمیرا، شیخوپورہ۔ ماریہ یونس، ادیبہ عباس شیخوپورہ۔ مریم اکرام، صادق آباد،

آپس کی باتیں

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

محترم قارئین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید کا دامن تھامے ہم بھی آج آپ خواتین وحضرات کو اپنے ماضی کا قصہ سنانے تشریف لائے ہیں۔ چونکہ ہر قاری دوسرے کی غلطی پکڑ کر جھپٹنے کے لیے تیار ہے اور ہمارے اپنے بھائی صاحب بھی اس معاملے میں ماہر ہیں لہٰذا ہر حرف نہایت احتیاط کے ساتھ قلم سے نکل رہا ہے کہ کہیں کوئی لغزش بمبار قسم کے قاری کو غصہ نہ دلا دے۔ روضۃ الاطفال سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں سوئم جماعت میں تھی، ہمارا جھگڑا اس بات پر ہوتا تھا کہ پہلے رسالہ کون پڑھے گا، اس کا حل ہم نے یہ نکالا کہ ہر پندرہ روز بعد ایک کے بجائے دو شمارے لینے شروع کر دیئے، ایک عمر بھائی کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور دوسرا میں لے کر کسی کونے میں دبکی ہوتی تھی۔ سدرہ سحر عمران کی تو میں اتنی فین تھی کہ کیا بتاؤں، ان کی کڑوی کسیلی باتیں سکول جا کر اپنی دوستوں کو بھی سنایا کرتی تھی اور ہم سب خوب محظوظ ہوتے تھے۔ پھر جب اخت ابو دانیال اور سدرہ کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو میں نے سوچا کہ سدرہ کی حمایت میں کچھ لکھوں مگر پھر ہمت نہ ہوئی۔ اب اخت دانیال غائب ہیں، نا جانے یہ بعض ساتھی کہاں چلے جاتے ہیں۔ بات سمجھ سے بالاتر ہے خیر، پھر اچانک درمیان سے عبدالوارث ساجد بھائی گم ہوگئے تو عمر بھائی نے محلے کے بچوں میں ٹافیاں تقسیم کیں۔ علی عمران بھائی کے ساتھ ان کا خاصا تعلق تھا یا پھر اس لیے کہ وہ ان کے ہم مزاج تھے۔ علی بھائی کے دور حکومت میں میں نے بھی کچھ تحریریں ارسال کیں مگر محترمہ ردی کی ٹوکری نے ہضم کر لیں۔ اس کے بعد ہم صبر سے بیٹھ گئے اور آج پھر ہمت کر رہے ہیں۔ اب ننھے مجاہد بچوں کا باغ بن چکا ہے۔ نئے نئے قاری ولکھاری میدان میں آگئے ہیں۔ دعا ہے کہ تمام پرانے قاری ولکھاری واپس آ جائیں، جیسا کہ حفصہ افضال اور سدرہ سحر آ گئی ہیں۔ اب ہمیں بنت ماسٹر عبدالغفور، ملیحہ لودھی، سندس جبیں، رمشاء اقبال، ابو بلال یاسر اور دیگر بھائی بہنوں کا شدت سے انتظار ہے، قارئین کرام ضرور بتایئے گا کہ ہمارا ماضی سنانا آپ کو کیسا لگا؟

اخت عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس

ہاتھ کی کمائی

سیدنا مقدامؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔“ (البخاری) اکثر انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پیشہ تجارت تھا۔ وہ اپنے ہاتھ سے کماتے اور سخت محنت ومزدوری کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے دنیا میں بامراد اور کامیاب وکامران تھے۔ ہر کوئی ان کی عزت کرتا تھا...... (1) حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ (2) حضرت داؤد علیہ السلام لوہار تھے۔ (3) حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے، (4) حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے، (5) حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے (6) حضرت محمد ﷺ بکریاں چرانے کے علاوہ پیشہ تجارت سے بھی وابستہ تھے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت عمرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور کہا کرتے تھے۔ ”رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں مجھ سے اس وجہ سے مخفی رہ گئیں کہ میں تجارتی کاموں میں زیادہ مشغول رہتا تھا۔“ حضرت ابوبکر صدیقؓ کپڑوں کی تجارت کرتے تھے، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ بہت بڑے تاجر تھے۔ حضرت زبیرؓ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔ حضرت ارقم بن ابی ارقم بہت بڑے تاجر تھے۔ حضرت طلحہؓ تجارت کیا کرتے تھے، آپؓ اپنے ایک تجارتی سفر میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی۔ آپؓ مشرف بہ اسلام ہوئے اور مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا تو تجارت کے علاوہ زراعت کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ اس سے اس قدر آمدنی ہوئی کہ ساڑھے تین روپے روزانہ آمدنی ہوتی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہؒ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔

تندرستی کی نعمت پانے والے آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگ کر پیٹ بھرنے کے بجائے اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنی روزی روٹی حاصل کرے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہؓ مدینہ کے گورنر ہونے کے باوجود بھی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرتے حتیٰ کہ لوگ کہا کرتے تھے اے لوگو! پیچھے ہٹ جاؤ، راستہ دے دو۔ مدینے کا گورنر پیٹھ پر لکڑیاں لادے آ رہا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا ”وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے“ (بخاری) اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال کما کر کھانے کی توفیق دے اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پہ چلائے آمین۔

ارم شائستہ

آسمان کی سیر

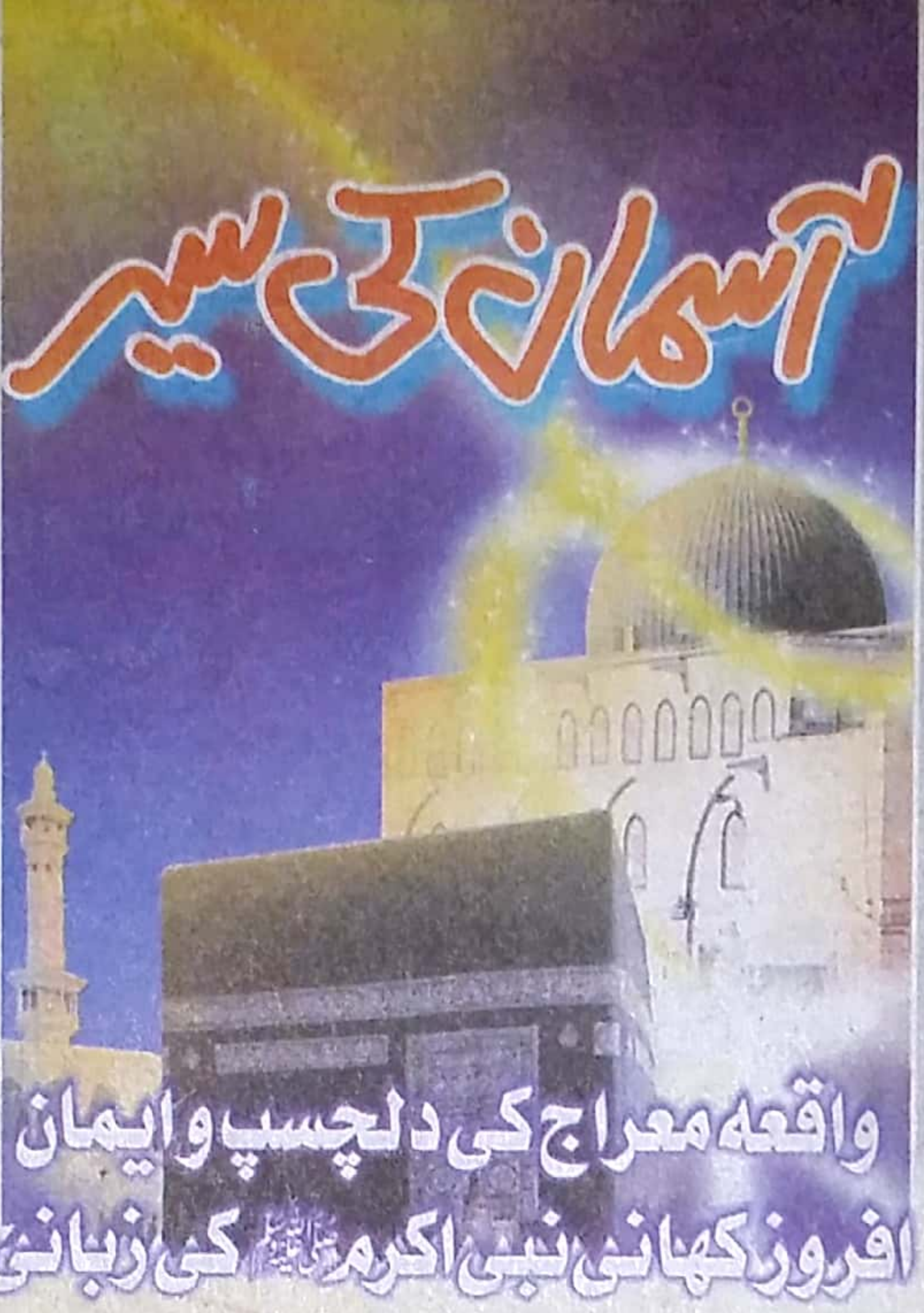

واقعہ معراج کی دلچسپ و ایمان افروز کہانی نبی اکرم ﷺ کی زبانی

تحریک حرمتِ رسول کے کنونیئر مولانا امیر حمزہ کی کتاب سیرۃ کے سچے موتی سے انتخاب

انتخاب شازیہ اکرام دیپالپور

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اسراء (بیت المقدس کی سیر) والی رات کا ذکر کرتے ہوئے انھیں بتایا:

''بیت اللہ کی وہ جگہ جسے حطیم کہا جاتا ہے (اسے الحجر بھی کہا جاتا ہے) میں وہاں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا (جبریل) میرے پاس آیا، اس نے یہاں سے یہاں تک (بقول راوی سینے کے سرے یعنی گلے کی ابھری ہوئی ہڈی سے لے کر نیچے تک جہاں بالوں کی لائن ختم ہوتی ہے) چیر دیا پھر جبریل نے میرے دل کو نکال لیا، پھر سونے کی ایک رکابی لائی گئی جو ایمان سے بھری ہوئی تھی، جبریل نے میرے دل کو (اس سے) دھویا۔ پھر دل کو اس کی جگہ رکھ دیا اور سینے کو اسی طرح کر دیا جس طرح چیرے جانے سے پہلے تھا۔ پھر ایک جانور پیش کیا گیا جو خچر سے ذرا کم اور گدھے سے بڑا تھا، اس کا رنگ سفید تھا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مزید بتلایا: ''براق لایا گیا، یہ ایسا جانور تھا جو بہت زیادہ سفید تھا، گدھے سے ذرا لمبا اور خچر سے کم تھا۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی وہاں وہ اپنا قدم رکھتا (یعنی رفتار تصور سے بالا تھی) میں اس براق پر سوار ہو گیا اور بیت المقدس پہنچ گیا، پھر میں نے اسے (بیت المقدس کی مسجد کے دروازے پر واقع) ایک حلقے (کنڈے) کے ساتھ باندھ دیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں انبیاء (اسے) باندھا کرتے تھے۔ اب میں مسجد کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں میں نے دو رکعت نماز ادا کی پھر میں یہاں سے نکلا تو جبریل (علیہ السلام) شراب اور دودھ کے جام لے کر میرے پاس آ گئے۔ میں نے دودھ کا جام پسند کیا۔ اس پر جبریل (علیہ السلام) نے کہا: ''آپ نے فطرت (اسلام) کو پسند کیا۔''

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ ...... الخ: ۱۶۲]

پیارے بچو! رب العالمین کے خصوصی مہمان سرکار دو جہان ﷺ اپنے اگلے سفر کا واقعہ، جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے براق پر سوار کرا دیا گیا۔ جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر محو پرواز ہوئے۔ جب ہم آسمان دنیا پر آئے تو جبریل (علیہ السلام) نے دروازہ کھولنے کو کہا (وہاں دروازے پر، دربان اور جبریل علیہ السلام کے درمیان جو مکالمہ ہوا، وہ یوں ہے):

دربان: ''کون؟''

جبریل: ''جبریل ہے۔''

دربان: ''آپ کے ساتھ کون ہے؟''

جبریل: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''

دربان: ''کیا انھیں مدعو کیا گیا ہے؟''

جبریل: ''جی ہاں!''

دربان: ''خوش آمدید! کیا بات ہے ان کی جن کو لایا گیا ہے اور وہ تشریف لے آئے ہیں۔''

پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (آسمان دنیا میں کیے جانے والے استقبال وغیرہ) سے فارغ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں آدم (علیہ السلام) موجود ہیں۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھے بتایا:

''یہ آپ کے باپ آدم (علیہ السلام) ہیں، ان کو سلام کیجیے۔''

میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا:

''نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔''

اب جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر اگلی پرواز کے لیے روانہ ہو گئے، جب ہم دوسرے آسمان پر آئے تو جبریل (علیہ السلام) نے دستک دی۔

دربان: ''یہ کون ہے؟''

جبریل: ''جبریل ہے۔''

دربان: ساتھ کون ہے؟'

جبریل: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''

دربان: ''کیا انھیں بلایا گیا ہے؟''

جبریل: ''جی ہاں!''

دربان: ''محمد کریم (ﷺ) کو خوش آمدید، کیا خوب ہے ان کا لایا جانا اور وہ آ چکے!''

اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (حسب سابق) فارغ ہوا تو وہاں یحییٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) موجود تھے اور وہ دونوں باہم خالہ زاد ہیں۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھے بتلایا کہ یہ یحییٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں، انھیں سلام کیجیے، چنانچہ میں نے انھیں سلام کیا، دونوں نے جواب دیا اور کہا: ''نیک نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید!''

اب جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

دربان: ''کون؟''

جبریل: ''جبریل ہے۔''

دربان: ''آپ کے ہمراہ کون ہے؟''

جبریل: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''

دربان: ''کیا انھیں بلایا گیا ہے؟''

جبریل: ''جی ہاں!''

دربان: ''ورود با مسعود ہے، جناب تشریف لا چکے!''

چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں (اس آسمان کی سیر سے) فارغ ہوا تو وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا: ''یہ یوسف (علیہ السلام) ہیں، انھیں سلام کہیے!'' میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: ''نیکوکار بھائی اور صالح پیغمبر کو مرحبا!''

اس کے بعد جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر چوتھے آسمان کی طرف چل پڑے۔ جب منزل پر پہنچ گئے تو انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

دربان: ''کون؟''

جبریل: ''جبریل ہے۔''

دربان: ''آپ کی معیت میں کون ہے؟''

جبریل: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''
دربان: ''کیا ان کو بلایا گیا ہے؟''
جبریل: ''جی ہاں!''
دربان: مرحبا! وہ آ چکے، ان کی تشریف آوری کی کیا بات ہے!''

پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو وہاں ادریس (علیہ السلام) تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھے کہا: ''یہ ادریس علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجیے۔'' میں نے انھیں سلام کہا، انھوں نے جواب دیا اور کہا: ''نیک بھائی اور صالح رسول ﷺ کو مرحبا۔''

جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر پھر اوپر کی طرف چڑھے، وہ چڑھتے رہے حتیٰ کہ پانچواں آسمان آ گیا۔ انھوں نے دروازے پر دستک دی۔

دربان: ''کون؟''
جبریل: ''جبریل (علیہ السلام)۔''
دربان: ''آپ کے ساتھ کون ہے؟''
جبریل: ''محمد (ﷺ)۔''
دربان: ''کیا انھیں مدعو کیا گیا ہے؟''
جبریل: ''جی ہاں!''
دربان: ''خوش آمدید! کیا بات ہے ان کی جن کو لایا گیا اور وہ تشریف لے آئے ہیں۔''

چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (پانچویں آسمان کی سیر سے) فارغ ہوا تو وہاں ہارون (علیہ السلام) تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھے آگاہ کیا کہ یہ حضرت ہارون (علیہ السلام) ہیں، ان کو سلام کہیے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا: ''صالح بھائی اور نیک نبی کے لیے مرحبا!''
پھر جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر چھٹے آسمان کی طرف گئے اور دستک دی۔

دربان: ''یہ کون ہے؟''
جبریل: ''جبریل ہوں۔''
دربان: ''آپ کے ہمراہ کون ہے؟''
جبریل: ''محمد (ﷺ) ہیں۔''
دربان: ''کیا وہ بلائے گئے ہیں؟''
جبریل: ''جی ہاں!''
دربان: ''مرحبا! کیا بات ہے ان کی جن کو لایا گیا اور وہ تشریف لے آئے ہیں!''

چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں (چھٹے آسمان کی سیر و سیاحت سے) فارغ ہو گیا تو وہاں موسیٰ (علیہ السلام) تھے۔ جبریل (علیہ السلام) نے مجھے بتلایا کہ یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں، انھیں سلام کہیے۔ میں نے سلام کہا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کہا: ''مرحبا! کیا اچھا بھائی ہے اور کیا اچھا نبی ہے۔''

اس کے بعد جونہی میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا: ''آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''میں رو اس لیے رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد نبی بنا، وہ جنت میں اپنی ایسی امت لے کر داخل ہو گا، جو میری امت سے کہیں بڑی ہو گی۔''

اس کے بعد جبریل (علیہ السلام) مجھے لے کر ساتویں (اور آخری) آسمان پر جا پہنچے۔ جبریل (علیہ السلام) نے دروازے پر دستک دی:

دربان: ''کون ہے؟''
جبریل: ''جبریل ہے۔''
دربان: ''آپ کس ہستی کو اپنے ساتھ لائے ہیں؟''
جبریل: ''محمد (ﷺ) کو۔''
دربان: ''کیا وہ بلائے گئے ہیں۔''
جبریل: ''جی ہاں!''
دربان: ''مرحبا! کیا بات ہے ان کی جن کو لایا گیا اور وہ آ چکے ہیں۔''

پھر دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں (ساتویں آسمان کی بھی سیر وغیرہ سے) فارغ ہوا تو وہاں ابراہیم (علیہ السلام) تھے، جبریل (علیہ السلام) نے مجھے تعارف کروایا کہ یہ آپ کے باپ ہیں، انھیں سلام عرض کیجیے۔ میں نے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

''نیک بیٹے اور صالح رسول (ﷺ) کو خوش آمدید!''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو رونا آیا تو اس بات پر کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں تھوڑی تعداد میں داخل ہوں گے یعنی وہ لوگ زیادہ تر سرکشی، طغیانی اور کفر ہی میں مبتلا رہے تو اپنی امت کی بدبختی دیکھ کر وہ رو دیے۔ اپنی امت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ درد ہے جس کا اظہار انھوں نے آنسو بہا کر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''(جب مجھے سماوی معراج کروایا گیا اور اس دوران) میں جنت کی سیر کر رہا تھا تو وہاں ایک ایسی نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر سفید موتیوں کے گول محلات بنے ہوئے تھے۔ ہر موتی کو گول محل کی شکل دے دی گئی تھی۔ میں نے پوچھا: ''اے جبریل! اس کا نام کیا ہے؟'' جبریل نے بتایا: ''یہ نہر کوثر ہے، یہ آپ کے رب کریم نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔'' میں نے اس نہر کو دیکھا تو اس کی تہ کا گارا کستوری تھی۔''

[بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''(ساتویں آسمان کے بعد) پھر مجھے سدرۃ المنتہی کی جانب بلند کر کے اس کے قریب کر دیا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پھل ہجر (شہر) کے مٹکوں جیسے ہیں اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں جیسے ہیں۔ یہی سدرۃ المنتہی ہے۔ وہاں چار نہریں ہیں، دو نہریں باطنی ہیں اور دو ظاہری۔ میں نے کہا: ''اے جبریل! یہ دو کیا ہیں؟'' جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ''جہاں تک دو باطنی نہروں کا تعلق ہے وہ تو جنت میں ہیں اور جو ظاہری نہریں ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''پھر میرے سامنے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ اس کے بعد شراب، دودھ اور شہد کے جام پیش کیے گئے۔ میں نے دودھ کا جام لے لیا۔ اس پر جبریل علیہ السلام نے کہا: ''یہ فطرت (دین اسلام) ہے جس پر آپ اور آپ (ﷺ) کی امت کاربند ہے۔''

[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج: ۳۸۸۷]

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ یہاں بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے (طواف کے لیے) جاتے ہیں مگر جو ایک بار گئے ان کی باری قیامت تک نہیں آئے گی۔

پچاس کی بجائے پانچ نمازوں کی فرضیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بتلاتے ہیں: ''پھر مجھ پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں۔ میں واپس پلٹا تو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزر ہوا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: ''کیا حکم ملا؟'' میں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بتلایا: ''مجھے روزانہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا ہے۔'' موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ''آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں ادا کر سکے گی، اللہ کی قسم! میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا خوب تجربہ کر لیا ہے، بنو اسرائیل کی حالت اچھی طرح میرے سامنے ہے، لہٰذا اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے خصوصی چھوٹ کی درخواست کیجیے۔'' چنانچہ میں واپس (اپنے رب کے پاس) گیا تو دس کی چھوٹ مل گئی، پھر جب میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انھوں نے پہلے ہی کی طرح کا پھر مشورہ دیا۔ میں پھر اپنے رب کے پاس چلا گیا اور دس کی مزید چھوٹ مل گئی۔ جب پھر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزر ہوا تو اب بھی ان کا مشورہ وہی تھا۔ اس پر عمل کیا تو اب کے ایک بار پھر دس کی چھوٹ مل گئی۔ پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرنے لگا تو انھوں نے اب بھی وہی مشورہ دیا۔ میں نے بھی اس پر عمل کیا، تو اب دس نمازوں کا حکم دیا گیا، اب جب موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزر ہوا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے پھر وہی پہلے والی بات دہرائی۔ میں بھی واپس (رب کے دربار) میں جا پہنچا تو اب روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔

پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے کہا: ''کیا حکم ملا؟'' میں نے بتلایا: ''روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے۔'' موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: ''آپ کی

امت روزانہ پانچ نمازیں نہیں ادا کر سکے گی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنو اسرائیل کی کیفیت میرے سامنے ہے۔ لہٰذا ایک بار پھر اپنے رب کے پاس چلے جاؤ اور اپنی امت کے لیے چھوٹ کی گزارش کر لو۔" اس پر میں نے کہا: "میں اپنے رب سے اب اتنی بار سوال کر چکا ہوں کہ اب جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ لہٰذا اب تو میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔"

آپ ﷺ بتلاتے ہیں: "جب میں (اس خاص مقام) سے گزر گیا تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی:

"میں نے اپنے فرض کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں کو رعایت دے دی۔"

تین تحفے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تین تحفے عطا کیے گئے:

۱۔ پانچ نمازیں۔

۲۔ سورۃ البقرہ کی آخری (دو) آیات۔

۳۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے اس شخص کے سب مہلک گناہوں کو بخش دیا جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کیا۔

[مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتہیٰ: ۱۷۳]

صحیح روایت کے مطابق سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات جناب رسول کریم ﷺ کو اس خزانے میں سے دی گئی ہیں جو خزانہ عرش کے نیچے ہے۔

حدیث نبوی

نیند سے جاگ کر پہلے ہاتھ دھونا

"جب تم نیند سے جاگو تو اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں نہ ڈالو جب تک کہ اسے (تین بار) دھو نہ لو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔ (بخاری) مطلب یہ کہ نیند سے جاگ کر ہاتھ کو تین بار دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہیں ڈالنے چاہئیں، ہو سکتا ہے کہ رات کو ہاتھ بدن کے کسی خاص حصے کو لگ کر پلید ہو گئے ہوں۔

تحریر کلثوم عتیق بھمبر کلاں قصور

کھانا کھانے کا طریقہ

حضرت جابر حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، اس لیے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

صدام حسین شیخ، 653 گ ب

رحمت عالم ﷺ کی جانوروں پر شفقت

سیدنا جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا۔ جونہی اللہ کے رسول ﷺ کو اس نے دیکھا تو دکھ بھری آواز نکالی اور ساتھ ہی وہ رونے لگا۔ اللہ کے نبیؐ اس اونٹ کے پاس گئے، اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ اتنے میں ایک انصاری نوجوان آیا اور بولا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپؐ نے اسے ڈانٹا اور کہا اللہ نے تجھے اس کا مالک بنایا، تجھے اس حیوان کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟ اس نے ابھی میرے پاس شکوہ کیا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے، جبکہ مشقت پوری لیتا ہے اور اسے تھکاتا ہے۔ (ابوداؤد)

سیدنا سہیلؓ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے، دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا ہے۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ، ان پر سواری کرو تو اچھے انداز سے، انہیں چارہ کھلاؤ تو بہتر طریقے سے۔ (مسلم) سیدنا سراقہؓ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسولؐ سے پوچھا کہ ایک گم شدہ اونٹ میرے حوض پر آ جاتا ہے، وہ حوض میں نے اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے تیار کیا ہے۔ کیا مجھے ثواب ملے گا اگر میں اس گمشدہ اونٹ کو پانی پلاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہاں ہاں جو بھی حرارت محسوس کرنے والا جگر رکھنے والا جانور ہے اس کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔" (ابن ماجہ)

نبیلہ خلیق، مرضی پورہ فیصل آباد

سنہرے حروف

☆ کامیابی کا سب سے بڑا راز خود اعتمادی ہے۔

☆ انصاف سے کام لو گے تو دوست زیادہ اور دشمن کم ہوں گے۔

☆ لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

☆ ہر شخص کو اپنی عقل سب سے بڑی اور اپنا بیٹا سب سے خوبصورت نظر آتا ہے۔

☆ عمل کرو، تقدیر کا بہانہ مت کرو۔

عطیہ بنت ہدایت اللہ، جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ

گلدستہ

نظم

کیوں آنکھوں میں بہتے ہوئے اشکوں کی لڑی ہے
چپ رہ میرے ہم وطن قیامت کی گھڑی ہے
ہوتا ہے کچھ گماں سا میدان حشر کا
ہر ایک مسلمان کو اپنی ہی پڑی ہے
مٹ جائے میرا دیس یہ حالت بنا کر
اطراف کی ہر قوم تماشے پہ کھڑی ہے
پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے
ان ظالموں کو جڑ سے مٹا دے اے میرے رب
سب ہاتھ اٹھاؤ کہ دعاؤں کی گھڑی ہے

انتخاب: شفیق عتیق، جنگ

حدیث

جنت کیسی ہے.....؟

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ جنت کس چیز کی بنی ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے اور اس کا مسالہ جس سے اینٹیں جوڑی جاتی ہے، تیز خوشبودار مشک ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں، اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو شخص جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمت میں رہے گا اور محتاج نہ ہوگا زندہ رہے گا موت نہ آئے گی۔ نہ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔ (احمد، ترمذی)

عائشہ عبدالرحمٰن، 29 جنوبی سرگودھا

بائیں ہاتھ والے

"وہ شخص جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں بڑا خوش تھا، اس نے سمجھا تھا کہ اس نے کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے، پلٹنا کیسے نہ تھا؟ اس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔ (الانشقاق 15-10)

انتخاب: شگفتہ ارم امیر پور سادات

مصائب سے بچنے کے لیے دعا!

اللّٰھُمَّ اِنّی اعوذ بک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاءۃ نعمتک وجمیع سخطک۔

ترجمہ۔ الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری دی ہوئی نعمت کے ضائع ہونے سے، تیری دی ہوئی عافیت کے بدل جانے سے اور تیری اچانک سختی اور ہر طرح کے غصے سے۔

رابعہ انور، صائمہ شبیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ

دعا

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! تو مجھے بخش اگر چاہے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اور اگر چاہے تو مجھے عطا کر بلکہ اپنے سوال کے اندر پختگی ڈالے بے شک وہ (اللہ) جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں (بخاری)

سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تمہارا رب بہت زیادہ حیا کرنے والا ہے معزز ہے وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ اس کا ہاتھ اٹھائے اور وہ ان کو خالی لوٹا دے (ترمذی)

ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی کا اپنے غائب بھائی کے لئے دعا کرنا قبول ہے (دعا قبول کی جاتی ہے) اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ جو کہ مقرر ہے آدمی جب بھی اپنے بھائی کیلئے خیر کی دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لئے بھی اسی کی مثل (اللہ بھلائی عطا کرے) (مسلم)

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع تعلقی والی تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک عطا کر دیتے ہیں (۱) کہ اس کی وہ دعا جلد ہی قبول ہو جاتی ہے۔ (۲) یا اس کے لئے آخرت میں ذخیرہ کر لی جاتی ہے (۳) یا اس سے اس جیسی کوئی برائی ٹال دی جاتی ہے تو صحابہ نے کہا پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کیا کریں گے تو نبی ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ کا فضل بہت زیادہ ہے۔ مسند احمد

انتخاب:- ابو محمد الرحمانی قباء اسلامک اکیڈمی سرگودھا

بقیہ صفحہ نمبر 15

میں نے منہ صاف کیا..... اور واپس چل دیا۔

اپنے آپ کو تسلی دینے لگا۔

رسول اکرم ﷺ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے.....

آپ کو گالیاں دی گئیں..... پتھر مارے گئے..... پاؤں زخمی کئے گئے..... آپ کی گردن پر اوجڑی رکھی گئی..... آپ پر گندگی پھینکی گئی..... آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا..... آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔

اور میں کون ہوں جسے راہ حق میں نہ آزمایا جائے؟

اس کے بعد خالد ہمارے پاس نہ آیا۔

اس کے والد نے اسے مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی روک دیا۔

اور ہمارے پاس آنے سے مکمل منع کر دیا۔

ہم کچھ دیر تک اس کے لیے کشادگی اور استقامت کی دعا کرتے رہے۔

پھر ہم زندگی کی مصروفیات کے باعث اسے بھول گئے۔

کئی سال گزر گئے۔

ایک رات نماز عشاء کے بعد ایک بھاری بھرکم ہاتھ میرے کندھے کو تھام لیتا ہے۔

مجھے یاد آیا: یہ وہی ہاتھ ہے جس نے کچھ سال قبل میری گردن کو پکڑا تھا۔

اور یہ تو وہی چہرہ..... وہی جسم ہے۔

اور وہی منہ ہے جس نے میرے منہ پر تھوکا تھا!!!

لیکن اب یہاں بہت بڑی تبدیلی تھی۔

سخت چہرہ..... نرم ہو چکا تھا۔

غضبناک آنکھیں..... جھک چکی تھیں۔

طاقتور جسم..... کمزور اور نحیف ہو چکا تھا۔

غموں اور دکھوں نے اس کا سارا غرور توڑ دیا تھا۔

میں نے کہا: چچا جان! خوش آمدید۔

میں نے اس کے سر کو بوسہ دیا.....

اور اسے مرحبا کہا۔

ہم مسجد کے ایک کونے میں چلے گئے۔

وہ زور زور سے رونے لگا۔

سبحان اللہ! میرا یہ خیال نہ تھا کہ یہ پہاڑ کبھی کسی دن نرم پڑ جائے گا..... اور یہ بپھرا ہوا دریا بھی کسی دن خالی گڑھا بن جائے گا!!!!

چچا جان! کیا بات ہے!! بتائیے کیسے آنا ہوا!

اور خالد کا کیا حال ہے! (میں نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی)

خالد!!

یوں لگا جیسے میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو..... اور اس کے دل میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

اس نے بڑی گہری آہ بھری اور کہا:

میرے بیٹھے! خالد اب وہ خالد نہیں رہا جسے آپ جانتے تھے۔

خالد اس طرح نیک اور شریف الطبع نہیں رہا۔

جب سے وہ تمہارے پاس سے گیا اس وقت سے فسادات کی راہ میں کھو گیا ابھی وہ کھیلنے کودنے کی عمر میں تھا کہ اس نے سگریٹ پینا شروع کر دی۔

میں نے اسے لعن طعن کی اور اسے مارا۔

لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس نے کان گالی گلوچ، اور جسم مار کا عادی ہو چکا تھا۔

وہ تو بہت جلد جوان ہو گیا تھا۔

وہ رات گئے تک غلط مجلسوں میں بیٹھنے لگا..... اکثر صبح کی پو پھوٹنے کے ساتھ گھر واپس پلٹتا اور سارا دن سویا رہتا۔

غیر حاضریوں کے باعث سکول سے اس کا نام خارج ہو گیا۔

ہمارے پاس بہت کم رہنے لگا۔

اس کی باتیں اور عادتیں پہلے والی نہ رہیں۔

اور اس کا چہرہ پہلے والا نہ رہا۔

زبان سے ہر وقت بکواس بکتا ہے..... اور ہاتھوں کو حرکت میں رکھتا۔ اس کی صحت بگڑ چکی ہے۔

چہرے کی سفیدی سیاہی سے بدل چکی ہے۔

چہرے سے نور ختم ہو گیا ہے۔

شرمیلی آنکھیں سرخ ہو چکی ہیں اور ان سے شرم و حیا جاتی رہی۔

یوں لگتا ہے جیسے مرنے سے پہلے ہی شراب نے اس کی آنکھوں میں اس کی عاقبت ظاہر کر دی ہو۔

نرم دل پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔

وہ جوان ہوتا گیا اور میں بوڑھا۔

وہ طاقتور ہوتا گیا اور میں کمزور۔

اس نے مجھ سے بدتمیزی شروع کر دی ہے..... اور مجھ پر ہاتھ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔

اب مجھے روزانہ گالیاں دیتا اور مارتا ہے۔

تصور کریں بیٹا! میں اس کا باپ ہوں پھر بھی وہ مجھے مارتا ہے۔ اس نے دوبارہ رونا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد آنسو صاف کر کے دوبارہ بولا۔

سلیمان بیٹا! میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ خالد سے ملیں اور اسے اپنے ساتھ لے آئیں..... میرے گھر کے دروازے تمہارے لیے ہر وقت کھلے ہیں..... آپ اس سے ملیں..... میں ہر چیز کی اجازت دیتا ہوں..... میں کبھی اسے ملنے سے منع نہیں کروں گا۔

وہ آپ سے محبت کرتا ہے..... اسے حفظ میں داخل کرا لو۔

وہ تمہارے ساتھ سیر و سیاحت کو جائے..... میں کبھی رکاوٹ نہیں ڈالوں گا۔

بلکہ میں اس پر بخوشی راضی ہوں کہ وہ تمہارے پاس ٹھہرے۔

تمہارے ساتھ زندگی بسر کرے اور تمہارے ساتھ اٹھے بیٹھے۔

میں ہر چیز آپ کے لیے حاضر کرنے کے لیے تیار ہوں۔

آپ کو میرے سارے مال میں تصرف کی کھلی اجازت ہے۔

لیکن اہم کام یہ ہے کہ خالد اسی طرح بن جائے جیسے وہ پہلے تھا۔

میرے بیٹھے سلیمان! مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ اس سے ضرور ملیں گے اگر آپ اسے راہ راست پہ لے آئیں تو میں آپ کے لیے چشم براہ ہوں گا اور آپ کے ہاتھوں کو چوموں گا اور زندگی بھر کا ممنون رہوں گا۔

یہ کام صرف آپ کر سکتے ہیں..... کیونکہ وہ آپ سے محبت کرتا تھا۔

(اس کے بعد اس نے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیا)

میں نے کہا چچا جان! یہ سارا قصہ ختم کریں: میں ان شاء اللہ اسے سمجھانے کی بھرپور کوشش کروں گا۔

لیکن! یہ سب آپ کے ہاتھوں کی کمائی ہے جو سامنے رہی ہے

یہ آپ کی بوئی ہوئی کھیتی ہے جس کا یہ پھل ہے۔

البتہ کیسا کڑوا پھل؟

قاری قرآن
سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے بچپن کے احوال

ایک روز ابوجہل مسجد کے پاس سے گزرا تو اس نے لوگوں کا ہجوم دیکھا جو ایک دبلے پتلے کمزور آدمی کے گرد جمع تھا، اس کو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کچھ کہہ رہا ہے اور یہ لوگ اس کی تقریر سن رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ابوجہل نے اپنی رفتار سست کر دی اور کچھ دبک گیا۔ پھر دیواروں کے سہارے چلنے لگا اور اس طرح چھپتا چھپاتا آگے بڑھتا رہا اور اچانک مجمع کے پاس آدھمکا۔ وہ ان کے قریب ہی ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں سے وہ تو انہیں دیکھ سکے لیکن وہ لوگ اسے نہ دیکھ پائیں۔ اس نے وہاں کھڑے ہو کر اس دبلے پتلے کمزور شخص کی آواز پر کان دھرے۔ دیکھا تو وہ بڑی میٹھی آواز میں ایک نہایت شیریں کلام پڑھ کر سنا رہا تھا ابوجہل سراپا گوش بن گیا اور کان لگا کر پوری توجہ سے سننے لگا کہ اتنی میٹھی آواز سے یہ کونسا شیریں کلام سنا رہا ہے؟ دیکھا تو ابن مسعود مجمع کو سورہ فرقان کی یہ معجز نما آیات سنا رہے تھے:

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجهلون قالوا سلما والذین یبیتون لربهم سجدا وقیاما والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غراما انها ساءت مستقرا ومقاما......الخ.

"اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور عجز وادب سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ، نہ ضرورت سے زیادہ، نہ کم اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کا مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سنجیدگی اور بردباری سے گزر جاتے ہیں۔"

ابوجہل نے یہ کلام سنا تو اس کا دل دہل گیا اور بدن بھی کچھ کانپنے لگا۔ اگر اس نے نفس کو اپنی فطرت پر چھوڑ دیا ہوتا تو اس کی زبان سے بھی وہی کچھ نکلتا جو اس نے وہاں پر دوسرے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا تھا۔ وہ حسرت بھری آواز میں عبداللہ بن مسعودؓ سے کہہ رہے تھے:

"بخدا ہم بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔"

لیکن ابوجہل نے نفس کو اپنی فطرت پر نہ چھوڑا اور حسد، غرور اور تکبر سے کام لیا پھر ان لوگوں پر ایسا جھپٹا جیسے شکرا کسی شکار پر جھپٹتا ہے، کرخت آواز میں چیخ کر بولا:

"لعنت ہے تم پر کم بختو! آج جیسی جرات میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ تم اس گمراہ شخص کے پاس جمع ہوتے ہو اور اس کی مفسدانہ باتیں سنتے ہو۔"

اس بھیانک شخص کو دیکھ کر اور اس کی کریہہ آواز سنتے ہی وہ لوگ فوراً منتشر ہو گئے اور آخر میں ابن مسعودؓ اپنی جگہ اکیلے

کھڑے رہ گئے، وہ وہاں سے نہیں ہٹے۔ ابوجہل غصہ میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"بڑا افسوس ہے ابن ام عبد! تو ہمارے حلیفوں اور غلاموں کو اب تک ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ میرے خیال میں تو میرے ہاتھ سے مار کھا کے ہی باز آئے گا۔"

ابن مسعودؓ نے اس کا جواب دینا چاہا لیکن ابوجہل نے مہلت نہ دی اور کمان مار کر ان کا سر زخمی کر دیا۔ ابن مسعودؓ کے چہرے پر خون بہنے لگا لیکن انہوں نے اس کی کوئی پروانہ کی اور بڑی پھرتی سے ابوجہل پر لپکے اور کہنے لگے:

"اچھا! اگر یہ بات ہے تو یہ لے! میں ہذیل کا جوان ہوں، ہذیل کا!!"

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ہاتھ سے تو ابوجہل کے سینہ میں گھونسا مارا اور دوسرے ہاتھ سے منہ پر تھپڑ رسید کیا پھر آہستہ آہستہ اس کے پاس سے سرک گئے اور اس کو غصہ میں لال پیلا اور بدحواسی کے عالم میں مبہوت کھڑا چھوڑ دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قریش کا کوئی حلیف اتنی جسارت کر سکتا ہے کہ اس کے سینہ میں مکا مارے اور رخسار پر طمانچہ رسید کرے۔

ابوجہل اپنی قوم کے پاس گیا اور مصنوعی غیظ وغضب اور کبر ونخوت کا اظہار کرتے ہوئے اہل مجلس سے کہنے لگا:

"اے بنی مخزوم! تف ہے تم پر!! اگر اب بھی تمہیں اپنی رہی سہی عزت کا پاس ہے تو ابن ام عبد سے میرا انتقام لے لو۔ اس نے میرے ساتھ اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ صرف اس کا خون ہی اسے دھو سکتا ہے۔"

ان لوگوں نے فوراً ہی مکہ اور اس کے اطراف میں عبداللہ بن مسعودؓ کی تلاش شروع کر دی لیکن کامیاب نہ ہو سکے نہ ان پر کبھی قابو پا سکے۔ ابوجہل بھی اپنے حریف سے جنگ بدر کے روز ہی مل سکا۔

جنگ بدر میں دیگر مہاجرین کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ بھی شریک تھے۔ وہ ہلکے پھلکے اور دبلے بدن کے تھے۔ گوشت کم تھا لیکن بلا کی چستی اور پھرتی تھی۔ ابھی یہاں دکھائی دیتے تو ابھی وہاں نظر آتے۔ یہاں میدان جنگ میں بھی قریش کے ساتھ ان کا وہی طریقہ تھا جو مکہ میں تھا، جب کہ مسلمان ایک دور ابتلا سے گزر رہے تھے۔ ابن مسعودؓ کبھی یہاں حملہ کرتے، کبھی وہاں ہلہ بولتے۔ پورے میدان جنگ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چیتے کی طرح اڑتے پھرتے تھے، وہ اسی طرح میدان کارزار گرم کر رہے تھے کہ انہوں نے فرزندان عفرا کو دیکھا کہ ان دونوں نے ابوجہل کو مار گرایا ہے اور بری طرح تہ تیغ کر دیا ہے۔ ابن مسعودؓ جلدی سے اس کے پاس پہنچے، دیکھا تو ابھی اس میں اتنی جان باقی تھی کہ دیکھ سکے سن سکے اور بہ مشکل کچھ بول سکے۔ ابن مسعودؓ لپک کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور بولے:

"ہاں او خدا کے دشمن! آخر خدا نے تجھے ذلیل کر دیا نا!" ابوجہل مریل آواز سے رک رک کر بولا:

"او ہو! تم ہو گڈریے! تم تو بڑی مشکل جگہ چڑھ آتے ہو۔"

ابن مسعود نے کہا:

"ہاں! اب ذرا دنیا کے عذاب کا مزہ چکھ لے، آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت اور عبرتناک ہے۔"

پھر اس کا سر قلم کر دیا اور دوڑتے بھاگتے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوجہل کے قتل کی خبر دی۔ نبی ﷺ نے بہ آواز بلند بلند فرمایا:

اللہ الذی لا الہ غیرہ!

پھر نبی ﷺ نے پکارا "اللہ اکبر" آپ کے اردگرد مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد نبی ﷺ قریش کی لاشوں پر کھڑے ہو کر جو ایک پرانے کنوئیں میں ڈال دی گئی تھیں، ان کو پکار کر فرمانے لگے:

"اے کنوئیں والو! کیا تم نے خدائی وعدہ کو سچا پایا؟ مجھ سے جو کچھ وعدہ ہوا تھا حق ثابت ہوا؟"

بعض صحابہؓ نے عرض کی:

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو سب مردہ ہیں!"

آپ نے فرمایا:

"انھیں یہ بالکل تمہاری طرح سن رہے ہیں البتہ بول نہیں سکتے۔

سیدنا عمرؓ کہتے ہیں

"ایک رات کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ کے ہاں تشریف فرما تھے، وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے، ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلے، اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی قرات سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے:

من سرہ ان یقرا القران رطبا کما نزل فلیقراہ علی قراۃ ابن ام عبد

"جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد کی قرات کے مطابق اسے پڑھے۔" پھر جب عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ کہتے جاتے "**سل تعطہ، سل تعطہ**"

"مانگو دیا جائے گا، مانگو دیا جائے گا۔"

حضرت عمرؓ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

"پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا! میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ ﷺ کے ان کی دعا پر آمین کہنے کی خوش خبری سناؤں گا۔ اور جب سویرے ان کو خوش خبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابوبکرؓ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوش خبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی خیر میں ابوبکرؓ سے مسابقت کی، ابوبکرؓ نے ہمیشہ پیچھے چھوڑ دیا۔"

دکھلاوے کی نیکی

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے شہید کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لئے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے تو نے بہادر کہلوانے کی خاطر جنگ کی، سو دنیا میں تجھے بہادر کہہ دیا گیا پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

پھر وہ آدمی اللہ کی عدالت میں لایا جائے گا جس نے خود بھی علم سیکھا ہو اور دوسروں کو بھی سکھایا ہو، یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے تو وہ عالم ان نعمتوں کا اقرار کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری خاطر دوسروں کو قرآن مجید پڑھ کر سکھایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو نے علم اس لیے سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھایا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، سو دنیا والوں نے تجھے عالم اور قاری کہا پھر حکم ہوگا اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر وہ آدمی لایا جائے گا جس کو اللہ نے دنیا میں وسعت اور ہر طرح کے مال سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میری نعمتیں پا کر تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ میں نے تیری راہ میں تمام جگہوں پر مال خرچ کیا، جہاں تجھے پسند تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے صرف اس لیے مال خرچ کیا تاکہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا والوں نے تجھے سخی کہا۔ پھر حکم ہوگا اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے۔ (مسند احمد)

صہیب الرحمٰن، 53 گ ب شہدا نگر جڑانوالہ

حاضر دماغی

سلطان حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن جو کہ خلافت بنو امیہ کے دوران میں اندلس کا ایک بادشاہ گزرا ہے، ان کی نسبت مورخین نقل کرتے ہیں کہ سلطان حکم سخت مشکل اور پریشانی میں بھی مستقل مزاج رہتا اور حواس باختہ نہیں ہوتا تھا اور ذہین اس قدر تھا کہ اندلس کے بڑے بڑے علماء اور فقہاء بھی آپ کی ذہانت پر رشک کرتے تھے۔ اسی طرح ان کی ذہانت اور حاضر دماغی کے متعلق ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز باغیوں کے ایک دستے نے اندلس کے دارالحکومت قرطبہ میں واقع سلطان کے محل پر حملہ کر دیا۔ باغیوں کی اکثریت قرطبہ شہر کے نواح میں واقع وادی الکبیر کے دوسری جانب جنوبی محلہ کی رہنے والی تھی۔ الغرض سب نے مل کر قصر سلطانی پر حملہ کیا اور سلطان حکم کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ یہ دیکھتے ہوئے اور بھی کئی لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دروازے کو توڑ کر اندر گھس گئے اور قصر سلطانی کے محافظ دستے کو قتل کرتے اور پیچھے ہٹاتے ہوئے بالائی منزل تک پہنچ گئے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے تمام قصر سلطانی میں ایک تلاطم اور گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ جب ان سے بچاؤ کی بظاہر کوئی ترکیب نظر نہ آئی تو سلطان نے ایک عجیب و غریب حکم دیا۔ اس نے اپنے بھائی اصبغ کو بلا کر حکم دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے آپ کو باغیوں کے اس محاصرے سے باہر نکالو اور فوراً وادی الکبیر کے اس طرف جا کر جنوبی محلہ میں آگ لگا دو۔ اصبغ نے اس حکم کی تعمیل کی اور ایک چور دروازہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو باغیوں کے حصار سے نکال لینے میں کامیاب ہو گیا اور چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر وادی الکبیر کے دوسری جانب واقع جنوبی محلہ کے مختلف مکانات کو آگ لگا دی اور قرطبہ کی ایک نواحی چھاؤنی میں خبر بھیج کر وہاں سے فوج کے چند دستے بھی بلوا لیے۔ ادھر قصر سلطانی کا محاصرہ کرنے والے باغیوں نے جب آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل جنوبی محلہ سے اٹھتے ہوئے دیکھے تو وہ لوگ جو اس محلہ میں رہتے تھے اور وہی زیادہ تعداد میں اس بغاوت کے سرغنہ بھی تھے، اپنے مکانوں کو بچانے کے لئے اس طرف دوڑے اور فوراً قصر سلطانی باغیوں سے خالی ہو گیا۔ سلطان حکم اس مناسب موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً اپنے بچے کھچے محافظ دستے کو لے کر محل سے روانہ ہوا ادھر سے اصبغ بن عبداللہ نے ادھر سے سلطان حکم نے حملہ کر کے باغیوں کو خوب سبق سکھایا اور بغاوت کا قلع قمع کر دیا۔ یوں سلطان اپنی "حاضر دماغی" کی وجہ سے ایک خطرناک سازش کا شکار ہونے سے بچ گیا۔

ابن عبدالجبار، چوک منڈا

حکمت کے موتی

- دل میں اللہ کا ڈر رکھو اور حلال روزی تلاش کرو۔
- بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت دشمن پر قابو پا لے
- جن کاموں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو، ان میں کسی کی اطاعت نہ کرو
- اللہ کے نزدیک محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے
- دین کے چراغ روشن کرو
- لوگوں سے حسن سلوک کرو
- آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو
- ایک دوسرے کو تحائف بھیجا کرو
- دین میں نئے نئے مسائل ایجاد نہ کرو
- شرک کو پہچانو اور اس سے بچو
- محنت کرو اور تقدیر پر شاکر رہو
- سودے پر سودا نہ کرو
- کسی مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرو
- جو زیادتی کرے اسے معاف کر دو

کڑوا پھل

ابوبکر صدیق

(ایک ایسے شخص کی داستان عبرت جس نے جاہل مولویوں کی مصنوعی داستانوں سے خائف ہو کر اپنے بیٹے کو حفظ قرآن سے منع کیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نوجوان غلط روش پر چل نکلا اور اسی والد کے لیے عذاب بن گیا جس نے قرآن سے روکنے کے لیے اس پر تشدد کیا تھا ایک قاری قرآن نے اسے یہی بات ایام شباب میں سمجھانے کی کوشش کی لیکن اسے بڑھاپے میں جا کر سمجھ آئی جب کہ پانی سر سے گزر چکا تھا)

میں مسجد کے شعبہ حفظ کا مدرس تھا۔

میں اس نوجوان کو روزانہ مغرب کے بعد مسجد میں دیکھتا اس کی عمر کوئی پندرہ سال ہوگی وہ ایک طرف آ کر بیٹھ جاتا اور چھوٹا قرآن پاک لے کر پڑھنا شروع کر دیتا۔

اور کنکھیوں سے بار بار ہماری طرف دیکھتا رہتا۔

دراصل وہ پڑھتا نہیں تھا بلکہ ہمیں جھانسا دیتا تھا، یہ ہمارے پاس بیٹھنے کا ایک بہانہ تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم کیا کام کرتے ہیں؟

وہ چوری سے ہماری باتیں سنتا۔

وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ ہم کیا باتیں کرتے ہیں؟

جب میں اس کی طرف دیکھتا تو وہ آنکھیں جھکا لیتا اور دوبارہ پڑھنا شروع کر دیتا۔

وہ بلاناغہ مغرب کے بعد بڑے وقار سے آ بیٹھتا۔

ایک دن میں نے پختہ عزم کر لیا کہ آج عشاء کے بعد ضرور اس سے ملوں گا اور تعارف کروں گا۔

نماز عشاء کے بعد...... میں اس کے پاس گیا اور کہا:

میرا نام سلیمان ہے...... میں شعبہ حفظ میں مدرس ہوں۔

آپ کا تعارف کیا ہے؟

میرا نام خالد ہے۔

اس نے بڑی جلدی سے جواب دیا...... یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مہینوں سے یہ جواب دینے کے لیے بے تاب ہے اور اسے میرے اس سوال کی توقع تھی۔

تو خالد آپ کہاں پڑھتے ہیں؟

میں آٹھویں کلاس میں پڑھتا ہوں...... اور قرآن پاک سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں۔

میرا تعجب اور بڑھ گیا...... کہ اس آخری جملے کی کیا ضرورت تھی؟

میں نے سوچا اسے کیوں نا حفظ پر آمادہ کیا جائے میں نے کہا:

خالد! کیا آپ کے پاس مغرب کے بعد فرصت ہوتی ہے؟

جی ہاں! میں مغرب کے بعد فارغ ہوتا ہوں۔

تو پھر آپ حفظ کے حلقے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں، ہم اپنے ساتھ آپ کی موجودگی کو باعث سعادت سمجھیں گے۔

بالکل! بالکل! ضرور...... میں بڑی خوشی سے آؤں گا۔

تو ان شاء اللہ کل ملیں گے۔

میں ساری رات اس عجیب نوجوان کے بارے میں سوچتا رہا اور کچھ دیکھا، سنا اس بارے میں غور کرتا رہا۔

نیند سے میری آنکھیں بھاری ہو چکی تھیں۔

بالآخر مجھے عربی کا یہ معروف شعر یاد آ گیا۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا
و یاتیک بالا خبار من لم تزود

"آنے والے ایام تیرے لیے وہ چیزیں ظاہر کریں جن سے تو جاہل تھا اور تیرے پاس وہ خبریں آئیں گی جن سے تو ناواقف تھا۔"

تو میں نے اپنے پہلو کو دائیں جانب رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اللھم باسمک اموات و احیا......

اے اللہ تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوں گا۔

باسمک ربی وضعت جنبی...... الخ

اے اللہ تیرے نام سے اپنے پہلو کو رکھتا ہوں۔

اللھم اسلمت نفسی الیک

اے اللہ اپنا نفس تیرے سپرد کرتا ہوں

سونے کی دعائیں پڑھیں اور سو گیا۔

اگلے روز خالد کلاس میں آ کر شریک ہوا۔

شب و روز اسی طرح گزرتے گئے۔

ہم نے دیکھا کہ خالد بڑی باقاعدگی سے کلاس میں آنے لگا۔

وہ بڑا ذہین تھا بڑی تیزی سے قرآن حفظ کرنے لگا۔

وہ سب لوگوں سے محبت کرتا تھا...... تمام اس سے محبت کرتے تھے۔

وہ قرآن سے کبھی جدا نہ ہوتا...... اور نماز میں پہلی صف نہ چھوڑتا۔

ہمیں اس کی ایک عادت بڑی عجیب لگتی تھی۔

کہ اس کا جسم تو ہمارے ساتھ ہوتا تھا لیکن روح کہیں اور ہوتی تھی۔

وہ بہت زیادہ سوچتا اور سب سے علیحدہ رہتا۔

جب کبھی میں اسے اچانک چونکاتا تو وہ بڑی ہوشیاری سے اپنے آپ پر قابو پاتا اور کوئی عذر پیش کر دیتا۔

جب کہ اسے یہ معلوم تھا کہ ہم اس کی بات تسلیم نہیں کرتے لیکن وہ پھر بھی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیتا۔ ایک دن وہ بڑا پریشان تھا۔

میں اسے باہر دریا کے کنارے اپنے ساتھ لے گیا۔

کہ شاید اس کے دل کا راز ظاہر ہو جائے اور اس کے دل کا غم دریا کی لہروں کے ساتھ بہہ جائے اور اس کی روح خوش ہو جائے۔

ہم ساحل پر پہنچے اور اس پر چلنے لگے۔

رات کا وقت تھا...... چودھویں کا چاند دمک رہا تھا......

موسم بڑا خوشگوار تھا۔ بڑا پرکیف منظر تھا...... آسمان کی سیاہی دریا میں ڈوب چکی تھی...... ہر طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی...... چاندی کی سفید کرنیں سطح دریا پر بڑی خوشنما لگ رہی تھیں...... اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی...... ہر طرف خاموشی تھی...... دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہم ٹھہر گئے!

میں دریا کی حسین لہروں اور خالد کے درمیان حیران کھڑا تھا۔

مد

اچانک!!!

خاموشی ٹوٹی...... اور رونے کی درد بھری آواز بلند ہوئی...... جس میں تلخی اور شدت تھی...... یہ خالد کی غمناک آواز تھی۔

میں اس کے اشکوں کی لذت اور رونے کی مٹھاس کو منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا:

میں آپ سے محبت کرتا ہوں...... قرآن سے محبت کرتا ہوں...... اہل قرآن سے محبت کرتا ہوں...... آپ جیسے نیک اور پاکیزہ لوگوں سے پیار کرتا ہوں۔

لیکن! لیکن! میرا...... میرا باپ...... میرا باپ۔

خالد! آپ کے باپ کو کیا ہے؟

میرا باپ ہمیشہ مجھے تمہارے ساتھ چلنے سے روکتا ہے...... وہ تم سے ڈرتا ہے...... مجھے آپ سے بیزار کرتا ہے...... مجھے آپ سے متنفر کرتا ہے آپ کے بارے میں جھوٹے قصے اور کہانیاں سناتا ہے......لیکن جب میں حلقہ قرآن میں آپ کے پاس آتا ہوں...... آپ کے چہروں...... کپڑوں...... کلام...... غرض ہر چیز میں نور دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے والد صاحب کی باتوں میں شک ہونے لگتا ہے۔

میں پھر آپ کے ساتھ مغرب کے بعد بیٹھ جاتا ہوں۔

آپ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔

آپ کی شفقت بھری نظروں اور آپ کے نور سے تشنگی دور کرتا ہوں۔

استاد محترم! مجھے وہ دن بار بار یاد آتا ہے...... جب آپ عشاء کے بعد میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے تعارف کیا تھا، میں مدت سے اس انتظار میں تھا۔

تو آپ نے مجھے اپنی محبت میں قابو کرلیا۔

اور میری روح کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

میں بھی اس پاکیزہ صاف ستھرے ماحول میں آپ کے ساتھ شامل ہوگیا۔

اور میں نے بھی اس نور و استقامت کے راستے کو اختیار کرلیا۔

میرے دن رات قرآن کی محبت میں گزرنے لگے۔

میں نے قرآن حفظ کرنے کے لیے بڑی محنت شروع کردی۔

والد صاحب نے میرے اندر پیدا ہونے والی اس تبدیلی کو دیکھا تو کسی ذریعے سے معلوم کرلیا کہ میں حفظ میں داخلہ لے چکا ہوں۔

انہوں نے ہزار منع کیا لیکن میں بڑے صبر سے ان کی باتیں سنتا رہا۔

اور خاموشی سے آپ کے پاس آتا رہا۔

لیکن پھر ایک سیاہ رات آگئی۔

ہم روزانہ کے معمول کے مطابق ڈائننگ روم میں عشاء کا کھانا کھانے کے لیے ان کے منتظر بیٹھے تھے۔

وہ غصے سے بھرے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

ان کی آنکھیں سرخ ہوچکی تھیں۔

میں خاموش تھا۔

ان کی موجودگی میں ہم میں سے کوئی بھی کلام کی جرات نہیں کرتا۔

ہم دسترخوان پر بیٹھے گئے۔

انہوں نے بڑے غضب اور غصے سے مجھے پوچھا۔

خالد! میں نے سنا ہے کہ ملاں کے ساتھ تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہے۔

میری شامت آگئی...... میری زبان پر گرہ لگ گئی۔

میرے منہ سے کوئی جواب نہیں نکل رہا تھا۔

میرے منہ میں الفاظ غلط ملط ہو رہے تھے۔

لیکن انہوں نے میرے جواب کا انتظار کئے بغیر گرم چائے کا کپ پکڑا اور زور سے میرے منہ پر دے مارا۔

میرا دماغ چکرا گیا۔

میں بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

میری والدہ نے مجھے سہارا دے کر کھڑا کیا۔

جب میں ہوش میں آیا تو میں والدہ کے مشفق ہاتھوں میں تھا۔

جب مجھے کچھ افاقہ ہوا تو والد صاحب والدہ کو ڈانٹ کر کہہ رہے تھے:

اسے چھوڑ دے ورنہ تجھے بھی ماروں گا۔

میں آہستگی سے والدہ کے ہاتھوں سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

وہ مجھے گندی گالیاں دیتا رہا ہے اور برے القابات سے نوازتا رہا۔

اس کے بعد کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب وہ مجھے نہ مارتا ہو۔

میرا باپ مجھے گالیاں دیتا ہے...... گھونسوں اور لاتوں سے میری پٹائی کرتا ہے...... جو بھی ہاتھ میں آئے دے مارتا ہے اور میرے جسم پر سیاہ نشان پڑ چکے ہیں۔

میرا دل اس کے خلاف نفرت سے بھر چکا ہے۔

ایک روز ہم دسترخوان پر بیٹھے تو اس نے مجھے کہا:

اٹھ جا...... ہمارا کھانا نہ کھا۔

قبل اس کے کہ میں اٹھتا وہ اٹھا اور اس نے میری کمر پر لات دے ماری۔

اور مجھے کھانے پر گرادیا۔

اس وقت میں نے دل میں سوچا کہ اس کے سامنے زور زور سے چیخوں اور اس سے کہوں میں عنقریب تجھ سے پورا پورا بدلہ لوں گا۔

میں بھی تجھے ویسے ہی ماروں گا جیسے تو مارتا ہے۔

میں بھی تجھے ویسے ہی گالیاں دوں گا جیسے تو دیتا ہے۔

میں جوان ہوں گا اور تو بوڑھا ہوگا۔

میں طاقتور ہوں گا اور تو کمزور ہوگا۔

اس وقت میں تیرے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو تو آج کرتا ہے۔

بلکہ میں اس سے بھی بدترین بدلہ دوں گا۔

لیکن میں کچھ نہ کہہ سکا اور گھر سے بھاگ گیا۔

اور دوڑتے دوڑتے اس دریا تک پہنچ گیا۔

اور اس کی شفاف موجود سے دل کا غم دھونے لگا وہاں کم نرم فضا نے دل و دماغ کو کچھ آسودہ کیا۔

میں نے قرآن مجید لیا اور اس کو پڑھنا شروع کردیا۔

اور خوب پھوٹ کر رویا۔

یہاں تک پہنچ کر خالد کی آواز پست ہوگئی۔

اور اس کی آنکھوں سے آنسو اتر آئے۔

اس نے ٹھنڈی آہیں بھرنا شروع کردیں۔

چاند کی روشنی میں اس کے آنسو موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

میں بڑا ششدر ہوا۔

میری زبان گنگ پڑ گئی...... میری زبان سے کوئی لفظ نہ نکل رہا تھا۔

کیا میں اس بے رحم والد پر تعجب کرتا جس کا دل رحم و کرم سے خالی تھا اور وہ وحشی بن چکا تھا۔

یا میں اس صابر بیٹے پر تعجب کرتا جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کی اور استقامت کی راہ پر گامزن کیا۔

یا میں ان دونوں پر تعجب کرتا کہ باپ بیٹے کا رابطہ محال ہو چکا تھا۔

ان کا آپس میں شیر چیتے اور لومڑی بھیڑیئے کا سا بیر ہو گیا تھا۔

میں نے اسے دلاسہ دیا اس کے آنسو صاف کیے۔

اور اسے صبر کی تلقین کی...... اس کے لئے استقامت کی دعا کی۔

اور اسے اپنے والد کی فرمانبرداری کی نصیحت کی۔

اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ایسا ہی سلوک کرے گا جیسے پہلے کر رہا ہے میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں تیرے والد سے ملوں گا انہیں سمجھاؤں گا اور ان سے شفقت کی درخواست کروں گا۔

ہم واپس آگئے...... وہ اپنے گھر چلا گیا۔

میں کچھ دن سوچتا رہا کہ اس کے والد سے کیسے بات کروں؟

اسے کیسے قائل کروں کہ وہ اپنے بیٹے پر ظلم نہ کرے؟

اسے میں اہل قرآن کے بارے میں کیسے مطمئن کروں؟ اسے حفظ قرآن کی کیا فضیلت بتاؤں؟

بلکہ اس کے دروازے پر کیسے دستک دوں اور اسے اپنا تعارف کراؤں اور اس سے بات کروں؟

بالآخر ایک دن میں نے پختہ عزم کرلیا...... اور ذہنی طور پر مکمل تیار ہوگیا کہ انشاء اللہ آج ضرور ان سے ملوں گا اور ان سے ملاقات کروں گا۔

میں خالد کے گھر کی طرف چل دیا۔

میرے ذہن میں کئی قسم کے افکارات و خیالات اور سوالات ابھر رہے تھے۔

میں نے بیل دی تو میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

میری ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔

اچانک دروازہ کھلا۔

اور خالد کا والد بڑے غصے سے باہر نکلا...... اس کی آنکھیں سرخ ہوچکی تھیں میں نے مسکراہٹ کے ذریعے اس کے طیش کو جذب کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

قبل اس کے کہ میں کوئی بات کرتا۔

اس نے میرا گریبان پکڑ کر مروڑا۔

اور کہا: تو ہی وہ قاری ہے جو خالد کو قرآن پڑھاتا ہے۔

میں نے لرزتے ہوئے جواب دیا: ہ۔ا۔ں...... ہاں

اس نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح دھاڑ کر کہا:

اللہ کی قسم اگر میں نے تجھے خالد کے ساتھ کہیں چلتا پھرتا دیکھ لیا تو تیری ٹانگیں توڑ دوں گا۔

اور اب یہاں سے دفع ہوجا...... آج کے بعد خالد آپ کے پاس نہیں آئے گا۔

پھر اس نے منہ میں تھوک جمع کی...... اور میرے منہ پر پھینک دی۔

اور جلدی سے دروازہ بند کرلیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 11

روضہ آرٹ گیلری

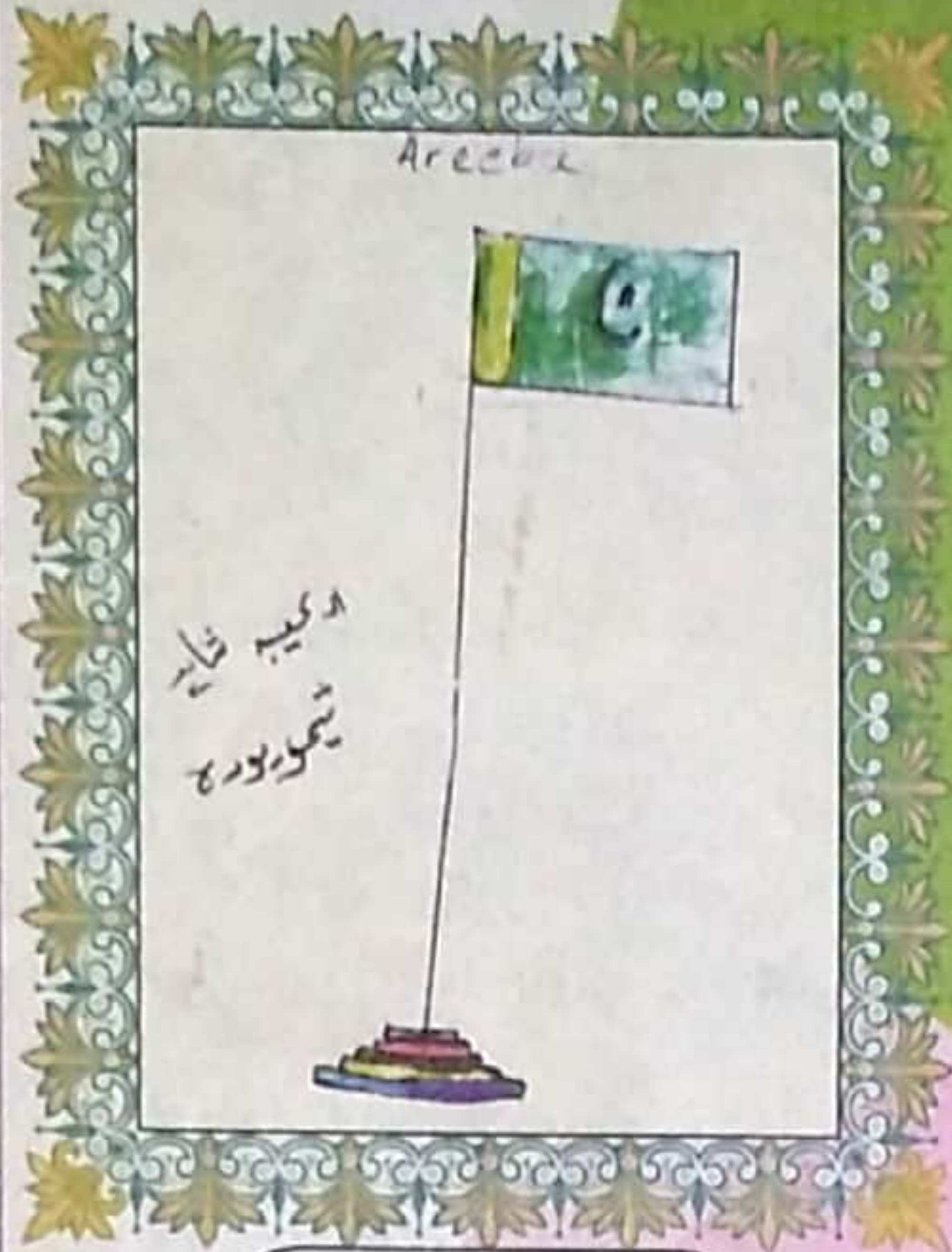

اریبہ شیخوپورہ

سدرہ شہداد پور

رابعہ کھڈیاں خاص

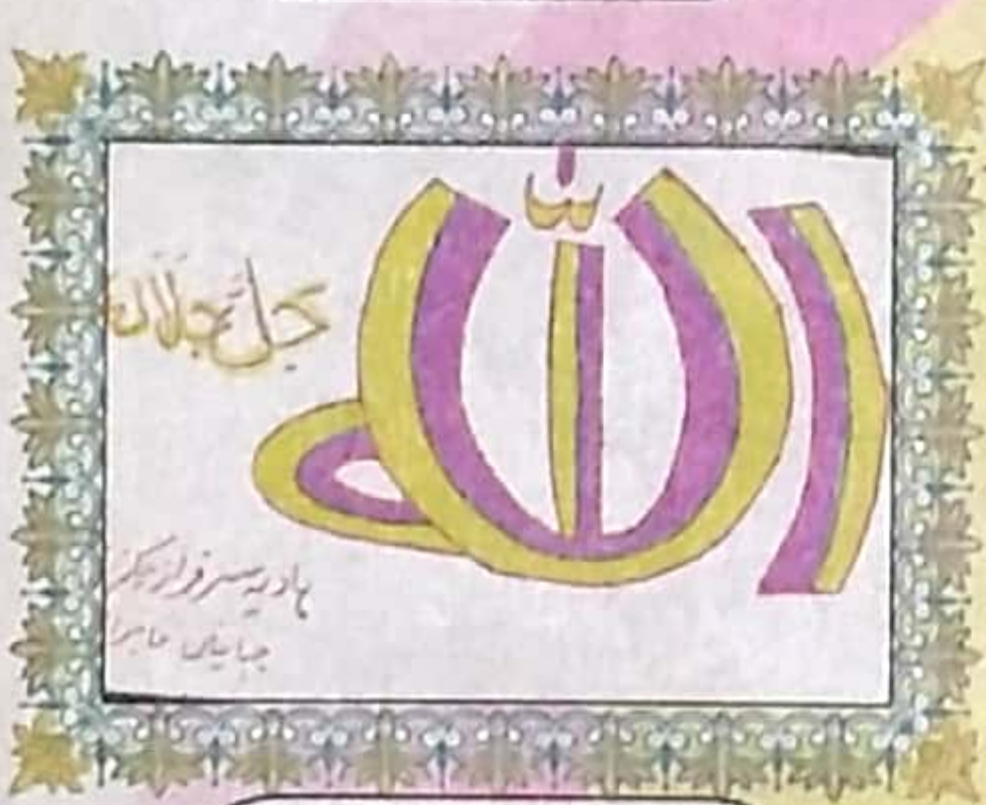

ہادیہ سرفراز جہانیاں

منیجہ سرفراز جہانیاں

نعیم الرحمان ڈجکوٹ

عرفان سلفی مریدکے

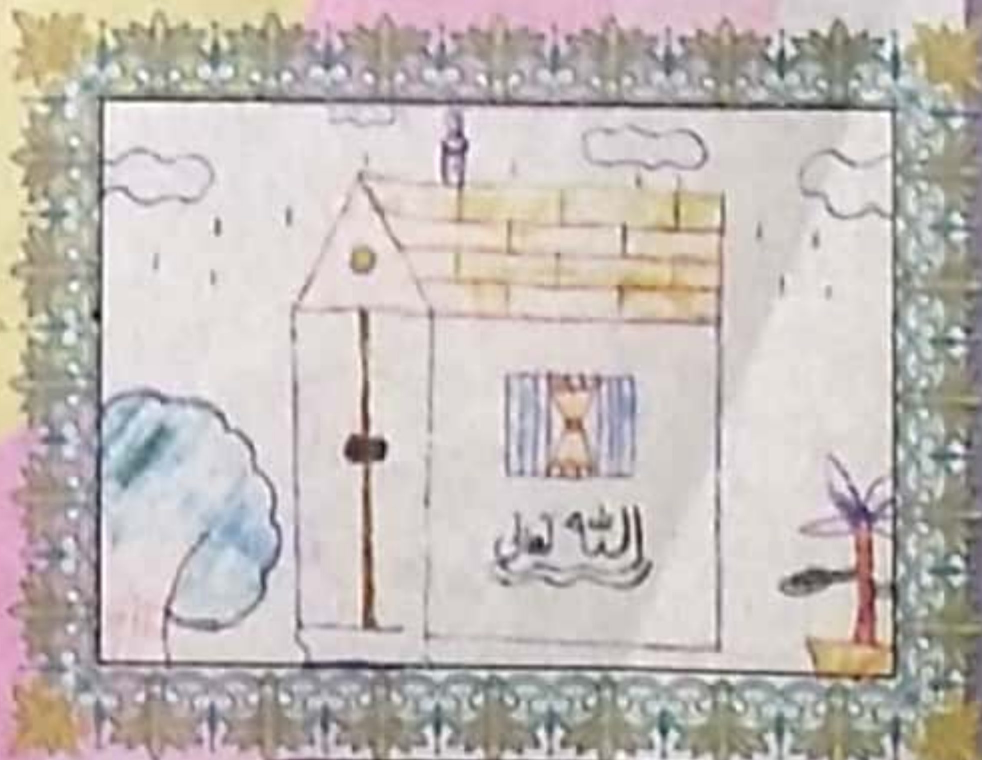

حوریہ عمران لاہور

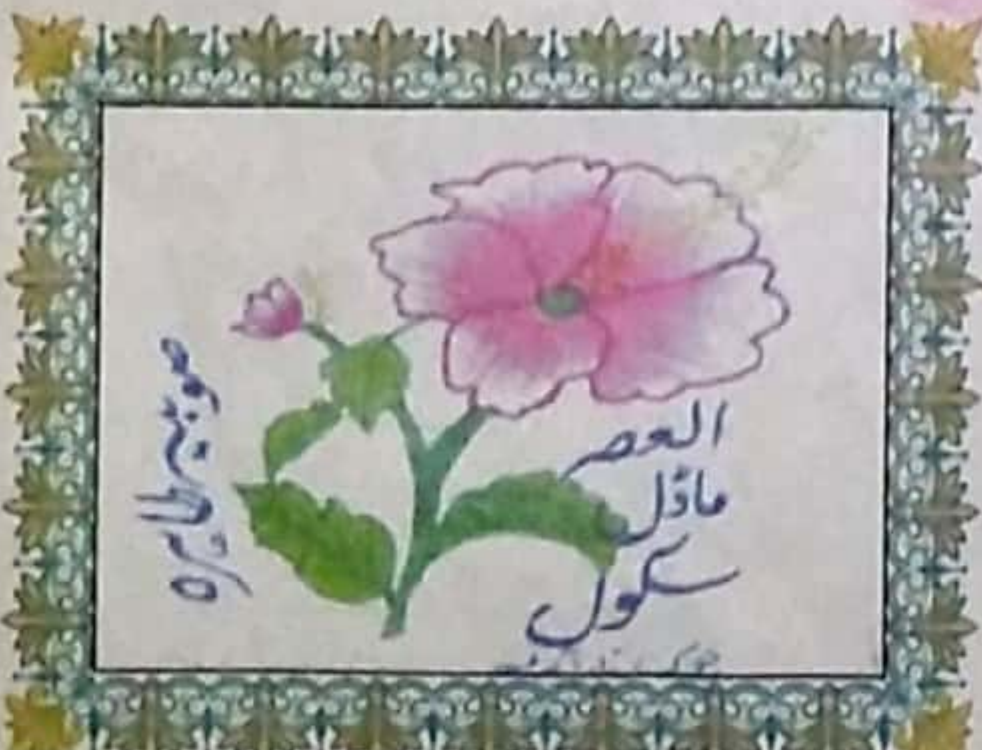

صوبیہ تاراگڑھ

علی شہزاد

صوبیہ طاہرہ قصور

حرمتِ رسول ﷺ نمبر

وضعی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

78 ۲۳ رمضان ۱۴۳۱ھ ۳ ستمبر ۲۰۱۰ء

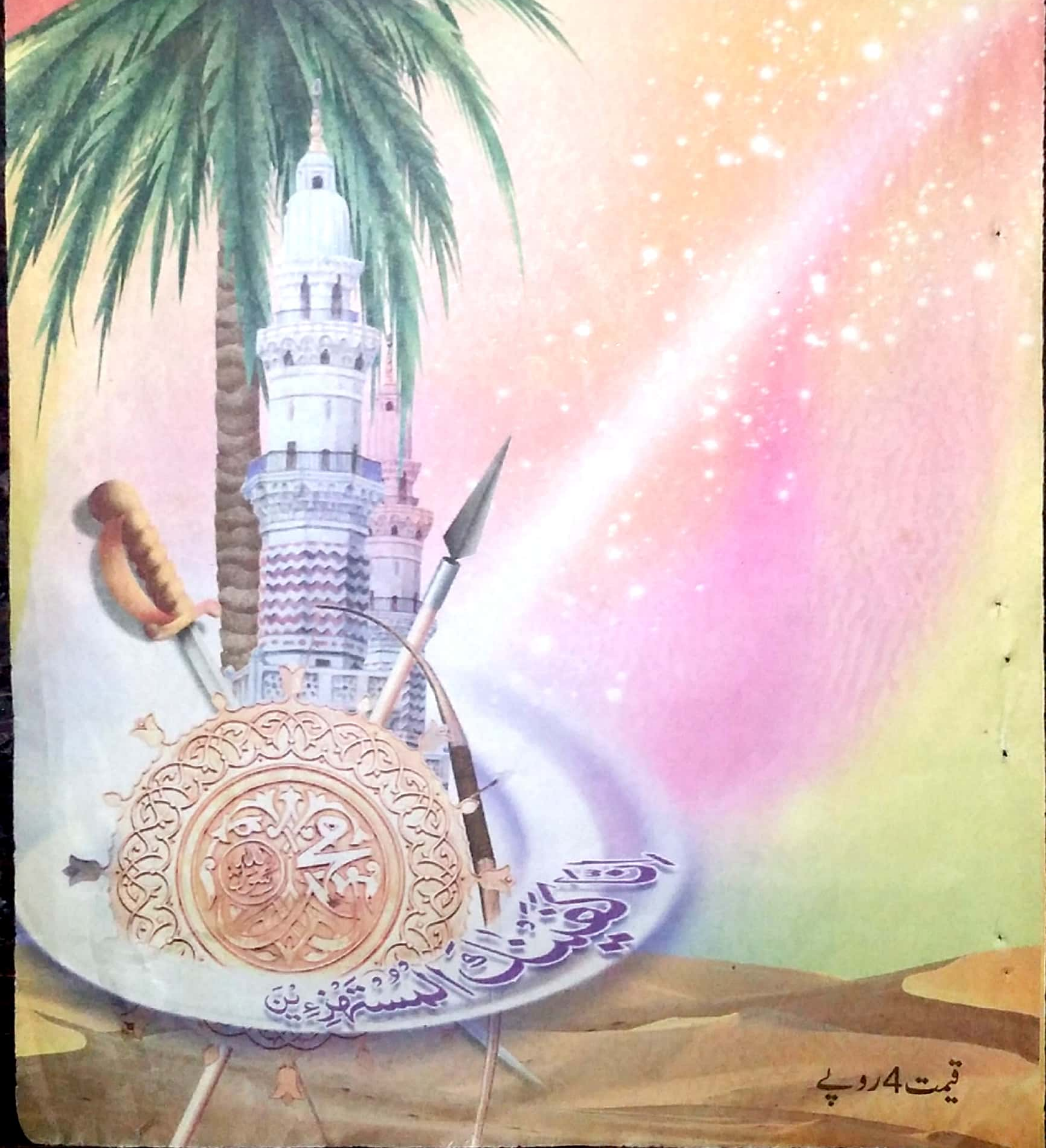

قیمت 4 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

نبی اکرم ﷺ کے سامنے ادب سے بولو!

مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا، جانتا ہے۔

اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

[یعقوب کھرل، فورٹ عباس]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو...... اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں گروہ گروہ نہ ہو جاؤ...... اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو بلاتا رہے خیر کی طرف اور وہ حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں برے کاموں سے، یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں۔"

[حمنہ بنتِ ماسٹر عبدالغفور زاہد، ٹبی بنڈالہ]

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دور کرے کسی مسلمان کی تکلیف دنیا میں، تو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف قیامت کہ دن، جو شخص آسانی کرے کسی تنگ دست پر دنیا میں، تو آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں ہیں، جو شخص پردہ پوشی کرے کسی مسلمان کی دنیا میں تو پردہ پوشی کرے گا اللہ دنیا اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی حفاظت کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

(ترمذی ج ۲)

[حمنہ بنتِ ماسٹر عبدالغفور زاہد، ٹبی بنڈالہ]

ضروری بات

السلام علیکم!

پیارے دوستو! یہ شمارہ دیکھ کر آپ ضرور چونک جائیں گے، لو آپ تو "ضروری بات" پر ہی چونک گئے، حیران تو آپ ٹائٹل اور اس پر لکھا "حرمتِ رسول نمبر" دیکھ کر ہی ہو گئے ہوں گے اور یہ سوچ رہے ہوں گے کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے؟ نہ بتایا نہ سنایا اور سیرت پر "خاص نمبر" ایسے بھی بھلا ہوتا ہے خاص نمبر کے لیے تو اعلان کیا جاتا ہے پھر تحریریں آتی ہیں تب جا کر شمارہ مرتب ہوتا ہے مگر یہاں تو رسالہ ہاتھ میں آیا تو پتا چل رہا کہ خاص نمبر ہے۔ ارے بھائی حیران ہونا چھوڑیے، ہے تو یہ روضہ الاطفال "سیرت نمبر" ہی مگر اس کے لیے ہمیں اعلان اس لیے نہیں کرنا پڑا کہ پچھلے کچھ عرصے سے بہت سے بچوں کی تحریریں ایسی جمع ہو چکی تھی جو پیارے نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق تھی بس بیٹھے بٹھائے ذہن میں یہ خیال کوند گیا ہم نے تھوڑی سی محنت سے آپ کے لیے یہ خاص نمبر پر مشتمل پرچہ تیار کر دیا یقیناً آپ کو یہ پسند آئے گا اور آپ رمضان کے بابرکت مہینے میں پیارے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے اوراق سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک تو پیارے نبی اکرم ﷺ کی پیاری زندگی کے حالات اور اوپر سے رمضان کا مہینہ ہے نا خوشی والی بات۔

پیارے بچو! رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ تیزی سے گزر رہا ہے۔ اللہ کی وہ رحمتیں برکتیں جو اس ماہ میں نازل ہوتی ہیں ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ ہم نے اسی مناسبت سے اس شمارے میں رمضان اور عید تحریریں بھی شامل کر دی ہیں۔ اس شمارے میں شامل تحریروں سے ہمیں ماہِ رمضان اور عید کے ایام متعلق بھی راہنمائی ملے گی کہ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ یہ دن کیسے گزارے تھے۔

پیارے دوستو! اس مہینے میں ہمیں اپنے بھائیوں کے دکھ درد کو بھی سامنے رکھنا چاہیے ان پر جو آفت آئی ہے اس میں ان کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیے وہ ان کی مدد کر کے ہو یا کسی بھی اور طریقے تھے۔ ان کے دردوں پر دوا رکھنا ہمارا ہی فرض ہے عید کے لمحات میں بھی ہمیں ان بھائیوں کو نہیں بھولنا چاہیے اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-38720257

ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

فضائل رمضان المبارک

پیارے بچو! رمضان المبارک کا مہینہ بڑی فضیلتوں برکتوں اور اہمیت کا حامل ہے اس کی فضیلت متعدد احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے پیارے بچو! آیئے ذرا دیکھیں کہ رمضان المبارک کتنا برکتوں رحمتوں والا مہینہ ہے۔

① رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ ② اسی مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [البقرہ:۲/۱۸۵] اس آیت مبارکہ کا ایک مطلب تو علماء اور مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی وحی جو غارِ حرام میں بصورت (اِقْرَاْ بِاسْمِ...... الخ) جبرائیل امین لے کر آئے، وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید پورا پورا لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا اور لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو آسمان (اور ایک روایت میں ہے جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور (بڑے بڑے) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے" (بخاری، الصوم۔ مسلم، الصیام) روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے (بچاؤ کی) ڈھال ہے۔ (صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۳۸۱۱) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت جتنا) دور کردیتا ہے۔ (صحیح بخاری، الجھاد والسیر، فضل الصوم فی سبیل اللہ، مسلم۔ الصیام باب فضل الصیام)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت (کے آٹھ دروازوں میں سے) ایک دروازے کا نام "ریان" ہے جس سے قیامت کے دن صرف روزے دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا، روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے اور (جنت میں داخل ہوں گے) ان کے علاوہ کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم۔ صحیح مسلم باب فضل الصوم)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور (دوسری خوشی) جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (بخاری، الصوم۔ مسلم، الصیام)

پیغمبر کائنات ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزے دار کی منہ کی بدبو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام) اور نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث قدسی بیان فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (بخاری، باب فضل الصوم۔ مسلم)

پیارے بھائیو! رمضان المبارک کے روزوں کا بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی لیے نبی پاک ﷺ نے رمضان کے روزوں متعلق فرمایا "جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی ریا کاری اور دکھلاوے کے لیے نہیں) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (صحیح بخاری، کتاب الصوم، صحیح مسلم، باب صلاۃ المسافرین)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مہینے کی رحمتیں، برکتیں فضیلتیں اور حاصل کرنے اور اس کا حق صحیح معنوں میں حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ پیارے بھائیو یہ موقع ہمارے لیے غنیمت ہے آئندہ سال ہو سکتا ہے ہماری زندگی وفا نہ کرے اور ہم اس سے محروم رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[حافظ حسنین حیدر محسن، اوکاڑہ]

ماہِ رمضان المبارک

ہر نیکی آزاد ہوئی اور قید ہوا شیطان
آیا رمضان جاگ اٹھا ایمان
فجر سے گھنٹوں پہلے ہر گھر میں ہے بیداری
نیند سے سب کو نفرت ہے سحری سب کو پیاری
بچے سب اٹھ بیٹھے، بچے سب اٹھ بیٹھے
اللہ کی دیکھو شان آیا ہے رمضان
آیا ہے رمضان جاگ اٹھا ایمان
ہر نیکی آزاد ہوئی قید ہوا شیطان
قبر میں نہ کام آئیں گے یہ سونا چاندی کے تول
اب بھی وقت ہے کرلو تم دور عمل کے کھوٹ
اس رمضان میں پڑھ لو تم تفسیر قرآن
آیا ہے رمضان آیا ہے رمضان
سندھی، پنجابی اور بلوچی اور مہاجر پٹھان
سب کا ایک نبی ہے اور اک کعبہ، اک قرآن
دعا کرو سب مل کر میرا جیوے پاکستان
آیا ہے رمضان جاگ اٹھا ایمان
ہر نیکی آزاد ہوئی اور قید ہوا شیطان
آیا ہے رمضان آیا ہے رمضان

[حبیب اللہ اخت ام معبد، کیلیا نوالہ شریف]

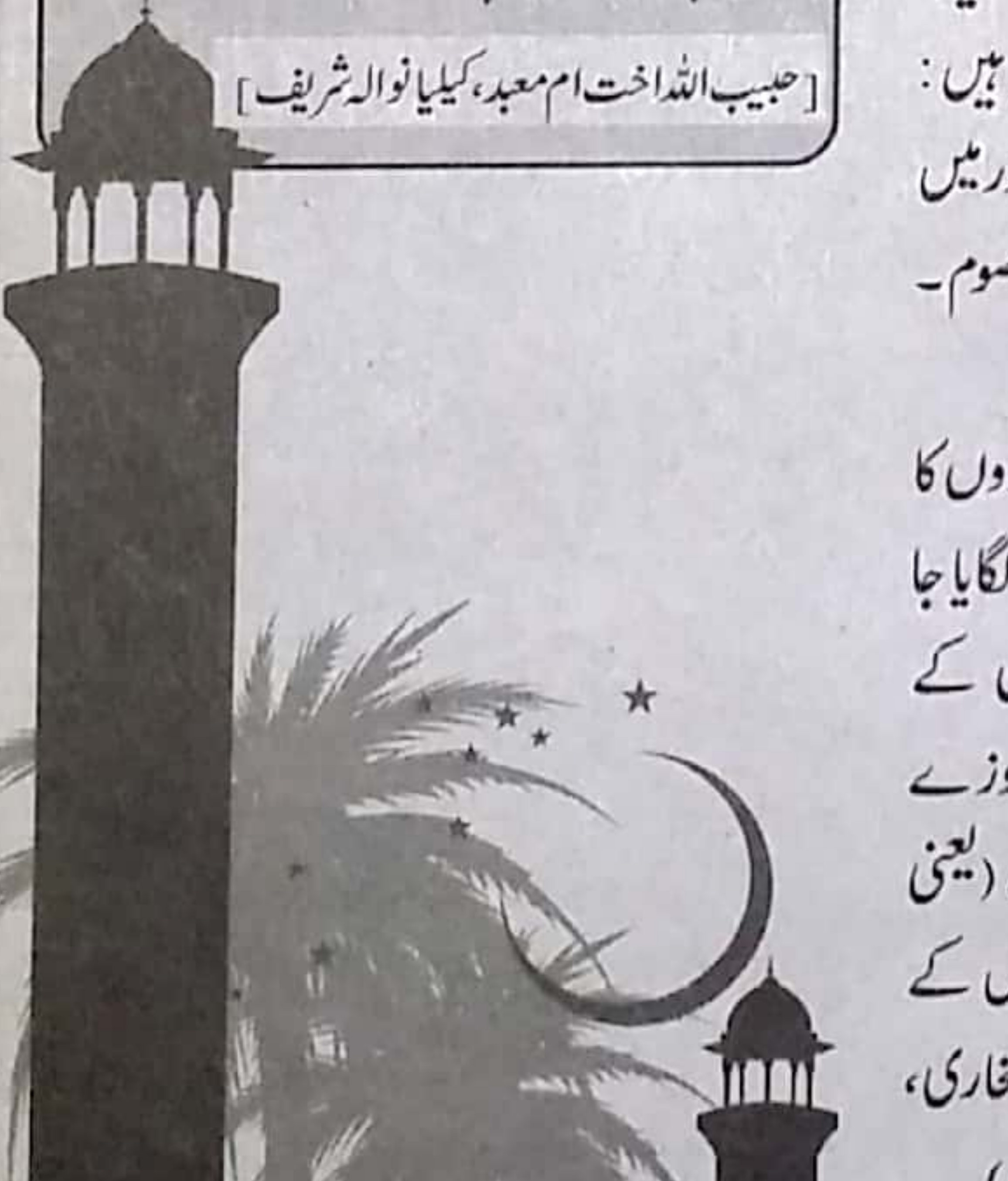

سرورِ دو عالم ﷺ کا مبارک حلیہ

نبوت کا تیرواں سال تھا۔ ربیع الاول میں رحمت عالم ﷺ نے مکہ کو الوداع کہا اور تین راتیں غارِ ثور میں گزار کر مدینہ روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عامر بن فہیرہ ؓ آپ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ ایک اونٹنی پر سوار تھے اور وہ دونوں دوسری اونٹنی پر۔ اس مقدس قافلے کے آگے آگے عبداللہ بن اریقط لیثی پیدل چل رہا تھا، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک قابل اعتماد شخص تھا اور مکہ سے مدینہ جانے والے تمام راستوں سے واقف تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اسے راستہ بتانے کے لیے اجرت پر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک سانڈنی پر سرور عالم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر ؓ سوار تھے اور دوسری پر حضرت عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط۔ یہ مختصر قافلہ قدید کے مقام پر پہنچا، تو حضرت اسما (ذات النطاقین) بنت صدیق اکبر ؓ نے گھر سے روانگی کے وقت جو کھانا ساتھ دیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور سرور عالم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ام معبد ؓ کی شہرت سن رکھی تھی اور انھیں یقین تھا کہ اس کی قیام گاہ پر کھانے پینے کا کچھ انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ مقدس قافلہ ام معبد کے خیمے پر جا کر رکا۔ وہ اس وقت اپنے خیمہ کے آگے صحن میں بیٹھی ہوئی تھیں ان دنوں خشک سالی نے سارے علاقے پر قیامت ڈھا رکھی تھی اور اس وجہ سے ام معبد کے گھرانے پر مشکل وقت آن پڑا تھا۔ بڑی تنگی سے گزر بسر ہو رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ام معبد سے فرمایا: ''دودھ، گوشت، کھجوریں، کھانے کی کوئی چیز بھی تمہارے پاس ہو تو ہمیں دو، ہم اس کی قیمت ادا کریں گے۔''

ام معبد نے حسرت سے جواب دیا: ''خدا کی قسم اس وقت کوئی چیز ہمارے گھر میں آپ کو پیش کرنے کے لیے موجود نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو فوراً حاضر کر دیتی۔''

اتنے میں حضور ﷺ کی نظر ایک مریل سی بکری پر پڑی جو خیمے میں ایک طرف کھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''معبد کی ماں! اگر اجازت دو تو اس بکری کا دودھ دوہ لیں۔''

ام معبد نے کہا: ''آپ بڑے شوق سے دودھ دوہ لیں مگر مجھے امید نہیں کہ یہ دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔''

اب وہ بکری حضور ﷺ کے سامنے لائی گئی۔ آپ ﷺ نے پہلے اس کے پاؤں باندھے اور پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی: ''الٰہی اس عورت کی بکریوں میں برکت دے۔''

اس کے بعد چشم فلک نے ایک تحیر خیز نظارہ دیکھا۔ سید المرسلین فخر موجودات ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر جونہی بکری کے تھنوں کو چھوا، تھن فی الفور دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر کھڑی ہو گئی، حضور ﷺ نے ایک بڑا برتن منگا کر دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ یہ برتن جلد ہی لبالب بھر گیا۔ آپ ﷺ نے پہلے یہ دودھ ام معبد کو پلایا، اس نے خوب سیر ہو کر پیا پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا جب وہ بھی سیر ہو گئے تو آخر میں آپ ﷺ نے خود پیا اور فرمایا: لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے دوبارہ دودھ دوہنا شروع کیا یہاں تک کہ برتن پھر لبالب بھر گیا۔ یہ دودھ رحمت عالم ﷺ نے ام معبد کے لیے چھوڑ دیا اور آگے روانہ ہوئے۔

ام معبد ؓ کا بیان ہے کہ جس بکری کا دودھ سرور کونین ﷺ نے دوہا تھا وہ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت تک ہمارے پاس رہی۔ ہم صبح و شام اس سے دودھ دوہتے تھے اور اپنی ضرورتیں بخوبی پوری کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر ام معبد ؓ نے ایک بکری ذبح کر کے سرور عالم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو کھانا کھلایا اور ناشتہ بھی ساتھ کر دیا لیکن دوسرے اہل سیر نے بکری ذبح کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

رحمت عالم ﷺ کے تشریف لے جانے کے تھوڑی دیر بعد ام معبد ؓ کا شوہر اپنے ریوڑ کو لے کر جنگل سے واپس آیا۔ خیمہ میں دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران رہ گیا، اہلیہ سے پوچھا ''معبد کی ماں یہ دودھ کہاں سے آیا؟''

ام معبد ؓ نے جواب دیا: ''خدا کی قسم ایک بابرکت مہمان آیا تھا۔ انھوں نے بکری کو دوہا۔ خود بھی اپنے ساتھیوں سمیت سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ دودھ ہمارے لیے بھی چھوڑ گئے۔''

پھر اس نے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ بیان کیا۔

ابو معبد تمیم نے کہا: ''ذرا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔''

ام معبد ؓ نے بے ساختہ سید البشر ﷺ کا جو حلیہ مبارک بیان کیا تاریخ نے اسے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے اس نے کہا:

''پاکیزہ صورت، حسین و جمیل، روشن چہرہ، بدن نہ فربہ نہ نحیف، متناسب الاعضا، خوب صورت آنکھیں، بال گھنے اور لمبے، سیدھی گردن، آنکھ کی پتلیاں روشن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش ہوتے تو نہایت باوقار معلوم ہوتے۔ تکلم دل نشین۔ دور سے دیکھنے میں نہایت سجیلے۔ قریب سے نہایت شیریں و خوبرو، شیریں کلام، واضح الفاظ۔ کلام الفاظ کی بیشی سے پاک، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی (یعنی مسلسل مربوط اور برمحل) میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ وحشت زدہ ہو جائے۔ عالی قدر، رفقا ایسے کہ ہر وقت گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتے ہیں تو بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور جب وہ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے لپکتے ہیں۔ نہ ادھوری بات کرنے والے اور نہ ضرورت سے زیادہ بولنے والے۔''

ابو معبد یہ صفات سن کر بول اٹھا کہ خدا کی قسم یہ تو وہی صاحب قریش تھے جن کا ذکر ہم سنتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ضرور جا کر ملوں گا۔

(دعا۔ لاہور)

حرمتِ رسول ﷺ کا محافظ

عبدالوارث ساجد

آلو لے لو، پیاز لے لو، بھنڈی لے لو، تازہ کریلے لے لو، کدو لے لو، کی آواز لگاتا ہندو بھیشو، مسلمانوں کے گاؤں میں سبزی بیچ رہا تھا، وہ تھا تو ہندو مگر سبزی مسلمانوں کے گاؤں میں بیچتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب راجپال کو نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان کو عبرت کا نشانہ بنے ابھی چند دن ہی گزرے تھے۔ ہندوؤں میں غم وغصہ بھی تھا اور اس کا اثر ہر ہندو کی طرح بھیشو پر بھی تھا۔ اس واقعے کو چند ہی برس گزرے تھے کہ ضلع کیمبل پور کے اسی ہندو بھیشو نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کا ارتکاب کر دیا۔

ہوا یہ کہ حضرو تھانہ سے تین میل مشرق کی جانب اسی میں آلو پیاز کی پھیری لگانے والے ہوئے ہندو بھیشو نے کسی خاتون گاہک کو سودا بیچتے میں حد ادب کو پھلانگتے ہوئے، بلاوجہ شان رسالت ﷺ میں گستاخانہ حملہ کیا۔

وقتی طور پر بات رفع دفع ہوگئی کیوں کہ آس پاس کوئی مرد اس وقت موجود نہ تھا۔ بھیشو ہانک لگاتا گاؤں سے باہر نکل گیا۔ وہ ایک نواحی قصبہ نرتوپہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا اصل نام بھوشن اور عرفی نام بھیشو تھا۔ وہ برسوں سے آس پاس کے دیہات میں سبزی کی پھیری لگانے آتا۔ ہر چند اسے معلوم تھا کہ مسلمان دیہاتی ہی اس کے گاہک اور رزق کا وسیلہ ہیں، اس کی بے لگام زبان مسلمانوں کے بارے میں زہر اگلنے سے باز نہ رہتی۔ مسلمان صبر سے کام لیتے کہ کتے کی عف عف کا کیا جواب! آخر کار اس کے دل کی خباثت ابل کر ایک روز ہونٹوں تک آ گئی۔ یہ جولائی 1937ء کے پہلے ہفتے کا واقعہ ہے۔ گاؤں بھر میں چرچا ہوا کہ بھیشو نے نبی پاک ﷺ کی شان میں ناپاک کلمات کہے ہیں۔

تیسرے چوتھے روز گاؤں کا ایک اٹھارہ سالہ نوجوان عبدالمنان دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں مدرسہ سے صرف ونحو کا درس لے کر گھر واپس پہنچا تو اس کے بڑے بھائی حافظ غلام محمود نے کہا کہ بعد دوپہر کے جب دھوپ ذرا ڈھل جائے تو مجھے سائیکل پر حضرو چھوڑ آنا، میں وہاں سے پنڈی کے لیے بس پکڑ لوں گا۔ عبدالمنان نے کہا: ''ٹھیک ہے آپ ذرا دیر آرام کر لیں، میں بھی مسجد میں جا کر ستا لوں۔''

وہ گھر سے باہر نکلا تو کسی نے اسے بتایا کہ بھیشو آج پھر گاؤں کی گلیوں میں ہانک لگاتا پھرتا ہے اور اس نے چند دن پہلے پیارے نبی کی شان میں غلط الفاظ کہے ہیں۔ عبدالمنان مسجد کے اندر جاتے جاتے رک گیا۔ اسے کچھ خیال آیا۔ ایک خیال جس نے اس کی تقدیر بدل دی۔ وہ تقدیر جس پر فرشتوں کو بھی رشک آئے۔ وہ تیزی کے ساتھ اپنے ایک دوست کے یہاں پہنچا اور اس سے کمانی دار چاقو مانگا جو حال ہی میں اس نے خرید کیا تھا اور عبدالمنان کو بہت پسند آیا تھا۔

چاقو لے کر وہ اپنے شکار کی تلاش میں نکلا۔ بھیشو اس دوران گاؤں سے باہر کھلے کھیتوں سے ہوتا ہوا ڈیڑھ فرلانگ دور جا چکا تھا۔ عبدالمنان نے تعاقب کیا اور کھیتوں سے پرے گھنے درختوں سے متصل ایک کنویں پر جا پہنچا، جہاں بھیشو کچھ دیر ستانے کو رک گیا تھا۔ عبدالمنان اس کے پاس جا بیٹھا اور ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ بھیشو نے اس کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر پوچھا: ''یہ کیوں کھول رکھا ہے؟''

عبدالمنان نے جواب دیا: ''ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔''

دشمن رسول ﷺ کو اپنے انجام کا احساس ہو گیا اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

عبدالمنان نے پوچھا کہ تو نے اگلے روز شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کی جرأت کیوں کی؟ بھیشو کوئی معقول جواب نہ دے سکا تو عبدالمنان نے چاقو اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ وہ اٹھ کر بھاگنے لگا مگر موت کہاں جانے دیتی ہے۔ عبدالمنان نے اسے گھٹنوں تلے دبوچ کر دو تین وار اور کیے۔ کافر کا ناپاک خون کنویں کی منڈیر کی مٹی میں جذب ہونے لگا۔ بھیشو نے صرف اتنا کہا کہ مار تو چکا ہے اب تو بس کر۔

دشمن کو ابھی تک زندہ جان کر عبدالمنان نے اس کی شہ رگ کو چاقو کی دھار پر لیا اور اس کا کام تمام کر ڈالا۔ چند زمیندار جو کنویں سے چند گز ادھر اپنے کام میں مصروف تھے، شوسن کر آ گئے۔

کچھ دیر میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ دیکھتے دیکھتے آس پاس کے دیہات سے مسلمان جمع ہو گئے۔ کسی نے حضرو تھانہ جا کر اطلاع کر دی اور پولیس آ گئی۔

ظہر کا وقت ہو چلا تھا، جب پولیس کے جھرمٹ میں عبدالمنان کو حضرو لے جایا گیا۔ سینکڑوں آدمی تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جلوس کی شکل میں ساتھ ساتھ گئے۔ حضرو پہنچتے پہنچتے ہزاروں کا مجمع ہو گیا۔

تھانہ کے مسلمان انچارج نے عبدالمنان سے کہا کہ تم اپنا بیان میری ہدایت کے مطابق لکھواؤ۔ عبدالمنان نے کہا یہ پٹی تم کسی اور کو پڑھانا۔ میں نے اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت میں اپنا فرض ادا کیا ہے اور اب جھوٹ بول کر اپنے عمل کو ضائع نہیں کر سکتا۔

بہرکیف حضرو تھانہ میں عبدالمنان کا اقبالی بیان درج ہو گیا۔ تھانہ والوں نے کیمبل پور اطلاع دی کہ یہاں ہزاروں مسلمان مشتعل کھڑے ہیں۔ اندیشہ ہے کہیں ہندو مسلم تصادم نہ ہو جائے۔ کیمبل پور سے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو تین چھوٹے افسر حضرو پہنچ گئے اور عبدالمنان کو کار میں کیمبل پور لے آئے۔ یہاں بھی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عبدالمنان کو ہمدردانہ مشورہ دیا مگر اس نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا۔

دو تین روز میں استغاثہ مکمل ہو گیا۔ اقبالی بیان تو موجود تھا ہی۔ عبدالمنان سیشن سپرد ہو گیا۔ ان دنوں مسٹر جی، ڈی، کھوسلہ کیمبل پور کے ڈسٹرکٹ سیشن جج تھے۔ فریقین نے اپنے اپنے گواہ پیش کیے۔ مقتول کی طرف سے دو تین جگا دھری ہندو وکلاء نے پیروی کی۔ پیشی کے روز عدالت کے باہر ہزاروں کا مجمع تھا۔ دراز قامت اٹھارہ سالہ نوجوان عبدالمنان مجرموں کے کٹہرے میں بڑے وقار کے ساتھ کھڑا مقدمے کی کارروائی سنتا۔ مقتول کی بیوی بھی گواہی کے لیے پیش ہوئی اور اس نے جرح کے دوران اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ بھیشو اکثر مسلمانوں کے خلاف بکا کرتا اور منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتا تھا اور آخر کار وہی ہوا جو غیر متوقع نہیں تھا۔ بیوی کے بیان نے مقتول شوہر کے استغاثہ کا حصار توڑ کر رکھ دیا۔

جی، ڈی کھوسلہ نے قتل کو فوری اشتعال کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے عبدالمنان کو سات سال قید سخت کی سزا سنائی اور فیصلہ میں لکھا کہ مجرم اگر جواں سال نہ ہوتا تو اسے عمر قید کی سزا دی جاتی۔

جس وقت فیصلہ سنایا جا رہا تھا عدالت کے باہر ان گنت مسلمان والہانہ نعرے لگا رہے تھے اور حب رسول ﷺ کی بارش اہل ایمان کے دلوں پر رم جھم برس رہی تھی۔

عبدالمنان کو عدالت کے عقبی دروازے سے نکال کر جلدی سے جیل پہنچا دیا گیا اور مجمع بہت دیر انتظار کرنے کے بعد منتشر ہو گیا۔ انھیں افسوس ہی رہا کہ اس روز وہ اس محب رسول ﷺ کی جھلک نہ دیکھ سکے۔

مسلمانوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کے لیے تگ ودو کی۔ ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹر کا خیال تھا کہ اپیل ضرور کرنی چاہیے مگر کچھ دوسرے مقتدر مسلمان وکلاء نے مشورہ دیا کہ سزا میں اضافہ کا امکان ہے، اس لیے اپیل نہ کرنا ہی اچھا ہے، چنانچہ اپیل نہ کی گئی۔

سات برس کی مدت قید چھوٹ کے ایام کی رعایت سے صرف پانچ برس رہ گئی جن میں سے عبدالمنان نے ایک برس ملتان اور چار برس پنڈی جیل میں گزارے۔

محافظِ رسول ﷺ

[رقیہ تبسم، اخت ابو محمد سلفی]

غزوہ احد میں مسلمانوں پر جب خالد بن ولید نے گھاٹی کے پیچھے سے حملہ کیا تو تب انصار میں صرف گیارہ اور مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پاس رہ گئے باقی سب صحابہ بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ اور یہ صحابی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین کا ایک جتھا آ پہنچا جو آپ ﷺ کو شہید کر دینا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس نازک صورت حال کو دیکھ کر ارشاد فرمایا ''آپ میں سے کون ہے جو ان کو یہاں سے بھگائے وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جلدی سے کہا ''یارسول اللہ! میں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم ابھی رہنے دو۔ انصار میں سے ایک شخص بولا ''میں یارسول اللہ ﷺ'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں! تم مقابلے میں آگے بڑھو'' وہ انصاری آپ کا حکم پا کر بے جگری سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ

کے ساتھی کچھ اور اوپر چڑھے تو مشرکین نے پھر گھیر ڈال لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان کا کون مقابلہ کرے گا۔'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں یا رسول اللہ ﷺ'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم ابھی رہنے دو''، تب انصار کا ایک شخص آگے بڑھا اور جام شہادت نوش کر گیا۔ آپ ﷺ مسلسل پہاڑ کی بلندی چڑھتے رہے اور مشرکین بھی پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ تمام انصاری صحابہ جام شہادت نوش کر گئے اور آخر

میں صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مشرکین کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی اس وقت صورت حال یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ کی پیشانی خون آلود تھی ہونٹوں پر گہرے زخم آ چکے تھے خون آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر بہہ رہا تھا تھکاوٹ اور زخموں سے آپ ﷺ نڈھال ہو چکے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے مشرکوں پر زور دار حملہ کرتے انھیں پیچھے دھکیلنے میں جب کامیاب ہو جاتے تو تیزی سے آپ ﷺ کی طرف لپکتے اور آپ ﷺ کو سہارا دے کر پہاڑ کی بلندی کی طرف چڑھتے پھر آپ ﷺ کو چٹان کی اوٹ میں بٹھا کر حملہ کرتے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو بھگانے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب میں اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور مرہم پٹی کرنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چھوڑو اور اپنے ساتھی طلحہ رضی اللہ عنہ کی خبر لو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا خون بہہ رہا تھا، ان کے جسم پر ستر سے زائد نیزے اور تلوار کے زخم لگ چکے تھے، ایک ہاتھ بھی کٹ چکا تھا۔ وہ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو چاہتا ہے کہ کسی زندہ شہید کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ اسی لیے ان کا لقب زندہ شہید تھا۔ (بحوالہ حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

جب ہم نے دورہ صفہ کیا

ہمارا دورہ جون 2010ء سے شروع ہوا۔ الحمد للہ ہمارے کچھ بھائیوں نے کوشش کی جس کی وجہ سے ہم دورہ صفہ کے لیے مرکز طیبہ مرید کے میں پہلی مرتبہ گئے۔

ہمارے دورے کے انچارج ابوفہد اللہ بھائی تھے اس کے علاوہ بہت سے استاد بابا جی، مفتی سعید، ابوعمار مبین بھائی، ابویحییٰ بھائی اور عبدالرزاق بھائی تھے اور ہمارے بہترین استاد جو ہمیں درس دیتے تھے جن کی وجہ سے ہمارے دلوں میں جہاد کا بہت زیادہ شوق پیدا ہوتا تھا وہ استاد محترم جناب نصر جاوید صاحب تھے ہم نے دورہ صفہ میں تیراکی گھوڑ سواری اور بہت سی ورزش کرائیں صبح ہمیں وہ تہجد کے وقت بیدار کرتے اور بیدار ہونے کی دعا پڑھنے کو کہتے۔ اس کے بعد فجر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد ورزش کے بعد قرآن پاک کی تلاوت ذکر و اذکار اور پھر اشراق کی نماز ادا کرتے اشراق کی نماز کے بعد کچھ کلاس اور پھر کھانا کھلایا جاتا پھر ظہر کے وقت تک کلاس جاری رہتی جن میں بہت زیادہ درس ہوتے تھے اور پھر ظہر کے بعد عصر تک آرام عصر کی نماز کے بعد کچھ کلاس یا ورزش ہوتی اور پھر مغرب کا وقت ہو جاتا مغرب کے بعد سوال اور جواب کی نشست ہوتی تھی اور پھر کھانا اور عشاء کا وقت ہو جاتا۔ عشاء کے بعد پھر آرام تہجد تک۔ جمعرات والے دن استاد ہمیں رات کو (نائٹ مارچ) پر لے جاتے یعنی رات کی سیر جس میں ہم خوب لطف اندوز ہوتے اور خوب مزہ آتا۔ ایک دفعہ درس میں محترم نصر جاوید صاحب جب فرما رہے تھے کہ ایک کافر کسی دوسرے کافر سے ملتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں دوسرا کافر وہ کس لیے۔ کہتا میں نے ان کے نبی کے بارے میں سنا ہے کہ وہ بہت اچھے تھے۔ شکل و صورت بہت خوبصورت تھی کافر کہتا ہے میں نے سنا ایک صحابی نے چودھویں کا چاند دیکھا اور دل میں خیال کیا کہ اس سے بھی زیادہ چمکدار کسی کا چہرہ ہو گا وہ صحابی اسی رات جب مسجد نبوی کے اندر تشریف لایا تو اس صحابی نے آپ ﷺ کے چہرہ کو دیکھا اور چودھویں کے چاند کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ زیادہ چمکدار تھا۔ دوسرا کافر بولا لیکن مسلمان تو اپنے نبی کا چہرہ پسند نہیں کرتے۔ پہلے نے کہا وہ کیوں۔

دوسرا بولا آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر تو داڑھی تھی لیکن اکثر مسلمان تو داڑھی نہیں رکھتے۔ دیکھا آپ نے ایک کافر دوسرے کافر کو مسلمان ہونے سے بچا رہا ہے اس لیے ہمیں چاہیے ہم بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو تلقین کریں کہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کریں۔ اس کے علاوہ ہمیں محترم جناب حافظ محمد سعید صاحب، عبدالرحمٰن مکی، عبدالرحمٰن عابد اور بہت سے اساتذہ کرام نے بھی درس دیا جن کا درس سننے سے مجھے آج بہت فائدہ ہوا اس لیے میرے ہر بھائی اور بہن سے یہی درخواست ہے کہ وہ سب دورہ صفہ کریں اللہ ہمیں اور آپ کو سہی معنوں میں اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[عبدالرحمٰن جمیل، لودھراں]

پیارے نبی ﷺ کیسے تھے

ہمارے پیارے نبی ﷺ بچپن ہی سے بہت نیک تھے۔ آپ ﷺ کی عادتیں بڑی اچھی تھیں۔ ہر ایک آپ کو پسند کرتا تھا۔ آپ ﷺ تھے بھی بہت اچھے ہمیشہ سچ بولتے جو وعدہ کرتے، اسے پورا کرتے۔ بڑوں کا ادب کرتے۔ ان کا کہنا مانتے اور ہر کام سلیقے سے کرتے تھے۔ آپ ﷺ پڑوسیوں کے کام آتے اور بوڑھے لوگوں کی خدمت کرتے۔ دوسروں کی مدد کرتے آپ ﷺ بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے بچپن میں بھی کسی کو نہیں ستایا۔ حتی کہ جانوروں اور پرندوں کو بھی کبھی تنگ نہیں کیا۔ آپ ﷺ کسی کی کوئی چیز بلا اجازت نہیں لیتے تھے۔ کھانے کو جو مل جاتا، خوشی خوشی کھا لیتے۔ دوسرے بچوں کی طرح منہ نہیں بناتے۔ ان کی خوبیوں کی وجہ سے سب لوگ آپ کو دل سے چاہتے اور آپ ﷺ کے اچھے اخلاق اور کردار کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے۔ بڑے ہو کر بھی آپ ﷺ کا مزاج سادہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں سارے عرب کی حکومت دی تھی۔ لیکن آپ ﷺ میں ذرہ برابر غرور اور گھمنڈ نہ تھا۔ گھر کا کام کاج خود ہی کر لیتے۔ اپنے کپڑوں پر پیوند لگا لیتے، اپنا جوتا گانٹھ لیتے، گھر میں جھاڑو لگا لیتے۔ خود بکری کا دودھ دوہ لیتے، زمین پر چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے، مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا سلام کرنے میں پہل کرتے، غریبوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گھل مل جاتے۔ ان سے الگ اور اونچی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مجلس میں کوئی اجنبی شخص آپ کو آسانی سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ آپ ﷺ بازار سے خود سودا لے آتے اور اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ گھر سے نکلے لوگ آپ کو دیکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا کہ میرے آنے پر کھڑے مت ہوا کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حج کے لیے گئے، تو میں نے دیکھا کہ جو چادر آپ ﷺ نے اوڑھ رکھی تھی، اس کی قیمت صرف چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔ جب آپ ﷺ نے عربوں تک خدا کا پیغام پہنچایا، تو اس وقت پورے عرب کے لوگ آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ مرد اور عورت آپ ﷺ کو ہر طرح سے تکلیف دینے لگے۔ ان دنوں ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کے پڑوس میں رہتی تھی۔ وہ اپنے گھر کی گندگی اور کچرا جمع کر کے رکھتی اور جب آپ ﷺ بیت اللہ کی طرف جانے کے لیے وہاں سے گزرتے تو وہ گندگی اور کچرا حضور ﷺ کے اوپر پھینک دیتی، جس سے آپ ﷺ کے کپڑے خراب ہو جاتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو کسی نے آپ ﷺ کے اوپر کچرا نہیں پھینکا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ بوڑھی عورت بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو مغموم ہو گئے ایک دم سے بوڑھی عورت کی خیریت معلوم کرنے اس کے گھر گئے اور بری صحبت اور ہمدردی سے اس کی تیمارداری کی۔ بڑھیا نے آپ ﷺ کا یہ حسن سلوک دیکھا تو اپنی روزانہ کی حرکت کو یاد کر کے بہت شرمندہ ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ سے معافی مانگی اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ ایک دن آپ ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا۔ اٹھنے لگے تو دکان دار نے آپ ﷺ کا ہاتھ چومنا چاہا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور فرمایا یہ تو عجم کے لوگوں کا طریقہ ہے۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ تم ہی میں سے ایک ہوں۔ ایک بار ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے باتیں کرتے ہوئے کہہ دیا کہ جو اللہ چاہے اور آپ ﷺ چاہیں۔ آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا تم نے مجھے خدا کا شریک بنا دیا۔ یوں کہو، جو اللہ (اکیلا) چاہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے ہم نے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ لوگو، میری حد سے زیادہ تعریف نہ کرنا، جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حد سے زیادہ تعریف کرتے ہیں (ان کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں) میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ اس لیے تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ جنگ بدر میں ایک ہزار کفار کا لشکر تھا۔ جب کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو رسول پاک ﷺ دشمن کی صفوں میں سب سے زیادہ قریب تھے۔ یہ اتنی خطرناک جگہ تھی کہ آپ ﷺ کا قریب کھڑے ہونا بھی بہادری اور دلیری کا کام تھا۔ جب آپ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم نے وفات پائی تو اتفاق سے سورج گرہن ہو گیا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ کے صدمے کا اثر سورج پر بھی ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تو لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور فرمایا لوگو کسی کی موت سے سورج یا چاند گرہن نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔

پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم بھی پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتوں سے روشنی حاصل کریں اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلیں۔ تب ہی ہم آپ ﷺ سے اپنی محبت کا عملی ثبوت دے سکتے ہیں اور ہم اپنی آنے والی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

[ساجد محمود، تاندلیانوالہ]

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

جب حیا نہ رہے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔“ (اسے بخاری نے روایت کیا)

جوتا پہنتے اور اتارتے وقت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں سے شروع کرے اور دایاں پاؤں دونوں میں سے پہلے ہو جس میں جوتا پہنا جائے اور بایاں دونوں میں سے آخری ہو جس سے جوتا اتارا جائے۔ (متفق علیہ)

ایک جوتا پہن کر چلنا منع ہے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں پاؤں کو پہنائے یا دونوں جوتے اتار دے۔ (متفق علیہ)

ظلم کا انجام:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم، قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔ (متفق علیہ)

ظلم اور کنجوسی سے بچو:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور حرص سے بھری ہوئی کنجوسی سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کر دیا۔ (مسلم)

[بنت محمد یوسف طور]

بھلائی کی باتیں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

- مسلمان بھائی سے مسکرا کر پیش آنا تیرے لیے نیکی ہے۔ (ترمذی)
- اپنے بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے فائدہ پہنچائے۔ (مسلم)
- تمہارے ساتھ جو بھلائی کرے تم اسے اچھا بدلہ دو اگر تم اپنے پاس کوئی چیز نہ پاؤ تو اس کے لیے دعا کر دو۔ (ابوداؤد)
- جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے بیماریوں اور تکالیف و آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (بخاری)

بدنصیب شخص

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مہینہ تم پر آیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے جو (قدر و منزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ نیز فرمایا ”لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بدنصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔“ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

[نوشین مظہر، گوجرانوالہ]

پیارے نبی اکرم ﷺ کے خطوط بادشاہوں کے نام

تحریک حرمتِ رسول کے کنوینئر

مولانا امیر حمزہ

کی کتاب سیرت کے سچے موتی سے انتخاب

پیارے بچو! آج سے چودہ سو سال پہلے اُس دور میں دنیا کی دو سپر پاورز تھیں۔ ایک سپر پاور رومی عیسائیوں کی تھی جن کے بادشاہ کو "قیصر" کہا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں روم کے قیصر کا نام "ہرقل" تھا۔ دوسری سپر پاور ایران کے مجوسیوں کی تھی، جو آگ کی پوجا کرتے۔ ان کے بادشاہ کو "کسریٰ" کہا جاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں کسریٰ ایران کا نام خسرو پرویز تھا۔

رومی سلطنت کا دارالحکومت اٹلی کا شہر "روم" تھا۔ اس بادشاہت کو بازنطین کہا جاتا تھا۔ چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں بازنطین کی بادشاہت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کے مغربی یعنی یورپین حصے کا دارالحکومت بدستور "روم" ہی رہا جبکہ اپنی الگ بادشاہت بنانے والے رومی بادشاہ کونسٹنٹائن نے اپنا الگ دارالحکومت بنایا۔ یہ دارالحکومت آبنائے باسفورس کے کنارے پر تعمیر ہوا۔ اس کا نام "قسطنطنیہ" رکھا۔ مشرقی علاقوں یعنی ایشیا اور افریقہ کے علاقوں پر مشتمل یہ اتنی بڑی بادشاہت بن گئی کہ یہ مغربی بادشاہت سے بڑی اور مضبوط بن گئی، حتیٰ کہ سپر پاور بن گئی۔

ایرانی بادشاہت بھی صدیوں سے قائم تھی اور وہ برصغیر میں سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں سپر پاورز کے بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ عجم کے لوگ کوئی خط اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اس پر مہر نہ لگی ہو، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کروایا۔

انگوٹھی کا یہ نقش تین سطروں پر مشتمل تھا، ایک سطر میں "محمد" ایک میں "رسول" اور ایک میں "اللہ" تھا۔ (بخاری)

دحیہ کلبی ؓ خط لے کر جاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: "حضرت ابوسفیان ؓ نے مجھے بتلایا کہ میرے اور رسول کریم ﷺ کے درمیان صلح کا معاہدہ (حدیبیہ) ہوگیا۔ پھر صلح کے دنوں میں تجارت کی غرض سے میں شام چلا گیا، اس دوران اللہ کے رسول ﷺ کا خط "ہرقل" کے پاس پہنچا۔ یہ خط حضرت دحیہ کلبی ؓ لے کر گئے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی ؓ نے یہ خط بصریٰ کے عظیم (گورنر) کے حوالے کیا، پھر عظیم بصریٰ نے انھیں ہرقل کے پاس پہنچا دیا۔"

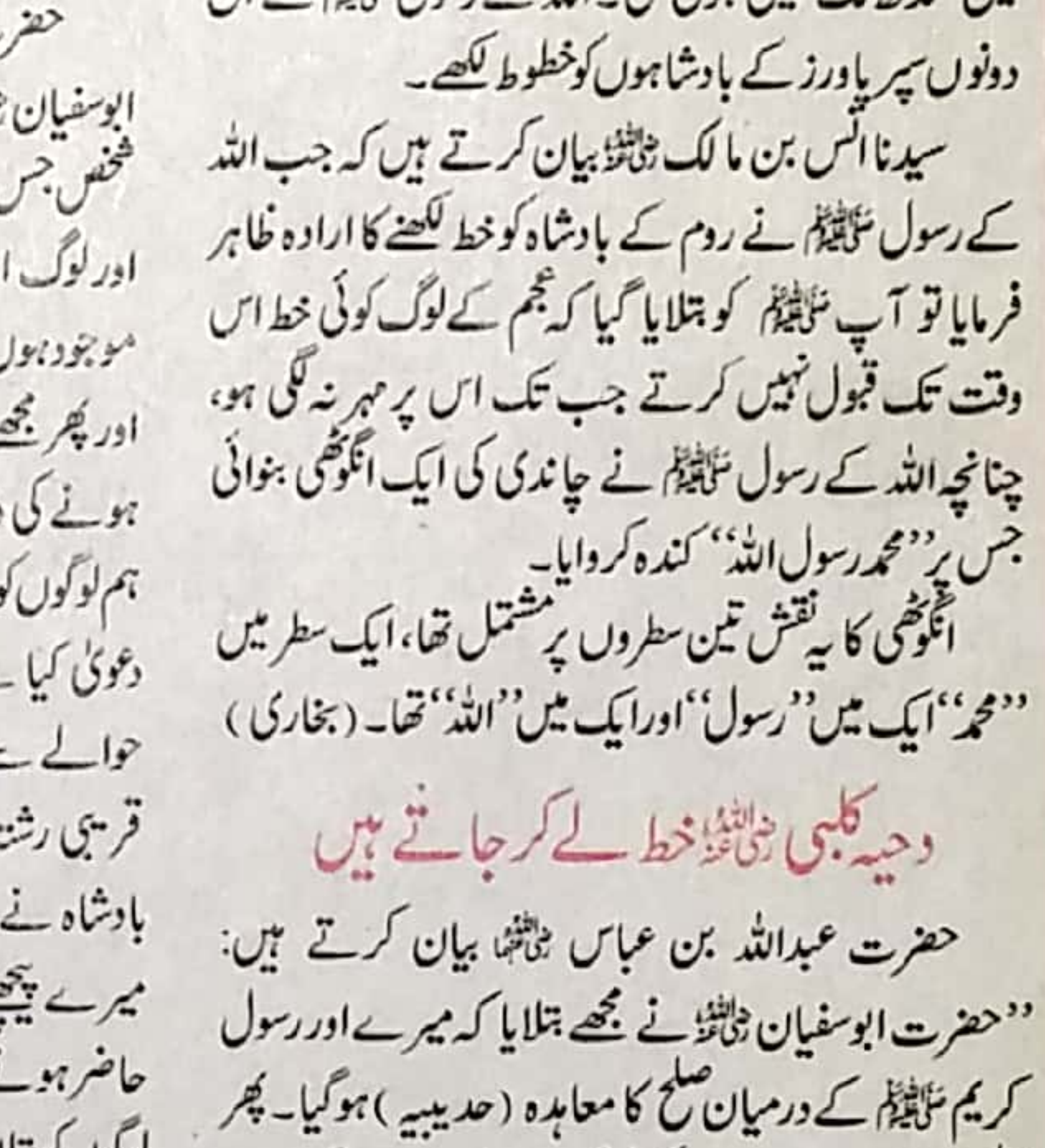

صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی ؓ کو بصریٰ کے حاکم کی طرف بھیجا کہ خط اس کے حوالے کریں، پھر وہ قیصر تک پہنچانے کا بندوبست کردے گا۔ چنانچہ حضرت دحیہ کلبی ؓ حاکم بصریٰ یعنی شاہ غسان کے پاس پہنچے اور پھر بصریٰ کے حاکم نے انھیں بیت المقدس میں قیصر روم ہرقل کی جانب روانہ کر دیا۔ (بخاری)

ہرقل بادشاہ کے دربار میں ایک شخص لایا گیا، جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ آنے والے شخص (دحیہ کلبی ؓ) نے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں معلومات بیان کیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بتلاتے ہیں کہ جناب ابوسفیان ؓ نے انھیں بتلایا کہ ہرقل نے استفسار کیا: "یہ شخص جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کیا اس کی قوم کے اور لوگ ایسے مل سکتے ہیں جو یہاں ہمارے علاقے میں موجود ہوں؟" اہل دربار نے کہا: "جی ہاں! مل سکتے ہیں۔" اور پھر مجھے قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ دربار میں حاضر ہونے کی دعوت دی گئی۔ ہم ہرقل کے پاس گئے تو اس نے ہم لوگوں کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور کہنے لگا: "یہ شخص جس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی ہے، تم لوگوں میں رشتہ داری کے حوالے سے کون سا ایسا شخص ہے جو اس نبی کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو؟" میں نے کہا: "میں ہوں۔" یہ سن کر بادشاہ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو ترجمان سے کہا: "ان لوگوں کو بتلاؤ کہ وہ شخص جس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے، میں اس کے بارے میں اس سے چند سوالات کروں گا، اگر یہ (ابوسفیان) مجھ سے کوئی جھوٹ بولے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔"

ابوسفیان نے کہا: "اللہ کی قسم! اگر مجھے اپنی عزت کا ڈر نہ ہوتا کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔" ہرقل اب اپنے ترجمان سے کہنے لگا: "اس سے پوچھو، تم لوگوں میں اس (محمد ﷺ) کا خاندان کس مرتبے کا حامل ہے؟"

ابوسفیان: "وہ ہمارے اندر بلند مرتبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔"

ہرقل: "کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے؟"

ابوسفیان: "نہیں!"

ہرقل: "کیا ان (محمد ﷺ) کے نبوت کے دعویٰ کرنے سے قبل تم لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگائی؟"

ابوسفیان: "نہیں!"

ہرقل: "کیا بڑے سردار لوگ اس (محمد ﷺ) کے پیروکار بن رہے ہیں، یا عام کمزور لوگ؟"

ابوسفیان: "کمزور طبقہ کے لوگ ہی زیادہ ہیں۔"

ہرقل: "پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔"

ابوسفیان: "گھٹ نہیں رہے، بلکہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔"

ہرقل: "کیا ایسا بھی ہے کہ ان پیروکاروں میں سے کوئی ان (محمد ﷺ) سے ناراض ہو جائے اور ان (محمد ﷺ) کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل بھاگے۔"

ابوسفیان: "نہیں، ایسا نہیں ہے۔"

ہرقل: "کیا کبھی ان کے ساتھ تمھاری کوئی جنگ بھی ہوئی ہے۔"

ابوسفیان: "جی ہاں! ہوئی ہے۔"

ہرقل: "پھر ان کے ساتھ لڑنے کا نتیجہ کیا نکلتا رہا۔"

ابوسفیان: "ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا نتیجہ پانی کے ایک ڈول کی طرح رہا کہ کبھی ڈول ان کے ہاتھ میں اور کبھی ہمارے ہاتھ میں آگیا۔"

ہرقل: "کیا انھوں نے کبھی بدعہدی بھی کی ہے؟"

ابوسفیان: "نہیں، البتہ اس وقت ہم اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ دیکھیں اب اس میں وہ کیا کرتا ہے؟"

(ابوسفیان کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! اس جملے کے علاوہ مجھے کہیں بھی کچھ گھسیڑنے کا موقع نہیں ملا۔")

ہرقل: "اس سے قبل بھی (نبوت کا) ایسا دعویٰ تم لوگوں میں سے کسی نے کیا؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل: "وہ تمھیں کیا کیا کرنے کا حکم دیتا ہے؟"

ابوسفیان:

"وہ کہتا ہے ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو تمھارے باپ دادا کہتے چلے آرہے ہیں اس کو چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز ادا کرنے، سچ بولنے، پاکدامنی اختیار کرنے اور رشتے ناتے جوڑنے کا حکم دیتا ہے۔"

حضرت ابوسفیان ؓ بتلاتے ہیں کہ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے کہا:

ا۔ "میں نے تم سے نبی کے نسب (خاندان) کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتلایا کہ وہ ہم لوگوں میں اونچے نسب کے ہیں۔ یاد رکھو! انبیاء کی بعثت اپنی قوم کے بہترین خاندان ہی میں ہوتی ہے۔"

۲۔ ''میرا تم سے یہ سوال کرنا کہ اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہے، تم نے جواب دیا کہ نہیں، اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اگر ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ ایک شخص اپنے آباء کی بادشاہت حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

۳۔ ''پھر میں نے تم سے ان کے پیروکاروں کے بارے میں پوچھا کہ وہ قوم کے سردار لوگ ہیں یا کمزور طبقے کے لوگ، تو تم نے بتلایا کہ کمزور طبقے کے لوگ زیادہ ہیں۔ یاد رہے! یہی وہ طبقہ ہے، جو شروع سے انبیاء کا پیروکار چلا آ رہا ہے۔''

۴۔ ''میں نے تم سے جب یہ پوچھا کہ نبوت کے اعلان سے پہلے تم لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ کا الزام لگایا تو تم نے 'نہیں' میں جواب دیا۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص نے انسانوں کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ اللہ کے معاملے میں کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے؟''

۵۔ ''میں نے جب یہ استفسار کیا کہ ان کا دین قبول کرنے کے بعد کوئی شخص ان سے ناراض ہو کر دین چھوڑ کر تو نہیں گیا؟ تو تم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔ جی ہاں! ایمان کی بشاشت جب کسی دل میں بس جائے تو پھر وہ انسان جائے تو کہاں؟''

۶۔ ''میں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟ تم نے کہا بڑھ رہی ہے، آگاہ رہنا چاہیے کہ ایمان کا یہی معاملہ ہے حتیٰ کہ وہ کمال کو پہنچ جائے۔''

۷۔ ''میرا سوال یہ بھی تھا کہ کیا کبھی تم نے ان سے جنگ بھی کی ہے تو تم لوگوں نے بتلایا کہ جنگ ہوتی رہی ہے اور نتیجہ کبھی ہمارے حق میں اور کبھی ان کے حق میں نکلتا رہا ہے۔ انبیاء کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے، انھیں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر آخری انجام انھی کے حق میں نکلتا ہے۔''

۸۔ ''اسی طرح جب میں نے تم سے پوچھا کہ اس نے کبھی عہد شکنی کی ہے تو تم نے اس سے بھی انکار کیا۔ یاد رکھیے! انبیاء کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔''

۹۔ ''اور میں نے تم سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ کیا تمھارے ہاں اس طرح کا دعویٰ پہلے بھی کسی نے کیا تھا تو تم نے کہا کہ نہیں، اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اگر تمھارے ہاں کسی نے اس سے پہلے اس طرح کا دعویٰ کیا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ بھی اس کی نقل کر رہے ہیں۔''

۱۰۔ ''پھر میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمھیں کیا کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں تو تم نے اس کا تذکرہ یوں کیا کہ وہ تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ہمیں بتوں کے آستانوں کی عبادت کرنے سے منع کرتا ہے۔ ہمیں نماز ادا کرنے، سچ بولنے اور پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

اس کے بعد بادشاہ انھیں مخاطب کر کے کہنے لگا: ''اگر یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو اور وہ نبی ہیں تو پھر:

جس تخت پر میرے یہ دونوں پاؤں ہیں وہ عنقریب اس جگہ کا مالک بن جائے گا۔

مجھے یہ تو معلوم تھا کہ وہ پیغمبر آنے والا ہے مگر یہ میرے گمان میں نہ تھا کہ وہ تم میں سے مبعوث ہوگا، اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو آپ سے ملاقات کے لیے ہر تکلیف گوارا کرتا، اور

''اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا، میرے قدموں کے نیچے کی بادشاہت تک ان کی حکومت بہر صورت پہنچ کر رہے گی۔'' (بخاری)

ایرانی بادشاہ کو خط عبداللہ بن حذافہ ؓ نے پہنچایا:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے: ''اللہ کے رسول ﷺ نے کسریٰ کو خط لکھا تو عبداللہ بن حذافہ سہمی ؓ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو گورنر بحرین کے حوالے کر دے۔ پھر گورنر بحرین نے انھیں کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس پہنچا دیا۔'' (بخاری)

امام ابن کثیر اپنی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؓ بتلاتے ہیں: ''میں محل کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ آخر کار میں بادشاہ کے پاس جا پہنچا اور اللہ کے رسول ﷺ کا خط اس کے حوالے کر دیا۔''

ایران کے بادشاہ کے نام خط کا متن

''اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے عظیم فارس ''کسریٰ'' کے نام:

اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیروکار بن جائے اور اللہ اور اس کے رسول پر

ایمان لے آئے، اس بات کی گواہی بھی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس بات کی بھی شہادت دے کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تمھیں اللہ کا (مذکورہ) اعلان قبول کرنے کی دعوت دے رہا ہوں، کیونکہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، لہٰذا مجھے ہر اس شخص کو برے انجام سے تنبیہ کرنا ہے جو زندہ ہے اور نہ ماننے والوں پر اتمام حجت کرنا ہے، لہٰذا اگر تم اسلام لے آؤ تو محفوظ ہو جاؤ گے اور اگر انکار کرو تو پھر ساری مجوسی قوم کا گناہ بھی تمھاری گردن پر ہوگا۔''

[عیون الأثر لابن سید الناس: ۲/۳۴۷، ۳۴۸]

''جب اس نے خط پڑھا تو پھاڑ دیا۔'' (بخاری)

ایرانی بادشاہ خسرو پرویز کے سامنے جب ترجمان نے خط پڑھا تو وہ خط شروع ہوتے ہی غضبناک ہو گیا۔ اس نے خط کی ابتدا کے انداز کو اپنی توہین سمجھا کہ محمد (ﷺ) نے میرا نام اپنے نام کے بعد کیوں لکھا؟ یمن و بحرین وغیرہ تو اس کے ماتحت تھے، چنانچہ وہ عربوں کو اپنی رعایا سمجھتا تھا۔ اس سوچ کے تحت اس نے تکبر میں آ کر خط پھاڑ دیا۔ تاریخ طبری (۲/۶۵۵) میں ہے کہ پھر وہ کہنے لگا:

''وہ مجھے اس طرح سے خط لکھتا ہے؟ حالانکہ وہ بھی میرا ایک غلام ہے۔''

لیکن خط تو ہرن کی باریک کھال پر لکھا گیا تھا۔ وہ آج کا کاغذ نہ تھا کہ پرزے پرزے ہو جاتا۔ اس دور میں ہرن اور اونٹ کی کھال کو انتہائی باریک کر کے خاص طریقے سے کاغذ کی شکل میں تیار کیا جاتا تھا۔

ثقہ تابعی سعید بن المسیب کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ان مجوسیوں کے لیے بددعا کرتے ہوئے کہا: ''وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھٹ جائیں۔'' (بخاری)

حضرت عبداللہ سہمی ؓ نے دربار رسالت میں آ کر اللہ کے رسول ﷺ کو جب حالات سے آگاہ کیا کہ کس طرح ایران کے کسریٰ نے خط مبارک پھاڑ دیا تو اس وقت آپ ﷺ نے سعید بن مسیب کے مطابق ان کے لیے بددعا کرتے ہوئے مندرجہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔

جی ہاں! اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے کہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے بھرے دربار میں قتل کر دیا اور خود حکمران بن بیٹھا...... اس کے بعد مسلمانوں نے ایران پر فوج کشی کی تو مجوسیوں کا ایران تباہ و برباد ہو گیا...... یہ بربادی اللہ کے رسول ﷺ کے اس محافظ کے ہاتھوں ہوئی جس کا نام مغیرہ بن شعبہ ؓ ہے...... صلح حدیبیہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے محافظ بن کر کھڑے ہونے والا...... آج جرنیل بن گیا ایران کا فاتح بن گیا...... صورتحال یہ بن گئی کہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک پھاڑا اس کی مجوسی قوم آج علامتی طور پر دنیا میں سینکڑوں کی تعداد میں موجود رہ گئی ہے، اس کا وجود دنیا سے ناپید ہو گیا ہے...... جبکہ ایران کی فضاؤں میں چودہ سو سالوں سے نام محمد (ﷺ) بلند ہو رہا ہے اور گونجتا چلا آ رہا ہے۔

''اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام...... سلام اس پر جو ہدایت کا پیروکار بن جائے...... میں تمھارے لیے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں...... وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ انتہائی پاک ہے۔ وہ سلامتی دینے والا، امن فراہم کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ (ؑ) اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جس کو اس نے مریم پر القا کیا، جو دنیا سے کٹی ہوئی تھیں، پاک دامن اور عفت مآب تھیں۔ حضرت مریم (ؑ) نے عیسیٰ کو اپنے شکم میں اٹھایا...... عیسیٰ (ؑ) اللہ کی روح تھے۔

اللہ ہی نے ان کو پھونک مار کر اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدم (ؑ) کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا...... میں تمھیں اللہ واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ مؤدت و محبت کے ساتھ اس کی اطاعت بجالانے کی طرف بلاتا ہوں...... اور یہ کہ میری پیروی کرو اور اس پیغام پر یقین کرو جو میرے پاس آ چکا ہے، کیونکہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ میں تمھیں اور تمھارے لشکروں کو عزت و جلال والے اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں...... میں نے دعوت کا یہ پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا فریضہ ادا کر دیا، لہٰذا میری خیر خواہی قبول کرو...... سلام اس پر جو ہدایت کا پیروکار بن جائے۔''

''انتخاب ام حبیبہ ٹھینگ موڑ''

انعامی مقابلے کا اعلان ہوا۔ ہم نے اپنی تحریر ''نجات دہندہ'' کے نام سے بھیجی۔ جس کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ وقت تھوڑا اور کھسکا اور ہماری کتابیں آگئیں لیکن روضہ الاطفال کو پڑھنا اور اسے اسپیشل ٹائم دینا ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ مارچ 2010ء میں میں نے ایک نظم ''نماز فجر کے بعد'' بھیجی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسئول صاحب ضروری چھٹیوں پر چلے گئے وہ بھی بغیر بتائے۔ ادھر ہمارا بُرا حال مئی کا مہینہ آگیا۔ آخر کار عابد بھائی سے روضہ الاطفال کے دفتر فون کروایا پتہ بھی تو چلے کہ روضہ کیوں نہیں آرہا۔ وہاں سے جواب ملا کہ ''مسئول صاحب سے پوچھیں اخبار تو باقاعدگی سے چھپ رہا ہے۔''

اگلی صبح کمال ہی تو ہوگیا۔ میں ابو جی کے کلینک کی صفائی کر رہی تھی کہ مسئول بھائی ہاتھ میں اتنا بڑا شاپر پکڑے آگئے۔ مجھے حیرانگی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ جہاں تک روضہ کی تحریروں کا تعلق ہے تو کسی تحریر کو ہم ''اچھی نہیں لگی'' نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس طرح ہم گنہگار کہلائیں گے لیکن ''خاتون کی ذہانت'' یہ تحریر ہمیشہ ذہن میں نقش رہے گی۔

روضہ میں ایک سلسلہ ایسا شروع ہونا چاہیے جس میں قضا نماز کا طریقہ، غسل کا طریقہ، تیمم کا طریقہ، کپڑے پہننے، اتارنے کا طریقہ، زکوٰۃ کی فضیلت و اہمیت، اسی طرح رمضان کے مہینہ میں خصوصی تحریریں اسپیشلی شب قدر کی عبادت کے بارے میں بتایا جائے۔ اگرچہ یہ سب کچھ ''جرار'' میں بتایا جاتا ہے لیکن روضہ الاطفال میں بھی ان کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ روضہ کا بنیادی مقصد بچوں کو سچے اور کھرے مسلمان بنانا اور ذمہ دار شہری بنانا ہے جو اسلام و سنت کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں اس کے لے ہمیں اسلامی طور طریقے انھیں بتانا پڑیں گے۔ بلکہ بار بار بتانا پڑیں گے کیونکہ روضہ کی مقبولیت کے ساتھ اس کے قارئین کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔

روضہ الاطفال میں ''آپ کے خطوط'' والا صفحہ روضہ کا دل ہے اس میں ساتھیو کی دھمکیاں، ایک دوسرے پر تنقید پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''لوگوں سے اس طرح میل جول رکھو کہ اگر مرجاؤ تو لوگ روئیں اور اگر زندہ رہو تو تم سے ملنا چاہیں۔'' [ناہید مقصود، گوجرانوالہ]

رسول اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی

رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے شب و روز کھلی کتاب کی طرح ہے۔ گھر ہو یا بازار، خوشی ہو یا غمی، خوشحالی ہو یا تنگ دستی، ہر حال میں آپ ﷺ ہر مسلمان کے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اخلاق و کردار کا پتہ اس کے اس عمل سے چلتا ہے جو وہ اپنے گھر والوں سے روا رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے۔ اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔'' ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مؤمنین میں سے زیادہ کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر اور گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔''

اہل خانہ سے سلوک:

رسول اکرم ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک فرماتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کی باتیں سنتے۔ ان کے اختلافات ختم کرواتے۔ نہ بیزار ہوتے نہ اکتاتے۔ گھر میں شگفتہ گفتگو فرماتے۔ کبھی غضبناک یا برہم نہ ہوتے۔ صبر و تحمل سے کام لیتے۔ اکثر چہرہ مبارک پر تبسم رہتا۔ دنیوی آلائش کے ساز و سامان سے منع فرماتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تمہیں اس کی تمنا ہے کہ یہ چیزیں جنت میں ملیں تو دنیا میں ان کے استعمال سے گریز کرو۔''

بچوں سے پیار:

بچوں کی پرورش اور ان سے محبت و شفقت میں رسول اکرم ﷺ سب سے اچھی مثال ہیں۔ آل اولاد پر شفقت اور مہربانی کرنا تقویٰ، بندگی اور نبوت کے خلاف نہیں۔ آپ ﷺ اپنی تمام بیٹیوں سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی بیٹی کی پیشانی چومتے انھیں اپنی جگہ بٹھاتے ان کی آمد پر کھڑے ہوجاتے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''یہ بچے تو اللہ کے باغ کے پھول ہیں۔''

آپ بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتے اور ان کی دوڑ بھی لگواتے۔

گھر کے معمولات:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا۔ رسول اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیسے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کرلیتے تھے۔ بکری کا دودھ خود ہی دوہتے۔ اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کرلیتے۔ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کرلیتے۔ اپنا بوجھ اٹھاتے۔ جانوروں کو چارا ڈالتے کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے۔ گھر میں آٹا وغیرہ پسوا دیتے کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے۔ بازار جانے میں عار محسوس نہ کرتے۔ خود ہی سودا سلف لاتے اور ضرورت کی چیزیں ایک کپڑے میں باندھ کر اٹھا لیتے۔

آپ ﷺ گھر میں آرام بھی فرماتے اہل خانہ پر توجہ بھی دیتے۔ اور اللہ کی عبادت بھی کرتے قرآن مجید کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ برابر کا سلوک فرماتے کبھی کسی پر زیادتی نہ فرماتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اس مسافر کی سی ہے جو کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر آرام کرلے اور پھر اسے چھوڑ کر اپنی راہ لے۔''

[محمد توصیف الرحمٰن شاہ، جھنگ]

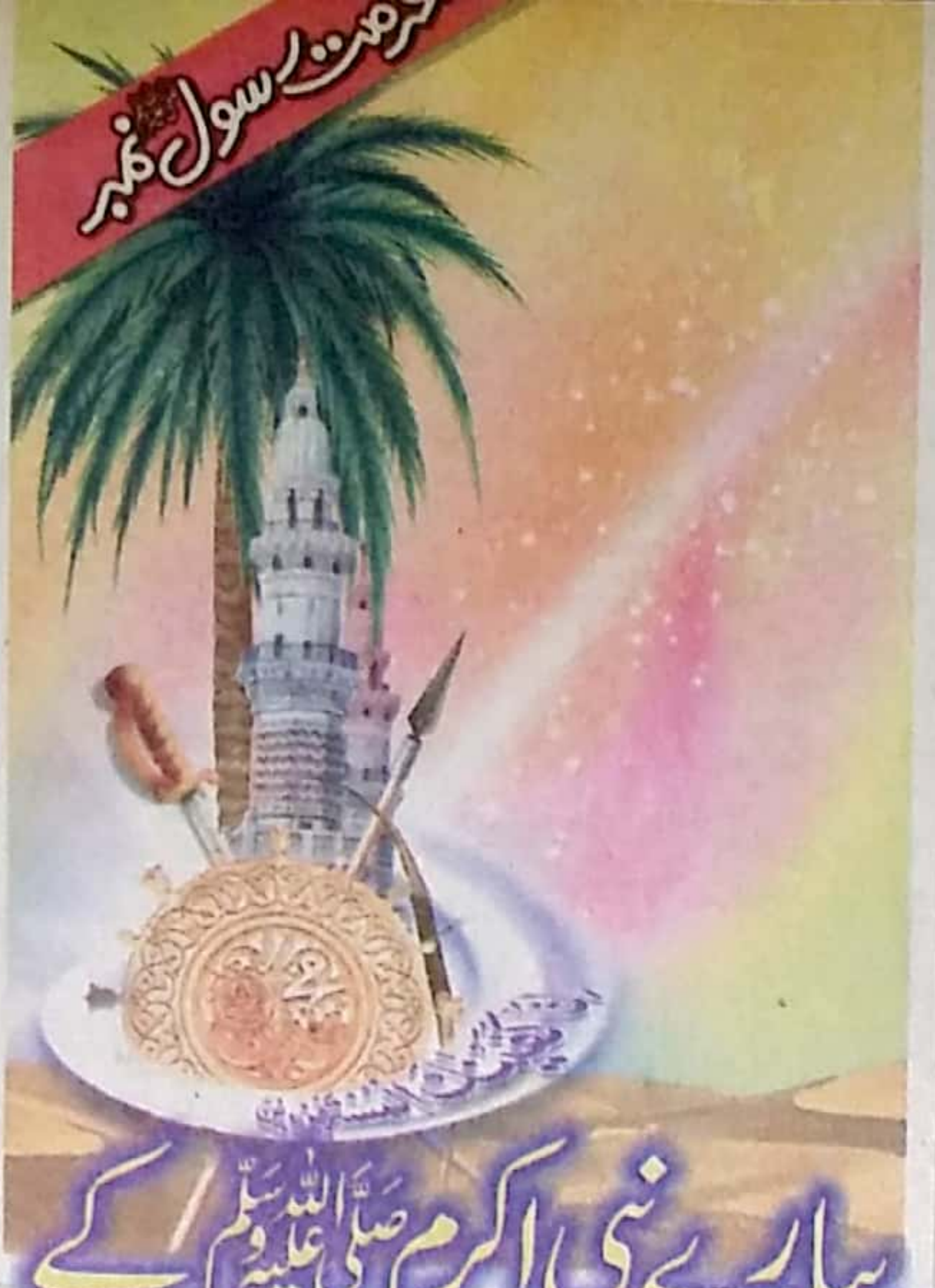

پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا عبرتناک انجام

ابوجہل مکہ کا ایک سردار تھا۔ مسلمانوں کا اور نبی اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا وہ ہروقت مسلمانوں اور نبی ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا سوچتا رہتا تھا اس نے مسلمانوں کو بلند آواز میں قرآن پڑھنے سے بھی روک دیا جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر عرصہ حیات تنگ ہو کر رہ گیا اس نے لوگوں پر قرآن سننے پر پابندی عائد کر رکھی تھی کعبہ میں نماز طواف پر پابندی لگا دی تھی اس پر بھی وہ خوش نہ ہوا تو حضور ﷺ کو تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں ایک دفعہ کوہ صفا پر ابوجہل کا گزر آپ ﷺ کے پاس سے ہوا تو آپ کو دیکھتے ہی سیخ پا ہو گیا اور برا بھلا کہنے لگا مگر حضور ﷺ خاموش رہے مگر پھر بھی اس نے آپ کو پتھر دے مارا جس سے آپ ﷺ کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ ایک دفعہ ابوجہل نے سرداران قریش سے کہا محمد ﷺ آپ کے سامنے اپنا چہرہ خاک آلود کرتا ہے یعنی بیت اللہ میں سجدہ کے دوران لوگوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں اسے اس حالت میں دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا اور اس کا چہرہ مٹی پر رگڑوں گا اس کے بعد جب اس نے آپ ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو برے ارادے سے آپ کی طرف بڑھا مگر اچانک پیچھے ہٹنے لگا۔ سرداران قریش نے جب اپنے رئیس کو اس حال میں دیکھا تو حیرانی سے پوچھا "ابوالحکم کیا ہوا؟"

وہ گھبرایا ہوا کہنے لگا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک خوفناک آگ حائل ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کو اچک لیتے۔ (بخاری)

پھر ایک دفعہ وہ اہل مجلس سے کہنے لگا محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تذلیل اور بزرگوں کی توہین کر کے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے میں نے اب عہد کر لیا ہے کہ اسے نماز میں دیکھوں گا تو اس کا سر پتھر سے (نعوذ باللہ) کچل ڈالوں گا۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ حسب دستور نماز ادا کرنے لگے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور مارنے کے لیے آگے بڑھا آپ ﷺ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر پیچھے ہٹنے لگا اس کا رنگ اڑ گیا تھا اور بدحواسی کی وجہ سے پتھر بھی نہ پھینک سکا تو اس کے دوستوں نے پوچھا کیا ماجرا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے جب اس کے ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو کہنے لگا کیا بتاؤں ایک خوفناک اونٹ آڑے آ گیا تھا اس اونٹ جیسی کھوپڑی، اس جیسی گردن اور اس اونٹ جیسے دانت میں نے آج تک نہیں دیکھے وہ مجھے نگل جانا چاہتا تھا۔ (الرحیق المختوم)

شعب ابی طالب میں مسلمانوں کو بند کرنے میں بھی ابوجہل کا بڑا ہاتھ تھا۔ حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے کبھی کبھی چوری چھپے مسلمانوں کو کچھ غلہ پہنچا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوجہل نے غلہ پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ وہ کسی قیمت پر غلہ اندر نہ جانے دے گا بالآخر ابوالبختری جو کہ ابوجہل نے جتنے سنگدل نہ تھے کی مداخلت پر ابوجہل کچھ نرم ہوا اور غلہ اندر جانے دیا گیا۔ جب مکہ کے چند بڑے لوگوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے کہ ان کے بچے بلک رہے ہیں تو چند افراد مل کر گئے اور ان میں سے ایک شخص نے قریش کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا!

مکہ والو کیا تمہیں گوارا ہے کہ تم خود تو کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ اور بنوہاشم تباہ و برباد ہوں واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس ظالمانہ معاہدہ کو چاک کر دیا جائے۔ ابوجہل جیسا کینہ پرور انسان بھلا یہ بات کیسے برداشت کر سکتا تھا کڑک کر بولا! تم غلط کہتے ہو خدا کی قسم اسے پھاڑا نہیں جا سکتا اس پر دوسرے افراد بھی بول پڑے کہ تم (ابوجہل) غلط بات کہہ رہے ہو ہم اس معاہدہ پر راضی نہیں ہیں۔ اسی دن حضرت ابوطالب گھاٹی سے باہر کعبہ میں تشریف لائے اور کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ میرے بھتیجے نے کہا ہے کہ اس معاہدہ کو کیڑوں نے چاٹ لیا ہے صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے اب آپ خود دیکھ لیجیے اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو ہم اس کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں گے اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں اس ظلم سے باز آ جانا چاہیے اس پر بعض نے کہا کہ واقعی یہ تو انصاف کی بات ہے۔ تحریر کو دیکھا تو واقعی باسمک اللہ کے علاوہ باقی سب عبارت کو کاغذ کے کیڑے نے چاٹ لیا تھا اس سے ابوجہل اور اس کے چند حواریوں کو ندامت ہوئی اور مطعم بن عدی اٹھا اور معاہدہ چاک کر دیا۔

بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے واقعہ کے بعد قریش کا غصہ بھڑک اٹھا اب انھیں پیغمبر اسلام ﷺ کا وجود اپنے لیے بہت بڑا خطرہ نظر آنے لگا اس خطرہ کے سدباب کے لیے دارالندوہ میں میٹنگ ہوئی اور سب کی آراء طلب کی گئی اس اجتماع میں قریش کے سرداروں کے علاوہ خود ابلیس بھی شیخ نجدی کی صورت میں موجود تھا۔ سب سے پہلے ابوالاسود نے تجویز پیش کی کہ پیغمبر ﷺ کو جلاوطن کر دیا جائے مگر شیخ نجدی نے اس کی مخالفت کر دی کہ یہ شخص اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کے دل جیت لیتا ہے اگر یہ کسی علاقے میں چلا گیا تو وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا۔

اب دوسرے شخص نے تجویز دی کہ محمد ﷺ کو قید کر لیا جائے مگر ابلیس نے کہا کہ اس کے ساتھ اسے رہا کرائے بغیر نہ رہیں گے یہ تجویز بھی اچھی نہیں۔ اب اسلام اور پیغمبر اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کی باری آئی تو اس نے کہا کہ تمام قبائل کا ایک ایک آدمی منتخب کر لو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد ﷺ کا کام (نعوذ باللہ) تمام کر دیں۔ بنوہاشم سب کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ابوجہل کی اس تجویز پر شیخ نجدی ابلیس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور کہا کہ سب سے بہتر رائے یہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس میٹنگ کی ساری بات بتا دی اور ہجرت کا حکم عطا کر دیا اور بحفاظت مدینہ پہنچا دیا۔ اور ابوجہل کی شاندار تجویز اور ابلیس کی خوشی خاک میں مل گئی۔

۲ ہجری میں قریش مکہ کا تجارتی قافلہ شام گیا اور طے یہ ہوا کہ قافلہ کا پورا منافع جنگ میں استعمال کیا جائے گا اور مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں گے۔ مسلمان اس قافلے کا راستہ روکنے کے لیے آگے بڑھے اور بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ ابوسفیان جو کہ قافلے کا سردار تھا جب اسے معلوم ہوا تو اس نے مکہ قافلے کی مدد کے لیے پیغام بھجوا دیا اور خود چال چل کر راستہ بدل لیا اور بچ کر نکل گیا جبکہ ابوجہل ایک ہزار کی لشکر لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گیا۔ اسے دوبارہ ابوسفیان کا پیغام ملا کہ قافلہ بچ نکلا ہے اس لیے واپس آ جاؤ مگر اس کی نحوست آڑے آ گئی اور تکبر سے بولا! ہم یہاں تین دن رہیں گے اور شان و شوکت کا مظاہرہ کریں گے تاکہ تمام عرب پر ہمیشہ کے لیے ہماری دھاک بیٹھ جائے۔ آخر فریقین میں جنگ کا میدان گرم ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد مشرکین کے لشکر میں ناکامی اور اضطراب کے آثار پیدا ہو گئے کفار کا ایک ہزار کا مسلح لشکر تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں کی جرأت ایمانی کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ابوجہل اعلیٰ گھوڑے پر سوار اپنی فوج کا حوصلہ بڑھا رہا تھا کہ معوذ اور معاذ کے عقابی نظروں سے اس پر وار کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ عالم کفر کا سردار صرف دو بچوں کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضور ﷺ کے کہنے پر اسے دیکھنے گئے تو اس کی سانسیں ابھی چل رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ نے اس کا سر کاٹنے

کے لیے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور کہا کہ اللہ کے دشمن آخر اللہ نے تمہیں رسوا کیا نا؟ اس کے بدن میں ابھی تک تکبر کی بو باقی تھی بولا کاش مجھے کسانوں کے بچوں کی بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔

جب آپ نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں جما دیا تو کہنے لگا! او بکریوں کے چرواہے! تو بڑی اونچی اور مشکل جگہ پہنچ گیا ہے اب ذرا نیچے سے سر کاٹنا تا کہ یہ کسی سردار کا سر معلوم ہو۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ اس امت کا فرعون ہے اب بتایا جاتا ہے جہاں ابوجہل کا گھر تھا وہاں سعودی حکومت نے باتھ روم (لیٹرینیں) بنا دیے ہیں۔ مسلمانوں کو تنگ کرنے والا اور حضور ﷺ کو ہر وقت تکلیف پہنچانے والے کا انجام ساری دنیا کے سامنے ہے کہ خدا نے اسے کس طرح ذلیل و رسوا کیا۔

ایک دوسرا صف اول کا دشمن آپ کا سگا چچا تھا جس کا نام ابولہب تھا اس نے بھی تکلیف پہنچانے کا کوئی دیا۔ حضور ﷺ نے جب اپنے سارے خاندان کو کھانے پر بلا کر دعوت دی تو بھی اس نے اسے جھٹلا دیا اور جب آپ ﷺ نے کوہ صفا پر دعوت دی تو بھی اس نے آپ ﷺ کو ہلاکت کی بددعا دی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نام لے کر اس کی ہلاکت کی خبر دی اور ساتھ ہی اس کی بیوی کی ہلاکت کے بارے بھی بتایا جو حضور ﷺ کے راستے میں جنگل سے لکڑیاں لا کر بچھا دیتی تھی۔ ابولہب سگا چچا ہونے کے باوجود سخت مخالفت کرتا تھا۔ حج کے دنوں میں جب حضور ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو یہ لوگوں کو حضور ﷺ کی باتیں سننے سے منع کر دیتا تھا اور کہتا یہ جھوٹا اور بے دین ہے۔ آپ ﷺ کے بیٹے عبداللہ کی وفات ہوئی تو بھی ابولہب نے قریش کے پاس جا کر یہ خوشخبری دی کہ محمد ﷺ ابتر ہو گیا اس کی جڑ کٹ گئی۔ اسی حرکت کی وجہ سے سورۃ کوثر نازل ہوئی۔

جب حضور ﷺ شعب ابی طالب میں محصور تھے تو آپ کے ساتھ بنو ہاشم کے وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ صرف قبیلے کی وجہ سے وہاں محصور تھے مگر ابولہب نے اس وقت قبیلے کا ساتھ بھی نہ دیا اور رسول ﷺ کی دشمنی کی بنا پر قبیلہ اور خاندان بھی چھوڑ دیا۔

ابولہب جنگ بدر میں شریک نہ ہوا تھا کیونکہ وہ بزدل اور بخیل تھا۔ اس جنگ میں اکثر سرداران قریش یا تو مارے گئے یا پھر قید ہو گئے۔ ابولہب اس ذلت سے تو بچ گیا مگر پھر بھی کام نہ بن پایا۔ جب ابوسفیان مدینہ سے جنگ کی خبر لے کر آیا تو ابولہب نے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ ہمارا پالا کسی ایسی مخلوق سے پڑا تھا جو زمین و آسمان کے درمیان گھوڑوں پر سوار تھی اور کوئی چیز ان کے مقابلے میں ٹکتی نہ تھی ہمارے بہت سے سوار مارے گئے اور بہت سارے قید ہوئے۔

ابولہب کو اس خبر سے اتنا صدمہ پہنچا کہ اسی وقت گھر روانہ ہو گیا اور گھر پہنچتے ہی اسے بیماری نے آگھیرا۔ اسے اپنی ساری زندگی کی محنت برباد ہوتی نظر آ رہی تھی۔ بیماری ساتویں دن چیچک کی شکل میں تبدیل ہو گئی اب تو اس کے بیٹوں نے بھی اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور بے کسی موت مرا۔ مرنے کے بعد بھی اس کا کوئی بیٹا اس کے قریب نہ گیا۔ تین دن ایسے ہی بے گور و کفن پڑا رہا اس کی لاش سے بدبو آنے لگی جب بیٹوں نے یہ محسوس کیا کہ لوگ ملامت کریں گے تو ایک گڑھا کھود کر اس میں ایک لکڑی سے باپ کی لاش کو دھکیل دیا اور دور ہی سے باپ کی لاش کو پتھر پھینک پھینک کر چھپا دیا۔ (الرحیق المختوم) یہ تھا رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی کا انجام۔

ابولہب کا ایک بیٹا عتبہ بھی حضور ﷺ کو تکلیفیں دیتا تھا ایک دفعہ اس نے حضور ﷺ کا دامن کھینچ کر آپ کی قمیص پھاڑ دی اور آپ ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی کہ الٰہی اس پر ایسا کتا مسلط کر دے جو اس کا کام تمام کر دے۔ عتبہ آپ ﷺ کے منہ سے یہ بددعا سن کر سہم گیا اور فکر لاحق ہوئی کہ حضور ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی بددعا رائیگاں نہیں جا سکتی اس پر اب ضرور کوئی آفت پڑ کے رہے گی لہٰذا وہ محتاط رہنے لگا۔ ایک دفعہ شام کے تجارتی سفر کے دوران زرقاء مقام پر قافلہ رکا۔ قافلے والوں کو معلوم ہوا کہ یہاں درندے بھی رہتے ہیں تو عتبہ کو حضور ﷺ کی بددعا یاد آ گئی اس نے قافلے والوں کو بتایا تو انھوں نے سارے قافلے کے مال و اسباب کے درمیان میں اسے سلا دیا۔ مگر یہ سب تدبیریں ناکام ہوئیں اور رات گئے ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتا پھلانگتا عتبہ تک پہنچ گیا پھر اسے اپنے پنجوں میں لے کر پھاڑ ڈالا (الرحیق المختوم)

ابوصفوان امیہ بن خلف بھی حضور ﷺ کے صف اول کے دشمنوں میں شمار ہوتا ہے اس نے بھی مسلمانوں کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت زدوکوب کرتا۔ لیکن جب وہ جنگ بدر میں پہنچا تو مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور امیہ میں زمانہ جاہلیت میں مضبوط دوستی تھی اس لیے اس نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے اسے اپنا قیدی بنا لیا آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس لے جا رہے تھے کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا تو آپ کو اپنی سزا والا زمانہ یاد آ گیا اور فرمایا آج میں زندہ رہوں گا یا یہ امیہ رہے گا۔

انھوں نے چند انصار کو بھی یہی کہا تو سب نے حضرت عبدالرحمٰن سے چھڑا کر اسے قتل کر دیا اور حضرت بلال نے اپنا سینہ ٹھنڈا کر لیا۔ اسی طرح ابی بن خلف امیہ کا بھائی بھی حضور ﷺ کا سخت جانی دشمن تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو کہا تھا کہ میں آپ کو قتل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ جنگ احد میں وہ حضور ﷺ کی طرف بڑھا۔ صحابہ نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو۔ آپ ﷺ نے چھوٹا سا نیزہ لیا اور اسے جھٹکا دیا پھر جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے خود اور زرہ کے درمیان حلق پر جگہ خالی ہے آپ ﷺ نے نیزہ وہاں مارا۔ وہ درد سے بے تاب ہو گیا حالانکہ اس نیزے سے ایک خراش بھی اسے نہ آئی۔ وہ بیل کی طرح کی آواز نکالتا تھا اور کہتا کہ جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذوالمجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب مر جاتے۔ بالآخر اللہ کے نبی ﷺ کا یہ دشمن مکہ واپس جاتے ہوئے مقام سرف پر مر گیا۔

عقبہ بن ابی معیط بھی آپ ﷺ کے دشمنوں میں سے تھا اسی نے حضور ﷺ پر دوران نماز اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی اور اسی بدبخت نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنا چاہا مگر حضرت ابوبکر صدیق آ گئے اور آپ کو بھی مارا گیا یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر بے ہوش ہو گئے۔ اس گستاخ کا انجام بھی یہ ہوا کہ جنگ بدر کا قیدی بنا اور حضور ﷺ نے اسے قتل کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ سارا انجام اس وقت کے فرعونوں اور گستاخوں کا ہے ان شاء اللہ آج کے گستاخوں کا انجام بھی ایسا ہی ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ اور اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے اور قیامت تک رہے گا کوئی بھی اسے پھیلنے سے روک نہیں سکتا۔

[فرح عبدالطیف، لوہیانوالہ]

"عید آنے والی ہے"

ماں!۔۔۔

ہم اپنے گھر کب جائیں گے

یہاں کیمپ میں دل نہیں لگتا!

نہ کھلونے ہیں نہ دوست۔۔

بس آنسو ہی آنسو ہیں

یہ دیکھو۔۔میرے کپڑوں پہ

مفلسی کے داغ لگ چکے ہیں

انہیں تبدیل کرنا ہے

اور نئے جوتے بھی لینے ہیں

تم بولتی کیوں نہیں ہو ماں!

کیا روزِ عید بھی میں بھوک کا روزہ

صبر کے ساتھ افطار کروں گا

بابا سے کہو نا گھر چلتے ہیں

سدرہ سحر عمران

.......السلام علیکم! عبد الوارث ساجد بھیا رمضان کا مہینہ ہے میرا خط رحم دلی کی وجہ سے شائع کریں۔

[محمد سفیان قمر، فورٹ عباس]

.......السلام علیکم! شمارہ نمبر 76 میں ساجد بھائی کے قلم سے پاکستان کا سفر نہایت پر اثر تحریر تھی۔ کاش کہ تمام پاکستانی مسلمانوں کو احساس ہو کہ یہ وطن ہمیں پلیٹ میں رکھ کر نہیں پیش کیا گیا تھا بلکہ آگ و خون کا دریا عبور کر کے حاصل کیا گیا۔ سدرہ سحر عمران آپ نے معرکہ کا جلد اختتام کی وجہ اپنا مقابل نہ ہونا بتائی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کسی حد تک ٹھیک ہو، ہو سکتا یہ آپ کی خوش فہمی یا پھر غلط فہمی ہو۔ وہ کہتے ہیں نا۔ ''ہر سیر کو سوا سیر'' خیر ہم مسکینوں کا آپ سے کیا مقابلہ۔

[اقراء ریاض، ڈلوال]

.......السلام علیکم! شمارہ نمبر 76 کے تمام سلسلے بہت اچھے تھے ضروری بات پڑھ کر بہت دکھ ہوا کہ بارشوں سے ہمارے ملک کے اکثر علاقوں کو بہت نقصان ہوا۔ یا الٰہی اس عذاب کو ٹال دے۔ آمین

[محمد راشد الیاس، چک نمبر 294/HR]

.......السلام علیکم! میری اور ''ننھے مجاہد'' کی بڑی پرانی دوستی ہے اور میں روضۃ الاطفال کو بڑے شوق سے بڑی لگن سے بڑی دل جمعی کے ساتھ پڑتا ہوں پہلے ہمارے گھر ایک ہی روضہ الاطفال آتا تھا اب ان کی تعداد 25 ہو گئی ہے۔

[عبد الرحمٰن، ساہو کی ملیاں شیخو پورہ]

.......السلام علیکم! شمارہ نمبر 76 ملا۔ سرورق اور مضامین پسند آئے۔ بالخصوص گلدستہ احادیث جنت کا مہمان، حرمت رسول کا محافظ، پاکستان کا سفر آزادی کے دردناک واقعات اور ''ضمیر کی جیت'' بہت پسند آئے غرض کہ پہلے کی طرح تمام سلسلے زبردست تھے وہ تو ویسے بھی ہمارے پیارے ''روضہ'' کی ہر تحریر میں اصلاح کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ بھائی ہم روضۃ الاطفال کی بڑھتی ہوئی مقبولیت پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کے اور ''روضہ ٹیم'' کے ارکان کے اخلاص کا نتیجہ ہے آپ کے خطوط کا کالم اگر روضہ سے غائب ہو تو ہمارا ابھی عمر فاروق بھائی کی طرح ٹمپریچر اپ ہونے لگتا ہے لیکن ہم نے کبھی قلم تھامنے کی جسارت نہیں کی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تجویز و تنقید کو ساجد بھائی نے کبھی شائع نہیں کیا۔ بھئی کریں بھی کیوں وہ تو اپنے پیاروں کی کریں گے ناں! یہ بھائی میر طلال فاروق، مقصود بھائی، ابو حارث بھائی، الیاس حامد بھائی، حفصہ آپی اور مینا کاشمیری آپی روضہ سے کیوں غیر حاضر ہیں؟ ان آپیوں کے نام تو روضہ میں کبھی کبھی دکھائی دیتے رہتے ہیں لیکن ان بھائیوں اور اخت ابو دانیال آپی نے تو کبھی اپنے نام کا درشن نہیں کروایا نجانے کیوں؟ کیا بات ہے؟ پیاری بہنا! ملیحہ لودھی نے ہمیں فراموش کر دیا چلو کوئی بات نہیں۔ ایڈیٹر بھائی ہماری تجویز ہے کہ ''روضۃ'' میں چاچا جی کی باتیں سلسلہ دوبارہ شروع کریں۔ کیوں ساتھیو! کیا خیال ہے؟ ہم نے کیسی تجویز دی؟ ضرور بتایئے گا۔ آخر میں گزارش ہے کہ ہمارے اس خط کو ''روضہ'' کے پیارے پیارے صفحات کی زینت بنایا جائے نا کہ ''کٹو لال بیگم'' عرف (ردی کی ٹوکری) کی ضیافت کا سامان۔

[قاریہ ام حبیبہ، چکوال]

پیارے نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کا آخری دن

سیدنا انس ؓ کا بیان ہے کہ سوموار کے روز مسلمان نماز فجر میں مصروف تھے اور ابو بکر ؓ امامت فرما رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور صحابہ کرام ؓ پر جو صفیں باندھے نماز میں مصروف تھے، نظر ڈالی۔ پھر تبسم فرمایا۔ ادھر ابو بکر ؓ اپنی ایڑی کے بل پیچھے ہٹے کہ صف میں جا ملیں۔ انھوں نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انس ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کے اس اچانک ظہور سے) مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہتے تھے کہ نماز کے اندر ہی فتنے میں پڑ جائیں، یعنی آپ ﷺ کی مزاج پرسی کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کر لو۔ پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھے اشراق کے وقت آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ کو بلایا اور ان سے کچھ سرگوشی کی وہ رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے انھیں پھر بلایا اور کچھ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ بعد میں ہمارے دریافت کرنے پر کہنے لگیں کہ (پہلی بار) نبی کریم ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ آپ اس مرض میں وفات پا جائیں گے، اس لیے میں روئی، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ آپ اہل و عیال میں سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی۔ اس پر میں ہنسی۔ نبی کریم ﷺ نے فاطمہ ؓ کو یہ بشارت بھی دی کہ آپ ؓ ساری خواتین عالم کی سیدہ (سردار) ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ جس شدید درد سے دوچار تھے اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ ؓ بے ساختہ پکار اٹھیں ''وَاکَربَ اَبَاہُ'' ہائے ابا جان کی تکلیف، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں، آپ ﷺ نے حسن و حسین ؓ کو بلا کر چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی۔ ازواج مطہرات ؓ کو بلایا اور انھیں وعظ و نصیحت کی۔ ادھر لمحہ بہ لمحہ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی اور اس زہر کا اثر بھی ظاہر ہونا شروع ہو گیا تھا جسے آپ ﷺ کو خیبر میں کھلایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہ ؓ سے فرماتے تھے۔ اے عائشہ ؓ! خیبر میں جو کھانا میں نے کھا لیا تھا اس کی تکلیف برابر محسوس کر رہا ہوں۔ اس وقت مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میری رگ جاں کٹی جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو بھی وصیت فرمائی۔ فرمایا: نماز، نماز اور تمہارے زیر دست (یعنی لونڈی، غلام) آپ ﷺ نے یہ الفاظ کئی بار دہرائے۔ پھر موت کی حالت شروع ہو گئی اور حضرت عائشہ ؓ نے آپ ﷺ کی اپنے اوپر ٹیک لگوا دی۔ ان کا بیان ہے کہ اللہ کی ایک رحمت مجھ پر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے دن میرے سے ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی اور آپ ﷺ کی موت کے وقت اللہ نے میرا لعاب اور آپ ﷺ کا لعاب اکٹھا کر دیا۔ ہوا یہ کہ عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق ؓ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا ''آپ ﷺ کے لیے لے لوں؟'' آپ ﷺ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی تو آپ ﷺ کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا ''اسے آپ ﷺ کے لیے نرم کر دوں؟'' آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے کہا ہاں۔ میں نے مسواک نرم کر دی اور آپ ﷺ نے نہایت اچھی طرح مسواک کی۔ آپ ﷺ کے سامنے کٹورے میں پانی تھا۔ آپ ﷺ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ ''لا الہ الا اللہ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت کے لیے سختیاں ہیں۔ مسواک سے فارغ ہوتے ہی آپ ﷺ نے ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ نے کان لگایا تو آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ ان انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ہمراہ جنھیں تو نے انعام سے نوازا۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔ اے اللہ! رفیق اعلیٰ۔

آخری فقرہ تین بار دہرایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ واقعہ 12 ربیع الاول 11ھ سوموار کے دن کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔ اس وقت نبی ﷺ کی عمر تریسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی۔

(بحوالہ: الرحیق المختوم از قلم صفی الرحمٰن مبارکپوری)

[تنزیلہ نادر، کلثوم طاہرہ، خدیجۃ الکبریٰ، اخت اکرام اللہ وڑائچ۔]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کیسے مناتے تھے

عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس

عزیز دوستو! عید کا دن کتنا ہی اچھا ہوتا ہے، ہر طرف رنگ ہی رنگ اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی ہیں۔ نئے کپڑے اور بڑوں کی طرف سے ملنے والی عیدی تو اس خوشی کو دوبالا کر دیتی ہے۔ خوشی اور موت کے دن ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ ساتھیو! عید ''عود'' سے ہے جس کے معنی لوٹنے اور بار بار آنے کے ہیں۔ مسلمان ہر سال خوشی کے دو تہوار (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی صورت میں مناتے ہیں، ہر قوم اور مذہب کی ایک نہ ایک عید ہوتی ہے۔ جس کا پس منظر ضرور ہوتا ہے لیکن اسلام کے تہوار بھی با مقصد ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تہواروں میں ایسا نمونہ پیش کیا کہ یہ دن تواضع و انکساری اور ہمدردی و غم خواری کا نشان بن گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگوں کو کھیل کود میں دیکھا تو پوچھا یہ کیا دن ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہم قدیم زمانے سے ان دنوں میں خوشیاں مناتے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لیے ان دنوں سے بہتر دو دن مقرر فرما دیئے ہیں، تم ان میں خوشی منایا کرو۔ (ابوداؤد)

چاندرات کی حقیقت

ضروری ہے کہ ہم جب بھی چاند دیکھیں تو بجائے اس کے کہ اس رات پٹاخوں اور گولوں کی گھن گرج سے زمین کو تھرا ڈالیں، محلے والوں اور ہمسائیوں کی پریشانی کا سبب بنیں اس کی بجائے نبی ﷺ طریقے کے مطابق دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنے ایمان اور سلامتی کی دعا مانگیں، اس چیز کی اہمیت ہمارے لیے اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ عید کے چاند کا اعلان ہوتے ہی سب عبادت وغیرہ بھول جاتے ہیں۔ ساری رات گھروں اور بازاروں میں اونچی آواز گانے گونجتے ہیں، پورے رمضان کی تربیت کا اثر ایک رات میں ہی ختم ہو جاتا ہے اور اسی رات نماز عشاء کے وقت مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں، سینے اور بازار آباد ہو جاتے ہیں، پیارے ساتھیو! یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ اسلام میں چاندرات کا کوئی تصور ہی نہیں، اگر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ شیطان کی چال ہے، کیونکہ شوال کا چاند نظر آتے ہی شیطان آزاد ہو جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ چاندرات کے بہانے پورے رمضان کا اجر ضائع کر دے اور صبح جب عید کے میدان میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے روزوں کا اجر لینے جائیں تو ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ (غریبوں کی غم خواری اور صدقۃ الفطر)

ساتھیو! فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں چونکہ روزے کی حالت میں کوئی نہ کوئی لغو بات ہو ہی جاتی ہے تو ان گناہوں کے کفارے اور رمضان مکمل ہونے پر شکرانے کے طور پر صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے، زکوٰۃ کی طرح یہ بھی فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نماز عید سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرتے تھے تاکہ غریب لوگ بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خوشی میں شریک ہو سکیں۔ (بخاری و مسلم)

عید کی تیاری:

آپ ﷺ عید کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تلقین کرتے تھے کہ غسل کیا کرو اور استطاعت کے مطابق اچھا لباس پہنو۔ (طبرانی) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے قبل ضرور کچھ کھا لیا کرتے تھے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید سے پہلے کچھ نہیں کھایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

عید گاہ کی طرف پیدل جانا:

عید گاہ کی طرف آپ ﷺ پیدل تشریف لے جاتے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف پیدل جانا سنت ہے۔ (ترمذی) نبی اکرم ﷺ عید کے روز عید گاہ میں آنے جانے کا راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری) نماز عید کا اہتمام بستی سے باہر کھلے میدان میں کرتے البتہ بارش یا آندھی کی صورت میں مسجد ہی میں ادا کر لیتے۔ (ابوداؤد) رسول عیدین کی نمازیں اذان اور اقامت کے بغیر ادا کرتے تھے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

92 4 جمادی الاول 1432ھ 8 اپریل 2011ء

نبی ﷺ کے جانثار

دولتِ ایمان سے محروم

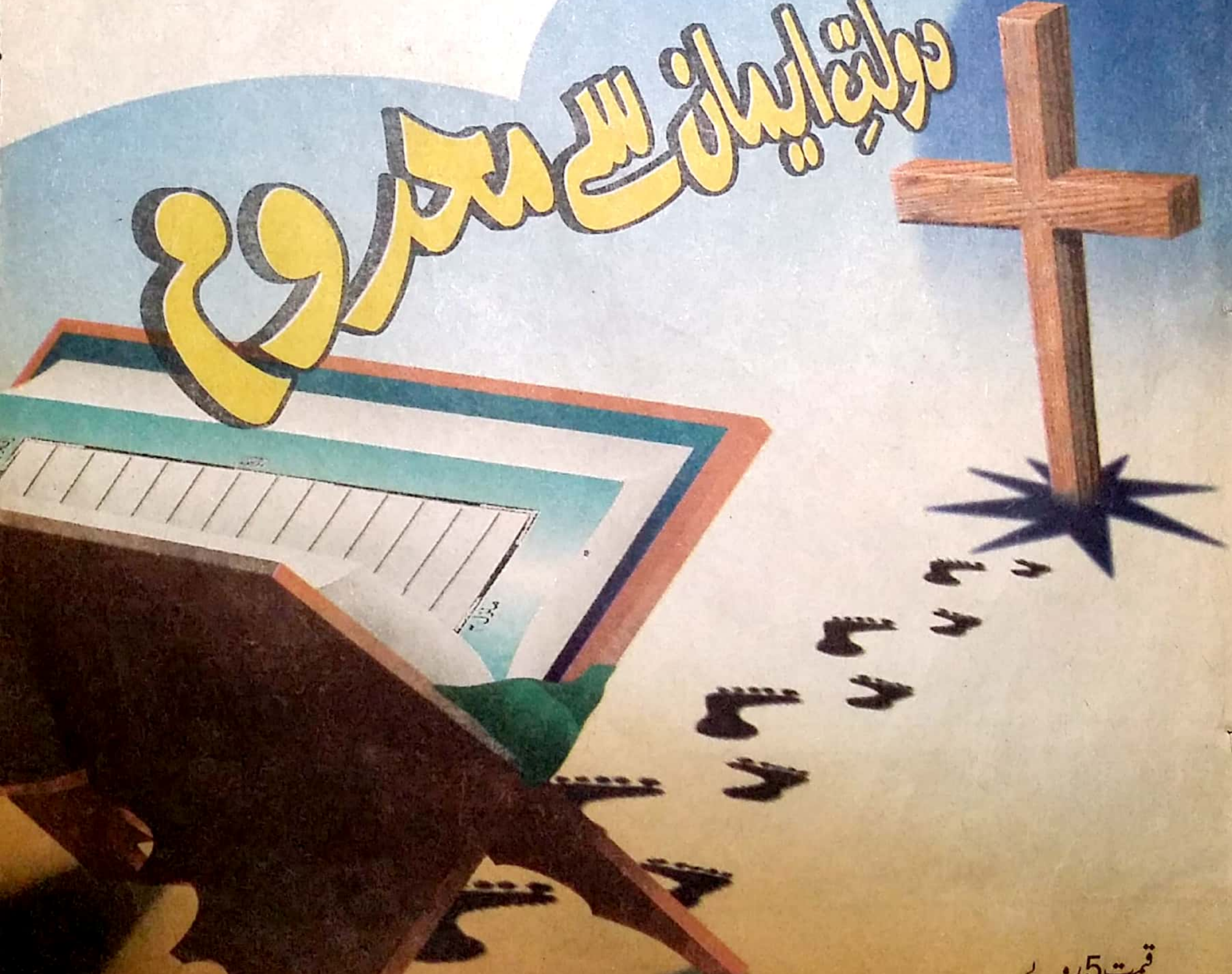

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہٗ

اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اور تم ان باتوں کو جانتے ہو اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور (تمہاری) اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا اجر ہے۔

(الانفال: 28 تا 26)

محمد اعظم، چک H-R/294 مروٹ، فورٹ عباس

حدیثِ نبوی ﷺ

دو آنکھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' دو آنکھیں ہیں، جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی' ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روپڑی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔ (جامع ترمذی)

(سید علی عبد الرحمٰن' سید عثمان عبد اللہ۔ ڈپٹی والا بھوآنہ)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! آپ نے امتحان دے لیے۔ کچھ بچوں کے نتیجے نکل آئے اور کچھ کے چند دنوں تک نکل آئیں گے۔ جن بچوں نے محنت کی' اساتذہ کی عزت کی اور ان سے دل لگا کر تعلیم حاصل کی۔ گھر میں بھی تیاری کرتے رہے' وہ امتحانات کے نتائج دیکھ کر خوش ہیں اور خوش ہوں گے۔ بعض وہ ہیں جو اپنی کلاس میں اول آئے ،بعض وہ ہیں جو اپنے ادارے میں پوزیشن لیں گے۔ بعض وہ ذہین ترین طلباء بھی ہوں گے جو بورڈ میں پوزیشن حاصل کریں گے۔

پیارے بچو! اچھے نمبروں میں پاس ہونے والے اور پوزیشن لینے والے خوش ہوں گے۔ سب کو اپنے نمبر بتاتے ہوں گے۔ ان کے امی اور ابو مٹھائیاں بانٹتے ہوں گے۔ دعوتیں کرتے ہوں گے۔ ماں باپ بڑے فخر سے بتاتے ہوں گے کہ میرے بیٹے نے' میری بیٹی نے اتنے اچھے نمبر لیے۔

پیارے بچو! اچھی پوزیشن لے کر آپ آگے چل کر زندگی کی پوزیشن اچھی بنالیں گے۔ افسر بن جائیں گے۔ اچھے تاجر بن جائیں گے۔ پیسے زیادہ ملیں گے۔ جیب بھری ہوگی تو زندگی خوشحالی سے گزر جائے گی۔ مگر یہ زندگی زیادہ سے زیادہ سو سال چل جائے گی۔ عام طور پر تو حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کے امتیوں کی عمریں 60 سے 70 سال کے درمیان ہیں۔

یوں 25،30 سال تو پڑھتے ہوئے گزر گئے یعنی آدھی زندگی تو یوں گزر گئی...... باقی آدھی زندگی 30،35 سال بھی پل جھپکنے میں گزر جائے گی۔ ویسے تو لمحہ بھر کی خبر نہیں...... جی ہاں! اچھی زندگی گزارنے کے لیے 30،35 سال اچھے بسر کرنے کے لیے خوب محنت کرنا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس زندگی کے لیے تو یقیناً زیادہ محنت کرنا ہوگی جس کا دورانیہ 'ہزار سال ......لاکھ سال...... نہیں نہیں.....کروڑ اور اربوں کھربوں سال بھی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے.....اس اچھی زندگی کو بسر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے۔ قیامت کے دن نتیجہ سنایا جائے گا جو شخص کامیاب ہوگیا وہ ہر ایک کو نتیجہ دکھاتے ہوئے خوش ہوگا اور کہے گا...... دیکھو! میری پوزیشن۔

پیارے بچو! آخرت میں اچھی پوزیشن لینے کے لیے پانچ وقت کی نماز ضرور پڑھو۔ قرآن مجید ناظرہ اور پھر ترجمہ سے پڑھو۔ ماں باپ' اساتذہ اور بڑوں کی عزت کرو۔ جی کر کے بولو۔ جھوٹ کے قریب نہ جاؤ۔ اچھی پوزیشن مل جائے گی۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سب کی پوزیشن دنیا میں اچھی اور آخرت میں بہت اچھی کردے۔ (آمین)

آپکا خیر خواہ

امیر بابا

چیف ایڈیٹر روضۃ الاطفال

سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین
رسول اللہ ﷺ کا آخری خطبہ

پیارے بچو، راج دلارے بچو! ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو رسول اکرم ﷺ نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو الوداعی خطبہ کہلاتا ہے، اور جس کو پڑھ کر قیامت تک مسلمانوں کے دل ایمان سے منور ہوتے رہیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! میری بات سنو۔ معلوم نہیں کہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے ہوں گے یا نہیں۔......

لوگو! تمھاری جانیں اور تمھارے مال اور عزتیں یقیناً ایک دوسرے کے لیے اس طرح احترام کے لائق ہیں۔ جیسا کہ تم آج کے دن اس شہر کا اور اس مہینے کا احترام کرتے ہو، تمھیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمھارے اعمال کی نسبت سوال فرمائے گا۔ لوگو! عورتوں پر تمھارے حقوق اور تم پر عورتوں کے حقوق ہیں عورت کے ساتھ محبت اور مہربانی سے پیش آؤ۔ کیونکہ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال کیا ہے۔

اپنی امانتوں میں دیانت دار رہو اور گناہ سے بچتے رہو، سود حرام ہے۔ آج کے بعد مقروض صرف اصل ادا کرے گا۔ اور سب سے پہلے میں خود اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

زمانے جاہلیت کے تمام جھگڑے مٹائے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون معاف کرتا ہوں۔

اپنے غلاموں کا خیال رکھو، انھیں وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو، اور اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے جو تم معاف نہ کر سکو تو ان کو جدا کر دو۔ کیونکہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور ظلم کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ لوگو! میری بات غور سے سنو، جان رکھو کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے لیے بھائی بھائی ہیں، جو چیز ایک بھائی کی ملکیت ہے دوسرا نہیں لے سکتا۔ جب تک وہ خود بخوشی اسے نہ دے۔ اپنے آپ کو بے انصافی سے بچائے رکھو۔

جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں۔ یہ الفاظ پہنچا دیں۔ ممکن ہے وہ لوگ جو موجود نہیں ان لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔ جنھوں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔

ہر شخص نے جواب دیا کہ ہاں پہنچا دیا ہے، تین بار رسول اکرم ﷺ نے یہی سوال کیا اور اثبات میں جواب سن کر آسمان کی طرف چہرہ مبارک کر کے فرمایا:

''اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا اور اپنے کام کو پورا کر دیا''

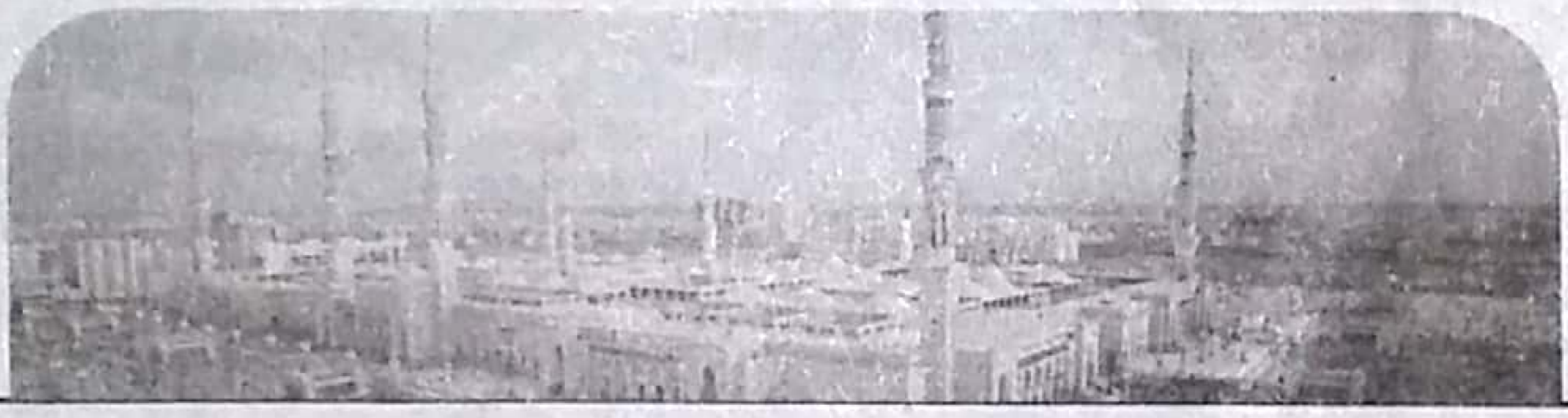

محمد حمزہ جاوید، محمد احسن جاوید

گستاخِ رسول کا قتل

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے عفو درگزر کرنے والے دن بھی چھ آدمیوں کا نام لے کر فرمایا: ''ان کو کعبے کے پردوں کے نیچے بھی پاؤ تب بھی قتل کر دو۔ ان چھ گستاخوں کے نام یہ ہیں: ان میں قابل ذکر ابن خطل ہے

ابن خطل پہلے مسلمان ہو گیا تھا رسول اکرم ﷺ نے اسے عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ ایک غلام اس کے ساتھ تھا راستے میں ایک مقام پر ابن خطل نے اپنے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہا غلام کسی وجہ سے سو گیا تو ابن خطل کھانا نہ تیار ہونے کی وجہ سے غلام سے ناراض ہو گیا۔ اس ناراضگی اور غصے کی وجہ سے ابن خطل نے اسے قتل کر دیا۔ پھر ڈر اور خوف کے مارے مرتد ہو گیا کہ اب مجھے قتل کیا جائے گا اور صدقات کے اونٹ بھی ساتھ لے گیا۔ ابن خطل رسول اکرم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا اور اپنی لونڈیوں کو بھی اشعار گانے کا حکم دیتا۔ ابن خطل کے تین جرم تھے:

① ناحق قتل۔ ② مرتد ہونا۔ ③ آپ کی ہجو میں اشعار کہنا۔

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا جب آپ ﷺ نے سر مبارک سے خود اتارا تو ایک آدمی آیا اس نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اسی جگہ قتل کر دو۔''

حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس گستاخِ رسول ﷺ کی گردن اڑا دی گئی۔

[بخاري، كتاب الجهاد، باب قتل الأسير و قتل الصبر، مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير احرام]

آپ ﷺ کے دشمن

سب سے بڑا اور شدید ترین دشمن ابو جہل، ابو لہب جس کے لیے آپ ﷺ نے بد دعا کی ان کے علاوہ امیہ بن خلف عبداللہ بن ابی، کعب بن اشرف ابو رافع، خالد بن سفیان، ولید بن مغیرہ، عبد اللہ بن خطل، اسود بن عبد یغوث، سراقہ، حارث بن عیطل، عاص بن وائل، مغیس بن صبابہ، ابو زمعہ اسود بن مطلب، عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل کو دو کم سن نو جوانوں معاذ اور معوذ نے غزوۂ بدر میں قتل کیا ابو جہل کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

ابولہب کے لیے حضور اکرم ﷺ نے بد دعا کی بد دعا قبول ہوئی اور ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر گیا، مرنے سے پہلے اس کے جسم سے بدبو آنے لگی، اسے گھر سے باہر پھینک دیا گیا۔

عاص بن وائل اس خبیث نے آپ ﷺ کو بہت تنگ کیا، آپ کا مذاق اڑاتا تھا اس کو آپ ﷺ نے بد دعا دی عاص کو سزا اس طرح ملی اس کے سر میں پھوڑا نکلا، جس طرح کا ایک کانٹے دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے اس کانٹے دار حجازی پودے کی طرح کا پھوڑا اسکے سر میں نکلا سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا۔

خالد بن سفیان کو سیدنا عبد اللہ بن انیس نے حضور اکرم ﷺ کے حکم سے قتل کیا۔

اسود بن یغوث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں زخم ہو گئے اور وہ مر گیا۔

تمام گستاخانِ رسول کے انجام بہت برے اور بھیانک ہیں۔

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

اپنے پاس نہ تو لفظوں کی فراوانی ہے اور نہ خیالات کی رعنائی و چاشنی کہ تنقید یا بحث کر سکوں لیکن پھر بھی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قلم سنبھالا کہ

یاد نہیں کہ روضۃ الاطفال سے تعلق کب کیسے اور کیوں ہوا۔

بس اتنا یاد ہے کہ پیارے سے میگزین سے بہت پرانا تعلق ہے، ایک دن جب لوڈشیڈنگ زدہ تاریک سے کمرے میں ذہن میں خیال کوندا تھا کہ خط لکھا جائے تو سب نے ٹوک دیا تھا کہ تمھاری گل افشانیاں شائع ہونے کے قابل نہ ہوں گی (دراصل ہم جو کچھ بولتے ہیں وہی لکھ دیتے ہیں اور اسی کاوش میں اپنا وقار اور درجے کا احساس ہی کھو بیٹھتے ہیں) مگر ہم ضد کے پکے تھے لہٰذا خط لکھ ہی ڈالا تھا اور سب کے خیالات کو تقویت دیتے ہوئے خوبیوں کو مد نظر رکھا تھا۔

صبر آزما وقفے کے بعد جو روضۃ آیا تو لبوں پر دعاؤں کی گردان اور ہاتھوں میں صفحوں کی۔ دل کی دھڑکن خطرناک حد کو چھونے لگی تھی، تمام تر بے عزتی کا خطرہ ننگی تلوار کی طرح سر پر لٹکا تھا۔ ارے میں کہتی ہوں بھاڑ میں گئی ایسی رائٹر...... ! چھوٹی آپی کو اللہ نے ''بڑی'' کے منصب پر فائز ہی اس لیے کیا تھا شاید جو میری آپی پوری دیانت داری سے انجام دے رہی تھی اور ہم...... سرے سے ہی اس مشرف سے محروم...... آہ! تبصروں کے دوران نم آنکھوں سے روضۃ الاطفال کی پٹاری سے اپنے نام کا ناگ تلاش کرتے رہے تھے جس کا زہر تک جواب لاجواب کے تریاق کے سبب حلق میں اتر رہا تھا۔ اس قابل تو تھے نہیں کہ بھاگ کر ''آم رس'' ہی لے آتے لہٰذا بغلیں جھانکنے کی کامیاب مشق کی تھی۔ ہمدم و غم کے رفیق میرے نمکین موٹے موٹے آنسو دھڑا دھڑ لڑھک رہے تھے۔ حوصلہ شکنی کے اس تجربے کے بعد...... واہ بھوئی! خوابوں میں خط کی اشاعت پر مٹھائی بانٹ رہے تھے۔ لیکن پھر ہمارے خواب کی تعبیر بھی سولہ دن بعد ہی مل گئی تھی۔ فون پر مبارک باد ملی تھی۔ روضۃ کو نگاہیں ترس رہی تھیں اور اس کی آمد پر خشمگیں نگاہیں بلائیں لیتی نہ تھکتی تھیں۔ جی چاہ رہا تھا کہ روضۃ الاطفال کو ڈھیروں پیار کریں میرے پانچ صفحوں کے خط کو ایڈیٹر نے پانچ سطروں میں سمونے کی اعلیٰ کوشش فرمائی تھی۔ تبصرے جو کڑوے کسیلے ہونے کے باعث میرے ذہین و فطین دماغ میں ریکارڈ تھے سب کو باری باری بمع بیاج لوٹائے جانے لگے تھے۔ اسی فخر میں دوسرا خط بھی لکھ ڈالا تھا جس کے صبر میں بڑا میٹھا پھل ملا تھا نہ صرف شرف باریابی کا ''ہما'' ہمارے سر کو منتخب کر چکا تھا بلکہ سرورق انعام یافتہ کا لیبل بھی لگا تھا جنھوں نے کبھی رخ زیبا نہ دکھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ داد و تحسین کی بارش میں نہا نہا کر ہم خود کو دورِ حاضر کا غالب تصور کر بیٹھے تھے اور خود کو کسی ڈان سے کم نہ سمجھتے تھے۔ لیکن...... ! مستقبل کی نصابی کتب میں غالب کے خطوط کی طرح اپنے خطوط بھی چھپتے دیکھنے کی امید، حسرت و یاس بن کر آنکھوں میں ڈیرہ جما بیٹھی اور مدتوں نہ کوئی خط چھپا نہ تحریر ہر بار اس امید سے رسالہ کھولتے کہ شاید ہماری ناؤ کو بھی ساحل مراد مل گیا ہو...... !

آج کہتے ہیں حصہ افضال کا انداز بیاں گویا میرے خیالات کی ترجمانی ہیں اور ملتانی انکل کی تحریروں کا تو کوئی ہم سر نہیں اور فاروق بھائی تو لگتا ہے کہ شارٹ ٹرانسفارمر ہے ابھی تبھی سپارک ہوتا ہی رہتا ہے مگر اگر ہم نے مزید شکوہ لکھا تو مجبوراً اسے بھی جواب شکوہ لکھا پڑے گا جسے پڑھنے کے ہمارے پاس...... ٹائم ہی نہیں...... ٹبی بنڈالہ کے باسی اور میر طلال صاحب گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب...... عثمان اشرف...... تصانیف میں مصروف اور بینا کاشمیری ہم سب سے ناراض۔ دعا لاہور نے کبھی ہمیں منہ نہیں لگایا تو اخت دانیال صاحب کے مزاج ہی ناقابل برداشت اور مقصود احمد...... نرے بزدل اور ڈرپوک چھوڑو بھی...... ! مجھے تو رسالے پر تبصرہ کرنا ہے تو جناب خطوط کا کالم نز الرائیوں کا پلندہ، کہیں کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں تو کہیں تیز و تند تنقید کے نشتر...... البتہ بقیہ تحریوں کی تعریف نہ کرنا غالباً آٹے چینی اور بجلی کے بعد چوتھا بحران ہوگا۔ اور ایڈیٹر کی تعریف...... کبھی نہ کریں گے کیونکہ مجال ہے کوئی ایک تک کے بیٹھے ہر کوئی تعریف کے پیچھے لے کر غائب اور ہم نے سرے سے خوشامدیں کرنے بیٹھ جاتے ہیں...... اب اسی غصے میں کہیں تحریر ردی کے ٹوکرے میں گولا بنا کر نہ پھینک دینا کیونکہ آپ کی ٹوکری کا ہاضمہ حکمرانوں سے بھی زیادہ قوی ہے

ایمن سحر...... پتوکی

ہماری پریشانیوں کا حل

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اپنے اندر ایسی امتیازی شان لیے ہوئے ہے جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی کسی بھی تاریخی شخصیت کے حالات اور اس کے اقوال اس اہتمام اور تفصیل کے ساتھ محفوظ نہیں کیے گئے جیسے حضور ﷺ کے کیے گئے ہیں آپ ﷺ کی شب و روز کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے اور آپ ﷺ کی تمام زندگی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ دنیا میں ہر انسان کو اپنے مختلف تعلقات و روابط اور فرائض کو ادا کرنے کے لیے مثالوں اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے اس نقطہ نگاہ سے بھی دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ سوائے خاتم الانبیا کے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پورا نہیں اترتی۔ انسانی زندگی کے بہتر اور مکمل ہونے کی دلیل اس کے اقوال، خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریہ نہیں بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں اس معیار پر بھی سیرت محمد ﷺ کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اتر سکتی آپ ﷺ کے اقوال و افعال نے اس انقلاب کو عملی جامعہ پہنایا جو نزول قرآن کا مقصد تھا۔ قرآن پاک میں ایک سو پینتیس آیات ایسی ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے دیکھنا یہ ہے کہ مختلف لوگ دنیا میں مختلف پیشے اپنائے ہوئے ہیں کیا ان سب کو اپنے اپنے پیشے کے لیے آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے راہنمائی مل سکتی ہے جواب جی ہاں، ضروری چند مثالیں ملاحظہ کریں۔ جسے تجارت کرنا ہے وہ شام کے تاجر کو دیکھے جس کی صداقت وامانت کی دھوم مچ گئی تھی۔ کوئی سپہ سالار ہو تو وہ بدر و حنین کے قائد کو سامنے رکھے، جسے منصف بننا ہو تو وہ مدینہ کے

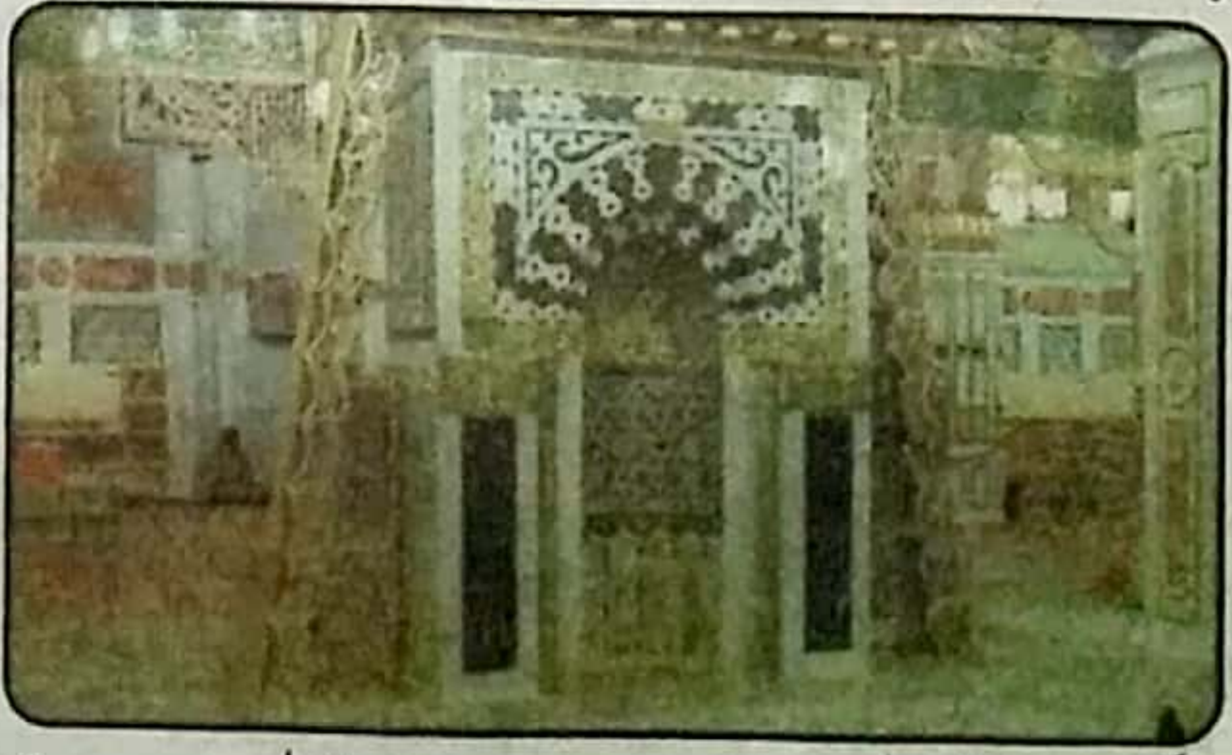

جج اور کعبہ کے منصف سے سبق لے، جسے تعلیم و تعلم میں ہدایات لینی ہوں وہ صفہ کے چانسلر سے رجوع کرے۔ باپ ہو وہ فاطمہ ؓ کے باپ جیسا۔ لہٰذا ہر مسلم پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ہر گوشے کا مطالعہ کرے کیونکہ آج دنیا جس پریشانی اور فکر اور کش مکش میں مبتلا ہے اس کا علاج صرف تعلیمات نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

ناہید مقصود...... گوجرانوالہ

حرمت رسول کے محافظ
عامر عبدالرحمٰن شہید رحمہ اللہ

عامر عبدالرحمٰن 4 دسمبر 1977ء کو علاقہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں ساروکی کے پروفیسر محمد نذیر کے گھر پیدا ہوئے عامر نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول راولپنڈی سے حاصل کی۔ 1993 میں میٹرک کا امتحان راولپنڈی سے پاس کیا اس کے بعد ایف جی سرسید کالج راولپنڈی سے ایف ایس سی کی۔ اور 1996ء میں نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل اباد میں داخلہ لیا، جہاں سے 2000ء میں انجینئرنگ کی ڈگری لی اس کے بعد 28 نومبر 2004ء کو جرمنی چلے گئے۔ عامر نے جولائی 2006ء میں تعلیم مکمل کر کے وطن واپس لوٹنا تھا جرمنی میں زیر تعلیم تھے کہ یورپی دنیا کی طرف سے وہ ناپاک جسارت سامنے آئی جسے دنیا کے ہر شریف طبع شخص نے نفرت کی نظر سے دیکھا ڈنمارک کے ایک اخبار کی طرف سے شائع ہونے والے نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس پر مشتمل خاکے پوری دنیا میں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے انھیں اشتعال دلانے کا باعث بنے۔ انھیں میں سے ایک سچا مسلمان عامر عبدالرحمٰن تھا وہ محبت رسول کے معاملے میں انتہائی سخت اور غیر لچک دار تھا۔

عامر کے والد پروفیسر نذیر چیمہ فرماتے ہیں کہ یورپ میں توہین آمیز خاکوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ہم نے کبھی اپنے بیٹے سے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ کہیں وہ جذباتی ہو کر کوئی بڑا قدم نہ اٹھالے لیکن محبت رسول ﷺ کی جو آگ عامر شہید کے سینے میں سلگ رہی تھی اس کا علم صرف اسی کو تھا اور پھر عامر عبدالرحمٰن چیمہ نے ایک بڑا اور اہم فیصلہ کیا، کہ:

شاتم رسول کی سزا
نہیں قبول موت کے سوا

جرمنی میں تعلیمی کورس کے چوتھے مرحلے کے دوران یونیورسٹی میں چند دن کی تعطیلات ہوئیں تو عامر چیمہ ان دنوں اپنے اس مبارک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے راہیں ہموار کرتے رہے اور پھر 2 مارچ 2006ء کو برلن کے شہر میں ایک واقعہ رونما ہوا۔ جرمنی سے شائع ہونے والے قدیم اخبار "ڈائیولٹ" (جس اخبار نے توہین آمیز خاکے شائع کیے تھے) کے ایڈیٹر کے کمرے میں ایک نوجوان داخل ہوا سیکورٹی اہلکار اس کی طرف لپکے لیکن وہ نوجوان رعب سے دھاڑا اور کہا کہ اگر انھوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ اپنے جسم کے ساتھ بندھا ہوا بارود اڑا ڈالے گا۔ یہ سنتے ہی سیکورٹی اہلکار گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے اور نوجوان نے اپنے کپڑوں میں چھپا ہوا شکاری خنجر نکالا اور ایڈیٹر کی گردن پر وار کیا اس سے پہلے کہ وہ اس کا کام تمام کرتا عملے نے اس نوجوان کو قابو کر لیا لیکن اتنی دیر میں خنجر اپنا کام کر چکا تھا اور ایڈیٹر کی گردن پر گہرا زخم آچکا تھا۔ یہ نوجوان امت مسلمہ کا قابل فخر اور مایہ ناز فرزند عامر عبدالرحمٰن چیمہ تھا۔ یہ نوجوان ان ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں سے وہ ایک مرد جری نکلا جس نے اپنے محبوب اور کائنات کی سب سے معزز ہستی نبی کریم ﷺ کی حرمت پر حملہ آور ہونے والوں کو ختم کر ڈالنے کا عزم کیا یہ سوچے بغیر کہ خود اس کا انجام کیا ہوگا۔ جرمن پولیس نے عامر چیمہ کو گرفتار کیا اور تین دن بعد جب اس مرد جری کو عدالت میں پیش کیا گیا تو عدالت کے روبرو عامر چیمہ کا تحریری بیان بھی پیش کیا گیا اس نے کہا تھا:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اخبار ڈائیولٹ کے ایڈیٹر ہنیرک بروڈر" پر قاتلانہ حملہ کیا یہ شخص ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اور اگر مجھے آئندہ موقع ملا تو میں ایسے ہر شخص کو قتل کردوں گا۔"

یہ سب گوروں کے لیے ناقابل برداشت تھا لہٰذا عامر چیمہ جیسے بے خوف مسلم نوجوان کو قانون و عدالت سے ماوراء رہتے ہوئے جرمن پولیس نے اپنی حراست میں سخت اذیت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

جس ایڈیٹر پر عامر چیمہ نے حملہ کیا تھا وہ بھی بعد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جہنم واصل ہو چکا تھا اور عامر شہید اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا تھا۔

عامر چیمہ شہید کی والدہ نے کہا کہ:

میں خوش ہوں کہ میرے بیٹے نے محبت رسول میں قربانی دی، میرا پیارا بیٹا نبی کریم ﷺ کی محبت پر قربان ہو گیا، لیکن میں مسلمانوں سے کہتی ہوں کہ وہ ان کافروں کا مقابلہ کریں اور مسلمان ان کافروں کا بائیکاٹ کریں، نہ وہاں سے کوئی چیز منگوائیں نہ یہاں سے کوئی چیز ان کے لیے جائے، اللہ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے، میں خوش ہوں کہ میرا اکلوتا بیٹا اسلام پہ جان وار گیا، میرے بیٹے نے میرا دودھ حلال کر دیا۔

عامر کی بہنوں کا کہنا تھا کہ

ہمارا پیارا اکلوتا بھائی اسلام کے لیے قربان ہو گیا عامر بھائی شروع ہی سے مذہبی ذہن رکھتے تھے، غازی علم دین ان کی پسندیدہ شخصیت تھی، ہماری خواہش ہے کہ ہمارا بھائی جو اسلام کی آبیاری کے لیے اپنا خون بہا چکا ہے عالم اسلام اس کی قربانی سے جاگ اٹھے کیونکہ اس طرح کے نوجوانوں کی اشد ضرورت ہے، عالم اسلام کو......!

ایمان مقصود......کمیر ٹاؤن، ساہیوال

جاسوسی کہانی

قاتل جاسوس

17 ستمبر 1938ء کی شام کو پولیس سپرنٹنڈنٹ جوزف کو یہ اطلاع ملی کہ آج رات بارہ بجے کی فلائٹ سے نیو یارک ایئرپورٹ پر گوائب نامی ایک ایسا جرمن جاسوس اترنے والا ہے جس کے پاس نازیوں کی کچھ ایسی خفیہ دستاویزات ہیں، جن کا تعلق جرمنوں کے ایٹمی اڈے سے ہے۔ اگر گوائب متعلقہ ثبوت کے ساتھ گرفت میں آ جائے تو اس کا وجود اتحادیوں کے لیے مدد معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی پولیس سپرنٹنڈنٹ جوزف کو فوراً کرنل ڈی لا کے ہاں پہنچنے کی تلقین کی گئی تھی۔

کرنل اور اس کے سات معاونین کے ساتھ جب پولیس سپرینٹنڈنٹ جوزف نیویارک ایئرپورٹ پر پہنچا تو قریباً گیارہ بج رہے تھے۔ ان لوگوں نے کسٹم برانچ کے اراکین سے چند لمحے گفتگو کی، کچھ ضروری باتوں کا تبادلۂ خیال ہوا اور پھر ان کا بیچ پان ام کلب میں آ بیٹھا۔ جہاں سے پونے بارہ بجے کے قریب وہ پھر کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں آ گئے ان کی آمد کے چند لمحے بعد جب امریکن ایئرویز کا طیارہ نیویارک ایئرپورٹ پر لینڈ ہوا تو کرنل ڈی لا کسٹم آفیسر سے کچھ ایسے محو گفتگو تھا جیسے اس کے اعلیٰ شخصیاتی تمغوں میں اضافہ ہونے والا ہے، سات منٹ بعد ایک بائیس سالہ نوجوان انٹرنیشنل ونگ کی مختصر سی راہداری سے ہوتا ہوا۔ کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں وارد ہوا۔ نوجوان نے اپنا بریف کیس کسٹم آفیسر کے سامنے رکھا ہی تھا کہ جوزف اور کرنل نے بیک وقت اپنے سگریٹ کیس نکالے ان میں رکھی گئی گوائب کی تصویریں دیکھیں اور اس نوجوان کی طرف بڑھنے لگے جس کی انھیں عرصہ تین سال سے تلاش تھی۔

بریف کیس میں دو ناول تین سوٹ اور سات عدد نجی خطوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، گوائب نے کرنل ڈی کو پہچانتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا:

''میرے خیال میں آپ کو نیویارک میں میری آمد کچھ ناگوار گزرتی ہے؟''

''جی نہیں...... ! ہر شخص کا قانونا جائزہ لینا میرا فرض ہے۔''

مسٹر گوائب!

''یقیناً یہ آپ کا فرض ہوگا۔ مگر اس جائزہ کی کچھ انتہا بھی ہونی چاہیے۔ آج زندگی میں ساتویں بار آپ میرا شخصی تجزیہ کر رہے ہیں...... اور میں حیران ہوں کہ ساتویں بار بھی آپ کے بریف کیس سے وہی کچھ نکلا جو پہلی بار میں دیکھ چکا تھا..... کرنل نے گوائب کی بات کاٹتے ہوئے اپنا جملہ مکمل کیا۔

گوائب اسے چند لمحے دیکھتا رہا، اب اس کے نجی خطوط کرنل کے ہاتھ منتقل ہو کر پولیس انسپکٹر جوزف کے ہاتھ میں چلے گئے تھے، اس سے پہلے کہ گوائب کرنل کو سابقہ ملاقاتوں کی طرح معذرت طلب نگاہوں سے دیکھتا ہوا کسٹم ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل جاتا، جب گوائب نے اسی مقصد کے لیے جوزف سے اپنے نجی خطوط واپس لینے کی کوشش کی تو جوزف نے کرنل کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا:

''مجھے یقین ہے سر، کہ یہ ''نقطہ'' آپ پہلے بھی مسٹر گوائب کے نجی خطوں پر دیکھ چکے ہوں۔''

کرنل نے خط کے اسے حصے پر نظر ڈالی جہاں گوائب کے دستخطوں کے ساتھ ایک معمولی سا نقطہ کسی بہت بڑے راز کی چغلی کھا رہا تھا، کرنل نے جوزف کے شانے پر دھیرے سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ہاں یہ نقطہ میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں مگر میرے خیال میں اس کا تعلق گوائب کے دستخطوں کی تصدیق سے ہے!

گوائب جو کچھ پریشان سا ہو گیا تھا، ایک دم کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کرنل کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا:

جی ہاں یہ نقطہ میرے دستخطوں کی تصدیق ہے، درحقیقت میرے دستخط اتنے آسان ہیں کہ کوئی بھی شخص میری چیک بکیں چرا کر آسانی سے یہ دستخط کر سکتا ہے مگر یہ نقطہ میں خاص طور پر بینک کے نوٹس میں لایا کرتا ہوں تاکہ میرے ساتھ کوئی فراڈ نہ کر سکے۔

نیویارک میں بھی آپ کا اکاؤنٹ ہوگا، جوزف نے پوچھا:

''یقیناً...... اتنا کہہ کر گوائب کچھ پریشان سا ہو گیا۔

کس بینک میں......؟''

معاف کرنا آپ لوگوں کے سوالات میں کچھ ذہنی پریشانی محسوس کر رہا ہوں، بہتر ہے آپ میرے نجی معاملات میں دخل نہ دیں۔

مسٹر گوائب اس جملے کیساتھ ہی جوزف بولا:

تم نوجوان ہو اور ہم تم سے کسی غلطی کی توقع نہیں رکھ سکتے مگر افسوس کہ ہم اپنے فرائض کے پیش نظر چند گھنٹوں کے لیے تمھیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں امید ہے تم محسوس نہیں کرو گے!

جوزف کی یہ انہونی بات سن کر گوائب نے چند لمحوں کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھا پھر انھیں مسلتے ہوئے بولا:

''کیا میں توقع رکھ سکتا ہوں کہ آپ تین گھنٹے بعد مجھے فارغ کر دیں گے۔''

یقیناً مسٹر گوائب، آپ ہم پر اعتماد رکھیں دوسرے لمحے پولیس کی سپیشل جیپ جان روڈ کا سینہ چیرتی ہوئی کرائمنر برانچ کی طرف بڑھتی جا رہی تھی، اگلی سیٹ پر کیپٹن ہنری اور ڈرائیور بیٹھا تھا۔ عقبی سیٹ پر دائیں طرف کرنل ڈی لا اور بائیں طرف جوزف اور ان کے درمیان گوائب بیٹھا مسلسل سگریٹ کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا اور اس کے انداز سے اس کا ذہنی اضطراب بے نقاب ہو رہا تھا۔

جوزف ہاتھوں میں گوائب کے نجی خطوط تھامے اس ایک نقطہ کو گھور رہا تھا جس میں جرمن قوم کے سینکڑوں راز دفن تھے۔ کرائمنر برانچ ہیڈ کوارٹر میں پہنچتے ہی کرنل گوائب کو لیے ایک علیحدہ کمرے کی طرف چل دیا۔ گوائب کو ''کونی'' پلائی گئی۔ مگر اس کی حرکات و سکنات اس کے قابو سے باہر ہو چکی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنا ذہنی اضطراب چھپانے میں ناکام ثابت ہوا تھا۔

جوزف جو دوسرے کمرے میں پولیس انسپکٹروں سے ضروری گفت و شنید کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی مضطربانہ تاثرات تھے کیونکہ کیمیکل ایگزامنر لوئس کو فون کرنے کے بعد اسے شدت سے لوئس کا انتظار تھا پون گھنٹہ بعد ہیڈ کوارٹر کے گیٹ سے سرخ رنگ کی گاڑی نمودار ہوئی جسے جوزف نے اپنے

کمرے کی شیشے کی دیوار سے دیکھا اور فوراً اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔

جوزف اور لوئس آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے پرائیویٹ روم میں آ بیٹھے۔

جوزف نے اپنے کوٹ کی جیب سے چند خطوط نکالے اور انھیں ٹیبل پر پھیلاتے ہوئے بولا:

''مسٹر لوئس، خط لکھنے والے کے نام کے ساتھ جو نقطہ آپ دیکھ رہے ہیں میرے خیال میں یہ نقطہ اپنے مقام پر ایک کتاب ہے، ایک ایسی کتاب جس میں جرمن قوم کے ایٹمی اڈے کی رپورٹ درج ہے۔ اگر آپ کیمیکل کے ذریعے اس نقطے کا تجزیہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اتحادیوں کی کامیابیوں میں کچھ اور اضافہ ہو سکتا ہے۔

لوئس نے ایک خط اٹھایا، چند لمحے نقطے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر اس کو اپنے ناک کے اتنے قریب لے آیا کہ اس کے چہرے پر خوشی کی لکیریں پھیل گئیں۔

تم ٹھیک کہتے ہو جوزف، یہ نقطہ ایک سمٹی ہوئی سلولائیڈ ہے اور میں سوچ رہا ہوں اگر دنیا کا اس دور میں جاسوسیت کا معیار اتنا ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ ایک نقطے میں ایک فلم کو سما دیتی ہے تو جانے پچاس سال بعد جاسوسیت کا کیا عالم ہوگا۔

کیا واقعی یہ ایک فلم ہے مسٹر لوئس......؟ لوئس نے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر نقطے کے وجود پر رکھ دیا اور یوں جوزف کو اپنے سوال کا جواب نہ مل سکا اور اس نے دوبارہ لوئس کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا:

''اگر یہ نقطہ پھیل کر ایک فلم بن سکتا ہے اور اسی طرح گوائب پر ہماری گرفت مضبوط ہو سکتی ہے تو پھر دیر کیسی چلیے لیبارٹری چلتے ہیں۔''

مسٹر جوزف کسی آدمی کو گرفتار کرنا آسان ہے، مگر اس نقطے پر عبور حاصل کرنا نہایت مشکل، تم ذرا صبر سے کام لو، مجھے سب سے پہلے یہ جاننا ہے کہ اس نقطے کو پانی میں پھیلایا جا سکتا ہے یا شیشے پر اسے وسعت دی جا سکتی ہے اور اس کام کے لیے کم از کم دو دن چاہئیں۔ بہتر ہے کہ مجھے دو دن کی مہلت دی جائے تاکہ یہ اہم مسئلہ، ریت کی دیوار ثابت نہ ہو، لیکن مسٹر لوئس یہ تو سوچو کہ بغیر ثبوت کے ہم گوائب کو اپنی حراست میں کیسے رکھ سکتے ہیں؟

اسے تم رہا کر دو اور اپنے معاونین سے کہو کہ وہ ہر گام پر اس کا تعاقب کریں اور اسے قطعاً نیویارک سے باہر نہ جانے دیں۔

جوزف نے فون کا ریسیور اٹھایا، کرنل سے تھوڑی دیر گفتگو کی اور پھر چند لمحے بعد سرکاری گاڑی گوائب کو اس کے متعلقہ ہوٹل میں چھوڑنے کے لیے ہیڈ کوارٹر کے مین گیٹ سے باہر نکل رہی تھی، دوسری صبح کرنل ڈی لا کی موجودگی میں پولیس انسپکٹروں کا ایک خصوصی اجلاس طلب کیا گیا جس میں پولیس سپرنٹنڈنٹ جوزف کی ذہانت کو سراہتے ہوئے کرنل کو اس بات کا مکمل یقین دلایا گیا کہ گوائب آزاد ہوتے ہوئے بھی ہوٹل مورٹیمیا میں پولیس کی مکمل حراست میں ہے اور کیپٹن روڈ ویلز بیرے کی حیثیت سے گوائب کی نگرانی کر رہا ہے۔ ان تمام افراد کو کیمیکل ایگزامنیر لوئس کی رپورٹ کا انتظار تھا، نقطہ کا مشکوک سمجھا جانا ہی گوائب کی گرفتاری ثابت ہو سکتا تھا مگر حکام اعلیٰ اس بات سے بھی باخبر تھے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران کچھ لوگ اپنی ذات کی حد تک تجربے کرنے لگے ہیں، اگر نقطہ کا حل بھی گوائب کا کوئی نجی تجربہ ثابت ہوا تو پولیس سپرنٹنڈنٹ جوزف کی یہ سب سے بڑی توہین ثابت ہوگی یہی وجہ تھی کہ نقطہ کے حل سے پہلے گوائب کو ایک عرصے سے نازیوں کا آلۂ کار کی حیثیت سے وہ جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا، یہ بات اس وقت منظر عام پر آئی، جب لوئس نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ ''ہمیں اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ پولیس سپرنٹنڈنٹ جوزف نے نقطے کو راز سمجھتے ہوئے اپنے علم و حکمت کی وسعت کا ثبوت دیا ہے، میں نے جب اس نقطے کو سائنسی آلات کے ذریعے پھیلا کر اس کا جائزہ لیا تو یہ ایک نقطہ ساڑھے چار سوفٹ لمبی وہ فلم ثابت ہوا جس پر جرمن قوم کے پیغامات درج ہیں۔ یہ پیغام اہم ہیں یا غیر ضروری اس بات کا علم تمام نجی خطوط کے کسی بھی نقطے سے ظاہر نہیں ہوں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جرمن جاسوس گوائب نے اپنے انگوٹھے پر ایک ایسا کیمیکل سا لگا رکھا تھا جو ان نقطوں پر انگوٹھا رکھنے سے اس درجہ اثر انداز ہوا کہ تمام نقطوں سے حروف مسخ ہو کر ہوا میں تحلیل ہو گئے، در حقیقت گوائب کو ایئر پورٹ پر محبوس کرتے ہوئے جوزف اور کرنل ڈی لا کی ذرا سی بد احتیاطی نے بنے ہوئے منصوبے کو ختم کر دیا ہے اگر ملزم گوائب کے خطوط اس کے اپنے ہاتھوں سے نہ لیے جاتے اور نقطے کی نشاندہی کے وقت ملزم کو نقطوں پر اپنا انگوٹھا رکھنے کی مہلت نہ ملتی تو جوزف کی ذہانت آج ہماری کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی، اب چونکہ ملزم گوائب سی آئی اے کی نگرانی میں نیویارک میں رہائش پذیر ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم جلد از جلد ملزم کو حراست میں لے کر اس سے وہ راز حاصل کریں جو نقطوں کی دنیا میں دفن کیے گئے تھے۔ کیمیکل ایگزامنیر لوئس کے اس بیان کے ساتھ ہی جوزف اور ڈی لا کو اپنے تمام شیش محل مسمار ہوتے دکھائی دیے۔

جوزف فوراً پولیس پارٹی کو لیے ہوٹل موڑٹیمیا کی سمت روانہ ہو گیا۔ دن کے گیارہ بجے وہ لوگ ہوٹل میں داخل ہو کر تیسری منزل پر پہنچے۔ کمرہ نمبر ۱۱۲ جس میں گوائب رہائش پذیر تھا، اسے مقفل پا کر جوزف فوراً منیجر کے کمرے میں پہنچا اور سی آئی اے کے اس سٹاف کو فون کیا جو جوزف کی نگرانی پر معمور تھا۔ اسے یہ اطلاع ملی کہ کیپٹن ویلز جو بیرے کی حیثیت سے گوائب کی نگرانی کر رہا تھا وہ ہمیشہ ہمیں گوائب کے پروگراموں سے مطلع کر دیتا، مگر آج صبح سے اس نے یہ اطلاع نہیں دی کہ گوائب کہاں گیا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھ لینا زیادہ ضروری ہے کہ کوئی اہم بات معرض وجود میں آ چکی ہے۔

جوزف نے فوراً ہال پورٹر سے متعلقہ کمرے کی دوسری چابی طلب کی اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو سامنے بیڈ پر کیپٹن ویلز بے ہوش پڑا تھا۔ جب اسے ہوش میں لایا گیا تو اس نے بتایا کہ آج صبح مجھے گوائب نے اپنے ساتھ ناشتہ کرنے کی دعوت دی تھی، ناشتے کے دوران اس نے مجھ سے پندرہ منٹ تک نیویارک کی آب و ہوا پر تبادلۂ خیال کیا، اس کے بعد جو کچھ ہوا میں اس سے بے خبر ہوں جوزف کے حکم کے مطابق سی آئی اے سٹاف فوراً حرکت میں آ گیا اور پورے شہر میں مختلف ہوٹلوں پر چھاپے پڑنے لگے۔ ایئر پورٹ سے معلوم ہوا کہ گوائب نامی کوئی شخص سابقہ بارہ گھنٹوں کے دوران کسی فلائٹ سے کہیں نہیں گیا۔ دیگر ایئر پورٹ پر متعین سی آئی اے کے تین افراد نے بھی یہ اطلاع دی کہ گوائب ایئر پورٹ پر نہیں دیکھا گیا، نیویارک کے تمام قریبی شہروں میں متعین سی آئی اے کے حکام اور اخبارات کو اس امر سے مطلع کر دیا گیا، اس کیس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہوٹل کے کمرے میں گوائب کا پاسپورٹ بھی پایا گیا تھا، اس کی تصویر بھی اخبارات میں شائع کر دی گئی۔ اس سلسلے میں جو سب سے اہم اطلاع جوزف کو ہوٹل کے ملازمین اور کیپٹن ویلز سے ملی وہ اطلاع یہ تھی کہ کل رات سات افراد گوائب سے ملنے آئے تھے اور اس ملاقات کے دوران دو گھنٹے تک اس کا کمرہ اندر سے بند رہا۔

اس کیس کے سترہ روز بعد نیویارک کے ایک نواحی علاقے میں ایک مسخ شدہ لاش ملی، اس لاش کا چہرہ قطعاً پہچان میں آنے سے قاصر تھا اور جسم کے باقی اعضا بھی کم و بیش گل سڑ چکے تھے، جب لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس شخص کو قتل ہوئے اتنے دن ہوئے جتنے روز گوائب کو فرار پائے ہوئے، وقتی طور پر جوزف نے یہی سمجھ لیا کہ گوائب اپنے گروہ

باقی صفحہ نمبر 11

میرے دل کی آواز

حبیب اللہ...... کراچی

میں دل ہی دل میں خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ ہم کیسے مسلم نوجوان ہیں ہماری تعداد کروڑوں میں ہے مگر اللہ کے علاوہ غیروں کو سجدہ کیا جائے تو ہماری زندگی میں، قرآن کی بے حرمتی کی جائے، اسے گولیوں سے چھلنی کیا جائے، اسے لیٹرین میں بہایا جائے تو ہماری زندگی میں، نبی کریم ﷺ کی حرمت پہ آنچ آئے تو ہماری زندگی میں، مساجد پر بموں کی بارش برسا کر ان کو شہید کیا جائے تو ہماری زندگی میں، مساجد کے میناروں پر پابندی کی باتیں ہوں تو ہماری زندگی میں، نبی کی سیرت کو داغدار کیا جائے تو ہماری زندگی میں، نبی اکرم ﷺ کے چہرے کو ناپسند کیا جائے تو ہماری زندگی میں، اسلام کی علامت حجاب پر پابندی کی باتیں ہوں تو ہماری زندگی میں۔ اسلام جیسے پاکیزہ دین پر کیچڑ اچھالا جائے تو ہماری زندگی میں، یہ سب کچھ ہوتا رہے مگر میرے ماتھے پر بل تک نہ آئے، میرا ضمیر مجھے بالکل نہ جھنجھوڑے، میرے دل میں یہ احساس تک نہ پیدا ہو کہ میری یہ جوانی کس کام کی۔ دورِ رسالت کے نوجوان بھی کیا ایسے تھے؟

وہ معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما دو نوجوان 20 سال سے کم عمر جوانی کا دور ہے سنتے ہیں کہ ابو جہل ملعون ہمارے راج دلارے آقا ﷺ کو گالیاں نکالتا ہے۔ آپ کا استہزاء کرتا ہے۔ دین اسلام اور اس کے ماننے والوں کو تکالیف دیتا ہے۔ سبحان اللہ قربان جائیے ان نوجوانوں کی جوانی پر دل میں پختہ عزم کر لیتے ہیں کہ جب ہمیں موقع ملے گا۔ ہم اس گستاخ رسول ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کریں گے یا اپنی گردن تن سے جدا کروائیں گے۔ کچھ ہی عرصہ میں بدر کا میدان جنگ کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ان نوجوانوں کو پتا چلتا ہے کہ ہمارا شکار مشرکین کے لشکر کی کمانڈ کر رہا ہے۔ وہ اپنی تلواریں نیام میں ڈالتے ہیں، میدان مقتل میں پہنچ جاتے ہیں۔ دل غم سے نڈھال ہے نبی کی عزت، عصمت، عظمت پروار ہونے کی وجہ سے سکون ان کی زندگیوں سے نکل چکا ہے، تلواریں لے کر مقتل میں پہنچ جاتے ہیں، مگر اب مسئلہ درپیش آتا ہے۔ ان نوجوانوں نے اس ملعون گستاخ رسول ﷺ کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ اچانک ایک نوجوان دوڑتا ہوا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے۔ پوچھتا ہے کہ چچا ذرا یہ تو بتائیں ابو جہل کہاں ہے۔ وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں:

"تجھے اس سے کیا کام تو وہ نوجوان جواب دیتا ہے، ابو جہل ملعون ہمارے نبی ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے۔ نبی ﷺ کی عزت پروار کرتا ہے، آج جب تک میں اس کا سر تن سے جدا نہیں کروں گا۔ تو سکون سے نہ بیٹھوں گا۔"

اتنے میں دوسرا نوجوان بھی چھپ کے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر وہی باتیں دہراتا ہے۔ تو اتنے میں ابو جہل تلواروں کی باڑ میں گزر رہا ہوتا ہے۔ وہ صحابی چیختا ہے اور ان سے کہتا ہے، ارے وہ دیکھتے نہیں تمہارا شکار جا رہا ہے۔ وہ دونوں عقاب کی طرح اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور اپنی تلواروں کے ذریعے اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اسے زخمی کر کے نیچے گرا دیتے ہیں۔ اتنے میں ایک نوجوان کا بازو کٹتا ہے مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور دوسرے شکاروں کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔ یہ تھا ان نبوی دور کے نوجوانوں کا ایمان کہ جس وجہ سے کفار نبی ﷺ کی عزت، عظمت، عصمت، حرمت پر کوئی غلط کلمہ کہنے سے گھبراتے تھے۔ صرف ایک نہیں اس طرح کے کئی واقعات رونما پذیر ہوئے۔ اسی وجہ سے مشرکین ایسی گستاخیاں کرنے سے پہلے سو بار نہیں، لاکھ بار سوچتے تھے کہ کہیں ہماری گردنوں پر ان غیرت مندوں کی تلواریں نہ برس پڑیں۔

مگر آج کے کفار میں یہ جرأت کیسے پیدا ہو گئی کبھی ہم نے سوچا کہ وہ کیوں اس دیدہ دلیری سے نبی کی حرمت پہ اس طرح وار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے انھوں نے دیکھ لیا ہے۔ یہ وہ مسلمان نہیں جیسے وہ صحابہ تھے۔ ان میں وہ اطاعت نہیں جو ان میں تھی، ان میں وہ ایمان نہیں جو ان میں تھا ان میں وہ غیرت نہیں رہی جو نبوی ﷺ دور کے نوجوانوں میں تھی۔

انھیں نبی کی بات پسند ہے نا زندگی گزارنے کے اصول، انھیں نبی کی صورت پسند ہے نا سیرت اس لیے کفار ہمارا ظاہری طرز زندگی ہمارا رہن سہن، وضع قطع، لباس، طور طریقے، دیکھتے ہیں تو اسے نبی ﷺ کے مخالف پاتے ہیں تو وہ سوچتے ہیں کہ ان مسلمانوں کے اندر سے اپنے نبی ﷺ کی محبت نکل چکی ہے اس لیے وہ بار بار گستاخیاں کرتے ہیں۔

آج اگر ہم نبی ﷺ کی عزت وعصمت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کرنا کیا ہے؟ کیا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیاں سیرت نبوی ﷺ کے مطابق ڈھال لیں، کیونکہ جب ہم نبی کی سیرت وصورت کو اپنائیں گے اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانیں گے تو وہ کفار دیکھیں گے کہ یہ اپنے نبی ﷺ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں وہ سوچیں گے کہ ہم اگر ان کے نبی ﷺ کی ذات پر کیچڑ اچھالیں گے تو یہ ہمیں کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے تو کفار یہ سوچ کر گستاخیوں سے باز آ جائیں گے۔

اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن ہمارا کوئی پرسان حال نہ ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے اگر کہہ دیا کہ اللہ ان کی جوانیوں میں میری عزت وعظمت پروار کیے گئے تو ہم کیا جواب دیں گے۔ کیا ہماری جوانیاں اسکول وکالج ویونیورسٹیوں میں آپس میں لڑ بھڑ کر ختم ہونے کے لیے ہیں۔ کیا یہ کھیل کود کے لیے ہیں۔ کیا ہمیں فلمی اداکاروں کی سیرت اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیا ہمیں غیروں کے رسم ورواج اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

نہیں نہیں خدارا! اپنی جوانیوں کو ضائع نہ کریں۔ بلکہ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کا علمی نمونہ بن کر دکھائیں آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں سچا محب رسول بنا اور دشمنانِ رسول ﷺ کی گردنیں ہمارے ہاتھوں سے کٹوا۔ آمین!

گزشتہ سے پیوستہ

مانچسٹر آف ایشیا

فیصل امین

آیئے اب فیصل آباد ''مانچسٹر آف ایشیا'' کے کچھ تاریخی مقامات کے بارے میں بتانے سے پہلے بزرگ ہستی محترم ''مولانا عبداللہ لائل پوری'' کی زندگی کے احوال جانتے ہیں۔

عبداللہ لائل پوریؒ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے لائل پور (فیصل آباد) میں شرک وبدعات کے اندھیروں میں دعوت وتوحید کے چراغ روشن کیے۔

مولانا عبداللہ لائل پوریؒ 1914ء میں موضع لشاری (تحصیل سمندری) میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش سے کچھ عرصہ بعد ہی ان کے خاندان نے وہاں سے نقل مکانی کر کے قریب کے ایک گاؤں چک نمبر 451 گ ب میں رہائش اختیار کر لی۔ ابتدائی تربیت وہیں ہوئی اور وہیں نشوونما کی منزلیں طے پائیں۔

مولانا کے والد حاجی عنایت اللہ اہل علم کی مجالس میں اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں قریب کے ایک گاؤں میں ایک مکتب میں داخل کروا دیا۔

حدیث کی ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے اسی مکتب سے پڑھیں۔ دل میں حصول علم کا شوق موجود تھا۔ لہٰذا دین اسلام کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں مولانا عبدالوہاب دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

مولانا عبداللہ میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ علم وفضل کے ساتھ ساتھ نہایت پرہیزگار بھی تھے۔ نماز بڑی خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے اور ان کے مقتدی خاص قلبی کیفیت محسوس کرتے تھے۔ ان کی تلاوت میں بڑا سوز اور لہجے میں گداز تھا جس سے سامعین کے قلب وذہن میں خاص قسم کا تاثر کروٹ لینے لگتا تھا۔

کتابیں خریدنا اور پڑھنا ان کا اصل مشغلہ تھا۔ ان کے مطلب کی جو کتابیں بھی چھپتیں اس وقت تک چین نہ لیتے جب تک خرید کر پوری کتاب پڑھ نہ لیتے۔

دل تعصب سے خالی اور ذہن عناد ودشمنی سے پاک...... سب سے دوستی اور سب کے خیرخواہ...... متقی وپرہیزگار، پیکر سخاوت، مہمان نواز، بلند حوصلہ واخلاق، منجھے ہوئے مدرس، جلیل القدر عالم دین اور چلتا پھرتا کتب خانہ......

10 اپریل 1983ء کو رمضان المبارک سے قبل حجاز مقدس کی طرف حج کے لیے روانہ ہوئے۔ عمرے کے لیے احرام باندھا ہی تھا کہ اچانک دل میں درد ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اب آپ کو فیصل آباد کے تاریخی مقامات کے بارے میں بتاتے ہیں۔

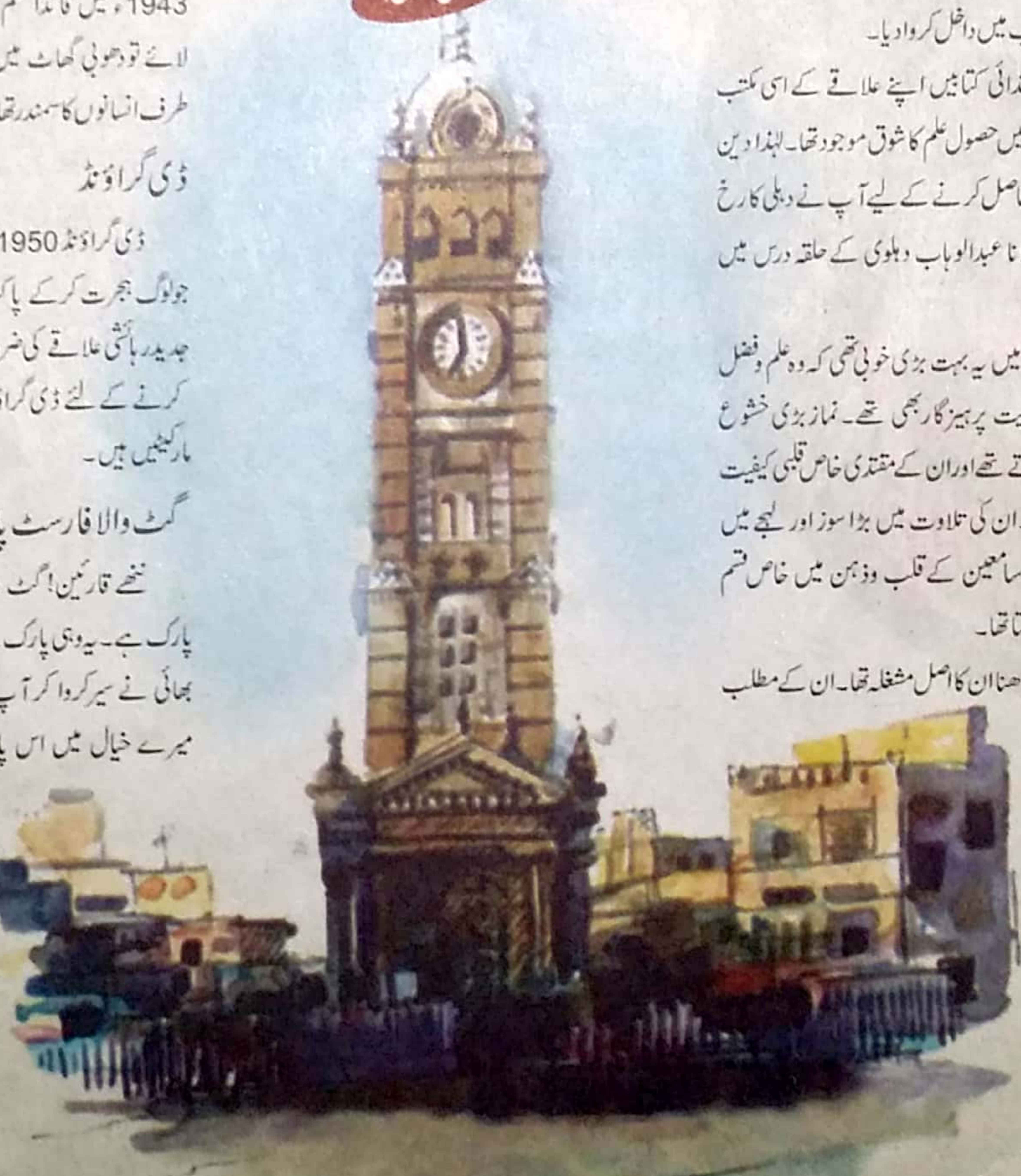

گھنٹہ گھر اور آٹھ بازار

فیصل آباد کی سب سے تاریخی اور پرشکوہ چیز گھنٹہ گھر اور آٹھ بازار ہیں۔ گھنٹہ گھر کا ذکر گزشتہ قسط میں تفصیلی ہو چکا ہے۔ جبکہ آٹھ بازار باہم جڑے ہوئے اور گول بازار سے بھی ملحقہ ہیں۔

پہاڑی گراؤنڈ

فیصل آباد پہاڑی گراؤنڈ میں دراصل ایک مصنوعی پہاڑی ہے اور اس کے ساتھ وسیع وعریض گراؤنڈ ہے۔ مصنوعی پہاڑی کے اوپر کبھی ہوائی جہاز بھی بنا ہوا تھا مگر اب موجود نہیں ہے۔ گراؤنڈ کے اردگرد ورزش کے لیے ٹریک بنے ہوئے ہیں۔

دھوبی گھاٹ

دھوبی گھاٹ GC یونیورسٹی کے ساتھ واقع ہے۔ 1943ء میں قائداعظم محمد علی جناح جب لائل پور تشریف لائے تو دھوبی گھاٹ میں ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا۔ ہر طرف انسانوں کا سمندر تھا۔ تقریباً 2 لاکھ کے قریب افراد تھے۔

ڈی گراؤنڈ

ڈی گراؤنڈ 1950ء میں وجود میں آیا۔ 1947ء میں جو لوگ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو فیصل آباد میں ایک جدید رہائشی علاقے کی ضرورت پیش آئی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ڈی گراؤنڈ کو تعمیر کیا گیا۔ یہاں اہم مرکزی مارکیٹیں ہیں۔

گٹ والا فارسٹ پارک

ننھے قارئین! گٹ والا فارسٹ پارک ایک جنگل نما پارک ہے۔ یہ وہی پارک ہے جس کی پچھلے شمارے میں عکاشہ بھائی نے سیر کروا کر آپ کو ہنسا ہنسا کر پاگل کر دیا تھا۔ لہٰذا میرے خیال میں اس پارک کی جڑیں مزید کریدنے کی ضرورت نہیں۔

جماعۃ الدعوۃ کا عظیم الشان مرکز خیبر جنگ خیبر کی طرح نشاط آباد پل کے قریب بڑی بلند وبالا وسیع وعریض مسجد، سکول وکالج کی شاندار عمارت، وسیع گراؤنڈ اور دفاتر بھی دل خوش کرتے ہیں۔

عربی سیکھنا اب بہت آسان

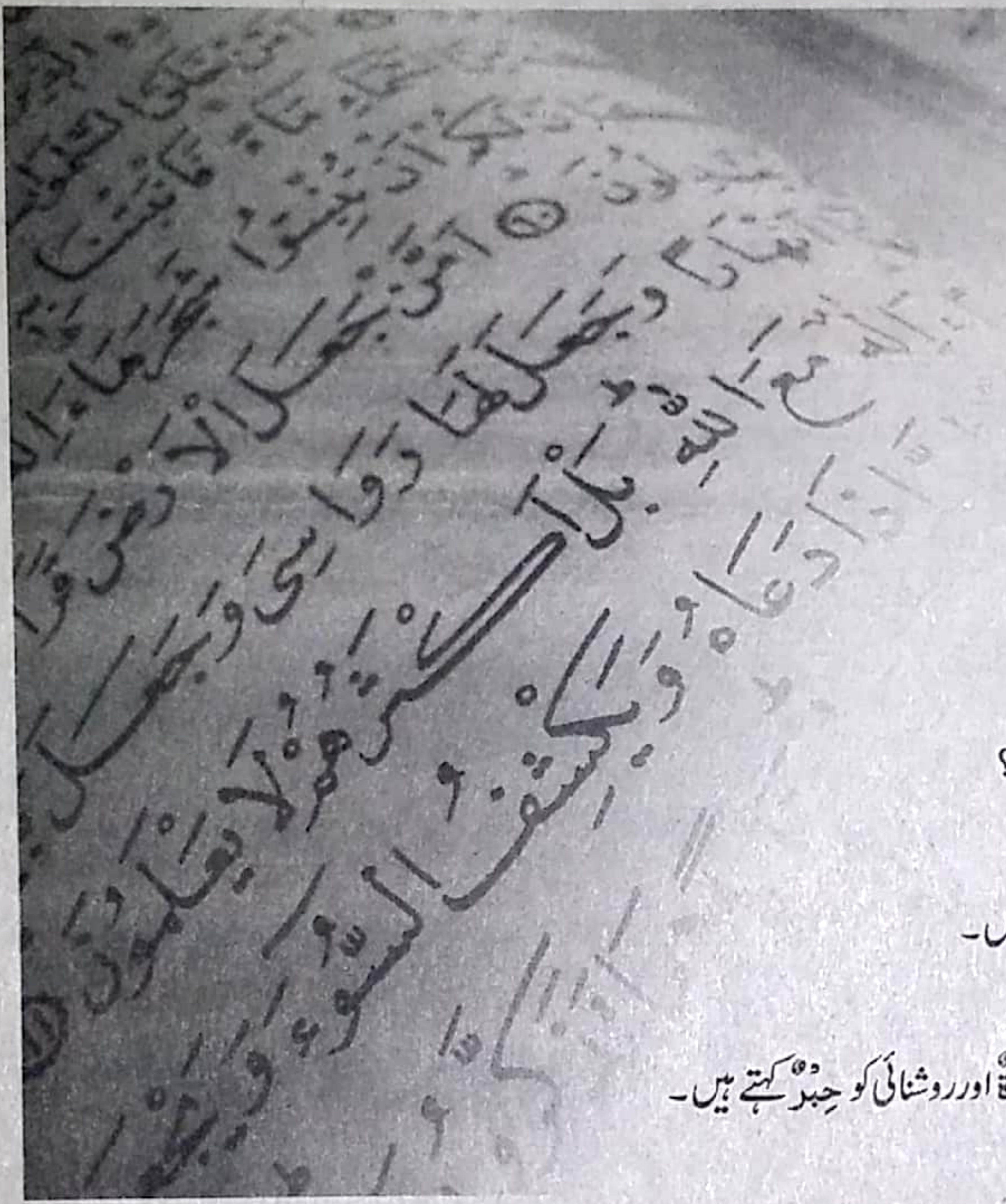

عبداللہ! السلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاۃ

عبدالرحمٰن وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاۃ

عبداللہ کیا آپ جانتے ہیں کہ قمیض کو عربی میں کیا کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن جی! قمیض کو عربی میں ''قَمِیْصٌ'' کہتے ہیں۔

عبداللہ اور شلوار کو کیا کہتے ہیں؟

عبدالرحمٰن شلوار کو عربی میں ''السَّرَاوِیْلُ'' کہتے ہیں۔

عبداللہ جزاک اللہ

عبدالرحمٰن آپ کے پاس نوٹ بک ہے، اس کی عربی کیا ہے؟

عبداللہ اس کو عربی میں کُرَّاسَۃٌ کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن اور یہ جو آپ کے پاس جیومیٹری بکس ہے اسے کیا کہتے ہیں؟

عبداللہ اسے عُلْبَۃٌ کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن میں آپ کو کچھ مزید الفاظ کی عربی بھی بتاتا ہوں، انہیں یاد کر لیں۔

عبداللہ جی ضرور

سکیل یعنی پیمانے کو مِسْطَرَۃٌ ربڑ کو مِمْحَاۃٌ، شارپنر کو مِبْرَاۃٌ اور روشنائی کو حِبْرٌ کہتے ہیں۔

عبدالرحمٰن جزاک اللہ عبداللہ بھائی۔

کفار کی شکست، بکرا، قربانی، مجاہدین، کھال، حج مبرور

ک	ا	س	د	ف	ع	و	ق	م	ع	ق	س	ف	ھ	و
ط	ف	ع	ث	ذ	ق	د	س	ح	ج	م	ب	ر	و	ر
ۃ	ع	ا	ق	ز	ی	ر	و	گ	ن	ا	ع	ت	ر	گ
ی	ر	ت	ر	ژ	ے	گ	ب	ف	م	ۃ	ہ	ء	ع	ت
ق	ت	م	ب	ک	ر	ا	و	ا	ل	ک	ء	د	و	ع
و	ء	د	ز	د	ی	ن	ت	ق	ن	ج	ت	ی	ی	و
ع	ی	ط	ث	ش	ق	ش	ع	ع	ر	ی	ر	ۃ	ق	ن
ث	ۃ	ک	ھ	ا	ل	ط	ک	ء	ق	ہ	ت	ط	ع	ا
ر	ہ	گ	ف	د	س	ا	ق	س	و	ر	ق	ء	ت	د
ث	ز	و	ء	ت	ر	س	ز	ھ	ت	و	ع	ر	ہ	ف

پیارے بچو السلام علیکم! آپ نے بندروں کی کہانیاں سنی ہوں گی۔ بندروں کی چالاکیوں اور شیطانیوں سے کافی واقف ہوں گے۔ آپ میں سے اکثر بچوں نے چڑیا گھر کی سیر بھی کی ہوگی۔ چڑیا گھر کے اندر خصوصاً بندروں کو دیکھنے کے لئے دور دور سے بچے آتے ہیں اور بندروں کو دیکھتے ہوئے فوراً دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ بندروں سے چھیڑ چھاڑ کی جائے اس کو ڈرایا اور دھمکایا جائے اور اکثر بچے چڑیا گھر میں جاتے ہوئے بندروں کے لئے کھانے والی چیزیں ساتھ لے کر جاتے ہیں کہ بندروں کے ساتھ کافی اچھا وقت گزرے گا۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ہم 20 بھائی کسی جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے اور غالباً اگست کا مہینہ تھا۔ اس علاقے کے پہاڑ کافی بلند تھے۔ ان پہاڑوں سے صاف ستھرے پانی کے چشمے بہتے تھے۔ ان علاقوں میں دور دور تک بھی انسانی آبادی نظر نہیں آتی تھی۔ پہاڑوں سے گرتا ہوا پانی کافی شور کر رہا تھا جس سے ایک عجیب سکون مل رہا تھا۔ ان جنگلوں کے اندر ہماری ایک لمبی لائن گزر رہی تھی کہ اوپر والے علاقوں میں اخروٹ کا جنگل شروع ہوگیا۔ اخروٹ کے جنگل میں تو ہزاروں کی تعداد میں بندر دیکھنے کو ملے۔ کوئی درخت ایسا نہیں تھا جس درخت کے اوپر دس پندرہ بندر نہ بیٹھے ہوئے ہوں۔ ہم بھی آگے چلتے گئے۔ بندروں نے ہمیں دیکھا تو وہ بھی الرٹ ہوگئے۔ بندروں نے سمجھا ہوگا کہ بڑی تعداد میں شکاری آگئے ہیں مگر ایسا نہیں تھا۔ ہم تو کسی اور کام کے سلسلے میں سفر پر تھے۔ بندروں کی کافی تعداد درختوں کے اوپر تھی اور کئی درختوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے اور درختوں کے پیچھے سے سر نکال کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ان بندروں میں ایک بوڑھا بندر تھا جو تمام بندروں سے مختلف لگ رہا تھا۔ وہ ہمارے راستہ میں ہی کھڑا رہا۔ اس کے حملے سے بچنے کے لئے ہماری لمبی لائن کے آخری بھائی نے اس بوڑھے بندر کو فائر مار دیا اور وہ موقع پر ہی مرگیا۔ اس کے مرنے کے فوراً بعد بندر درختوں سے نیچے اتر کر جلدی جلدی اس مرے ہوئے بندر کی طرف آنے لگے اور زور زور سے شور کرنے لگے۔ ان بندروں میں سے ایک بوڑھا بندر سفید رنگ کا تھا۔ اس

چالاک بندر

وادی کی آپ بیتیاں

سفید بندر نے مرے ہوئے بندر کو اٹھالیا اور ہمارے پیچھے آنے لگا۔ اس بندر نے تقریباً دو منٹ کا سفر طے کیا ہوگا مگر ہم لوگ کافی آگے نکل گئے۔ پتہ نہیں پھر ان بندروں نے اس مرے ہوئے بندر کے ساتھ کیا کیا۔ وقت گزرتا گیا۔

اگست کا مہینہ اختتام کو تھا کہ ہم 20 میں سے 10 بھائی رہ گئے۔ جنگل کے قریبی گاؤں سے ہمیں راشن لانے کا حکم ملا۔ ہم نے رات کا سفر شروع کیا اور گاؤں کے قریبی جنگل میں پہنچ کر تھوڑا آرام کیا۔ رات کافی اندھیری ہو چکی تھی اور اس گاؤں میں دشمن کی موجودگی کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ مگر ہمیں ہر صورت گاؤں میں پہنچنا تھا۔ ہم نے تھوڑا سفر اور کیا تو ہمارے آگے پیدل چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسا لگا جیسے دشمن گھات لگا رہا ہو، ہم بھی پوزیشن لے کر بیٹھ گئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ انتظار کیا تو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ بزدل فوج نے کیسی گھات لگا رکھی ہے۔ اللہ کو یاد کر کے سفر شروع کر دیا۔ آگے پہنچے تو ہمیں آتا دیکھ کر وہ ''فوجی'' درختوں کے اوپر چڑھ گئے۔ وہ بھارتی فوجی نہیں بلکہ بندر تھے جنہوں نے ہمیں ایک گھنٹہ تک جنگل میں روکے رکھا۔ یہ اللہ کریم کی مدد تھی۔ ہم گاؤں پہنچے تو گاؤں والوں کو بتایا کہ ہم بندروں کی وجہ سے ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ گاؤں کے اندر سکھ رجمنٹ کے بزدل فوجی آئے، گھروں کی تلاشی لی اور دھمکیاں دے کر چلے گئے۔ شکر ہوا کہ آپ لوگ ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئے ورنہ گاؤں کے اندر آرمی تھی، آپ لوگوں کا نقصان ہوجاتا۔ گاؤں والوں نے ہمیں بندروں کی چالاکیوں کا بتایا کہ ہماری فصلوں کا نقصان کرتے ہیں اور کچے سیب توڑ ڈالتے ہیں۔ مکئی کی فصل کو تو بالکل خراب کر دیتے ہیں۔ ان جنگلوں کے اندر سے ہم نے گزرنا ہوتا تھا۔ پھر ہمیں کافی مرتبہ بندر ملے، دن کو بھی اور رات کو بھی مگر ان بندروں نے ہمیں کبھی پریشان نہیں کیا۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ ہم اس علاقہ میں رہے، اکثر ان بندروں سے ٹکراؤ ہوتا، وہ ہمیں دیکھ کر راستہ تبدیل کر لیتے تھے اور رات کو ہمیں دیکھ کر ہلکا سا شور کرتے اور چپ ہوجایا کرتے تھے۔ ان کا شور کرنا صرف ہمیں اطلاع دینا تھی کہ ہم بندر ہیں، آپ اپنا کام کرو۔ کئی مرتبہ ہم دو بھائی ہوتے، ہمارا ٹکراؤ زیادہ بندروں سے ہوتا مگر وہ ہماری عزت کرتے ہمارا راستہ چھوڑ کر اپنا راستہ تبدیل کر لیتے۔ ورنہ وہ ہم پر حملہ بھی کر سکتے تھے یا پھر ہمارے اوپر پتھراؤ بھی کر سکتے تھے مگر انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ان بندروں کا ہمارے ساتھ اچھا رویہ یہ اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔

اللہ کریم ہم سب کی حفاظت فرمائے، ہماری مدد کرے اور ہمیں ہر مشکل سے دور رکھے۔ آمین

(جاوید اقبال)

پزل گیم کا درست جواب بھیجنے والے

- ★ عائشہ حاجی احمد دین...... بلال کالونی
- ★ ابرار الحق...... پاکپتن
- ★ آصف بشیر...... پاکپتن
- ★ عمر معاذ...... مردان
- ★ زینب اعجاز...... چکوان
- ★ کوثر ناز...... کیماڑی
- ★ محمد بلال سلیم...... سرگودھا
- ★ عطاء الرحمٰن سلفی...... فیصل آباد
- ★ عائشہ نواز...... شیخوپورہ
- ★ احمد شہزاد...... پنڈی بھٹیاں
- ★ عبدالرحمٰن...... بہاولنگر
- ★ علی حسن بن افتخار...... سیالکوٹ
- ★ محمد اصغر صالح...... منڈی بہاؤالدین
- ★ نجم الدین بن جابر...... جامعۃ الدراسات کراچی
- ★ احسان یونس...... گوجرانوالہ
- ★ خورشید اللہ دتہ...... شیخوپورہ
- ★ محمد شبیر...... چونیاں
- ★ رافع خاں...... پیر محل
- ★ روبینہ...... چک 33
- ★ سدرہ اقبال...... سرگودھا
- ★ عمر فاروق...... ننکانہ
- ★ اریبہ نصیر، منیبہ نصیر...... زین نصیر...... اسلام آباد
- ★ عمر شان...... خانیوال
- ★ نخی حیدر گل...... بہاول پور
- ★ محمد بلال صابر...... فیصل آباد
- ★ شمسہ امتیاز...... فتر منڈی
- ★ محمد احسن علی...... لیہ
- ★ بنت مظہر حسین...... سرگودھا
- ★ ارسلان الحق...... پاک پتن
- ★ فرقان اللہ خان...... لاہور
- ★ محمد قاسم...... جھنگ
- ★ محمد اسد اویس...... سرگودھا

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان
74
۲۶ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ   9 جولائی 2010

کشمیر کی بیٹی

اسلام کا محافظ

قیمت 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

عمل کی جزا

''نہ تمھاری خواہشوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مدد گار۔ اور جو نیک کاموں میں سے کوئی کام کرے گا، مرد ہو یا عورت اور جو مومن بھی ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' [النساء: ۱۲۴، ۱۲۳]

جویریہ بتول...... چکوال

حدیث نبوی ﷺ

ہاتھ میں کڑا پہننا حرام ہے

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو پیتل کا کڑا پہنے ہوئے دیکھا، پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' پہننے والے نے جواب دیا کہ یہ داہنہ کی وجہ سے ہے۔ (ہاتھ کی کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لیے)۔ نبی ﷺ نے اس کی بات کا رد فرمایا اور کہا: ''بلکہ یہ کڑا کمزوری اور بیماری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مر گیا تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوگا۔ (یعنی جنت میں نہیں جائے گا)'' [مسند أحمد: ٤/٤٤٥]

عائشہ عندلیب مقبول، سرگودھا

ضروری بات

پیارے دوستو!

السلام علیکم...........

ہمارے ہاتھ میں قلم ہے اور آنکھوں میں آنسو، صاف کاغذ پہ ''ضروری بات'' لکھنے کے لیے ہم نے بار ہا اور کچھ سوچا مگر ہم اس سوچ سے نکل نہیں پائے۔ سالوں کی باتیں اور یادیں کل کی بات کی طرح ذہن میں روشن ہیں۔ آج سے چھ سال پہلے 2004ء میں بچوں کے اس پیارے گلشن کا آغاز ہوا تو پاکستان بھر میں اس گلشن کے پھول کھلے، جیسے جیسے وقت گزرا اس گلشن میں اضافہ ہوا اور اس کے پھولوں کی بھی تعداد بڑھی۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی کا رشتے دار تھا نہ ذات پات کی وجہ سے واقفیت تھی۔ اللہ کے دین کا کام تھا اور اللہ کے لیے اسے کرنا تھا۔ اور اس اللہ نے ہم سب کو اس محبت میں جکڑ دیا کوئی کسی گوٹھ میں رہتا ہے یا شہر میں، پہاڑی علاقے کا باسی ہے یا میدانی علاقوں کا رہائشی، ہم سب اللہ کے لیے ہی اس جماعت کی زنجیر کی کڑی ہیں، اور یہ عزت، محبت کا رشتہ صرف اور صرف دین اسلام کی بنیاد پر ہی ہے۔ اس پیارے میگزین کا آغاز ہوا تو ہم سب اس کی محفل کا حصہ بنے۔ بہت سے بچوں نے لکھنے کا آغاز بھی اس میگزین سے کیا اور پھر وہ دوسرے رسالوں میں بھی دعوت وجہاد کے کام کے لیے لکھنے لگے۔ بہت سے بچوں کو اللہ نے توفیق دی انھوں نے شرک و بدعت چھوڑ کر توحید وسنت کا راستہ اپنایا کئی بچوں کو اللہ نے عزت دی اور اپنے دین کے کام کے لیے چنا۔ اس گلشن کے ہر پھول کی اپنی مہک اور اپنی پہچان بنی ایک نام آپ نے اس پیارے میگزین کے پہلے پہلے شماروں میں بھی پڑھا ہوگا۔ سلمان نذیر اس پھول کا نام ہے جو اس گلشن سے مہکا، آج وہ پھول جنت میں مہک رہا ہوگا۔ (ان شاء اللہ) اللہ نے اسے شہادت کا تاج پہنا کر اپنا مہمان بنا لیا۔

آج ''ضروری بات'' لکھتے ہوئے ہماری آنکھوں میں پانی انھی یادوں کی وجہ سے ہے، یہ آنسو اللہ کے تشکر کے لیے بھی ہیں کہ اس کی توفیق ہے، اس کا فضل ہے جس نے ہمیں اس محفل کا حصہ بنا رکھا اور وہ ہم سے دین کا کام لے رہا ہے۔

پیارے دوستو......!

یہ زندگی ہمارے پاس ایک چانس ہے اور آپ تو جانتے ہیں کہ چانس تو کوئی بھی مس نہیں کرتا ہے اور اگر ہو بھی آخری چانس، جب ہم امتحان یا کھیل میں آخری چانس سے فائدہ اٹھانے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں، تو پھر اس زندگی کو اتنا غیر معمولی کیوں جانیں؟ اور اگر یہ زندگی ہمیں ملی ہی اس لیے ہے کہ اس میں آگے اُخروی زندگی کو بہتر بنانا ہے اور اللہ کا کام کرنا ہے تو پھر کیوں نہ ہم اس زندگی کو اسلام کے لیے وقف کر دیں۔ بالکل ایسے جیسے اس محفل کا پھول سلمان نذیر کر گیا اور ہمیں بتا گیا کہ یہ اس چانس کو ضائع نہ کرو......!

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط وکتابت کے لیے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-38720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

خون کی طاقت

حضرت مالک بن انسؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر منصور نے مجھے اور عبداللہ بن طاؤسؒ کو اپنے دربار میں طلب کیا، جب ہم اس کے دربار میں داخل ہوئے تو ابوجعفر منصور بچھونوں پر بیٹھا تھا جو اس کے لئے بچھائے گئے تھے۔ اس کے سامنے چٹائیاں تھیں جس پر مجرم کا سر قلم کر کے اس چٹائی میں لپیٹ کر دریا میں پھینک دیتے تھے۔ ایک طرف اپنے ہاتھوں میں تلواریں پکڑ کر جلاد بیٹھے تھے جب بھی ابوجعفر منصور ان کو اشارہ کرتا تو فوراً جلاد اس کا سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔ ابوجعفر منصور اپنے غرور میں مست بیٹھا تھا اس نے اتنا بھی گوارہ نہ کیا کہ وقت کے علماء تشریف لائے ہیں میں آگے بڑھ کر ان کا استقبال کروں۔ ان کو خوش آمدید کہو۔ اس کے برعکس ابوجعفر منصور نے اشارہ کیا بیٹھ جاؤ۔ اس نے بولنا بھی گوارہ نہ کیا اور اپنا سر کافی دیر تک جھکا لیا۔

میں جلادوں کی طرف دیکھنے لگا کہ شاید ابھی ان کو حکم ہوتا ہے اور یہ ہمارا سر تن سے جدا کر دیں گے۔ کبھی میں چٹائیوں کی طرف دیکھنے لگا جس پر ہم کھڑے تھے کہ ابھی ہمارا خون ان چٹائیوں پر گرے گا اور ہمیں چٹائیوں پر لپیٹ کر دریا میں پھینک دیں گے۔ پھر میں ابوجعفر منصور کی طرف دیکھنے لگا اس نے ابھی تک اپنی گردن جھکائی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی گردن اٹھائی اور عبداللہ بن طاؤسؒ کی طرف متوجہ ہوا۔ کہنے لگا اے ابن طاؤسؒ تمہارا باپ صحابی ہے لہٰذا تم مجھے اپنے باپ کی طرف سے حدیث سناؤ۔ عبداللہ بن طاؤسؒ کہنے لگے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا انہوں نے رسول اللہ سے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے اپنی حکومت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔

مالک بن انسؒ کہتے ہیں کہ میں نے فوراً اپنے کپڑے سمیٹ لیے اس بات کے ڈر سے کہ اس کا خون میرے کپڑوں کو بھر دے گا۔ کیونکہ ابوجعفر منصور غصے سے لال پیلا ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ اپنے جلادوں کو حکم دے کہ ابن طاؤسؒ کا سر تن سے جدا کر دیں۔ ابوجعفر منصور نے پھر سوال کیا کہ اے ابن طاؤسؒ مجھے نصیحت کرو۔

ابن طاؤسؒ نے کہا کیا آپ نے اللہ کا فرمان نہیں سنا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”اے نبیؐ کیا آپ نے نہیں دیکھا کیسے آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ سلوک کیا جن لوگوں نے سرکشی کی اپنے علاقوں میں تو انہوں نے اس میں بہت زیادہ فساد کیا پھر ان پر آپ کے رب کے عذاب کا کوڑا برسا بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔“

مالک بن انسؒ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اب عبداللہ بن طاؤسؒ کا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا، لہٰذا میں نے پھر اپنے کپڑے سمیٹ لیے کہ اس کا خون میرے کپڑوں کو بھر دے گا۔

ابوجعفر منصور تھوڑی دیر کے لئے رک گیا پھر کہا اے ابن طاؤسؒ مجھے دوات پکڑاؤ تو ابن طاؤسؒ نے دوات اسے نہ پکڑائی حالانکہ دوات ابن طاؤسؒ کے ہاتھ میں تھی تو ابوجعفر منصور نے کہا اے ابن طاؤسؒ تجھے کون روک رہا ہے مجھے دوات پکڑانے سے۔ ابن طاؤسؒ نے جواب دیا۔ اے ابوجعفر میں ڈرتا ہوں کہ تو اس کے ساتھ اللہ کی نافرمانی لکھے گا۔ اور میں اس میں آپ کا شریک ہو جاؤں گا جب منصور نے یہ باتیں سنی تو اپنی گرج دار آواز سے کہا: ”اٹھ جاؤ میرے پاس سے“ ابن طاؤسؒ نے کہا: یہی ہم چاہتے تھے۔ دونوں اٹھے اور دربار سے باہر آگئے۔ مالک بن انسؒ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ ابن طاؤسؒ کی فضیلت اور اس کی بہادری کا اعتراف کرتا رہا۔

ماخوذ! القراءۃ الرشیدۃ

انتخاب: محمد صہیب مجاہد موڑ ایمن آباد

کیا آپ جانتے ہیں؟......

انبیاء علیہم السلام کی معلومات

پیارے بچو! انبیائے کرام زمانے کے سب سے بہترین لوگ تھے ان کی زندگیاں بھی سب سے مبارک تھیں، آیئے ان مبارک ہستیوں کے بارے میں جانتے ہیں:

(1) کائنات میں سب سے پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہوا اور وہ قتل آدمؑ کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کا کیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

(2) قلم کے ساتھ لکھنے کا طریقہ سب سے پہلے حضرت ادریسؑ نے شروع کیا۔ (قصص الانبیاء)

(3) بت پرستی کا آغاز سب سے پہلے قوم نوحؑ کے نیک لوگوں کے بنائے جانے والے مجسموں اور تصاویر سے ہوا۔ (صحیح بخاری شریف، تفسیر طبری)

(4) سب سے پہلے زبردستی ٹیکس وصول کرنے کی ابتدا حضرت شعیبؑ کی قوم نے کی۔ (تفسیر ابن کثیر)

(5) سب سے پہلے گھوڑوں کو پالتو جانور بنانے والے حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ (صحیح الجامع الصغیر)

(6) حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں سے نکاح اور سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ (قصص الانبیاء)

(7) حضرت یونسؑ کی قوم وہ واحد قوم ہے جو عذاب کو دیکھ کر ساری کی ساری ایمان لے آئی تھی۔

(8) حضرت موسیٰؑ کے ایک ہی مکے سے قبطی آدمی ہلاک ہو گیا، اسی طرح وہ پتھر جس کو دس آدمی مل کر اٹھاتے تھے حضرت موسیٰ نے اکیلے ہی اٹھا لیا۔ (ابن کثیر)

(9) حضرت دانیالؑ وہ نبی ہیں جنہیں پیدائش کے بعد ظالم بادشاہ سے بچانے کے لئے شیروں کی کچھار میں پھینک دیا گیا مگر شیروں نے انہیں کچھ نقصان نہ پہنچایا بلکہ انہیں چاٹتے رہے۔ (البدایۃ والنہایہ)

(11) لوہے کی ذرہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی تھی۔ (بخاری کتاب البیوع)

(12) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے: (1) میں بیمار ہوں (2) حضرت سارہ میری بہن ہے (3) بڑے بت نے باقیوں کو توڑا ہے۔ لیکن یہ حقیقی جھوٹ نہ تھے۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء)

(13) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو زمین کے تمام جانور اسے بجھانے کی کوشش کرنے لگے لیکن چھپکلی اسے تیز کرنے کے لئے پھونکیں مار رہی تھی۔ اس لئے آپؐ نے ہمیں چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری، ابن ماجہ، مسند احمد)

(14) خطبہ دینے کے لئے سب سے پہلے منبر حضرت ابراہیمؑ نے استعمال کیا تھا گلے ملنے کی ابتدا بھی سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

(ماخوذ: از کتاب قصص الانبیاء)

حافظ حسنین حیدر محسن اوکاڑہ

جہاد اسلام کا محافظ

عبدالوارث ساجد

پیارے بچو! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے دین اسلام پر عمل کرنے والوں میں سے پیدا کیا ہے۔

دوستو! آپ کو یہ تو پتا ہی ہوگا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے جس میں کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج شامل ہیں جو بھی انسان ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ مسلمان نہیں ہوگا اور آپ کو بتاتے چلیں کہ ان سب ارکان کی حفاظت جہاد فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے، جہاد کو اسلام کی کوہان کہا گیا ہے کیونکہ یہ عمل اسلام میں سب سے افضل بھی ہے اور اسلام کی حفاظت کرنے والا بھی ہے جو انسان جہاد کرتا ہے اس کی کیا فضیلت ہے، آیئے پیارے نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جانتے ہیں:

افضل ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

سیدنا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! کونسا عمل سب سے اچھا ہے"؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا اور (اس کے بعد) جہاد فی سبیل اللہ۔" (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: "کونسے اعمال سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں؟ یا پوچھا گیا کونسے اعمال بہتر ہیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔" پھر پوچھا گیا "اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد (نیک) اعمال کی کوہان ہے" پھر پوچھا گیا: "یارسول اللہ ﷺ! اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے"؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حج مبرور۔"

جہاد فی سبیل اللہ بلند درجات کا ذریعہ ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا اس پر جنت واجب ہوگئی۔" حضرت ابوسعیدؓ کو اس بات پر تعجب ہوا تو عرض کیا" یارسول اللہ! دوبارہ ارشاد فرمائیں۔" رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا اور مزید فرمایا کہ" ایک اور عمل ایسا ہے جس کی وجہ سے جنت میں آدمی کے سو درجات بلند ہوسکیں گے۔ ان میں سے ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فاصلہ ہوگا جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔" حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ! وہ کونسا عمل ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ۔" (مسلم)

جہاد مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے

حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرو بیشک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج وغم سے نجات دلاتا ہے۔
(احمد۔طبرانی حاکم)

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ تین گھر بناتے ہیں

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "میں زعیم ہوں، یعنی ضامن ہوں جنت سے باہر اور جنت کے وسط میں ایک گھر کا اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لایا اور ہجرت کی اور میں ضامن ہوں جنت سے باہر ایک گھر کا، جنت کے وسط میں ایک گھر کا، جنت کے بالا خانوں میں ایک گھر کا، اس شخص کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا، ہجرت کی اور جہاد کیا جس نے یہ تینوں کام کئے اس نے گویا نیکی کی کوئی بات نہ چھوڑی اور برائی سے مکمل طور پر بچا رہا ایسا شخص جہاں بھی مرنا چاہے مرے۔ (اس کے اجر وثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی) (نسائی)

آدمی جہاد کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا ہر کام عبادت میں شمار ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کا ثواب جہاد کے برابر ہو؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ایسا تو کوئی عمل نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے اس آدمی سے سوال کیا "کیا تو ایسا کرسکتا ہے کہ جب کوئی مجاہد (جہاد کے لئے) اپنے گھر سے نکلے تو اپنی مسجد میں داخل ہوجائے اور مسلسل نماز پڑھتا رہے، بالکل وقفہ نہ کرے اور ساتھ مسلسل روزے بھی رکھے اور کبھی ترک نہ کرے؟" اس آدمی نے عرض کیا "ایسا کون کرسکتا ہے؟" (بخاری)

گھوڑے کا کھانا، لید اور پیشاب بھی نیکیوں کے ترازو میں رکھے جائیں گے

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ پر ایمان کے ساتھ اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا رکھے تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور لید وپیشاب قیامت کے دن مجاہد کے ترازو میں رکھے جائیں گے۔" (بخاری)

جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑے خیر وبرکت کا باعث ہیں

حضرت عروہ بارقیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" بھلائی (جہاد کے) گھوڑوں کی پیشانیوں سے بندھی ہوئی ہے۔" آپ ﷺ سے عرض کیا گیا" یارسول اللہ ﷺ! وہ کیسے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" قیامت تک (ان کی وجہ سے مسلمانوں کو آخرت میں) اجر وثواب ملتا رہے گا اور (دنیا میں ان کی وجہ سے) مال "غنیمت حاصل ہوتا رہے گا۔ (مسلم)

ایک گولی چلانے کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے

حضرت عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "جس نے دشمن پر تیر چلایا اور وہ دشمن تک پہنچ گیا، خواہ نشانہ پر لگے یا نہ لگے، اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔" (ابن ماجہ)

جس نے اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر جہاد میں حصہ لیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان اللہ کی راہ میں اتنی دیر لڑے جتنی دیر اونٹنی کا دودھ دوہنے پر لگتی ہے تو اس پر جنت واجب ہوگئی

ذہین بچہ

دربار رسالت سجا ہوا تھا، مبارک مجلس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ ابو ہریرہؓ اور انس بن تائبؓ بھی تشریف فرما تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمہ تن گوش ہو کر آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اچانک سرکار دو عالم نے اپنے پیارے صحابہ سے ایک سوال کیا۔ بتاؤ تو وہ کون سا درخت ہے۔ جس کے سارے پتے موسم خزاں میں بھی نہیں گرتے؟ مسلمان کی مثال اس درخت جیسی ہے صحابہ کی اس مقدس محفل میں خاموشی چھا جاتی ہے صرف مجلس میں ایک بچہ ہے۔ جس کے دل میں اس سوال کے جواب کا خیال گزرتا ہے اور وہ جواب درست ہوتا ہے مگر وہ اپنی کم سنی اور بڑوں کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش رہتا ہے بالآخر نبی کریم ﷺ کے جانباز ساتھی آپ سے دریافت کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہی بتا دیں وہ کون سا درخت ہے؟ خاتم النبیینؐ کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے موتی بکھرتے ہیں" یہ تو کھجور کا درخت ہے،" مجلس برخاست ہوئی۔ سبھی اپنے اپنے گھروں کو چل نکلے حضرت عمر فاروقؓ اپنے بیٹے کو انگلی لگائے گھر چلے آئے۔ گھر پہنچتے ہی عظیم المرتبت باپ کا یہ بیٹا کہتا ہے ابا جان ایک بات ہے اجازت ہو تو کہہ دوں، فرمایا کہو، ابا جان نبی کریمؐ نے جو مجلس میں سوال کیا تھا مجھے معلوم تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں بڑوں کے ادب کی خاطر خاموش رہا۔ ہونہار بیٹے کا باپ خوش ہوتے ہوئے کہنے لگا، بیٹا! اگر تو یہ مجلس میں کہہ دیتا کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (بخاری)

پیارے بچو! آپ کو پتہ ہے یہ ذہین وفطین بچہ کون تھا۔ یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے یہی بچہ بڑا ہو کر متبع رسول فقیہ زاہد وعابد کے تخلصات سے معروف ہوا۔

بہادر اتنے تھے کہ جنگ بدر اور واحد میں اپنے آپ کو جنگ میں شرکت کی غرض سے پیش کیا لیکن کم عمری کی وجہ سے اجازت نہ ملی۔ پندرہ سال کی عمر ہوئی تو خندق کا موقع آ گیا خود کو پیش کرتے ہوئے کہنے لگے اب میں بڑا ہو گیا ہوں کافروں کی گردنیں مارنے سے مجھے مت روکئے تو رسول اللہ نے اجازت فرما دی نیکی اور اچھائی کے کاموں میں اس طرح آگے تھے کہ صحابہ کرام کہا کرتے تھے ہم میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کے شاگرد رشید حضرت نافعؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ گھر میں کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ کام کرتے ہیں جس کی عام لوگ طاقت نہیں رکھتے کہ آپ تو ہر نماز کے لیے وضو (نیا) کرتے ہیں اور قرآن دیکھ کر تلاوت کرتے ہیں۔ (ابن سعد۴/۱۷۰)

حدیث رسولؐ سے اس قدر محبت تھی کہ انہیں بہت زیادہ تعداد میں احادیث رسول حفظ تھیں تقویٰ میں سب سے آگے تھے سیدنا سمیرا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ٹھنڈا پانی پیا تو رونے لگے اور بہت زیادہ روئے ان سے دریافت کیا گیا آپ کیوں اتنا روئے ہیں۔ تو فرمانے لگے مجھے قرآن مجید کی آیت یاد آ گئی اور ان کے درمیان اور ان کی خواہش کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی۔ (سورۃ نساء) اور مجھے معلوم ہے کہ اسی وقت جہنمی کچھ نہیں چاہیں گے بس انہیں ایک چیز کی چاہت ہوگی کہ پانی مل جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے کہ ہمیں کچھ پانی دے دو یا تمہیں اللہ نے جو روزی دی ہے اس میں سے کچھ دے دو تو جواب ملے گا کہ اللہ نے کافروں اور اپنی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں پر اس پانی اور جنت کی نعمتوں کو حرام قرار دے دیا۔ (الاعراف ۵۰)

آخرکار یہ ذہین وفطین بچہ زندگی کے ایام طے کرتا ہوئے بچپن، لڑکپن اور بڑھاپے سے گزرتا ہوا، ۷۳ سال کی عمر پا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا رضی اللہ عنہ۔ (تاریخ بغداد: ۱/۱۷۳)

محمد عظیم حاصل پوری

وسیلہ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں فرعون کی پابندیوں کے باوجود خالق کل نے ان کو پیدا کیا۔ بلکہ فرعون ہی کی گود میں ان کی پرورش کا انتظام کر دیا۔ ایک روز دو لڑنے والوں میں سے ایک نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی۔ باز نہ آنے والے کو جو مکا مارا تو وہ وہیں مر گیا جس آدمی کو چھڑایا تھا دوسرے دن آپ کا جو گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے سے لڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارنے لگا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو روز ہی لڑتا ہے وہ سمجھا کہ کل کی طرح اب یہ مجھے مار دیں گے۔ وہ بول اٹھا کہ تو مجھے بھی قتل کرنے لگا ہے۔ جس طرح کل تو نے قتل کیا تھا۔ اس طرح قتل کا راز فاش ہو گیا بات فرعون کے دربار میں پہنچی، موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم جاری ہو گیا درباریوں میں ایک موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ بھی تھا وہ بھاگا اور صورت حال سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ مصر کے باہر کہیں بھاگ جاؤ موسیٰ علیہ السلام بھاگ گئے۔ خوف بھی تھا اور راستہ بھی نامعلوم تھا دور دراز کا سفر طے کر کے بے سہارا بھوکے پیاسے ایک شہر کے پاس کنویں کے قریب درخت کی چھاؤں میں جا بیٹھے۔ لوگ پانی بھر رہے تھے موسیٰ علیہ السلام نے دو نوجوان لڑکیوں کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو روک روک کر رکھ رہی تھیں موسیٰ علیہ السلام کو ترس آیا قریب جا کر وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنی مجبوری بتائی۔ آپ نے نیک سیرت جوان مردوں کا سا کام کیا۔ لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور ان لڑکیوں کو آگے بلا کر ان کو فوراً فارغ کر دیا۔ ارشاد قرآنی ہے:

"پس موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا: اے میرے پروردگار؟ تو بھلائی میں سے جو کچھ بھی میرے لیے نازل فرما دے میں اسی کا محتاج ہوں۔" (القصص: 128)

غور فرمائیں! وسیلے کے لیے دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے دعا ہی وسیلہ ہے۔ نہ صرف ٹھکانا ملا بلکہ بیوی بھی مل گئی ایک بزرگ کی شفقت نصیب ہوئی اور سکون ملا۔

محمد ضیاء الدین حیدرآباد

جھوٹے نبی کا انجام

عبدالرحمن مرید کے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس پورے جہان میں آخری نبی بنا کر بھیجا آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے شیطان انسان کا ہمیشہ سے دشمن ہے اس نے ہمیشہ کمزور ایمان والوں کو اپنا ہدف بنایا ہے۔ اس نے بعض لوگوں کو اس قدر بھٹکا دیا کہ وہ (نعوذ باللہ) نبوت کا دعویٰ بھی کر بیٹھے۔ انہی میں ایک حارث کذاب بھی تھا وہ دمشق کا رہنے والا تھا۔ عبدالرحمٰن بن حسان کا بیان ہے۔

حارث کذاب اہل دمشق میں سے تھا جو کہ ابوالجلاس کا بیٹا تھا دمشق میں اس کا گھاس کا کاروبار تھا ابلیس نے وہاں اس کو پکڑ لیا یہ انتہائی عبادت گزار اور متقی شخص تھا اس کے تقویٰ کی یہ حالت ہوتی کہ اگر یہ بے حد قیمتی لباس بھی زیب تن کرتا تو بھی وہ اس سے بے نیاز ہی رہتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے اپنے والد کو لکھا کہ میں نے کچھ ایسی عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں کہیں یہ شیاطین نہ ہوں لیکن اس کے والد نے جو جواب دیا وہ اس شخص کا ایمان خراب کرنے میں بہت اثر انداز ہوا۔ اس کے والد نے لکھا۔ ''اے میرے لخت جگر! جس کام کے لئے تمہیں اشارہ دیا جا رہا ہے اس کی جانب قدم بڑھاؤ بے شک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ترجمہ: ''کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹے اور گنہگار پر اترتے ہیں۔'' اور تو پھر ہرگز جھوٹا اور گنہگار نہیں ہے، لہٰذا تجھے جس بات کا حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل پیرا ہوں۔'' وہ شخص مسجد میں آنے والے ایک ایک فرد کے پاس جاتا اور اپنا معاملہ اسے بتاتا اور اس فرد سے پکا وعدہ لیتا کہ اگر اسے دکھائی دے اور اسے پسند بھی آئے تو اس پر ایمان لے آئے ورنہ اس معاملے کو پوشیدہ رکھے۔

یہ شخص لوگوں کو مافوق الفطرت عناصر دکھاتا مثال کے طور پر وہ مسجد میں لگے سنگ مرمر کو ٹھونکتا تو وہ حمد وثنا کرنے لگتے۔ انہیں موسم سرما کے پھل موسم گرما میں اور موسم گرما کے موسم سرما میں کھلاتا تا پھر انہیں گھڑسوار دکھاتا اور کہتا کہ یہ فرشتے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا ایک بڑا گروہ اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ ان سب کا پیر بن گیا حتیٰ کہ اس کی خبر ابو قاسم تک بھی جا پہنچی اس نے اسے کہا کہ ''بلاشبہ میں نبی ہوں'' تو قاسم نے جواب دیا۔ ''اے اللہ کے دشمن تو نے جھوٹ بولا ہے تو ابوادریس نے ابوقاسم سے کہا آپ نے برا کیا ہے آپ نے اس پر نرمی کیوں نہ برتی تا کہ آپ اسے گرفتار کر لیتے اب وہ راہ فرار اختیار کر جائے گا۔ یہ اس مجلس سے اٹھ کر عبدالملک کے پاس جا پہنچا اور اسے سارا قصہ بیان کیا عبدالملک نے اس کی تلاش میں آدمی دوڑا دیئے اور خود عنیرہ میں پڑاؤ ڈال لیا حارث وہاں سے فرار ہو کر بیت المقدس میں آ گیا اور روپوش ہو گیا اب اس کے ساتھی لوگوں کو اس کے پاس لے کر آتے اور وہ انہیں اپنی جھوٹی تبلیغ دیتا بصرہ سے بھی ایک شخص آیا اس کو حارث کے پاس لے جایا گیا اور اسی طرح پیغام دیا گیا۔ اس نے کہا کہ پہلے میں اس خوبصورت گفتگو پر غور کرلوں تو بہتر فیصلہ کر سکوں گا حارث نے اجازت دے دی اس کے بعد پھر وہ حارث کی جائے پناہ میں آیا اور بولا: ''میں نے آپ کے اس خوبصورت کلام کو حق پایا ہے اور اب میں آپ کی باتوں کو قبول کرتا ہوں کہ یہی سیدھا دین ہے۔''

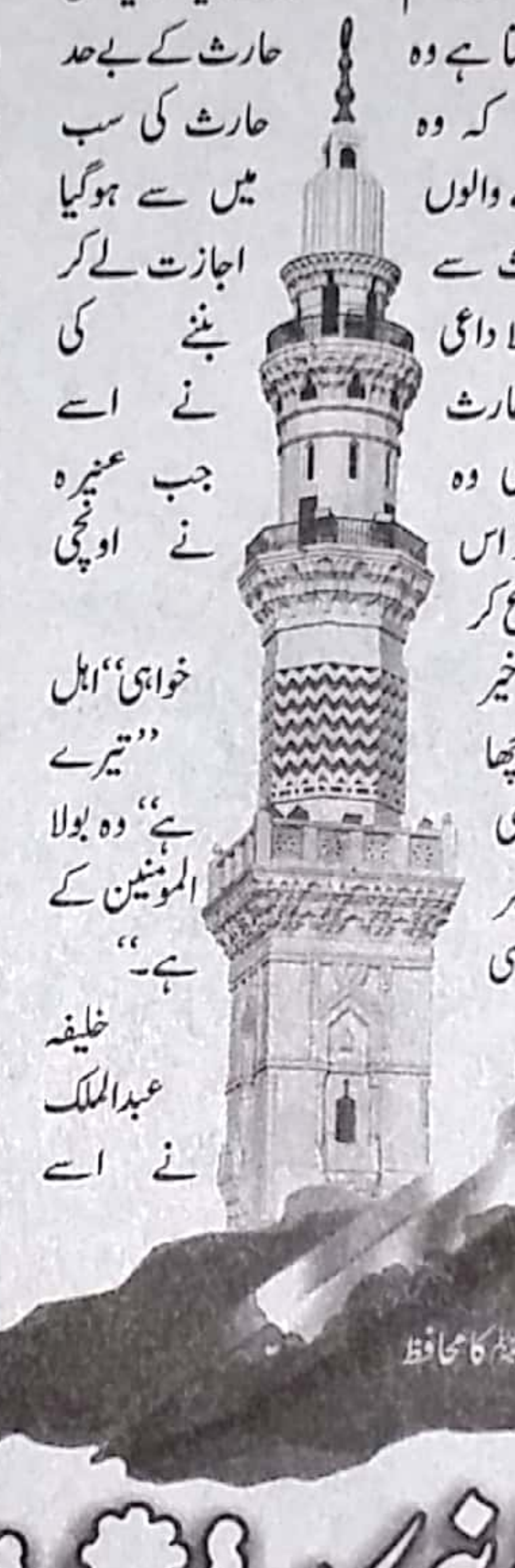

چنانچہ حارث نے حکم دے دیا کہ یہ شخص جب چاہے آجا سکتا ہے وہ حارث کے بے حد قریب ہوگیا حتیٰ کہ وہ حارث کی سب سے زیادہ خبر رکھنے والوں میں سے ہوگیا ایک دن وہ حارث سے اجازت لے کر بصرہ جا کر اس پہلا داعی بننے کی اجازت لینے گیا حارث نے اسے اجازت دے دی وہ جب عنیرہ کے مقام پر پہنچا تو اس نے اونچی آواز میں کہنا شروع کر دیا۔ ''خیر خواہی'' خیر خواہی'' اہل لشکر نے پوچھا ''تیرے پاس کونسی خیر خواہی ہے'' وہ بولا میرے پاس امیر المومنین کے لئے خیر خواہی ہے۔'' خلیفہ عبدالملک نے اسے اپنے پاس آنے دیا پھر اس بصری نے خواہش ظاہر کی کہ وہ خلیفہ سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہاں پر موجود سب لوگوں کو باہر بھیج دیا گیا پھر بصری خلیفہ کے قریب ہوگیا خلیفہ عبدالملک اس وقت چارپائی یا تخت پر بیٹھا تھا اور پھر جونہی اس بصری نے حارث کا ذکر کیا تو خلیفہ اچھل کر زمین پر آ گیا پھر اس بصری نے انکشاف کیا کہ وہ اس وقت بیت المقدس میں ہی ہے خلیفہ عبدالملک کو جب اس بصری نے پورا واقعہ سنا دیا کہ وہ حارث کے ساتھ کیا کیا کر کے آیا ہے تو خلیفہ نے کہا اب تو بیت المقدس کا امیر ہے اور یہاں پر بھی تو ہی ہمارا امیر ہے اب تجھے جو سمجھ آتا ہے وہ کر اور ہمیں حکم دے۔ ''وہ بولا'' اے امیر المومنین آپ میرے ساتھ ان لوگوں کو روانہ کر دیں جو گفتگو نہ سمجھ سکتے ہوں، چنانچہ عبدالملک نے اس بصری کے ساتھ چالیس آدمی جو کہ فرغانہ کے تھے اس کے ساتھ روانہ کر دیئے عبدالملک نے کہا اس کے ساتھ چلتے جاؤ اور یہ جو تمہیں حکم دے اس پر عمل کرو۔

راوی لکھتے ہیں کہ عبدالملک نے اس بصری کے ساتھ بیت المقدس کے صاحب وامیر کے نام امارت نامہ بھی لکھ کر روانہ کیا اور لکھ دیا کہ یہ شخص بیت المقدس سے نکلنے تک تیرے اوپر بھی امیر ہے لہٰذا یہ تجھے جو کام کہے اس کی اطاعت کرو۔'' اس بصری نے بیت المقدس آتے ہی امارت نامہ بیت المقدس کے امیر کے حوالے کیا اس نے کہا کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اس نے کہا کہ آپ میرے لئے بیت المقدس کے گلیوں اور گوشوں میں ترتیب سے لا کر کھڑا کر دیا گیا اور کہا کہ جونہی میں حکم دوں یکبارگی روشن کر دیں۔ اب وہ بصری حارث کے ٹھکانے کی جانب بڑھنے لگا جب دروازے تک پہنچا تو دربان سے کہا میرے لیے اللہ کے نبی سے اندر آنے کی اجازت طلب کریں وہ بولا اس وقت تک ان سے اجازت نہیں مل سکتی کہ صبح نہ ہو جائے وہ بولا: اسے بتاؤ کہ میں آپ کے اشتیاق دیدار کے لئے ادھر حاضر ہوا ہوں چنانچہ دربان اندر گیا اور حارث کو ساری بات بتائی اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

پھر راوی لکھتا ہے کہ اس بصری نے اونچی آواز میں کہا شمعیں جلا دو پھر ایسا سماں بندھ گیا کہ جیسے صبح کا وقت ہو اور سب کو کہہ دیا کہ کوئی بھی یہاں سے گزرے تو اسے پکڑ لو اور خود اس راستے کی طرف گیا جس کی وہ جان پہچان رکھتا تھا لیکن اس نے وہاں اسے نہ پایا تو لوگ پکار اٹھے تم برباد ہو تم نے ایک نبی کو قتل کرنا چاہا لیکن اللہ نے اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ پھر وہ اس کے خاص کمرہ میں گیا جہاں اس کے راہ فرار کے لئے سرنگ پہلے سے موجود تھی اس بصری نے سرنگ میں ہاتھ ڈالا تو حارث کی قمیض اس کے ہاتھ میں آ گئی اس نے اسے کھینچ کر باہر نکالا اور اچھی طرح مشکیں باندھ دیں۔ دوران سفر حارث بولا: ''کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔'' فرغانیوں میں سے ایک شخص نے کہا یہ لوگ عجمی ہیں۔

یہ ہماری کرامت ہے تو بھی کوئی اپنی کرامت پیش کر! وہ اسے لے کر سفر کرتے رہے حتیٰ کہ عبدالملک کے پاس پہنچ گئے عبدالملک نے اس کے بارے میں سب کچھ سن لیا تو ایک لکڑی گاڑنے کا حکم دیا اس پر اسے سولی پر لٹکایا گیا پھر اس نے ایک برچھی یا نیزہ مارنے کا حکم دیا اس نے اسے مارا تو جونہی نیزہ اس کی پسلی کے ساتھ لگا تو اس سے ہٹ گیا لوگ فوراً چیخ پڑے: انبیاء میں اسلحہ ناجائز ہے یعنی انبیاء کر اسلحہ جائز نہیں ہوتا۔

جب مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے یہ معاملہ دیکھا تو نیزہ اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس زور سے مارا کہ وہ اس کی پسلی میں پیوست ہو گیا یوں وہ جہنم واصل ہو گیا۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر انسان کتنا ذلیل وخوار ہوتا ہے اسی لئے تو قرآن پاک میں شیطان کو انسان کا کھلا دشمن کہا گیا ہے (تلبیس ابلیس از ابن جوزی رحمہ اللہ شیطانی ہتھکنڈے)

عظیم مجاہد

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ بنومخزوم کے سردار ولید کے گھر پیدا ہوئے آپ بچپن سے ہی نہایت پھرتیلے اور بہادر تھے۔ بدر سے لے کر حدیبیہ تک لشکر قریش کے سپہ سالار رہے اس کے بعد آپؓ نے اسلام قبول کر لیا رسول اکرم ﷺ نے 8 ہجری کو ایک لشکر روانہ کیا جس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو لشکر کے سپہ سالار حضرت جعفر بن ابی طالب ہوں گے اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ سپہ سالار ہونگے اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو لشکر جرار اپنی مرضی کا قائد منتخب کر لیں تو مسلمانوں نے تمام سالاروں کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو اپنا امیر مقرر کر لیا حضرت خالدؓ نے قیادت سنبھالتے ہی لشکر کی ترتیب بدل دی اور چند مجاہدین کو عقب میں گھوڑے دوڑانے پر مامور کر دیا فضا گرد آلود ہوئی تو رومی لشکر خوفزدہ ہو گیا اس نے سمجھا مسلمان کو پیچھے سے تازہ کمک مل گئی ہے۔ جس پر تمام رومی لشکر کے حوصلے پست ہونے لگے رومی لشکر کے حوصلے پست ہوتے دیکھ کر حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو پیچھے کی طرف سرکانا شروع کر دیا اور بحفاظت مسلمانوں کو رومی لشکر کے نرغے سے نکال لائے اس جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں۔

ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

اہل بخران کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں قبول اسلام کی غرض سے حاضر ہوا قبول اسلام کے بعد اہل بخران نے کہا آپؐ ہم سے جو خراج چاہیں لے لیں اور ہم ہمیشہ دیتے رہیں گے آپؐ کسی امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیں تو آپؐ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کو اس وفد کے ساتھ روانہ کیا اور کہا کہ ان کو دین کی تعلیم بھی دیں اور ان سے صدقات بھی وصول کریں اور نبی کریمؐ نے فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین عبیدہ بن الجراحؓ ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تیر اندازی میں کمال مہارت رکھتے تھے جب تین ہجری کو غزوہ احد میں کھائی کو قبل از وقت چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی تو غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے جن کے پائے استقلال میں آخری وقت تک لغزش تک نہ آئی جب کفار کا گھیرا تنگ ہوا! تو نبی اکرمؐ سعدؓ کو نیزہ دیتے جاتے اور فرماتے جاتے سعد تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کی زبان سے سوائے سعد بن ابی وقاصؓ کے (سعد تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان) کا جملہ نہیں سنا۔

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن العاصؓ کا تعلق بنوسہم کے خاندان سے تھا جو زمانہ جاہلیت میں بہت معزز تھا حضرت عمر بن العاص کی کنیت ابوعبداللہ تھی جب نبی کریمؐ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی رمضان المبارک ۸ ہجری میں آپ کا دوسرا حدف سواع کی جانب تھا یہ ہذیل کا بت تھا جسے آپ منہدم کرنا چاہتے تھے اس کی شکل عورت جیسی تھی جو سیدنا شیث علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر بنایا گیا تھا جب آپؓ وہاں پہنچے تو وہاں آپ کو ایک مجاور ملا اس نے پوچھا آپؓ کیا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: مجھے اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا ہے کہ سواع کو توڑ دو مجاور نے کہا تو اس پر قدرت نہ پائے گا آپؓ نے کہا کیوں؟ تو وہ کہنے لگا یہ محفوظ ہے آپؓ نے فرمایا تیری خرابی ہو تو ابھی تک کفر میں ہے کہا وہ سنتا ہے کہا وہ دیکھتا ہے یہ کہہ کر آپؓ بت کے پاس گئے اور ایک ہی ضرب سے اس بت کا کام تمام کر دیا اور مجاور سے پوچھا تو مجاور بولا میں اللہ کے لئے اسلام قبول کرتا ہوں۔

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ

یا الٰہی اگر یہ سمندر میرے راستے میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا یہ الفاظ حضرت سیدنا عقبہ بن نافعؓ کے تھے۔ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اے اللہ تو ہمیں اپنے فضل و کرم سے نواز اور ہمیں یہ شہر آباد کرنے کی توفیق دے پھر آپ جنگل کے قریب گئے اور پکارا اے سانپو اے درندوں ہم رسول عربی محمدؐ کے صحابہ اور تابعین ہیں تم یہ جنگل خالی کر کے چلے جاؤ کیونکہ ہم یہاں اقامت اختیار کرنے والے ہیں اگر تم نہ گئے تو ہم تمہیں ہلاک کرنے میں آزاد ہیں۔

نبیلہ خلیق مرضی پورہ فیصل آباد

روزہ اور آپ ساتھ ساتھ

یہ 2005ء کی بات ہے جب ہم جامعہ تعلیم الاسلام محمد یہ فاروق آباد میں قرآن پاک حفظ کر رہے تھے تو ایک دن ہمارے مہتمم مکتب حافظ محمد بلال نے ننھے مجاہد کا ایک شمارہ پڑھنے کے لیے دیا۔ ابھی پہلا صفحہ کھول کر پڑھنا شروع کیا تو یقین جانیے اتنا پیارا لگا کہ ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا اس وقت ہماری کیفیت اس طرح تھی کہ آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے اور خوشی بھی ہو رہی تھی۔ آنسو اس لیے بہہ رہے تھے کہ ننھے مجاہد کا جو ہم شمارہ پڑھ رہے تھے وہ ''آزادی نمبر'' تھا جس کی ایک ایک تحریر بلکہ ایک ایک سطر درد سے بھری تھی تحریک آزادی پاکستان اور اسلاف کی اس وطن عزیز کے لیے دی گئی لاکھوں قربانیوں کے بارے میں جتنی معلومات اس ایک ہی شمارہ میں حاصل ہوئی پہلے کبھی نہ ملی اور خوشی اس بات کی کہ اس جہالت میں ڈوبے دور میں بھی کوئی حق کی شمع جلا کر اندھیرا ختم کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں المختصر! اس شمارہ پڑھنے کے بعد ہم نے بھی باقاعدہ ننھے مجاہد کا خریدار بننے کا عزم کر لیا۔ ہماری ننھے مجاہد سے باقاعدہ ملاقات شمارہ نمبر 30 سے ہوئی تب سے اب تک ہمارا تعلق ننھے مجاہد اور اب روضۃ الاطفال سے مضبوطی سے جوڑا ہوا ہے ایک وہ دن تھے جب ہم اکیلے ہی اس کے قاری تھے اور اب ہم خود پڑھنے کے ساتھ ساتھ 12,13 رسالے تقسیم بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہمارے مسئول ریاض قصوری بھائی کو جزائے خیر دے وہ ہمیں روضۃ الاطفال اور جماعت کا سارا لٹریچر عین وقت پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی ایک آدھ کی دیر ہو جائے تو فوراً ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ابھی تک روضۃ الاطفال ہمیں کیوں نہیں دیا گیا۔ روضۃ الاطفال سے ملاقات کے بعد ایک لمبے عرصے تقریباً ہفتہ کے شمارہ نمبر 6 کے بعد ہم نے بھی اپنی تحاریر کے ذریعے روضۃ الاطفال میں آنے کی ٹھانی اشعار بھیجے نظمیں بھیجی تحریریں لکھیں مگر جب بھی روضۃ کھول کر اپنا نام تلاش کرنا چاہا ہر وقت مایوس ہوئی۔

لیکن ہر مرتبہ مایوسی کو یہ کہہ کر دفع کر دیتے کہ پیوستہ رہے شجر سے امید بہار رکھ

شمارہ نمبر 26 میں ہمارا پہلا شکایات بھرا خط شائع ہوا۔ اس کے بعد اب کبھی شعر کبھی خط اور کبھی صرف ''کیے جاؤ کوشش'' میں نام شائع ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ تھی ہمارا روضہ کے ساتھ تعلق کی داستان میں اس بات کا ممنون ہوں کہ میں قلمی مزاج نہیں رکھتا ہوں بلکہ قلم و قرطاس کی وادی میں نو وارد ہوں، بس آپ نے اس سلسلہ کا آغاز اور حکم دیا کہ روضۃ الاطفال کا ہر قاری روضۃ الاطفال سے آپ کا آغاز کس طرح ہوا لکھے۔ لہٰذا ہم نے بھی آپ کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے شکست اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ لکھ دیا ہے

حافظ محمد اکمل فاروق جھا کے

کشمیر کی بیٹی

راوی: عبدالرحیم فاروقی، پلندری آزاد کشمیر

مظفر آباد میں مجھے یہ کہانی ایک مجاہد نے اپنی بہن پر ہونے والے ظلم و ستم کے ضمن میں سنائی تھی اس کہانی میں ایک درد، کرب اور ظلم و ستم کی انتہا بھی ہے اور کردار کی پختگی بھی۔

جب کسی قوم کی بیٹیاں آزادی کے لیے سر بکف ہو جائیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو آزادی سے محروم نہیں کر سکتی۔

کشمیری مجاہد نے بتایا:

"ایک دن بھارتی فوج کے افسران ہمارے گھر میں آ دھمکے۔ ہم سب گھر والوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور کہا کہ تمہارے مجاہدوں کے ساتھ رابطے ہیں۔ جاتے ہوئے بھارتی فوجی مجھے اور میری جواں سال بہن کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ہم پر یہ الزام لگا کہ ہم "دہشت گردوں" کو پناہ دیتے ہیں اور ہمیں ان کے خفیہ ٹھکانوں کا علم ہے۔

بھارتی فوجی ہمیں ایک بیرک میں لے گئے جہاں ہماری طرح کے بہت سے افراد حسرت و یاس کی تصویر بنے تفتیشی افسروں کے سوالات کا سامنا کر رہے تھے۔

ہمارے والدین نے ہم سے کہا تھا کہ اگر تم کبھی بھارتی فوج کے ہتھے چڑھے تو ان افسروں کی خوب بے عزتی کرنا تا کہ وہ غصے کے عالم میں تمھیں شہید کر دیں اور تم بے عزت نہ ہو سکو۔ جب ہم تفتیشی افسر جو بھارتی فوج کا کرنل تھا کے سامنے پیش ہوئے تو وہ ایک آرام دہ کرسی پر نیم دراز ہو کر سگریٹ کے دھویں کے مرغولے فضاء میں چھوڑ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی سوال پوچھے بغیر غلط نظروں سے میری بہن کی طرف دیکھا۔ میری بہن نے اپنے لبوں کو دانتوں تلے دبایا ہوا تھا تا کہ اپنی کپکپاہٹ کو روک سکے۔

وہ اپنے آپ کو بہت دلیر ظاہر کر رہی تھی تا کہ دشمن پر دبدبہ قائم رہے۔ کرنل نے بڑے کرخت لہجے میں کہا "کیا نام ہے تمہارا لڑکی؟" قبل اس کے کہ میری بہن کرنل کے سوال کا جواب دیتی ایک فوجی بول پڑا "سر یہ وہی لڑکی ہے جس نے سرینگر لال چوک میں بھارتی فوج کے خلاف تقریر کی تھی اور کشمیریوں کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔" فوجی چپ ہوا تو کرنل ایک دفعہ پھر چیخا "کیا نام ہے تیرا لڑکی؟" میری بہن نے کہا "غلاموں کو آپ کسی بھی نام سے پکار سکتے ہیں۔"

کرنل جو شکل و شباہت سے ہی وحشی لگ رہا تھا میری بہن کے اس جواب سے آگ بگولہ ہو گیا اور انتہائی غصے میں کہا: "تمھیں رہائی دے دوں۔"

"مجھے قید حیات ہی سے رہائی دے دو۔" میری بہن نے جواب دیا۔

"میرا مشن تو ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا تمھاری موت سے یہ مشن ادھورا رہ جائے گا۔" کرنل نے طنزیہ انداز میں قہقہہ لگایا۔

میری بہن نے جرأت سے کہا: "میرا مشن اب پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ اب ہر کشمیری نے آزادی کا پرچم تھام لیا ہے میری قوم کے غیرت مند سپوت اپنے پرچم کو اب کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔"

پھر کرنل میری طرف متوجہ ہوا اور کہا "تم پاکستان سے آنے والے دہشت گردوں کے نام اور ٹھکانے بتا دو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا میری بہن بول اٹھی: "تم اگر ہمارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو پھر بھی ہم تمھیں کچھ نہیں بتائیں گے۔ ہم وطن کی خاطر جان تو دے سکتے ہیں لیکن اپنے راز دشمنوں کے حوالے کر کے غداری کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔"

ابھی کرنل اپنی کرسی گھما کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک فوجی بول اٹھا "سر یہ اس طرح نہیں بتائے گی اس کو ہمارے حوالے کر دیں تو یہ کل تک یہ بھی بتا دے گی کہ گزشتہ تین سالوں میں اس نے کیا کھایا۔" کرنل خاموش رہا اور نظریں میرے چہرے پر مرکوز کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا فوجی بول پڑا "سر پھر کیا حکم ہے۔" کرنل نے میری بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اس کو تم میرے کمرہ میں بند کر دو شام کو میں خود تفتیش کروں گا۔"

میں نے مطالبہ کیا کہ مجھے بھی اپنی بہن کے ساتھ قید کر دو۔ پھر ہم کو ایک کمرے میں قید کر دیا گیا۔

شام کے سائے کافی گہرے ہو چکے تھے کہ کمرے کا دروازہ زور سے کھلا اور وہی کرنل اپنے دو ساتھیوں سمیت کمرے میں داخل ہوا اور گرجدار آواز میں بولا: "مجھے امید ہے کہ تم تشدد کے بغیر ہی سب کچھ بتا دو گے؟" میں نے کبھی کسی کیس کی تفتیش خود نہیں کی میں تم کو شدید تشدد سے بچانے کے لیے یہاں لایا ہوں۔ تم مجھے اپنا ہمدرد سمجھ کر سب کچھ بتا دو۔"

میں نے کہا: "ہم اپنے طور پر آزادی کے لیے جدو جہد کر رہے ہیں کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں اور بس۔" کرنل نے کہا: "تم مجھے بے وقوف نہ بناؤ صاف صاف بتا دو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو کرنل میری بہن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: "تم سرینگر یونیورسٹی کی طالبہ رہ چکی ہو کیا تم نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔" میری بہن خاموش رہی۔

پھر کرنل غصے سے بھپر گیا اور بولا: "لڑکی تم نے میرے صبر کا غلط اندازہ لگایا ہے تم مجھے جلدی جلدی دہشت گردوں کے ٹھکانے کا پتا بتا دو ورنہ تم کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔"

میری بہن جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی: "آزادی کے متوالوں کو دہشت گرد مت کہو۔ رہا موت کا مسئلہ تو تم مجھے اس سے مت ڈراؤ اس لیے کہ مسلمان کی اصل منزل ہی شہادت ہے۔"

پھر ہم دونوں بہن بھائیوں پر اس قدر تشدد ہوا کہ الامان والحفیظ۔ تشدد کے نشانات اب بھی واضح ہیں۔ بہن کے مقابلہ میں مجھ پر زیادہ تشدد ہوا۔ تا کہ بہن ڈر کے مارے سب کچھ بتا دے، لیکن میری بہن عزم و حوصلے کی تصویر تھی۔

ایک فوجی نے میری بہن کی چادر چھین لی تو اس نے کرنل سے کہا: "مجھے میری چادر دے دو۔"

کرنل نے طنزاً کہا: "جس لڑکی کے اندر انتقام کی آگ دہک رہی ہو اس کو چادر کی کیا ضرورت ہے۔"

"میں چادر سردی سے بچاؤ کے لیے نہیں مانگ رہی میں مسلمان ہوں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ننگے سر نہیں رہ سکتی۔" میری بہن نے جواب دیا۔

پھر مجھ اور میری بہن پر اتنا تشدد ہوا کہ ہم بے ہوش ہو گئے۔ شدید زخمی اور بے ہوشی کے عالم میں ہمیں گھروں کے قریب پھینک دیا گیا۔ چند روز بعد ہی میری بہن نے وطن کی آن پر جان دینے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے جسم کے ساتھ آتش گیر مادہ باندھا اور ایک فوجی چھاؤنی میں بھیس بدل کر جا پہنچی، چند لمحوں میں دھماکہ ہوا ہر طرف دھواں ہی دھواں بکھر گیا۔ بیس بھارتی فوجی اور بہت سا فوجی ساز و سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ مخبر کی اطلاع پر ہمارے گھر چھاپہ مارا گیا لیکن ہم پہلے ہی گھر چھوڑ چکے تھے۔ میرا ایک بھائی ہندوستانی فوج سے آزادی کے لیے برسر پیکار ہے۔ میں بھی جلد ہی اپنی بہن کے ادھورے مشن کی تکمیل کے لیے واپس چلا جاؤں گا۔

جنت کا مہمان

ان شاء اللہ

ابو خُبیب حامد سعید شہید

شازیہ اکرم دیپالپور

تاریخ شہادت و مقام:
8-8-2001 لولاب

ابو خبیب جانباز حامد سعید شہید 1982ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی نہایت لائق تھے۔ اللہ نے انھیں ذہانت و فطانت سے خوب نوازا تھا۔ ہر کلاس میں اول رہتے تھے۔ پرائمری کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اس کے بعد مدرسہ میں دینی تعلیم کا شوق پورا کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ وہاں بھی پہلی تا پانچویں کلاس تک اول یا دوئم رہتے۔ والدین کے نہایت فرماں بردار تھے۔ بچپن میں ہی انھیں مجاہد بننے کا شوق تھا۔ ان سے دو بھائی بڑے اور ایک بہن بڑی جبکہ دو بھائی اور ایک بہن ان سے چھوٹے تھے۔ بہن بھائیوں میں بڑا ہی پیار تھا۔ حامد شہید شروع ہی سے نمازی تھے، انھیں مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ تلاوت بھی بڑی بہترین کیا کرتے تھے۔ علاقے میں دعوت کا کام شروع کیا تو گھر میں بیٹھتے ہی نہ تھے۔ ہر وقت امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے کوشاں رہتے۔ رمضان میں سحری کھاتے ہی نکل جایا کرتے اور بڑی دور دور تک تقاریر کے لیے جایا کرتے اور شام کے بعد گھر لوٹتے۔ تقریر بھی بہت اچھی کیا کرتے تھے۔ حامد سعید شہید بڑے ہی شرمیلے اور کم گو تھے۔ والدین سے باتیں زیادہ نہ کرتے لیکن بہن بھائیوں کے ساتھ بہت کھل کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے میں بہت سے لوگوں کو دعوت و جہاد کے لیے تیار کیا۔ دعوتی کاموں میں اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی شریک رکھتے۔ بہنوں کو پردہ کا پابند بنایا اور گھر والوں کی خوب ذہن سازی کی۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت کی اطلاع پر بھی گھر والوں کو بڑی خوشی ہوئی۔

تربیت کے دوران ایک عجیب واقعہ ان کے ٹریننگ کے ساتھی کامران شہید بیان کرتے تھے کہ ایک دن ہم خوراک کی عدم دستیابی کے باعث بھوک پیاس کا شکار ہو گئے۔ حامد کو بخار بھی تھا اور ان کی طبیعت بھوک پیاس سے تو اور بھی زیادہ خراب تھی۔ چلنا پھرنا تو بالکل دوبھر تھا۔ میں نے ادھر ادھر خوراک کی تلاش کے لیے بہت کوشش کی لیکن کوئی چیز میسر نہ آئی۔ پھر اچانک ایک پتھر کے قریب چھ سیب تازہ پڑے ہوئے ملے میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کہ کسی نے خود سے نہ رکھے ہوں مگر کوئی شخص نظر نہ آیا چنانچہ میں نے ان سیبوں کو اللہ کی مدد جانا اور وہ سیب لے آیا ہم نے وہ سیب اللہ کا نام لے کر کھائے میں نے ایسے لذیذ سیب کبھی نہیں کھائے تھے اور ان سیبوں میں اللہ تعالیٰ نے اتنی خیر و برکت رکھی تھی کہ حامد بھائی کی طبیعت فوراً ہشاش بشاش ہو گئی اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

ابو سیف الرحمٰن شہید کے ساتھی بیان کرتے ہیں کہ میں حامد سعید بھائی کے ساتھ ہی تھا۔ ہمارے چھ ساتھی پہلے شہید ہو گئے تھے اب ہم ایک پہاڑی کی ٹیکری پر پہنچے۔ رات ہو چکی تھی تو حامد بھائی مجھے وہیں بٹھا کر قریبی بستی میں گئے کہ جہاں پہ روشنی نظر آتی تھی۔ میں زخمی حالت میں تھا۔ اس لیے چل پھر نہ سکتا تھا وہ جو ہمیں بستی نظر آ رہی تھی درحقیقت ہندو فوجیوں کی پوسٹ تھی جونہی وہ قریب گئے تو زبردست فائرنگ کی آواز آئی۔ حامد بھائی واپس نہیں آئے میں نے آٹھ دن تک ان کا وہیں انتظار کیا، لیکن وہ تو اپنی منزل شہادت کو پا چکے تھے۔ ادھر مجھے ایک چرواہے نے دیکھا تو وہ میرے پاس آیا، میں خوفزدہ ہو گیا کہ یہ کہیں مخبر نہ ہو مگر اس نے مجھے تسلی دی اور اپنے گھر لے جا کر میرا علاج کروایا، جب میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اس نے میری منزل مقصود تک رہنمائی کی، اللہ اسے جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

حامد سعید شہید کا وصیت نامہ

زندگی کے کسی موڑ پر بھی دین کو دنیا پر قربان نہ کرنا اور جہاد نہ چھوڑنا:

ہمیں خاموشی سے ہر ستم پینا نہیں آتا
ہمیں باطل سے دب کر جینا نہیں آتا

محترم والدین اور پیارے بھائیو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیاری امی جان! آپ کو خاص تلقین ہے کہ اگر میں شہید ہو گیا تو رونا نہیں۔ اپنے بھائیوں کو وصیت ہے کہ وہ ڈاڑھیاں مکمل سنت کے مطابق رکھیں۔ گھر سے بدعات و رسومات کا خاتمہ کر دیں اور منہج نبوی ﷺ دعوت و جہاد پر گامزن رہیں۔ زندگی کے کسی بھی موڑ پر دین کو دنیا پر قربان نہیں کرنا اور میرے بعد جہاد کے راستے کو چھوڑنا نہیں۔

ملت اسلامیہ کے غیور نوجوانو! آج اسلام کو آپ کی ضرورت ہے، آج اسلام کی بیٹی کے تحفظ کے لیے کشمیر، بوسنیا، فلپائن اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے میری گن اٹھا کر کھڑے ہو جائیں، اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے سوال کر لیا کہ دنیا میں میری مساجد کو گرایا گیا، قرآن کی بے حرمتی ہوئی، بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو قتل کیا گیا۔ بتا تو نے میرے دین کے لیے کیا کیا، جبکہ تیرے پاس جوانی تھی، وقت تھا؟ تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟ میرے تمام دینی اساتذہ کو سلام کہہ دیجیے گا۔

رشتہ داروں کو شرک و بدعات سے نکلنے کی دعوت دیں اور انھیں واضح کر دیں کہ مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے چاہے وہ جتنے مرضی اچھے عمل کر لے۔

میرے طالب علم ساتھیو! اب آپ ہی نے اپنا اور ہمارا وقار پیدا کرنا ہے۔ دل لگا کر علم حاصل کریں اگر آپ علم میں پختہ ہوں گے تو اس سے دین کا اور ہمارا بھی فائدہ ہے۔ ہمارے کردار ایسے ہوں کہ ہر کوئی آپ کو یاد کرے۔ ہمارے بعد پیدا ہونے والے خلاء کو اب آپ نے ہی پر کرنا ہے۔ ہمارے مشن کو جاری رکھنا ہے۔

والسلام
دعاؤں کا طالب ابو خبیب جانباز حامد سعید

ایفا کی دولت

ٹیلے پر کھڑے چند بچوں نے دور سے ایک لشکر کو آتے دیکھا۔ دھوپ میں ان کی ننگی تلواریں چمک رہی تھیں۔ وہ بہت تیزی سے آتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کا رخ بھی اسی سمت تھا۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک ان تک پہنچ رہی تھی۔

بچوں کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ وہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں انھیں دیکھتے رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے ان میں حرکت کرنے کی ہمت نہ ہو۔ پھر وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور اپنی بستی میں جا کر دم لیا۔ ان کے سانس بری طرح پھول رہے تھے۔

انھیں اس طرح بدحواسی کے عالم میں دوڑ کر آتے دیکھا تو کچھ لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، پریشانی کے عالم میں وہ پوچھنے لگے:

''کیا ہوا؟...... کیا ہوا؟''

''وہ!...... وہ...... ! اسلامی لشکر ہماری بستی کی طرف بڑھ رہا ہے، وہ بڑی تعداد میں ہیں اور ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہیں۔''

''اوہ! نہیں۔'' وہ خوف زدہ انداز میں چلائے۔ ادھر، ادھر بھاگ کھڑے ہوئے پھر پوری بستی میں آن کی آن یہ خبر پھیل گئی وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے:

''اب کیا ہوگا...... اب کیا ہوگا؟''

ایسے میں ایک بوڑھیا کی آواز ان کے کانوں میں گونجی:

''کیا بات ہے؟ کیوں بھاگ رہے ہو؟''

''کیا آپ کو اب تک نہیں پتا چلا بڑی اماں! اسلامی لشکر ہمار بستی کی طرف آ رہا ہے۔''

''ہاں! مجھے معلوم ہو گیا ہے، تم بھاگ بھاگ کر اسلامی لشکر سے اپنی جانیں نہیں بچا سکتے ان کی فتوحات کا سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے، انھوں نے تو بڑی بڑی فوجوں کے رخ پھیر دیے ہیں تم ان کے مقابلے میں کیا کرو گے؟ میری مانو سب بستی سے باہر نکل کر کھڑے ہو جاؤ، کسی کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ ہو'' بوڑھیا نے مشورہ دیا ''اس طرح تو ہم سب مارے جائیں گے'' ایک نوجوان بولا:

''وہ بلاوجہ خون نہیں بہاتے، پہلے وہ اپنی بات کہیں گے، ان کی بات اگر ہم نے نہ مانی تو پھر وہ ہم پر تلوار اٹھائیں گے۔'' بوڑھی نے پرسکون لہجے میں کہا:

''چلیے پھر جیسے آپ کہتی ہیں، کر لیتے ہیں، آپ ہم میں بڑی ہیں، آپ کا تجربہ ہم میں زیادہ ہے۔''

''ٹھیک ہے...... آؤ پھر۔''

سب لوگ بستی کے باہر کھڑے ہو گئے، دور سے انھیں اسلامی لشکر آتا دکھائی دیا، ان کی تلواریں بلند تھیں، نیزے بھی اوپر اٹھے ہوئے تھے، ان میں سے کچھ اونٹوں پر سوار تھے، کچھ گھوڑوں پر، کچھ پیدل چلے آ رہے تھے۔ بستی والوں کے دل بری طرح دھک دھک کر رہے تھے۔ ہر ایک سوچ رہا تھا: ''اب کیا ہوگا؟''

آخر کار وہ ان کے بالکل قریب پہنچ گئے اس وقت ان سب نے یہ بات محسوس کی، اسلامی لشکر کا کوئی ایک فرد بھی ان کی طرف نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ وہ سامنے کی طرف دیکھ رہے تھے ان کی نظریں راستے پر جمی تھیں جبکہ وہ سب راستے کے کنارے کنارے کھڑے تھے۔ پھر لشکر کا اگلا حصہ ان کے پاس سے گزرتا چلا گیا وہ مارے حیرت کے اس لشکر کو جاتے دیکھتے رہے رفتہ رفتہ ان کے دلوں کی دھڑکنیں کم ہوتی گئیں اور پورا لشکر گزر گیا انھیں یقین ہو گیا کہ لشکر کی منزل یہ ان کی بستی نہیں، آگے کوئی اور بستی ہے۔

دوسرے دن آس پاس کی بستی کے لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے ان کے سروں پر سامان تھا وہ لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے ''کیا ہو گیا۔'' تمام لوگ چلائے

''اسلامی لشکر نے ہماری بستیوں کو فتح کر لیا۔ ہم یہاں پناہ لینے آئے ہیں'' ان میں سے ایک نے بتایا:

''اوہ...... اچھا...... آ جاؤ! ہماری بستی تم لوگوں کے لیے حاضر ہے۔'' اب بستی میں اس واقعہ پر تبصرے ہونے لگے:

''آخر مسلمانوں نے ہم پر حملہ کیوں نہیں کیا۔''

''پتا نہیں ان کا کیا پروگرام ہے؟'' ''ویسے بات عجب ہے''

''انھوں نے ہم پر حملہ کیوں نہیں کیا۔ سوال تو یہ ہے'' ایک بولا:

''شاید اس سوال کا جواب ہم میں سے کوئی نہ دے سکے۔'' کسی نے پرزور لہجے میں کہا یہ سوال سن کر بوڑھی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر رک گئی چند دن بعد پھر مسمانوں کا لشکر ان کی بستی سے گزرا۔ لیکن اس روز بھی وہی ہوا۔ انھوں نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور آگے نکل گئے۔ اس بار تو ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ اس روز بھی رات گئے تک مسلمانوں کی باتیں ہوتی رہیں...... اس روز کچھ اور لوگ بستی میں پناہ لینے آئے، انھوں نے بتایا:

''مسلمانوں نے ہماری بستی کو فتح کر لیا ہے بلکہ کچھ اور آگے بڑھ گئے ہیں ان کا سیلاب تو اب روکے نہیں رک رہا ہے۔''

پھر انھوں نے سنا کے مسلمانوں نے فتح کی ہوئی بستیوں سے آگے کچھ اور علاقے فتح کر لیے ہیں، پھر تو ایسا کئی بار ہوا، ہر بار وہ بڑھیا چونک اٹھتی۔ آخر ایک دن بڑھیا نے کہا: ''شاید اس سوال کا جواب میرے پاس ہے۔''

''آپ کے پاس اس سوال کا جواب ہے کہ یہ لوگ ہم پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔''

ایک نوجوان چلا کر بولا۔ اب سب لوگ بڑھیا کی طرف متوجہ ہو گئے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ آخر بوڑھیا گویا ہوئی:

''سنو! چند سال پہلے، ایک روز میں پانی لینے گئی تھی، میں نے اپنی دونوں بڑی مشکوں کو بھر کر اونٹ پر لادا، خود بھی اونٹ پر بیٹھی روانہ ہوئی بستی کے نزدیک پہنچنے والی تھی کہ میری نظر ٹیلے پر کھڑے دو آدمیوں پر پڑی۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہے تھے جیسے کسی چیز کی تلاش میں ہوں۔ اچانک انھوں نے مجھے دیکھ لیا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکے پھر میری طرف آنے لگے۔ میں پریشان ہو گئی، نہ جانے ان کا کیا ارادہ ہے کہیں یہ ڈاکو نہ ہوں۔ لیکن میرے پاس پانی کے سوا تھا ہی کیا۔ اتنے میں وہ نزدیک آ گئے، ان میں سے ایک نے کہا:

''تم یہ پانی کہاں سے لائی ہو۔''

''اس طرف سے'' میں نے جواب دیا۔

''پانی یہاں سے کتنی دور ہے؟''

''تم اس کا اندازہ خود ہی لگا لو۔ کل اس وقت بستی سے چلی تھی آج پہنچی ہوں

ساتھ والی بستی میں رہتی ہوں، مجھے جانے دو۔"
"گویا پانی یہاں سے ایک دن رات کی مسافت پر ہے۔" دوسرے نے کہا۔
"ہاں! یہی بات ہے۔"
"تم اسے روکے رکھو میں آقا سے پوچھ کر آتا ہوں۔" پہلے نے کہا۔
"کیابات ہے آخر"میں پریشان ہوگئی۔
"ہمارے پاس پانی ختم ہوگیا ہے، سب لوگ پیاسے ہیں، ہمارے جانور بھی پیاسے ہیں۔"
"لیکن میرے یتیم بچے ہیں، میں اتنی دور سے ان کے لیے پانی لائی ہوں، تم مجھے جانے دو اور اپنے لیے خود وہاں سے جاکر لے آؤ"میں نے التجائی انداز میں کہا۔
"تم ذرا دیر کے لیے رکو۔" یہ کہہ کر وہ ایک طرف چلا گیا کچھ دیر بعد وہ واپس آ گیا بولا: "اسے آقا کے پاس لے چلو۔"
"کون آقا"میں نے حیران ہوکر پوچھا:
"ہمارے آقا......اللہ کے نبی ﷺ"
"اچھاوہ...... جسے لوگ جادوگر کہتے ہیں۔"
"وہ جادوگر ہرگز نہیں اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔"
انھوں نے میرے اونٹ کی مہار تھام لی اور اسے لے چلے، آخر ہم خیموں کے پاس پہنچ گئے ایک پہرہ دے رہا تھا اس نے پکار کر کہا:
"آقا! وہ اسے لے آئے۔"
خیمے کا پردہ اٹھا میں نے دیکھا، جس شخص کو وہ اللہ کے نبی بتا رہے تھے، اس کا چہرہ بہت روشن اور چمک دار تھا، نظر اس کے چہرے پر ٹھہرتی نہ تھی اس وقت وہاں چالیس کے قریب لوگ تھے۔
"اس کی مشکوں کو نیچے اتارلو۔" روشن چہرے والے نے حکم دیا۔
"یہ آپ کیا کر رہے ہیں، میں بتا چکی ہوں یہ پانی بہت دور سے لائی ہوں۔"
اس نے کوئی جواب نہ دیا اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر دونوں مشکیں اتار لیں روشن چہرے والا مشکوں کے پاس آیا اور اپنا ہاتھ مشکوں پر پھیرا اور بولا:
"اب تم اپنے تمام برتن بھرلو، ان مشکوں میں سے پانی پی لو۔"
"ایسا نہ کرو...... ایسا نہ کرو۔" میں چیخی انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی، انھوں نے باری باری پانی پیا، خوب پیا، پھر اپنے خالی برتن بھرے میری حیرت کی انتہا نہ رہی، چالیس کے قریب وہ انسان ان دو مشکوں سے خوب سیر ہوکر پی چکے، لیکن دونوں مشکیں اسی طرح بھری رہی تھیں، پھر برتن بھرے جاتے رہے، انھوں نے اپنے جانوروں کو پانی پلایا۔ سب کی پیاس بجھائی، تب ان کے آقا نے حکم دیا:
"مشکوں کے منہ بند کردو اور ان کو اونٹ پر لاددو۔"

انھوں نے ایسا ہی کیا، تب روشن چہرے والے نے کہا:
"اب اس کے لیے ایک کپڑے میں کھانے پینے کی چیزیں جمع کر دو!" فوراً ایک کپڑا بچھایا گیا۔ ان چالیس کے چالیس نے اس کپڑے پر کھجوریں، پنیر، اور ستو وغیرہ ڈالنا شروع کردیا۔
"یہ باندھ کر اسے دے دو!" روشن چہرے والے نے حکم دیا۔
انھوں نے تعمیل کی اور چیزیں مجھے تھمادیں، اس وقت روشن چہرے والے نے مجھ سے کہا:
"ہم نے تمھارے پانی میں ذرا کمی نہیں کی، جتنا پانی تم لے کر آئیں تھیں یہ اب بھی اتنا ہی ہے، البتہ اللہ نے ہمیں یہ پانی پلایا ہے۔ ہاں تمھیں روکا گیا اس سے تمھیں پریشانی ہوئی سو یہ چیزیں اس تکلیف کے بدلے میں ہیں، اب تم جا سکتی ہو۔"
میں ہکا بکا سی وہاں سے چل پڑی، آج ہم فیصلہ کر سکتے ہیں، غور کر سکتے ہیں، صاف ظاہر ہے کہ انھیں ان کے نبی کا حکم ہے کہ اس بستی پر حملہ نہ کرنا ایسا صرف اور صرف اس واقعہ کی وجہ سے ہے، میرا مشورہ مانوں اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلو، کیونکہ وہ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں، بڑھیا اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی
وہ سوچ میں ڈوب گئے، سوچتے رہے۔ آخر ایک بوڑھا بول اٹھا:
"ٹھیک ہے ہم یہی کریں گے۔"
"ہاں! بالکل" وہ سب یک زبان ہوکر بول اٹھے، اس لمحے بڑھیا نے ایک انجانی سی خوشی محسوس کی۔
"اللہ کا شکر ہے کہ تم نے انکار نہیں کیا...... ورنہ......! وہ کہتے کہتے رک گئی "ورنہ کیا بڑی اماں؟"
"ورنہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ بستی والے مسلمان ہوں یا نہ ہوں میں ضرور مسلمان ہوجاؤں گی۔"
اسی روز ایک چھوٹا سا قافلہ مدینے روانہ ہوا، جب لوگ مدینے پہنچے عصر کی نماز کا وقت تھا۔
سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ انھیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے۔
"اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اس عورت کو پہچانا۔"
"ہاں! کیوں نہیں، ہم نے ان کا پانی لیا تھا، انھیں روکا تھا۔"
"لیکن میرے پانی میں ذرہ بر بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔"
"وہ اللہ کی مہربانی تھی، اللہ ہی ہمیں کھلاتا پلاتا ہے۔"
آپ ﷺ نے مسکرا کر کہا:
"تب ہمیں کلمہ پڑھوایئے۔"
آپ ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے، آپ ﷺ نے انھیں کلمہ پڑھایا، ان سب کے لیے دعا فرمائی، دین کی خاص خاص باتیں سکھانے کی ذمہ داری چند صحابہ کو سونپی، اس طرح یہ لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوکر اپنی بستی کو لوٹ گئے۔
(ماخوذ از بچوں کی سچی کہانیاں۔ دارالسلام)

بشریٰ بدر گل .... کراچی

روضہ آرٹ گیلری

ساجدہ 232 گ۔ب

جویریہ امان اللہ سلانوالہ

عمر ضمیر کراچی

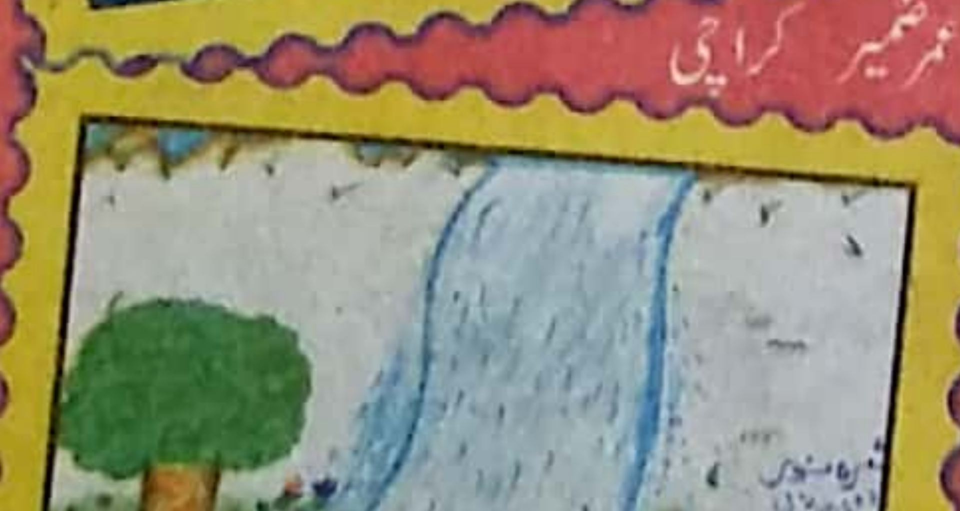
ثمرہ نور لطیف آباد

عمیر ثاقب حویلی لکھا

اسلام کا میزبان عدل

ام رقیہ منڈی احمد آباد

سلطنت بنگال کا سلطان غیاث الدین بن سکندر شاہ ایک روز تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا کہ اتفاق سے ایک تیر کسی بیوہ کے بیٹے کو جا لگا اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ بیوہ نے قاضی وقت مولانا سراج الدین کی عدالت میں سلطان کے خلاف مقدمہ درج کر دیا۔ قاضی نے سلطان کے خلاف سمن جاری کر دیئے۔ سمن وصول کرتے ہی سلطان اٹھا اور بغل میں ایک چھوٹی سی تلوار چھپائے عدالت میں حاضر ہوا۔ قاضی سراج الدین نے سلطان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اس کو بیوہ کے برابر کھڑا ہونے کا حکم دیا۔

جرم ثابت ہونے پر قاضی صاحب نے شریعت کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے جان کے بدلے جان کا شرعی فیصلہ سنا دیا۔ سلطان نے فیصلے کے سامنے سر جھکاتے ہوئے عدالت کی اجازت سے مدعیہ بیوہ کے سامنے درخواست کرتے ہوئے کہا: آپ چاہیں تو خون بہا لے کر مجھے معاف کر دیں۔ ورنہ میری جان حاضر ہے ضعیف بیوہ اسلامی انصاف سے اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے خون بہا لے کر سلطان کو معاف کر دیا۔ اس ساری کارروائی کے بعد قاضی سراج الدین اٹھے اور بادشاہ کو اپنی مسند پر بٹھا دیا، سلطان نے بغل سے تلوار نکالی اور قاضی صاحب سے کہا اگر آپ اسلام کے خلاف فیصلہ کرتے تو اس تلوار سے آپ کی گردن کاٹ دیتا۔

یہ سنتے ہی قاضی صاحب نے اپنی مسند کے نیچے سے ایک درہ نکالا اور کہا: سلطان اگر آج آپ شریعت کی حدود سے انحراف کرتے تو اللہ کی قسم! میں اس درے سے آپ کی کھال ادھیڑ دیتا۔

(ریاض سلاطین ص ۱۰۷)

دعا

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا

ترجمہ: اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر جسے تو آسان کر دے اور تو جب چاہتا ہے مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

قاری عبدالوکیل جامعہ تعلیم الاسلام پکھی والا

اللہ سے تجارت

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے اور وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو o اس پر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور عمدہ مکانات میں داخل کریں گے جو دائمی ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

مزمل حسین ضلع گوجرانوالہ

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

جس شخص نے ایک مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھا اس کے لئے جنت میں کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن عابد مرکز طیبہ مرید کے ضلع شیخوپورہ

فرمان الٰہی

''اے ایمان والو: شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلے گا تو پس شیطان تو اسے فحاشی اور برائی کا ہی حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی کوئی پاکی حاصل نہ کر سکتا تھا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاکی عطا فرماتا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (النور ۲۱)

ساویہ اقبال ڈھولن چک نمبر 7 پتوکی

مجاہد اللہ کا پسندیدہ بندہ

اللہ کو تو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (الصف: ۵)

ثمینہ رؤف آف ناگرہ

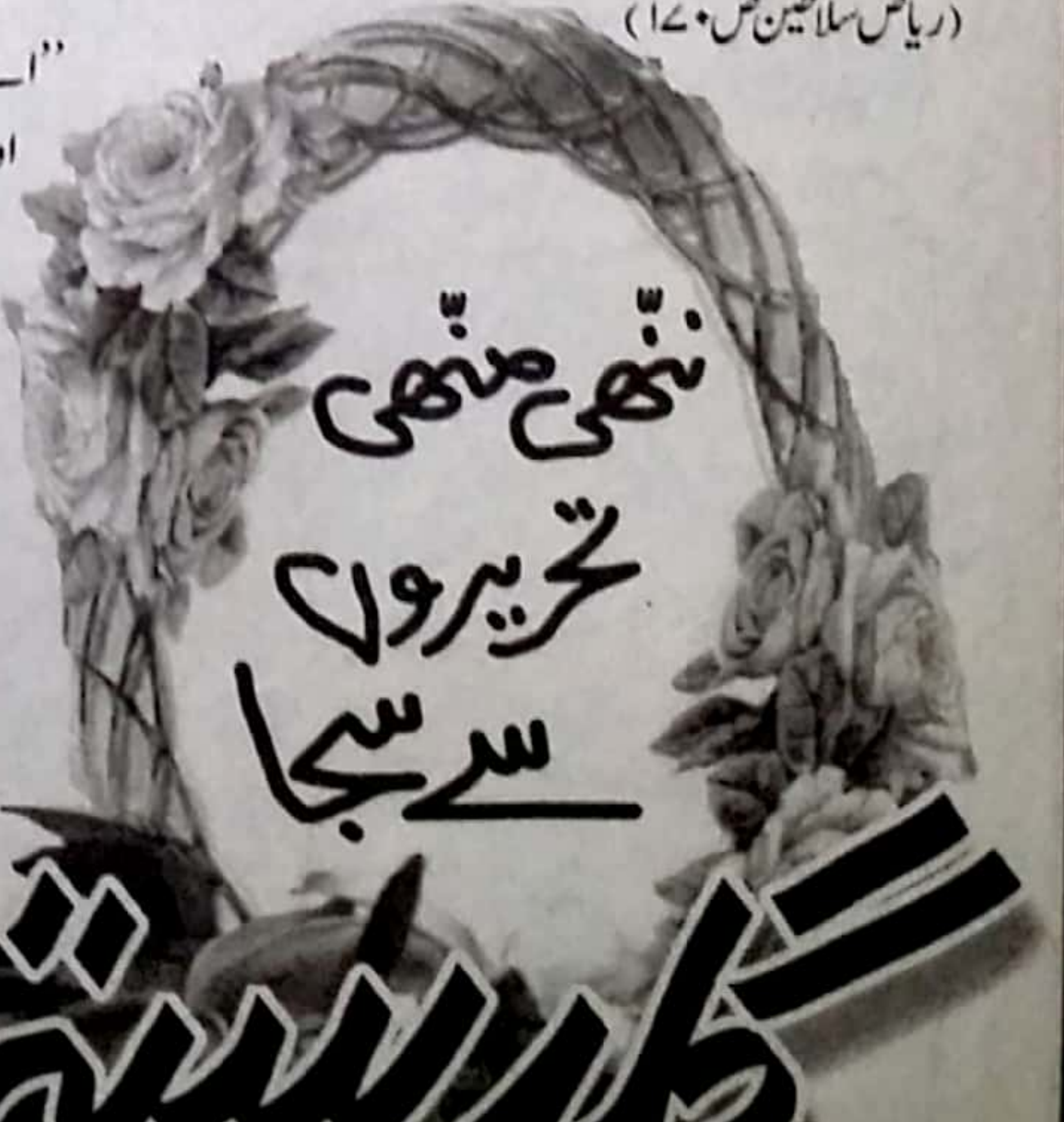

منزل

کفر نے پھر للکارا ہے اب
کفن سروں پہ باندھ کے نکلو
منزل رستہ دیکھ رہی ہے
جھوم کے آؤ اب نہ سوچو
غازی بن کر واپس لوٹو
یا شہداء کی شان بڑھاؤ
آنے والی نئی نسلوں کو
جینے کی کوئی راہ دکھاؤ
دین کی خاطر جینے والے
مر کر بھی زندہ رہتے ہیں
سچے لوگ وہی ہیں جو کہ
دین کی خاطر دکھ سہتے ہیں

علاؤالدین طاہر

اچھی باتیں

☆ حقیقت سے فرار آپ کے لیے کامیابیوں کے دروازے بند کر دے گا حقیقتوں سے مقابلہ کرنا سیکھیں کہ آپ کو ان کے درمیان بھی زندہ رہنا ہے۔

☆ اگر وقت اور حالات ہمیشہ آپ کے ہاتھ میں رہیں تو آپ کچھ نہیں سیکھ سکتے۔

☆ معاشرے پر آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہوگا کہ آپ خود سنور جائیں۔

☆ سکھ اور حسرت ایسے عطر ہیں جنہیں جتنا زیادہ آپ دوسروں پر چھڑکیں گے اتنی ہی زیادہ خوشبو آپ کے اندر سے آئے گی۔

☆ لکڑیاں ایک ایک جلائیں تو دھواں دیتی ہیں اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔

☆ یہ نہ سوچو کہ دعا فوراً کیوں قبول نہیں ہوتی بلکہ یہ شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے گناہوں کی فوراً سزا نہیں دیتا۔

☆ ایمان ہمارے خیالات کی اصلاح کرتا ہے شکوک شبہات کی نفی کرتا ہے وسوسوں کو دل سے نکالتا ہے۔

☆ آنسوؤں کا سفر کرتا نہیں یہ سیدھا بارگاہ سبحان وتعالیٰ میں لے جاتا ہے۔

☆ انسانی عقل وخرد کی تمام طاقتیں مکڑی کے جالے کے سامنے بے بس ہیں۔

☆ بے محل ہنسنا، غیر ضروری گفتگو کرنا اور غلط جگہ بیٹھنا بے وقوفوں کی علامت ہے۔

انتخاب: ''بنت مظفر ستیانہ بنگلہ

ذرا سوچئے......!

اللہ نے سود سے روکا ہم نے بینک بنا دیئے۔
اللہ نے زنا سے روکا ہم نے کلب بنا دیئے۔

اللہ نے پردے کا حکم دیا ہم نے بے حیائی کو عام کر دیا
اللہ نے کہا میرے نبی کی سنت کو نہ چھوڑنا ہم نے غیروں کی راہ اپنالی۔
اللہ نے کہا قرآن میں تمہاری کامیابی پوشیدہ ہے ہم اسے آکسفورڈ کی کتابوں میں دیکھنے لگے۔
ذرا سوچئے! آج مسلمان اس وجہ سے پریشان اور ذلیل ہو رہے ہیں جس کو راضی کرنا تھا اسے ناراض کر دیا تو پھر رحمت کیسے ہوگی۔

مہوش صدیقہ ڈھوانوالہ

باتوں سے خوشبو آئے

☆ خالق سے مانگنا دانشمندی ہے، اگر دے دے تو رحمت نہ دے تو حکمت۔
☆ مخلوق سے مانگنا ذلت ہے اگر دے دے تو احسان نہ دے تو شرمندگی۔
☆ کسی پر کیچڑ اچھالنے سے اپنے ہاتھ گندے ہوتے ہیں
☆ پہلے اونٹ کی رسی باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔
☆ قرآن مجید کو اس کے صحیح مخارج وصفات سے پڑھو تاکہ ثواب کامل حاصل ہو۔
☆ کسی مسلمان کی طرف مسکرا کر دیکھنا صدقہ ہے، سنجیدہ رہنے والا ہمیشہ عزت پاتا ہے ایمان پر موت جنت میں جانے کی سند ہے، مرنے والے سے عبرت حاصل کرو جو چپ رہا اس نے نجات پائی، گناہ سے بچنا بہت بڑی نیکی ہے۔
☆ اگر تو نے کسی کو قید کی سزا دینی ہے تو پھر اپنی زبان کو قید کر لے
☆ جہاد وقتال اسلام کی چوٹی ہے......!

محمود عثمان اشرف رائے ونڈ

دو چیزیں

سیدنا محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کا بیٹا دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جبکہ وہ دونوں ہی اس کے لیے بہتر ہیں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت اس کے لیے دنیوی فتنوں سے بہتر ہے اور وہ مال کی قلت کو بھی ناپسند کرتا ہے جبکہ جتنا مال کم ہوگا اتنا ہی حساب کم ہوگا۔

سدرہ صائمہ آف ناگرہ

اللہ کی راہ میں جہاد کرو

سیدنا ابو امامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرو بے شک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے غموں اور پریشانیوں سے نجات دیتا ہے۔

صائمہ سدرہ
جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

سنہری باتیں

☆ ہمیشہ ٹھوکر کھانے کے لئے تیار رہو تا کہ گرنے سے بچ سکو۔
☆ پتھر نہ بنو جو دوسروں کا رستہ روکتا ہے بلکہ پانی بنو جو اپنا راستہ خود بناتا ہے۔
☆ خواہشات میں اس قدر کھو نہ جاؤ کہ واپسی ممکن نہ رہے۔
☆ کسی کی برائیاں تلاش کرنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔
☆ گلاب کے اس پھول کی مانند ہو جاؤ جسے مسل بھی دیا جائے تو خوشبو آتی ہے۔
☆ دولت اکٹھی مت کرو کیونکہ کفن کی کوئی جیب نہیں ہوتی۔

ماریہ بنت عبدالقیوم خانیوال

اچھی اچھی باتیں

(۱) تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ یہ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔
(۲) نماز پڑھا کرو نماز نور ہے۔
(۳) نماز بے حیائی اور فحاشی کے کاموں سے روکتی ہے۔
(۴) دو چیزیں دل کو سخت کرنے والی ہیں ایک زیادہ کھانا دوسری زیادہ سونا۔
(۵) اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو دو کام ضروری ہیں استاد کی عزت کرنا، دوسرا کتابوں کی عزت کرنا۔
(۶) اچھی کتاب کو دوست بناؤ دنیا میں کوئی بھی وفادار دوست نہیں ملتا سوائے کتاب کے۔
(۷) جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
(۸) مظلوم کی بددعا سے بچو۔
(۹) جو رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔
(۱۰) تم میں سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔
(۱۱) تین چیزیں لذت والی ہیں ایک خارش دوسرا نئے نئے دوست بنانا تیسرا بھونا ہوا گوشت کھانا۔

محمد عرفان مصطفیٰ مرکز طیبہ مرید کے

اللہ تمہارے ساتھ ہے

جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب وہیبت ڈالے دیتا ہوں تو ان کے سر مار کر اڑا دو اور ان کا پور پور مار کر توڑ دو۔

محمد عمران تبسم

مسکراہٹیں

آپ مسکرادیے

ایک روز نبیؐ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: جنت میں اللہ تعالیٰ سے ایک آدمی نے کھیتی کاشت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو پروردگار نے پوچھا کیا تمہاری چاہت پوری نہیں ہوئی؟ جنتی نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے بوتے ہی فصل فوراً تیار ہو جائے ادھر اس نے بیج بویا تو فوراً اگ پڑا اور کاٹنے کے قابل ہو گیا اسی محفل میں ایک بدو بیٹھا تھا اس نے بڑی معصومیت سے عرض کیا یہ شرف تو صرف قریشی یا انصاری کو ہی نصیب ہوگا جو زراعت پیشہ ہیں لیکن ہم لوگ تو کاشت کار نہیں ہیں نبی اکرمؐ یہ بات سن کر بے ساختہ مسکرا پڑے (بحوالہ صحیح بخاری)

صائمہ عبدالرؤف ثمینہ عبدالرؤف
جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ

حاضر جوابی

احمد بن ابی طاہر بڑا بدشکل انسان تھا اس کے پاس ایک خادمہ تھی جو خاصی خوبصورت تھی ایک دن وہ اپنی خادمہ کے پاس آیا تو اسے دیکھ کر مسکرا پڑا مگر خادمہ اسے دیکھ کر ناراض ہوگئی خادمہ کے ماتھے پر شکن دیکھ کر احمد بن طاہر نے کہا میں تیری صورت دیکھ کر ہنس رہا ہوں اور تو ہے کہ ناراض ہو رہی ہے خادمہ نے کہا۔
تم من بھاتی چیز کو دیکھ کر مسکرا اٹھے اور مجھے ایک ناگوار چیز سے واسطہ پڑا جس سے میرے ماتھے پر شکن آگئی۔

حافظ عمر فاروق ارشد وار برٹن

مسکرائیں

ایک دفعہ میرے 9 سالہ بھائی کے پاؤں پر شدید چوٹ لگ گئی تو ابو جان نے امی سے کہا کہ اس کی مرہم پٹی کروانا بھائی کو کسی کام سے باہر جانا پڑ گیا جب واپس آیا تو مجھے آوازیں دینے لگا میں نے پوچھا کیا بات ہے تو پوچھنے لگا باجی امی جان میری پٹی کروانے چلے گئے ہیں جس پر ہم تمام ہنسنے لگے کہ بھائی تم خود تو گھر پر ہو امی نے کس کی پٹی کروانی تھی۔

نبیلہ خلیق مرضی پورہ فیصل آباد

یہ تو سڑک ہے

ابھی پچھلے دنوں ہم لوگ لاہور آرہے تھے جب لاہور میں داخل ہوئے تو آپی نے مجھ سے کہا خاموش ہو جاؤ۔ لاہور آگیا ہے تو میری بھانجی ''سارا'' جس کی عمر 4 سال ہے جھٹ سے بولی ''جی آپی زے سرور نہیں سرک ہے آپ جھوٹ بول رہی ہے اس کی بات یہ ہم لوگ بہت ہنسے۔

شازیہ اکرم دیپالپور

عظیم خوشخبری

دارالاندلس کی طرف سے

علمی، تحقیقی اور جدید اسلوب کی حامل منفرد تفسیر

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل منہج سلف کی ترجمان

5 جلدوں پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

ترجمہ: حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر: ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

کتب تفاسیر

میں ایک گراں قدر اور خوبصورت اضافہ

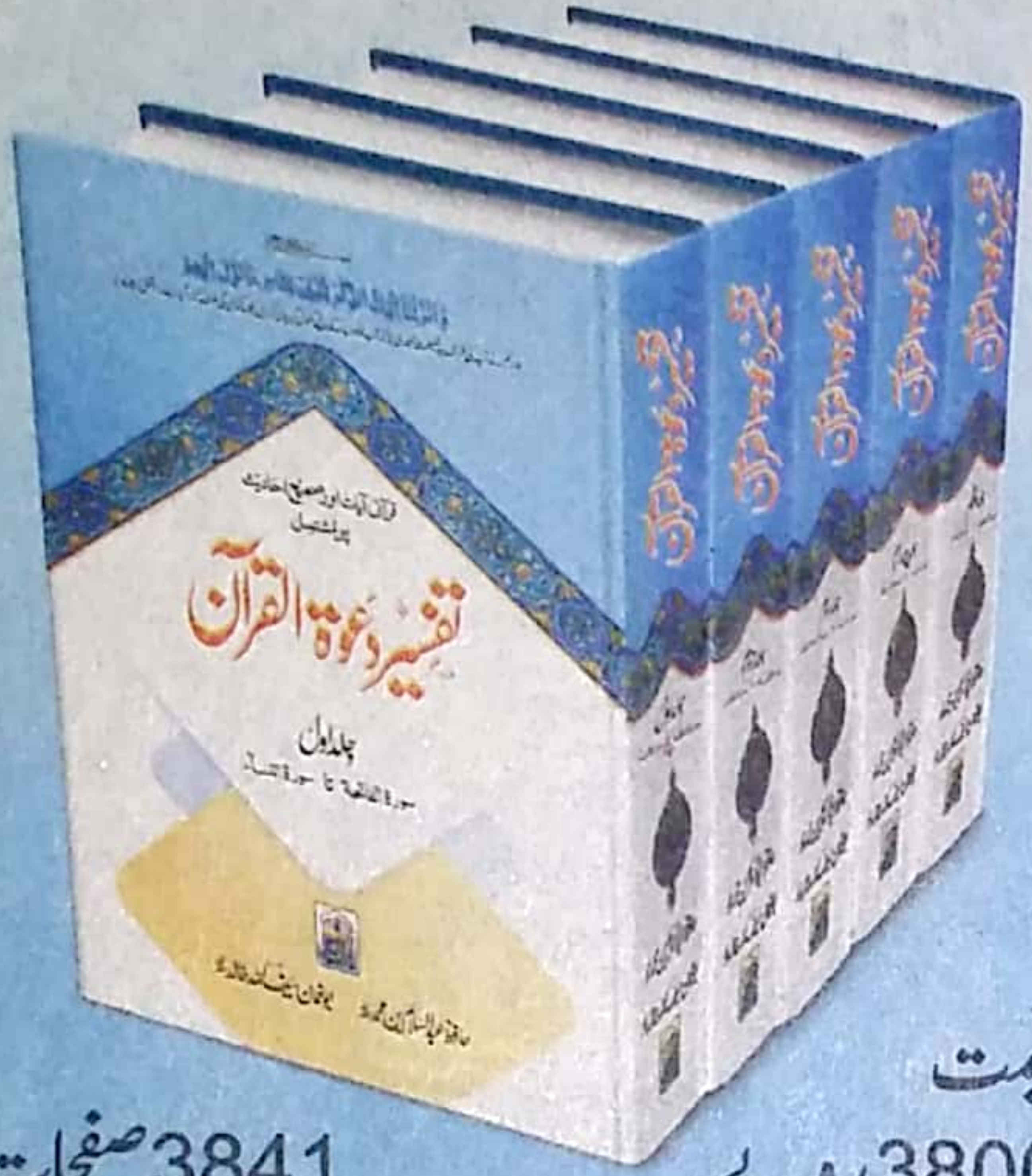

قیمت 3800 روپے

3841 صفحات

خصوصیات

- معروف کتب تفاسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر، فتح القدیر، فتح البیان، احسن التفاسیر، تیسیر القرآن، اشرف الحواشی، احسن البیان، تفسیر القرآن الکریم اور تیسیر الرحمن لبیان القرآن سے تفسیری حواشی کا حسین انتخاب۔
- تفسیر القرآن بالقرآن کا عمدہ نمونہ۔
- صرف صحیح وحسن احادیث اور مستند اقوال صحابہ وتابعین سے تفسیر کا اہتمام۔
- ضعیف اور موضوع یعنی من گھڑت روایات سے مکمل اجتناب۔
- بے اصل تفسیری قصے کہانیاں اور بے سروپا اسرائیلی روایات سے پاک۔
- تفسیر بالرائے کے بجائے تفسیر بالماثور کا حسین مرقع۔
- تفسیر میں موجود تمام روایات کی مکمل تحقیق وتخریج اور معیاری نمبرنگ۔
- متن قرآن اور تفسیر پر مشتمل آیات کی خوبصورت خطاطی نیز مسنون دعاؤں کا مکمل عربی متن۔
- شیوخ الحدیث اور نامور علماء کی تقاریظ وتاثرات۔
- معیاری طباعت، دیدہ زیب سرورق، طرز بیان نہایت سادہ اور دل نشین۔ علماء، خطباء، طلباء اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید۔
- خود پڑھیں، احباب کو تحفہ دیں اور سینوں کو قرآن کے نور سے منور کریں۔

ملنے کے پتے

کراچی، فضلی بکس 021-32212991، دارالہدیٰ 0312-2228367، دارالاندلس 0321-2892996 **حیدر آباد** 0321-3006930 **رحیم یارخان** 0333-4450817
بھاولپور 0300-6826150 **ملتان** 061-4541229 **ساھیوال** 0300-7830059 **گوجرانوالہ** والی کتاب گھر 055-4441613 دارالاندلس 0321-7453521
دارالکتب 0322-4074195 **سیالکوٹ** الفرقان بکس 052-4593662 مکتبۃ الآذان 0306-8327559 **لالہ موسی** 0334-8210905 **جھلم** 0321-5423304
راولپنڈی تسجیلات طیبہ 051-5535168 النور بکس 051-5794605 مکتبہ عائشہ 051-5551014 **اسلام آباد** قباء لائبریری 0321-7596832 دارالسلام،
051-2281513 **پشاور** معراج کتب خانہ 091-2214720 **فیصل آباد** دارالاندلس 0321-7985685 مکتبہ اہل حدیث 041-2624007 **گجرات** 0364-4871234
مظفر آباد 0346-9654921 **میرپور** 0300-5549990 **کوئٹہ** 0313-8327927 **سکردو** 0331-8585210 **سرگودھا** 0321-6003374
ہری پور 0321-5142763 **لاھور**: مکتبہ اسلامیہ 042-7244973 مکتبہ قدوسیہ 042-7230585 نعمانی کتب خانہ 042-7321865 مکتبہ السلفیہ 042-7237184

دارالاندلس
اسلام کی نشر واشاعت کا عالمی مرکز
4-لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: +92-42-37230549
Fax: +92-42-37242639

رابطہ نمبر برائے مؤلف: 0300-4003640
ابو ولید (برائے مکتبہ جات): 0322-4005335
ابوالحسن بخاری (برائے تاجران): 0322-4005775

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

79

۱۴ شوال ۱۴۳۱ھ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۰ء

غلامی میں جکڑا

کشمیر

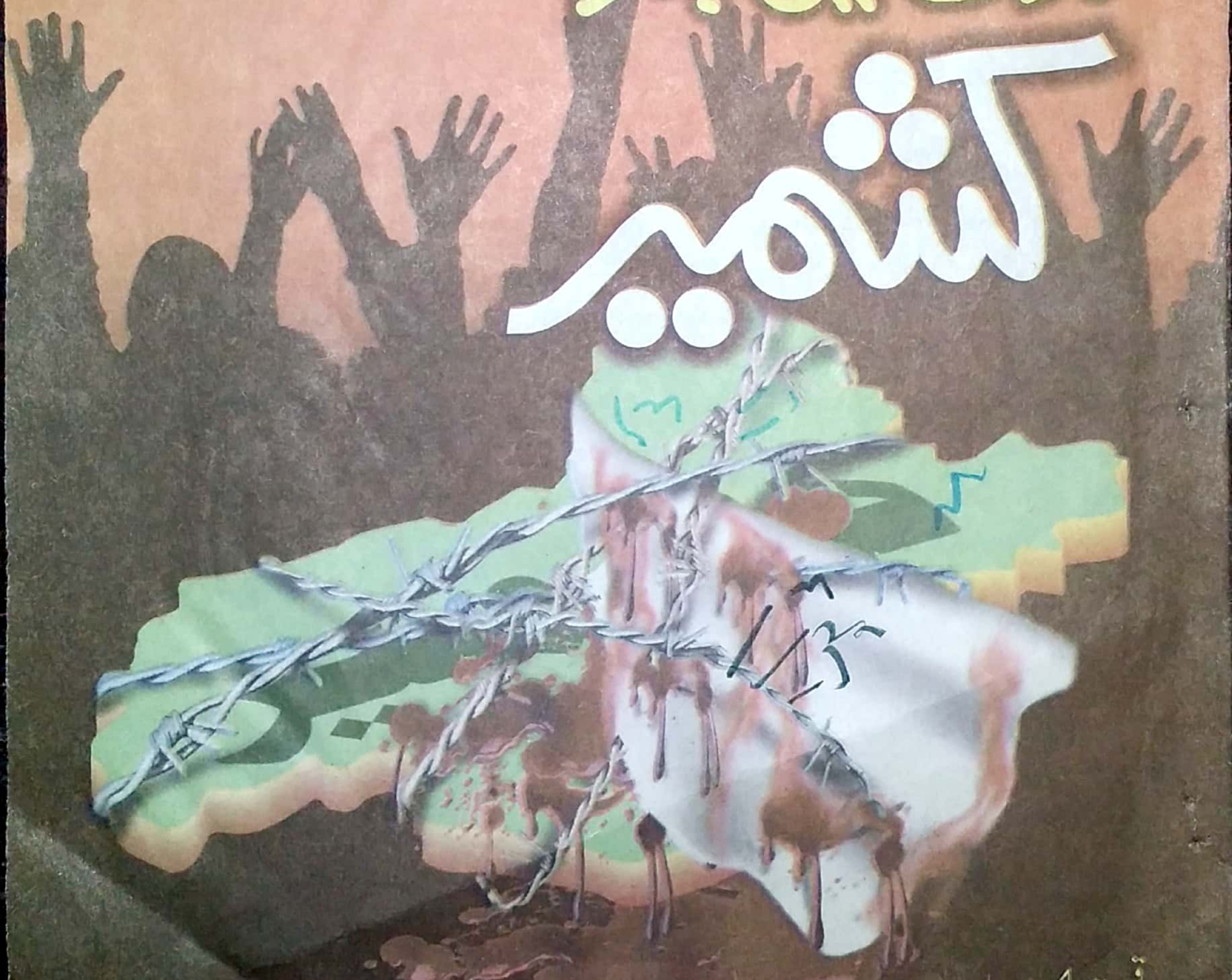

قیمت 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری بات

پیارے بچو!

السلام علیکم

آج عید کا دن ہے، ہم صوبہ سندھ کے ضلع ٹھٹھہ میں ہیں، یہاں سیلاب کے متاثرین کا بہت بڑا کیمپ ہے، جہاں سیکڑوں خاندان آباد ہیں، آپ اسے خیموں کی بستی سمجھ لیں، قطار در قطار بنے خیموں میں بچے، خواتین اور بے سہارا بوڑھے آباد ہیں۔ یہ سب لوگ ٹھٹھہ کے آس پاس کے دیہاتوں بدین اور سجاول کے شہروں اور گوٹھوں کے متاثرین کی بستی ہے، سجاول وہ شہر ہے جہاں چھ فٹ تک پانی گھروں میں داخل ہو گیا تھا، جس سے ان لوگوں کا سب کچھ ختم ہو گیا۔ بے چارے اپنی جان بچا کر مشکل سے یہاں تک آئے تھے۔ یہ بستی ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن'' نے آباد کی ہے، فلاح انسانیت کے کارکن روز انھیں پکا پکایا کھانا دیتے ہیں، دوا اور علاج ہر طرح کی سہولت مہیا کر رہے ہیں۔ آج عید کے روز انھیں دردِ دل رکھنے والے انسانوں نے ان دکھی انسانوں کو خوشیاں دینے کے لیے، ان کے لیے نئے کپڑے، مٹھائی اور کھانے کا انتظام کیا ہے، ہم کراچی سے یہاں یحییٰ مجاہد بھائی کے ساتھ آئے ہیں۔ فلاح انسانیت سندھ کے چیئرمین شاہد بھائی، ابو مجاہد ندیم اور عبدالمعیز بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ ویسے تو فلاح انسانیت کے سیکڑوں کارکن یہاں موجود ہیں جو سیلاب سے بے گھر ہونے والے متاثرین کے لیے ''عید گفٹ'' لے کر آئے ہیں۔ اور انہیں کھانا اور مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں۔

پیارے دوستو! فلاح انسانیت نے آج کے روز 60 ہزار متاثرین کے لیے کھانے کا انتظام کر رکھا ہے، مٹھائی کپڑے اور جوتے بھی ان متاثرین کو دیے جا رہے ہیں، ہم نے یہاں ان سب کے ساتھ بستی میں ہی عید کی نماز ادا کی اور بہت سے متاثرین سیلاب سے ان کی داستانیں بھی سنی ہیں، بچوں کے ساتھ عید بھی منائی اور انھیں عیدی بھی دی۔ عیدی اور نئے کپڑوں کی خوشی میں ہنستے مسکراتے بچے بھول ہی گئے ہیں کہ ان پر کیا گزر گئی ہے۔

دوستو! ان سب دکھی چہروں پر چند لمحوں کے لیے خوشیاں بکھر گئی ہیں اور وہ خوش نظر آ رہے ہیں، لیکن ان میں سے بہت سے اب بھی اداس ہیں، یقیناً ان کے ساتھ جو بیتی ہے وہ کسی بھی بڑے عذاب سے کم نہیں۔ یہاں موجود ہر فرد کی اپنی دکھ بھری کہانی ہے، ہم ان سب حالات و واقعات کو آئندہ شمارے میں تفصیل سے بیان کریں گے، تاکہ آپ بھی جان سکیں کہ ان لوگوں کی عید کیسی گزری، یقیناً آپ بھی اپنے اپنے گھروں میں عزیز و اقارب کے ساتھ خوشیوں میں مگن ہوں گے اور خوب عیدی موصول کر رہے ہوں گے، اللہ رب العزت آپ سب کو خوش رکھے اور اپنے دین کا سپاہی بنائے ''روضۃ الاطفال'' اور ہمارے ساتھ موجود ان سب بچوں کی طرف سے آپ کو بہت بہت عید مبارک ہو۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

فرمان الٰہی

دین میں اختلاف کرنے والے

ارشاد باری تعالیٰ

بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں اختلافات پیدا کیے اور اگر وہ گروہ گروہ بن گئے تو آپ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہ ان کو بتائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

[صائمہ عبدالرؤف، ٹوبہ ٹیک سنگھ]

فرمان نبوی ﷺ

نماز سے بیماری کا علاج

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھوک کے سبب پیٹ میں درد تھا کہتے ہیں میں نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا پیٹ کا درد ختم ہو گیا ہے یا نہیں تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا (قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّ فِی الصَّلَاةِ شِفَاءٌ)[مسند احمد]

''کھڑا ہو نماز پڑھ کیوں کہ نماز میں ہی شفاء ہے۔''

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بڑی مصیبتیں دور کر دیتے ہیں۔

[طیبہ افضل، ملتان]

رَبَّنَا

بخشش اور رحم کی دعا

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ.

[المؤمنون]

''اے اللہ میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

[نورین انوار، ناگرہ]

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-38720257

ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

شوال

اسلامی کیلنڈر کا دسواں مہینہ

پیارے بچو! دنیا میں رہنے کے لیے یہاں کے نظام، لین دین اور رہن سہن کے لیے دن اور وقت کے تعین کا ہونا ضروری ہے۔ اسی کے پیش نظر ماہ و سال بنے ہیں۔ دنیا میں بہت سے کیلنڈر رائج ہیں مگر ہم چوں کہ مسلمان ہیں اس لیے ہمیں اپنی زندگی اور لین دین میں اسلامی مہینوں اور اس کی تاریخوں کو استعمال کرنا چاہیے۔

پیارے دوستو! افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اس طرف توجہ نہیں دیتے ایک تو وہ اسلامی ماہ و سال کے مطابق معاملات نہیں کرتے الٹا انھوں بہت سی بدعات کو ان مہینوں میں شامل کر رکھا ہے کہ اس ماہ میں یہ نقصان ہے اور یہ خسارہ ہے، جس میں شوال کا مہینا بھی ہے۔

پیارے بچو! مہینے تو سب اللہ کے ہیں۔ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اسی نے ان کو بنایا۔ کسی کو حرمت عطا کی اور کسی کو نہیں۔ مہینوں کے مقام و مرتبے میں فرق ہو سکتا ہے۔ فضائل کم و بیش ہو سکتے ہیں آیئے! اس ماہ مبارک کے احکامات کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں۔

شوال کے چھ روزے

اسلام نے اس ماہ میں اتنی سعادت اور برکت رکھی ہے کہ اس کے چھ روزوں کا اجر سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے (مکمل) رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے ساتھ شوال کے چھ روزے رکھے تو (اس کا اجر) سال کے روزوں کی طرح ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۰۴)

دیکھئے! کیسی برکت ہے اور کیسی سعادت ہے! خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس نے اس سعادت کو پالیا۔

امام ابن القیم نے ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''شوال کے ان چھ روزوں میں انتہائی باریک نکتہ ہے۔ یہ رمضان کی درستی کے قائم مقام ہیں اور روزے میں واقع ہونے والی تقصیر اور کمی کا مداوا ہیں۔'' (المنار المنیف: ۱/۳۹)

جس طرح نماز کے بعد سنتیں نماز میں واقع ہونے والی کمی کی اصلاح کرتی ہیں، سجدہ سہو بھول کو کفایت کر جاتا ہے، اسی طرح یہ روزے دوران رمضان ہونے والی غلطیوں کی اصلاح اور درستی کا سامان ہیں۔

چھ روزوں کے احکام

1 شوال کے چھ روزے مستحب ہیں، واجب نہیں۔

2 شوال کے سارے مہینے میں انسان جب چاہے یہ روزے رکھ سکتا ہے۔

3 یہ روزے وہی رکھے جس نے مکمل رمضان کے روزے رکھ لئے ہوں اور جس کے رمضان کے روزے کسی وجہ سے رہ گئے ہوں جب تک رمضان کے روزے پورے نہ کرے کیونکہ حدیث کے مطابق شوال کے چھ روزوں کا اجر اس کے لیے ہے جس نے مکمل رمضان کے روزے رکھے ہیں۔

شوال اور بدعات

حیرانی ہے ان لوگوں پر جو دیدہ دلیری سے بدعات کا ارتکاب اور پرچار کرتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے محرم کے مہینے کی طرح اس ماہ میں کچھ لوگ شادی بیاہ کی تقریبات نہیں کرتے کیوں کہ ان کے نزدیک شوال میں شادی کرنے کو نحوست خیال کیا جاتا ہے۔

شوال اور رسول اللہ ﷺ کا نکاح

رسول اللہ ﷺ تو سراپا رحمت و برکت ہیں۔ جو کام آپ نے کیا، ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ وہ سراسر رحمت و برکت ہے۔ جب اس ماہ میں رسول مبارک ﷺ نے شادی کی ہے تو پھر ہم اس کو منحوس قرار دینے والے کون ہیں! اسی لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ نے شوال میں میرے ساتھ نکاح کیا اور شوال میں میری رخصتی ہوئی (آپ کی ازواج میں سے) کون سی عورت مجھ سے بڑھ کر آپ ﷺ کو پیاری تھی۔'' (مسلم: ۱۴۲۳، مسند احمد ۶/۵۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شوال میں رخصتی ان لوگوں کی تردید کرتی ہے جو عیدین کے درمیان رخصتی کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ باطل نظریہ ہے۔ (البدایۃ والنھایۃ ۳/۲۵۳) بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کرنے کے بعد یہاں تک لکھا ہے۔ فیہ استحباب التزویج والتزوج والدخول فی شوال۔

اس حدیث کے مطابق ماہ شوال میں شادی کرانا، کرنا اور رخصتی کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ (شرح مسلم ۹/۲۰۹) اور آگے لکھا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ماہ شوال کے بارے میں نحوست کا نظریہ دور جاہلیت کی پیداوار ہے۔ اسلام کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

شوال اور عید الابرار

کچھ لوگ شوال کے روزے رکھنے کے بعد آٹھ شوال کو عید مناتے ہیں اور اس کو ''عید الابرار'' کا نام دیا جاتا ہے، یہ بدعت ہے اور اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آٹھ شوال نہ ابرار کی عید ہے اور نہ فجار کی اور نہ ہی کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے عید ہونے کا عقیدہ رکھے۔'' (الاختیارات الفقہیۃ، ۱۶۵)

لہٰذا چھ روزے رکھنے کے بعد کسی قسم کی عید کا تصور کرنا اور یہ کہنا کہ ہماری عید آج ہے، بدعت ہے۔

فضائل شوال میں ضعیف روایات

یہاں چند روایات کو پیش کیا جاتا ہے جو زبان زد عام ہیں اور خطباء و واعظین کی محفلوں کی زینت ہیں حالانکہ وہ روایات ضعیف ہیں۔

''جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہے۔'' (ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی ۱/۳۰۹)

''جس نے رمضان، شوال، بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'' (السلسلۃ الضعیفۃ: ۴۶۱۳)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حرمت والے مہینوں کے روزے رکھا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا شوال کے روزے رکھا کرو، انھوں نے ''اشہر حرم'' کے روزے چھوڑ دیے اور پھر تادم مرگ شوال کے روزے رکھتے رہے۔ (ضعیف سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۴) اور ابن رجب نے بھی اس کو لطائف المعارف (۳۹۲) میں ضعیف کہا ہے۔

''جس نے عید الفطر کے بعد مسلسل چھ روزے رکھے تو گویا کہ اس نے سارے سال کے روزے رکھے۔'' (ضعیف الترغیب والترہیب ۱/۳۰۹)

لہٰذا اس حدیث سے رمضان کے بعد مسلسل روزے رکھنے کا استدلال کرنا درست نہیں۔

[حافظ سعید الرحمٰن، چیچہ وطنی]

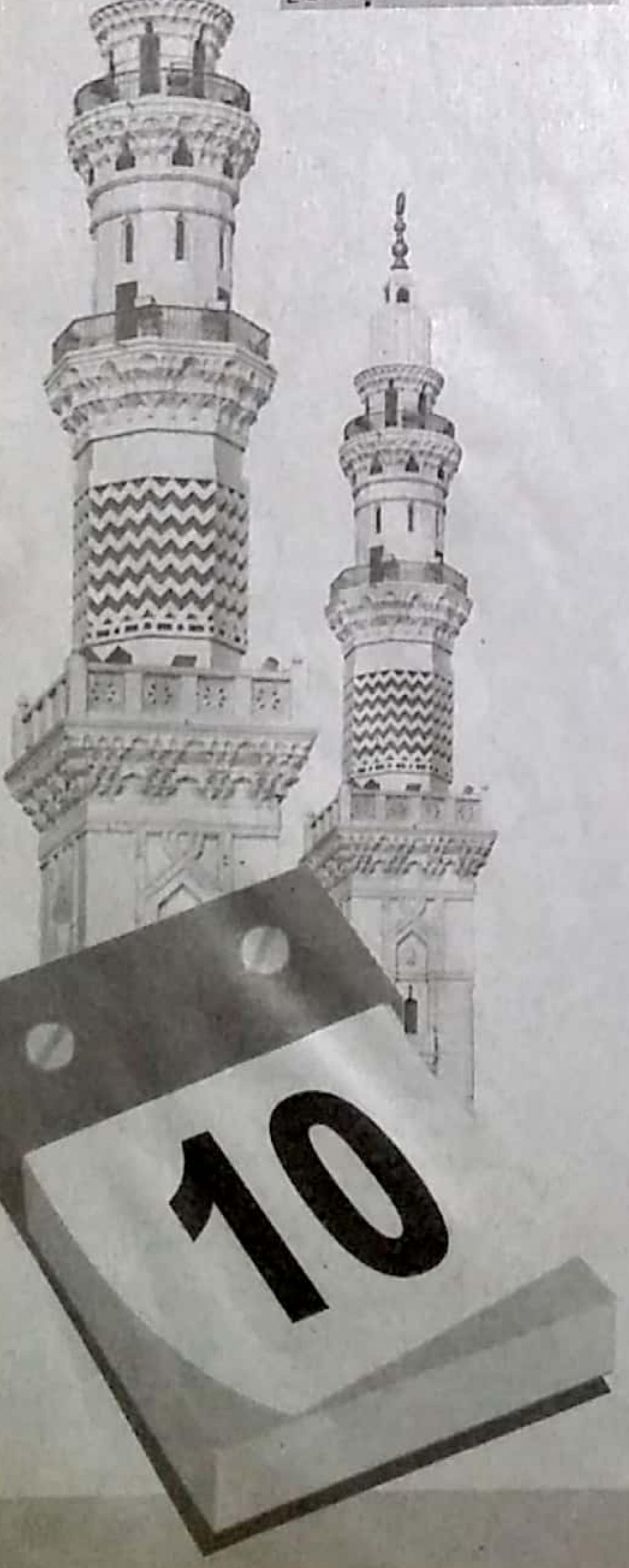

حق کی فتح

پیارے بچو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بہت لاڈلی قوم تھی اور ان پر اللہ کے بہت سے احسانات تھے۔ لیکن انھوں نے ان احسانات پر شکر گزاری کے بجائے ناشکری کی اور گمراہی کا راستہ اپنایا اور ظلم و زیادتی میں اللہ کی حدوں سے آگے بڑھنے لگے ان کی اس ظلم و فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سزا دی اور ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے۔ جو ان پر ظلم ڈھاتے، یہاں تک کہ ایک جنگ میں انھیں دشمن نے بہت بڑی شکست دی۔ بہت سوں کو قیدی بنالیا گیا اور وہ صندق بھی چھین لیا گیا جس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔ بنی اسرائیل ذلت اور رسوائی کی وجہ سے بہت غمگین رہنے لگے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف داؤد علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔

انھوں نے نبی سے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں وہ ہمیں بادشاہ عطا کرے جس کی قیادت میں ہم دشمن سے جہاد کریں۔ داؤد علیہ السلام نے کہا اگر اللہ تم پر ایسا بادشاہ مقرر کر دے تو کیا تم اس کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے؟ بنی اسرائیل فوراً بولے: ہاں! کیوں نہیں! ہم ضرور اللہ کے راستے میں دشمن سے جنگ کریں گے ہم تو اپنے گھروں سے اجاڑے گئے ہیں اور بچوں سے دور کر دیئے گئے۔ (البقرہ: ۲۴۶)

داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیا جس کا نام طالوت تھا۔ نبی علیہ السلام نے ان سے کہا: اللہ نے تم لوگوں کے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ اس پر وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے: ہم بادشاہ بننے کے زیادہ حق دار رہیں اس کے پاس نہ تو مال ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز، وہ کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (البقرہ: ۲۴۷) اللہ کے نبی علیہ السلام نے انھیں پھر کہا: بے شک اللہ تمھاری طرف ایک نشانی بھیجے گا۔ وہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل ہو گی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے یقیناً یہ تمھارے لیے کھلی دلیل ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ (۲۴۸)

بنی اسرائیل اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے صبری سے صندوق کے واپس لوٹنے کا انتظار کرنے لگے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہو گیا۔ صندوق ان کی طرف لوٹ آیا اور ان کو تاکید کی گئی کہ طالوت تمھارا بادشاہ ہے اس کی قیادت میں جنگ لڑو۔ صندوق کی واپسی کے بعد بنی اسرائیل نے طالوت کو خوشی خوشی اپنا بادشاہ مان لیا۔ طالوت نے سب کو جمع کیا اور پھر سب جنگ کرنے کے لیے بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔ کئی دن کی مسافت کی وجہ سے انھیں بھوک پیاس کا احساس ہوا ایسے حالت میں طالوت نے انھیں کہا: تمھارا گزر ایک نہر سے ہو گا اس میں تمھارے لیے اللہ کی طرف سے امتحان ہے۔ جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرے ساتھ نہ آئے اور جس نے پانی نہ پیا ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ تو وہ میرے ساتھ جنگ میں شریک ہو سکتا ہے۔ جب نہر آئی سوائے چند لوگوں کے سب نے پانی پی لیا۔ (البقرہ: ۲۴۹) جو آزمائش میں پختہ نکلے بس وہی لوگ طالوت کے ساتھ تھے آخر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ دشمن کے لشکر کا قائد جالوت تھا۔ جالوت کا لشکر تعداد میں بہت بڑا تھا بنی اسرائیل نے جب اتنے بڑے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے۔ آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑیں لیکن ان میں جو ایمان والے تھے۔ کہنے لگے: بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ: ۲۴۹) جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انھوں نے دعا مانگی ''اے پروردگار ہمیں صبر دے، ثابت قدمی دے اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما۔'' (البقرہ: ۲۵۰) طالوت نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اب جالوت کے لشکر کا قتلِ عام شروع ہو گیا انھیں قیدی بنایا جانے لگا۔ آخر طالوت کا لشکر، جالوت کے لشکر پر اللہ کے حکم سے غالب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے حکم سے مومنوں نے کافروں کو شکست دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کے لشکر پر اللہ کے حکم سے غلبہ پالیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے حکم سے مومنوں نے کافروں کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے داؤد کو بادشاہی اور حکمت عطا کی اور جتنا چاہا علم بھی عطا فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا اللہ دنیا والوں پر بڑے فضل و کرم کرنے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۵۱)

یہ داؤد علیہ السلام کی عاجزی و انکساری تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ فضیلت بخشی اور ایک زبردست انعام یہ ہوا کہ آپ نبوت و رسالت سے بھی سرفراز کر دیئے گئے۔

[زہرا شفقت، اسلام آباد]

آزادی کا سفر

''ابو جی...... کیا ہم بھی پاکستان جائیں گے......؟'' میں نے بے قراری سے پوچھا ''بیٹی ہمارا ضلع تو پہلے ہی پاکستان میں شامل ہے......'' انھوں نے میرے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے کہا۔

جولائی کا مہینہ تھا ضلع گورداسپور کے ہر فرد کا چہرہ آزاد وطن کے تصور سے جگمگا رہا تھا۔ جھلمل کرتی آنکھوں میں آزادی کے دیپ روشن تھے'' لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان'' کے نعروں نے حقیقت کا روپ دھار لیا تھا۔ ہمارے آنکھوں میں خوشیوں کے بسیرے تھے۔ کہیں کہیں ہجرت کرنے والے قافلوں پر حملوں کی خبریں تو اتر سے آ رہی تھی۔ ہم پر سکون و مطمئن تھے کہ ہمیں کہیں نہیں جانا پڑے گا...... ہندوؤں اور انگریزوں کی غلامی سے نجات پانے کا تصور انتہائی خوش کن تھا۔ پھر اچانک ہمارا سکون و اطمینان اور خوشیاں کافور ہو گئیں۔

14 اگست کو ہمیں اطلاع ملی کہ ہمارا ضلع پاکستان میں شامل نہیں...... عجب افراتفری کا عالم تھا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا...... انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت کا نتیجہ تھا کہ انگریزوں نے گورداسپور سمیت کئی علاقے پاکستان سے چھین کر ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی مسلمانوں سے نفرت عروج پر تھی...... ایک رات موسم بہت خراب تھا...... بادلوں کی گرج چمک اور برستی بارش کے ساتھ طوفانی ہوائیں چلی رہی تھیں...... مجبوری سے بھی گھر سے نکلنا مشکل تھا کہ اچانک ہندوؤں اور سکھوں کے جتھوں نے گاؤں پر دھاوا بول دیا...... موت کے خوف سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر گنے کے کھیت میں جا چھپے...... جو باقی بچے وہ کرپانوں اور نیزوں کی زد میں آ گئے۔

چند گھنٹوں کے بعد ہنستا بستا گاؤں اجڑ چکا تھا۔ بے شمار مسلمان شہید ہو چکے تھے اور جو باقی بچے۔ ان کے گھر لٹ چکے تھے۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں کے جتھے گاؤں میں بدستور موجود تھے۔ بالآخر چند نوجوانوں نے سکھوں کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا اور ان کے ولولوں کے سامنے سکھ چند لمحے بھی نہ ٹھہر سکے اور گاؤں سے بھاگ نکلے...... 28 رمضان المبارک سے ہمارے دل مٹھی میں آ چکے تھے لیکن بڑوں کا فیصلہ تھا کہ عید کے بعد ہجرت کریں گے...... یہ دو تین دن ہم نے خوف و دہشت کی کیفیت میں گزارے...... نمازِ عید کے بعد ہم گاؤں سے نکلے...... آبائی گھر اور زمینوں پر الوداعی نگاہیں ڈالتے ہم آگے بڑھے...... آنسوؤں کو ضبط کرنے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ایک کی آنکھیں لہولہو تھیں...... ہمارا قافلہ ہزاروں افراد پر مشتمل تھا...... نوجوانوں لڑکیوں کے چہروں پر اغوا کے خوف سے سیاہی مل دی گئی تھی۔

خون کا بدلہ

سدرہ سحر عمران

"مدینے سے ایک قاصد آیا ہے۔" شرحبیل بن عمرو، جو کہ بصریٰ کا حکمران تھا، اس کے درباری اسے اطلاع دے رہے تھے اور خبر سنتے ہی شرحبیل کی بھنویں تن گئیں۔ کس نے بھیجا ہے اور کیوں آیا ہے؟ اس کے لہجے میں وہی مخصوص گرج تھی جو شاہِ سلطنت ہونے کے ناطے ہونی چاہیے تھی، یہ شام کے سب سے اہم علاقے کا حاکم اور دنیا کی سب سے بڑی مملکت سلطنت روم کا حلیف تھا۔ شرحبیل کو جب مسلمانوں کے سفیر کے آنے کی اطلاع ملی تو اسے بہت غصہ آیا۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا اور حکم دیا کہ "سفیر کو حاضر کیا جائے اس گستاخ کی ہمت کیسے ہوئی کہ ہمارے دربار کا رخ کرے۔"

سفیر کو پیش کیا گیا۔ درمیانی قامت، سرمئی رنگت، پُراعتماد چال یہ حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ تھے۔ شرحبیل نے ان پر کہر بھری نگاہ ڈال کر ان کے ہاتھ سے خط لیا اور جوں جوں خط پڑھتا گیا اس کی آنکھوں میں لہو اترتا گیا۔

"اس بے ادب و گستاخ سفیر کا سر اڑا دو...... یہ ہمیں دعوت اسلام دینے آیا ہے...... انھیں اپنی اوقات کا اندازہ نہیں ہے شاید اور نہ ہماری عظمت و جلالت کا...... ستاروں پہ کمند ڈالنے نکلے ہیں احمق لوگ...... وہ طیش کے حال میں کہہ رہا تھا۔"

اور ہاں ہمارے سپہ سالاروں کو اطلاع دو کہ تیار رہیں۔ ہم کسی وقت بھی ان سرپھروں کو نیست و نابود کرنے کے لیے نکل سکتے ہیں۔ ان کی جرأتیں بڑھ چکی ہیں۔ سزا تو ملنی چاہیے سفیروں سے بداخلاقی سے پیش آنا امورِ سلطنت کے منافی تھا مگر شرحبیل تو بادشاہت کے غرور میں اندھا ہو چکا تھا، اس نے حضرت حارث بن عمر ازدی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع مدینہ پہنچی تو آپ ﷺ کو سخت رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس خون کا بدلہ لیا جائے گا۔"

کچھ دنوں میں یہ بات عام ہو گئی تھی کہ شرحبیل مدینہ النبی پر حملہ کرنے والا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی۔ جمادی الاول ۸ ہجری میں عزم و استقلال کا یہ قافلہ جہاد پر نکلا۔ تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی لیکن یہ عزم و حوصلے اور ایمانی قوت سے سرشار تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک سفید جھنڈا تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ فرمایا اس جگہ جاؤ جہاں حارث بن عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا...... جو لوگ وہاں موجود ہیں انھیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں تو بہتر ہے ورنہ اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگو اور ان سے لڑو۔ ادھر مسلمان مدینے سے نکلے ادھر شرحبیل کو اطلاع مل گئی۔ اس نے قیصر روم کو خط لکھ بھیجا کہ فوراً مدد کے لیے نکلو۔ قیصر روم نے بلقاء کے قریب مآب کے مقام پر فوج کا پڑاؤ ڈالا اور شام و عرب کے بت پرستوں کے نام دعوت نامے لکھوائے کہ آؤ اور مسلمانوں کا نام و نشان دنیا سے مٹانے کے لیے ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

لخم، جذام، تین، برابلی اور کتنے ہی عرب قبائلی قیصر روم کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ مالک بن رافلہ ان کا سالار تھا۔ مسلمان معان سے موتہ کی طرف چلے میدان جنگ میں اترے کفر میمنہ پر قطبہ بن قتادہ سالار تھے اور میسرہ پر عبابہ بن مالک انصاری (عبادہ بن مالک بھی لکھا جاتا ہے) کمان کر رہے تھے۔ ایک طرف تین ہزار سرفروش مجاہدین اسلام اور دوسری طرف ایک لاکھ بت پرستوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دونوں فوجیں مقابل ہوئیں اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا۔ وہ آگے بڑھے تو دشمن نے گھیر لیا اور پے در پے وار کے انھیں شہید کر دیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنے سپہ سالار کو موت کے منہ میں جاتے دیکھا تو فوراً لپکے۔ تاہم ان کے پہنچنے سے قبل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ انھوں نے پرچم تھام لیا۔ اب ایک طرف دشمن تھا تو دوسری طرف وہ سپہ سالار جنھوں نے شاہ نجاشی کے دربار پر اسلام کی شان و شوکت کا سکہ نبھایا تھا۔ حریفوں کی صفوں میں جا گھسے۔ لبوں پر حمد و ثناء تھی اور ہاتھ میں تلوار...... دشمن بھی ٹھٹھک گیا۔ کوئی صورت سمجھ نہ آئی تو ان کے جیالے گھوڑے کو نشانہ بنایا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے دشمن کی چال کو بھانپ لیا۔ فوراً گھوڑے سے کودے اور خود ہی گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ کسی شقی نے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ ہاتھ کٹ گیا مگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم نیچے نہ گرنے دیا دائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ دشمن نے دیکھا کہ بہادر جوش شہادت میں بے قابو ہے تو چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے...... سردار کی شہادت قریب تھی کہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھپٹ کر خود جھنڈا لے لیا۔ جب رات آئی اور لاشیں میدان جنگ سے اٹھائی جانے لگیں۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی...... زخم گنے...... نیزے اور تلوار کے نوے زخم تھے مگر واہ رے عظیم مجاہد...... ایک زخم بھی پیٹھ پر نہ تھا۔

(جاری ہے)

پیدل چلتے چلتے اور بھوک و پیاس کی شدت سے ہمتیں جواب دے جاتیں۔ لیکن پھر پاکستان پہنچنے کی خواہش ساری تھکاوٹوں پر غالب آ جاتی۔ رستے میں ہم نے نہر کے پاس ایک پڑاؤ کیا...... جتنے بچے، بوڑھے اور بیمار تھے جو چل نہیں سکتے تھے قافلے کی حفاظت کے خیال سے نہر میں پھینک دیے گئے...... آنسوؤں اور آہوں کی آوازوں سے دل پھٹ رہے تھے...... میری چھوٹی بہن پچیس دن کی تھی جو امی سے بیماری کی شدت سے اٹھائی نہیں جاتی تھی...... جب اسے نہر میں پھینکنے لگے تو میں اپنی امی سے لپٹ گئی اور التجا کی کہ خدا کے لیے اسے نہر میں نہ پھینکیں اسے میں اٹھا لوں گی...... اس طرح میں نے اپنی بہن کی ذمہ داری اٹھا لی۔ میلوں پر پھیلے ہوئے اس قافلے پر بارہا سکھوں نے حملے کیے اور سینکڑوں لوگ آزادی کی راہوں کو اپنے لہو سے سیراب کرتے ہوئے شہادت کا مرتبہ پا گئے۔

پچیس دن کے جان لیوا سفر کے بعد جب ہم نے پاک سرزمین پر قدم رکھا تو آزادی کے احساس نے سارے دکھ بھلا دیے۔ کٹھن اور طویل سفر کے بعد پاک وطن پر قدم رکھتے ہی ہم سجدہ ریز ہو گئے۔ اس مالکِ ارض و سماء کے سامنے کہ جس نے ہمیں انسانوں کی غلامی سے نکال کر اپنا غلام بنا لیا تھا۔

آیئے! اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی لاج رکھتے ہوئے اس مقدس دھرتی کی حفاظت کریں۔ (راوی، حسن بی بی)

احت ابوذر عبداللہ، موڑ کھنڈا

کامیابی کی ضمانت

انسان تین چیزوں کی وجہ سے کمزور ہوتا ہے موت کا خوف، رزق سے محرومی کا خوف، ذلت کا خوف۔ یہی خوف انسان کو اندرونی و بیرونی باطل قوتوں کے آگے جھکنے پر اکساتا ہے اور شکست دلواتا ہے جب یہ بات دل و دماغ میں بیٹھ جائے کہ موت، رزق اور ذلت دینا صرف اللہ کے قبضے میں ہے تو کوئی افسر، وزیر، صدر وغیرہ آپ سے آپ کی زندگی، آپ کا رزق، آپ کی غیرت نہیں چھین سکتا۔ کوئی پیروں کو خدا بنا ڈالتا ہے اور کوئی افسروں اور اسمبلی کے ممبروں کو خدا کا درجہ دے دیتا ہے کہ یہ ہمارے رزق، ہماری زندگی اور ہماری عزت کے محافظ و مالک ہیں۔ تباہی ان لوگوں کے لیے جو خدا بناتے اور بنتے ہیں۔ ایسے لوگ قرآن کو مانتے ہیں اور پاؤں کی ٹھوکر پر بھی رکھتے ہیں (نعوذ باللہ) جو کہہ رہا ہے انسان کے رزق کی کشادگی، موت اور ذلت صرف اللہ کے ذمے ہے۔ موت جس سبب سے آنی ہے وہ حکمِ ربی ہے۔ دنیاوی اختیار نہیں، ذلیل رب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ رزق جتنا اور جس جگہ کا لکھا ہے وہ بھی رب دے کر رہے گا چھیننے والے خود مٹ جاتے ہیں کیونکہ جو دوسروں کے لیے گھڑا کھودتا ہے اس کو ایک دن خود اس میں گرنا پڑتا ہے آزمائش شرط ہے چنانچہ دنیا گواہ ہے جس نے یہ باتیں روح میں اتار لیں وہ کسی باطل قوت کے آگے جھک سکا ہے، نہ بک سکا ہے، نہ دب سکا ہے کامیابی نے ہمیشہ اس کے قدم چومے ہیں۔

[جمیلہ شوکت گوجرہ، کالیکی]

میرا پسندیدہ شعر

ہم نے ہر دور میں تعزیر سہی ہے لیکن
ہم نے ہر دور کے چہرے کو ضیاء بخشی ہے

[احتِ طاہر، فرح منظور۔ شیخوپورہ]

تلوار کی دھار سے کٹتی نہیں چراغ کی لو
بدن کے مر جانے سے کردار مر نہیں سکتا

پنجہ ظلم و جہالت نے برا حال کیا ہے
بن کے مقروض ہمیں بے پرو بال کیا ہے
توڑا اس دست جفا کش کو یارب جس نے
روح آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا

[عائشہ عباس، شیخوپورہ]

کیا خاک ہی سے ان کا بنا ہے خمیر بھی
اللہ تیرے بندے ہیں کیا یہ امیر بھی

[حمنہ بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد، ٹبی بنڈالہ]

ہوا ہے آج یہ کیا، سب صداقتیں چپ ہیں؟
گزرتے وقت کی حیران ساعتیں چپ ہیں
ہے مدعی بھی پریشان اور منصب بھی
پڑے ہیں کنگ کٹہرے عدالتیں چپ ہیں

[حفصہ افضال، گجرات]

وقارِ انجمن ہم سے، فروغِ انجمن ہم ہیں
سکوتِ شب سے پوچھو، صبح کی پہلی کرن ہم ہیں
ہمیں سے گلستاں کی بجلیوں کو خاص نسبت ہے
بہاریں جانتی ہیں، رونقِ صحن چمن ہم ہیں

[میمونہ اعظم، گجرات]

روتے ہوؤں کو ہنسانا ہے
دلِ آزردہ کی ڈھارس کو بندھانا ہے
آنسوؤں کی جگہ مسکراہٹ کو جگانا ہے
آزمائش کے وقت میں ایک ہو جانا ہے
اپنے بھائیوں کی مفلسی کو مٹانا ہے
اس قیامت منظر میں
رب کے قریب ہونا ہے
سیلاب کے ستائے لوگوں کے
زخموں کو دھونا ہے
اپنے بھائیوں کے
قلب و جگر میں ابھرنے والے
درد کا درماں بننا ہے
حسرت و یاس بنے ان لوگوں کو
سائباں میسر کرنا ہے
آؤ......! آؤ......!
ہم نے مل جل کر
دعاؤں سے دواؤں
مالوں سے جانوں سے
درد کا درماں بننا ہے
نہیں صبح سے شام کا انتظار کرنا ہے
بلکہ اپنی آخرت کا ساماں کرنا ہے
مساجد کو اب دوبارہ سے تعمیر کرنا ہے
روتے ہوؤں کو ہنسانا ہے
دلِ آزردہ کی ڈھارس کو بناھانا ہے
ان شاء اللہ

[حافظہ سلمہ احمد، فیصل آباد]

عقلمندی کا مظاہرہ

دو بھائی مسجد میں نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ قریب ہی ایک بزرگ بھی وضو کر رہے تھے۔ جو کہ ٹھیک طرح وضو نہیں کر پا رہے تھے۔ یعنی ترتیب بالکل غلط تھی۔ کبھی منہ دھو لیا۔ کبھی پاؤں اور کبھی ہاتھ۔ بچے یہ منظر دیکھتے ہوئے سوچنے لگے کہ کس طرح بابا کو بتائیں کہ آپ وضو غلط کر رہے ہیں۔ کیونکہ سیدھا بتانے سے بے ادبی بھی ہوتی تھی اور بابا جی کے غصہ کرنے کا اندیشہ بھی تھا۔ لہٰذا اب دونوں نے آپس میں صلاح کی اور لگے اس پر عمل کرنے۔ ایک بھائی وضو بالکل اس طرح کرنے لگ گیا جس طرح بزرگ کر رہے تھے۔ دوسرا اسے ٹوکنے لگ گیا اور بتانے لگا کہ بھائی وضو اس طرح تو نہیں کیا کرتے، بلکہ نانا جی نے تو وضو کرنا اس طرح سکھایا تھا کہ پہلے بسم اللہ پڑھیں، پھر دونوں ہاتھ دھوئیں پھر تین مرتبہ کلی کی جائے اور ناک میں پانی چڑھایا جائے۔ پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا جائے اور پھر بازوؤں کو کہنیوں تک پھر سر اور کانوں کا مسح اور پھر پاؤں دھو لیے جائیں۔ بابا جی سب کچھ دیکھ رہے تھے مسکرا دیئے اور کہنے لگے۔ بچو! تم اپنی غلطی نہیں نکال رہے تھے بلکہ میں سمجھ گیا کہ میں غلط وضو کر رہا تھا'' بابا جی نے وضو بھی ٹھیک کر لیا اور انھیں کسی قسم کا غصہ بھی نہ آیا۔ یہ دونوں بچے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے اس قدر عقل مندی کا مظاہرہ کیا۔

[محمد ارشد الیاس۔ عدیل، علی رضا، عبدالستار۔ 294HR]

کشمیری بچے

سردی کا موسم تھا برفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد سورج غروب ہونے والا تھا زینب اپنے چھوٹے سے کنبے کو لیے حکیم کے پاس سے دوا لے کر واپس گھر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی فاطمہ اور اس کے دو ننھے بچے، رقیہ اور علی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اپنے گھر کی طرف رواں دواں تھے، زینب کہہ رہی تھی بچو جلدی چلو! سورج غروب ہونے سے پہلے ہم نے گھر پہنچنا ہے۔ علی اور رقیہ شکایت کر رہے تھے کہ نانی جان ہم سے نہیں چلا جاتا۔ ہم بہت تھک گئے ہیں۔ اب دونوں بچوں کو باری باری ان کی والدہ فاطمہ اور نانی اٹھا کر سفر کر رہی تھیں۔ سورج غروب ہونے سے زیادہ ان پر ظالم فوج کے ہاتھ چڑھ جانے کا خوف سوار تھا۔ کیونکہ بھارتی فوج جب کسی جوان مسلمان بچی کو دیکھ لیتی تو انھیں اٹھا کر زبردستی کیمپ میں لے جاتی۔ دونوں چلتے چلتے اچانک ایک پہاڑی راستے سے موڑ کاٹتے ہوئے مڑیں تو ان کو ہندو فوج کے درندوں نے دیکھ لیا انھیں دیکھتے ہی اوسان خطا ہو گئے اچانک ایک آواز گونجی ''رک جاؤ اور اپنی تلاشی دو'' پھر تلاشی کے بعد وہ زینب کی بیٹی فاطمہ کو کہنے لگے ''ہمارے ساتھ پوسٹ میں چلو ہم نے تفتیش کرنی ہے ہمیں شک ہے کہ تم مجاہدین کی خفیہ طور پر مدد کرتے ہو'' زینب روئے جا رہی تھی کہ میرا نواسہ بیمار تھا ہم اسے حکیم کو دکھا کر واپس آ رہے ہیں دونوں معصوم بچے اپنی ماں کی گود میں گھس کر سہمے ہوئے تھے ماں کی آغوش میں چھپ کر محسوس کر رہے تھے گویا وہ کائنات کے ہر خطرے اور مصیبت سے محفوظ ہو گئے ہیں، خوف کے مارے انھوں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں ان کی ماں ظالموں کے آگے ہاتھ باندھ باندھ کر منتیں کیے جا رہی تھی کہ اس کے یتیم بچوں پر رحم کیا جائے آج ان معصوموں کا باپ دنیا میں ہوتا تو میں ان کی دوائی کے لیے گھر سے نہ نکلتی۔ ایک فوجی نے کہا...... ہو کر بھی اتنی ضد کر رہی ہو۔ اس نے دونوں معصوم بچوں کو بازوؤں سے پکڑ کر درندگی سے زور لگا کر کھینچ کر ممتا سے الگ کیا اور دونوں کو دھکا دے کر دور پھینک دیا اور پھر اس کا برقعہ کھینچ کر پھاڑ دیا...... دوپٹہ اتار کر دور پھینکا اور اسے جانوروں کی طرح گھسیٹنے لگا۔ زینب بے قراری سے اپنی بیٹی کی طرف بھاگتی ہے کہ اللہ کے لیے اسے چھوڑ دو یہ کبھی ضرورت سے بھی گھر سے باہر نہیں نکلی۔ درندے فوجی ہر دفعہ اسے دھکا دے کر دور پھینک دیتے ہیں۔ بچے بلکتے ہوئے اپنی تڑپتی چیختی چلاتی ممتا کی طرف دوڑتے ہیں امی جان! ہمیں چھوڑ کر نہ جانا، چھوڑ دو ہماری امی جان کو! لیکن ان معصوموں کی فریاد کوئی نہیں سن رہا۔ بلکہ فوجی ہر دفعہ پاس آنے پر ان کو تھپڑ مار کر دور پھینک دیتے ہیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر زینب نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا...... بچاؤ...... بچاؤ...... کوئی ہے جو ہمیں ان ظالموں کے ظلم سے بچائے...... کوئی ہے جو ہم بیواؤں کو اور یتیموں کو بچائے...... کوئی ہے جو ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے۔ لیکن اس کی آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر واپس آ جاتی ہے۔ ایک فوجی درندہ جاتے ہوئے مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔ ''چیخ لے جتنا چیخنا ہے تمہاری نہ تو کوئی آواز سنے گا اور نہ ہی مدد کو آئے گا۔'' اب فوجی درندے تڑپتی فاطمہ کو ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر جیپ میں ڈالا اور جیپ پہاڑی راستے پر اچھلتی کودتی آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے جبکہ معصوم بچے اور بوڑھی زینب چیختے چلاتے پیچھے بھاگتے ہیں اس موقع پر بوڑھی زینب کو اپنی والدہ کی موت یاد آ جاتی ہے وہ ماضی میں ایسے ہی ایک دن صبح صبح اپنی ماں کے ساتھ سپارہ پڑھنے جا رہی تھی تو اس کی شفیق ماں کو ہندو فوج کے درندے زبردستی اٹھا کر لے گئے تھے۔ تین دن بعد ماں واپس گھر پہنچی...... لیکن اب اس کی روح پرواز کر چکی تھی اور صرف زخمی زخمی میت برآمدے میں پڑی تھی۔ ابو اسی صدمے کو دل پر لگا کر چند مہینوں بعد اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ آج میری اپنی لخت جگر...... دل کا سکون چین جوان سالہ بیٹی کو ہندو فوج کے درندے لے گئے پہلے شفیق ماں اور اب بیٹی گاؤں پہنچ کر اس نے رو رو کر اپنی ساری داستان گاؤں والوں کو سنائی سب مجبور مظلوم بے بس نظریں جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ دو دن بعد فاطمہ اپنے گھر پہنچ چکی تھی یہ خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی ہر کوئی اسے دیکھنے چلا آ رہا تھا۔ اس کے گھر کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا فاطمہ کو چارپائی پر لٹایا گیا تھا اوپر ڈالی گئی سفید چادر پر جگہ جگہ سرخ خون کے دھبے تھے لیکن وہ خاموش تھی کیونکہ اس کی ظاہری حالت اذیتناک داستان بیان کر رہی تھی وہ گڑیا جو سارے گاؤں کی جان تھی چہکتی تھی مہکتی تھی لوگوں کے بچوں کو صبح صبح قرآن پڑھاتی تھی وہ زندہ ہستی اب میت کے روپ میں چارپائی پر پڑی تھی ہندو فوج کے درندے جاتے ہوئے صرف اتنا کہہ کر گئے تھے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ زینب تو صدمہ سے بے ہوش ہو چکی تھی، بچے غم سے نڈھال سکتے کے عالم میں تھے۔ ننھی رقیہ اپنی مہربان ماں کے قدموں سے چادر ہٹا کر اسے چومتی جاتی تھی اور کہہ رہی تھی ''امی جان! اٹھو، ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہی ہو۔'' پہلے ابو جان شہید ہو کر ہمیں چھوڑ گئے۔ اب آپ بھی ان کے پاس جا رہی ہیں امی آپ تو ہماری کھانسی کی تکلیف برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اٹھو دیکھو ہندو درندوں نے مار مار کر مجھے زخمی کر چھوڑا ہے۔ زخمی علی ادھر کی بندھی پٹیاں دیکھ۔ علی تھا کہ وہ اپنی مظلوم ماں کے چہرے پر بوسوں کی برسات کر رہا تھا اس کے آنسو ماں کے چہرے پر گر رہے تھے۔ سب لوگ ان معصوموں کے مناظر دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ آخر کار امت محمد ﷺ کی بیٹی کو دفنا دیا گیا۔

کشمیری بہنوں کی فریاد کا جواب ہم کیسے دے سکتے ہیں کبھی سوچا ہے ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ خود آگے بڑھ کر طاقت و قوت سے ظالموں کے اٹھنے والے ہاتھ اور پاؤں توڑ دیں اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے تو ان بہنوں کے تحفظ، رکھوالی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے مجاہد تیار کریں اور غازیوں مجاہدوں کی مدد دل کھول کر کریں۔

مسلم کے خون سے ہندو دریا بہا رہا ہے
بہنوں کی عزتوں سے کہی کھیلا جا رہا ہے
اک اک حساب لینا تم ان سے جا کے بھائیو
کشمیر جانے والو حافظ خدا تمہارا، حافظ خدا تمہارا

[جویریہ سیف، بہاولپور]

جنت کا مہمان

ابوعمار یاسر محمد جہانگی

خون دے کر تو نے لکھی ہے تاریخ
یہ واقعہ رہے گا ہمیشہ کی

خوبصورت چہرہ، گورا رنگ اور چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی یہ خوش گفتار چہرے والا شخص ابوعمار یاسر محمد جہا
کی آواز اس کے کانوں میں پڑی، اللہ کے اس بندے نے اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے تیاری شروع کر دی
بعد اللہ کی رحمت سے ایسا دینی رنگ چڑھا کہ جلد ہی مزید تعلیم کے لیے روانہ ہو گیا اور ہر چیز کو پ
اللہ کی راہ اپنا لی۔

قربان جاؤں والد محترم ابوعمار یاسر شہید رحمہ اللہ کے جنھوں نے اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں سے الوداع ک
آج ہم سب مسلمانوں کو اس طرح کا صاحب ایمان بنا دے تو وہ وقت دور نہیں کہ کافر، یہودی اور عیسائی
بڑی نام نہاد سپر طاقتیں ہمیں جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ

ایک دفعہ ابوعمار یاسر رحمہ اللہ کے دوست کے جواب میں شہید کے والد نے کہا ''میرا بیٹا شیر ہے شیر کی طرح کا
جھپٹے گا۔ ان شاء اللہ'' الحمدللہ سرینگر کے علاقے میں کافروں پر جھپٹتے ہوئے اللہ شیر نے جام شہادت نوش کیا

کشمیر غلامی میں جکڑا

پیارے دوستو! پچھلے کئی ماہ سے کشمیر بھر میں آزادی کے لیے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ پورا کشمیر آزادی کے لیے ایک ہو کر انڈین قابض فوج کے خلاف مظاہرے کر رہا ہے، ہندو فوجیوں کا ہر طرح کا ظلم بھی انھیں روک نہیں پایا۔ اب تک کتنے ہی بچے، جوان، عورتیں اور بوڑھے شہید ہو چکے ہیں مگر ہر گرتی لاش پر کشمیریوں کا جذبہ اور بڑھ رہا ہے، ایک طرف کشمیر جل رہا ہے، کشمیری اپنی جانوں کی قربانی دے کر پاکستان سے ملنے کی نعرے لگا رہے ہیں جب کہ دوسری طرف پاکستانیوں نے انھیں فراموش کر رکھا ہے۔ جب کشمیر کا نام زبان پر آتا ہے۔ تو ضمیر جھنجھوڑنے لگتا ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کشمیریوں سے، وہ رشتہ استوار ہے جو مذہبی رشتہ ہے۔ پورا کشمیر ان دنوں پاکستان کشمیر کی صداؤں سے گونج رہا ہے، اخبارات اور رسالوں میں اس مسئلہ پر مضامین چھپ رہے ہیں۔

پیارے قارئین! ہم یہاں اپنے گھروں میں آزادانہ ہنسی خوشی خوش گپیوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ زندگی کی راحتیں آسائشیں ہیں کہ جن سے ہم دل لگائے بیٹھے ہیں...... ہماری بہنیں ہیں کہ فیشن میک اَپ، زرق برق کپڑے، جیولری کی خریداریاں اور رنگا رنگ تقریبات اور ایسی ہی بہت سی سرگرمیوں میں غرق ہیں...... بھائی ہیں کہ وہ ٹی، وی، ڈش، وی سی آر، آوارگی اور یہودی لابی کے ایک منصوبہ اور سازش کے تحت بنائی گئی فلموں کے چکروں میں ہیں...... کیا کبھی ہم نے سوچا ہے کہ وہ بھی ہماری بہنیں ہیں جو وادی جنت نظیر کشمیر میں ہندو درندوں کی تیار کردہ جہنم میں جھلس رہی ہیں...... جن کے پردے کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاکیزہ چہروں کو کبھی آسمان نے بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ معصوم مظلوم بہنیں...... جو اپنے پاکستانی بھائیوں کی غیرت پر مان کرنے والی...... اپنے پاکستانی بھائیوں کی صورت میں محمد بن قاسم محمود غزنوی اور طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم کی جھلک دیکھنے والی بہنیں...... آج کس حال میں ہیں؟...... کبھی ہم نے یہ سوچنے کی زحمت گوارہ کی ہے؟......

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے۔ اس حال میں کہ کمزور بوڑھے بے کس جوان یتیم بچے اور اپاہج عورتیں پکار رہے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والوں نے ہم پر ظلم توڑا ہے اور جہاں کے لوگ ظالم ہیں۔ کیا آج کشمیر میں بھی یہی صورتحال نہیں؟ کیا آج پورا کشمیر سراپا احتجاج نہیں بنا ہوا؟ کیا وہاں نوجوان لڑکیوں کو پکڑ کر ان کی آبروریزی نہیں کی جا رہی ہے؟ کیا وہاں کے معصوم لوگوں کو گولیوں سے چھلنی نہیں کیا جا رہا ہے؟ اعداد و شمار کو دیکھئے ہزاروں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ کتنے مسلمانوں کو اذیت خانوں میں اذیت دے کر شہید کیا گیا۔ کتنے مسلمان ہیں جو آج بھی میں اذیتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ماؤں کی گودیں اجاڑ دی جاتی ہیں۔ کتنی بیٹیاں ایسی ہیں جو اپنے سہاگ کھو بیٹھی ہیں۔

بہنوں کو بھائیوں سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ بھائی کو بھائی کے سامنے اذیتیں دے کر شہید کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت تقریباً آٹھ لاکھ بھارتی فوج اور تربیت یافتہ اسرائیلی کمانڈوز پاگل کتوں اور بھیڑیوں کی طرح کشمیر میں افراد پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ اس ساری صورت حال میں مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمان پاکستان کی طرف رخ کر کے صدا بلند کرتے ہیں ''اے اہل پاکستان تم نے جس نظریئے کے تحت پاکستان مانگا تھا اسی نظریئے کے حوالے سے ہم تمہارا حصہ ہیں۔ پھر تم اخلاقی طور پر بھی ہندو غاصبوں سے ہماری جان چھڑانے کے پابند ہو۔'' جہاد کشمیر میں شرکت اور مجاہدین کی مدد اہل پاکستان کا دینی فریضہ ہے۔ کشمیر چونکہ ہماری سرحد سے ملتی ہیں اور جہاد کرنے والوں کو ہماری مدد کی ضرورت ہے تو اس لحاظ سے یہ جہاد صرف کشمیر کے باسیوں پر نہیں بلکہ ہم اہل پاکستان پر بھی فرض ہے۔ بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں سفاکانہ رویہ اختیار کر کے پوری دنیا میں ذلیل ہو چکی ہے۔ بھارت کشمیریوں کے حق کو طاقت کے ذریعے نہیں دبا سکتا۔ کشمیری عوام کو جب تک ان کا حق آزادی نہیں دیا جاتا ہے وہ ہندو سے جہاد جاری رکھیں گے۔ جب تک ہمارے پڑوس میں خون بہتا رہے گا اور وہ لوگ ہمیں مدد کے لیے پکارتے رہے گے اس وقت تک یہ دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ مظلوم کشمیریوں کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ اس لیے کہ دینی اور اخلاقی طور پر جہاد صرف کشمیری مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ اہل پاکستان پر بھی فرض ہے۔

[محمد عظیم اسلم، ڈھولن پتوکی]

وصیت نامہ ابو عمار یاسر شہید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے پیارے والدین!

اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (سورۃ توبہ ۴۰)

محترم والدین! آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے آپ کو بیٹے کو ہدایت دی اور اپنے راستے میں کٹ مرنے کا حوصلہ دیا۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور دے گا اور آپ بھی اپنے بیٹے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ بنے بلکہ آپ نے خود تیار کر کے بھیجا جیسا کہ والدین اپنے بیٹے کی شادی پر اس کی تیاری کرواتے ہیں۔

پیاری والدہ محترمہ! آپ نے بیٹا اللہ کو دے دیا ہے۔ لہٰذا اب بالکل پچھتانا نہیں۔ بلکہ دعائیں کرنا کہ اللہ قبول کر لے اور شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز فرمائے۔ آپ نے صرف اپنا بیٹا ہی اللہ کو نہیں دیا بلکہ اپنی خواہشات کو بھی اللہ کے راستے میں قربان کر دیا ہے اس کا اجر صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

پیارے بھائی عالمگیر! میرے بعد بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہو۔ لہٰذا اب تم میری کمی کو پورا کرنا ہے والدین کی عزت کرنا اور میری کمی محسوس نہیں ہونے دینا اور رشتے داروں کو بدعتوں سے روکنا میری شہادت پر رونا نہیں بلکہ الحمدللہ کہنا اور دو نفل ادا کرنے ہیں۔ ہر والدین بہن بھائیوں اور تمام رشتے داروں سے گزارش ہے کہ شرک اور بدعتوں کو چھوڑ دیں اور اللہ کے رسول کی اطاعت کریں۔

آپ کا بیٹا

محمد جہانگیر ابو عمار یاسر

...شہید رحمۃ اللہ

عہد نو
رح یادگار
تھا۔ جب سے جہاد
تعلیم و تربیت کے
پشت ڈال کر
۔ اللہ پاک
کی بڑی
وں پر

تحریر محمد راشد الیاس

سلمان نذیر شہید کی آخری تحریر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

روضۃ الاطفال سے محبت رکھنے والے احباب جانتے ہیں کہ "سلمان نذیر شہید" کی روضۃ الاطفال سے محبت کتنی گہری اور شدید تھی۔ "ننھے مجاہد" کے پہلے پرچے سے لے کر آخر تک وہ اس میگزین سے وابستہ رہے، سے لکھنا سیکھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس گلشن کا مہکتا پھول بن گئے، شہید کی یہ تحریر انھوں نے آج سے کئی سال پہلے لکھی تھی جو شائع نہ ہوئی۔ مگر ہمارے فائل میں محفوظ رہی، ان کی یہ تحریر ان کی شہادت کے بعد شائع ہو رہی ہے، اس تحریر سے آپ یہ اندازہ بھی کر سکیں گے کہ ان کے نزدیک دنیا کی کیا حیثیت تھی اور دنیا کی زندگی کو کس قدر عارضی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اتنی کم عمری میں یہی آخرت کی زندگی کو سمجھ گئے اور شہادت کا تاج پہن کر جنت کے مہمان بن گئے۔ ان شاءاللہ

(عبدالوارث ساجد)

"یہ دنیا فانی ہے۔" یہ الفاظ ہم اکثر سنتے ہیں اور واقعی یہ حقیقت ہے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ یہ بات ہمارا دل و دماغ تسلیم کرتا ہے اور موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ کوئی انسان بھی اس کا انکار نہیں کرتا حتیٰ کہ ایک کافر بھی موت کی حقیقت کو مانتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ہر چیز ختم ہو جائے گی بقا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ وہ ذات کہ جس نے اس ساری کائنات کو تخلیق کیا اور وہی ذات دوبارہ اس کائنات کے نظام کو فنا کر دے گی۔ اس دنیا کی حقیقت روزہ مرہ زندگی میں ہمارے سامنے آتی رہتی ہے۔ کہ انسان اپنے گھر سے بہت ساری امیدیں اور اپنے دل میں لاکھوں خواہشات کو لے کر نکلتا ہے لیکن راستے میں ہی موت کا فرشتہ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ اسی طرح کوئی طالب علم اپنی بغل میں بستہ دبائے اپنے مستقبل کے سہانے خوابوں میں گم اپنے سکول کی طرف رواں دواں ہوتا ہے کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش آتا ہے اور اس کے مستقبل کے سارے خواب دم توڑ جاتے ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے یہ سارے مناظر دیکھنے کے باوجود بھی دنیا کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ شاید کہ ہمارے دل دنیا کی ان ظاہری رنگینیوں پر مطمئن ہو چکے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ "دنیا میں اس طرح رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ چلتا ہوا مسافر ہے۔" (مسلم) اور فرمایا دنیا کی لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ دیکھیے رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا کو انسان کے لیے مسافر خانہ قرار دیا ہے۔ اور ایک مسافر جب کسی مقام پر کچھ دیر کے لیے رکتا ہے تو وہ وہاں پر دل لگا کر بیٹھ نہیں جاتا اور اس عارضی جگہ کو اپنا مستقل ٹھکانہ نہیں بنا لیتا۔ بلکہ وہ تھوڑی دیر ستانے کے بعد اپنی اصل منزل کی طرف رواں ہو جاتا ہے۔ یہی حال ایک مسلمان کا ہے کہ وہ اس دنیا میں چند لمحوں کا مسافر ہے اور اس کی اصل منزل آخرت ہے۔ لیکن شاید ہم نے دنیا کو ہی اپنی اصل منزل سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔ اگر اس دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ کافروں کو پینے کے لیے ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ ایک مسلمان کا اس بات پر ایمان ہونا لازمی ہے کہ ایک دن موت آنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہونا ہے اور پھر ہر ایک چیز کا حساب دینا ہوگا جو کچھ انسان دنیا میں کرتا رہا۔ یہ بات ایک سچے مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن ہمارا اس بات پر ایمان ہی نہیں رہا اگر ہمارا صدقِ دل سے اس پر ایمان ہوتا تو آج ہم اپنے اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کرتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (آل عمران: ۱۰۲) لیکن ہم نے اللہ سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ اگر ہم اللہ سے صحیح طور پر ڈرتے ہوتے تو ہم اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ سوچ کر گزارتے اور اپنے ہر قدم کو سمجھ اور سوچ کر اٹھاتے۔ قارئین اس ساری تمہید کا مقصد آپ کو ایک عبرتناک واقعہ بتانا ہے۔ کہ جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں رہتا تو پھر وہ اس فانی دنیا کی خاطر اپنا ایمان تک بیچ ڈالتا ہے۔

یہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ضلع قصور سے تعلق رکھنے والے ایک نابینا حافظ صاحب بتاتے ہیں کہ میرے والد صاحب کافی بیمار ہو گئے اور میں انھیں ہسپتال میں لے گیا۔ ڈاکٹر نے انھیں چیک کیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ باباجی چند دن کے مہمان ہیں ان کی خدمت کر لو۔ میں نے سوچا چلو اب گھر لے چلتے ہیں۔ میں اپنے اباجان کو ہسپتال سے لے کر واپس گھر آ رہا تھا کہ راستے میں میرے اباجان نے مجھے کہا کہ ہماری جو فلاں ہمسائی ہے اس کو میں نے 12000 روپے دیے تھے وہ اس سے لے لینا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ دوسرے دن باباجی وفات پا گئے۔ چند دن بعد میں نے اپنی اس ہمسائی سے کہا کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے اباجی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ سے 12000 روپے لینے ہیں۔ اس لیے وہ مجھے دے دیں۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے تو باباجی کو پیسے بھائی کر دیے تھے بلکہ میں نے 400 روپے ساتھ اضافی بھی دیے تھے۔ میں نے کہا اباجی جھوٹ تو نہیں بولتے تھے۔ لیکن وہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ اس نے کلمہ پڑھ کر کہا کہ میں نے پیسے دے دیے تھے۔ پھر کہنے لگی کہ میں قرآن اٹھاتی ہوں لیکن میں نے کہا نہ قرآن نہ اٹھانا ہم نے آپ کی بات پر یقین کر لیا ہے اور اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اس نے قرآن اٹھا کر کہا کہ میں نے باباجی کو پیسے دے دیے تھے۔

یہ بات کہہ کر وہ اپنے گھر چلی گئی۔

دوسرے دن وہ اپنے گھر مویشیوں کے لیے چارہ کتر رہی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ چارہ کترنے والی مشین میں آئے اور دونوں ہاتھ ہی کٹ گئے۔ جب اس کے عزیز و اقارب کو معاملے کا پتہ چلا تو وہ 12000 روپے لے کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس کو اور ہمیں معاف کر دو اور اپنے یہ پیسے لے لو۔ لیکن حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں نے اپنا فیصلہ اپنے اللہ پر چھوڑا تھا۔ اللہ نے جو فیصلہ کیا اللہ بہتر جانتا ہے اب یہ پیسے مجھ پر حرام ہیں۔

محترم قارئین! دیکھیے اس بدنصیب عورت نے دنیا کے چند روپوں کی خاطر ایمان تک فروخت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اسے اس کے عمل کی سزا دے دی اور دنیا والوں کے لیے اسے ایک عبرت بنا دیا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ آج بھی وہ عورت زندہ ہے اور اس کے گھر والے اس کو کھلاتے اور پیلاتے ہیں۔ سچ ہے کہ

جگہ جی کی دنیا نہیں ہے
عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے

ہے کوئی جو اس سے عبرت حاصل کرے؟ اور ہے کوئی جو اپنی زندگی کو اللہ سے ڈرتے ہوئے بسر کرے؟ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر اور خوف بھر دے۔ اللہ جب تک زندہ رکھے تو ایمان کی حالت میں اور جب موت دے تو شہادت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز کرے۔

(آمین)

اللہ کے بندے

سورۃ فرقان کی روشنی میں اللہ کے بندوں کی صفات

اللہ کے بندے: زمین پر آہستگی (وقار اور سکینت) سے چلتے ہیں۔

اللہ کے بندے: جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ''سلامتی ہو'' (یعنی وہ خاموشی کا اظہار کرتے ہیں بے ہودہ گوئی سے بچتے ہیں اس کے جواب میں بے ہودہ گوئی نہیں کرتے)

اللہ کے بندے: اپنی راتیں اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں۔

اللہ کے بندے: اللہ سے عذاب جہنم سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔

اللہ کے بندے: جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال رکھتے ہیں۔

اللہ کے بندے: اللہ کے سوا کسی اور کو آسانی یا مشکل کے وقت نہیں پکارتے (یعنی ہر حال میں توحید پر قائم رہتے ہیں)

اللہ کے بندے: کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے۔

اللہ کے بندے: زنا نہیں کرتے۔ (بدکاری اور فحاشی کے راستوں پر بھی نہیں جاتے)

اللہ کے بندے: جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

اللہ کے بندے: بے ہودہ (کاموں یا چیزوں) کے پاس سے گزرتے ہیں تو عزت سے گزر جاتے ہیں۔

اللہ کے بندے: اللہ کی آیات سنتے ہیں تو اس پر غور وفکر کرتے ہیں اوندھے ہو کر گر نہیں پڑتے۔

اللہ کے بندے: اپنے گھر والوں اور مسلمانوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔

ایسے اللہ کے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کے سبب جو انھوں نے احکامات الٰہی پر عمل کرتے ہوئے کیا، جنت کی صورت میں انعام تیار کیا ہے۔ جس میں بالا خانے ہیں اور بیش بہا تحائف اور سلامتی ہے اور ہمیشہ کی کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔

[اخت عثمان اشرف، رائے ونڈ]

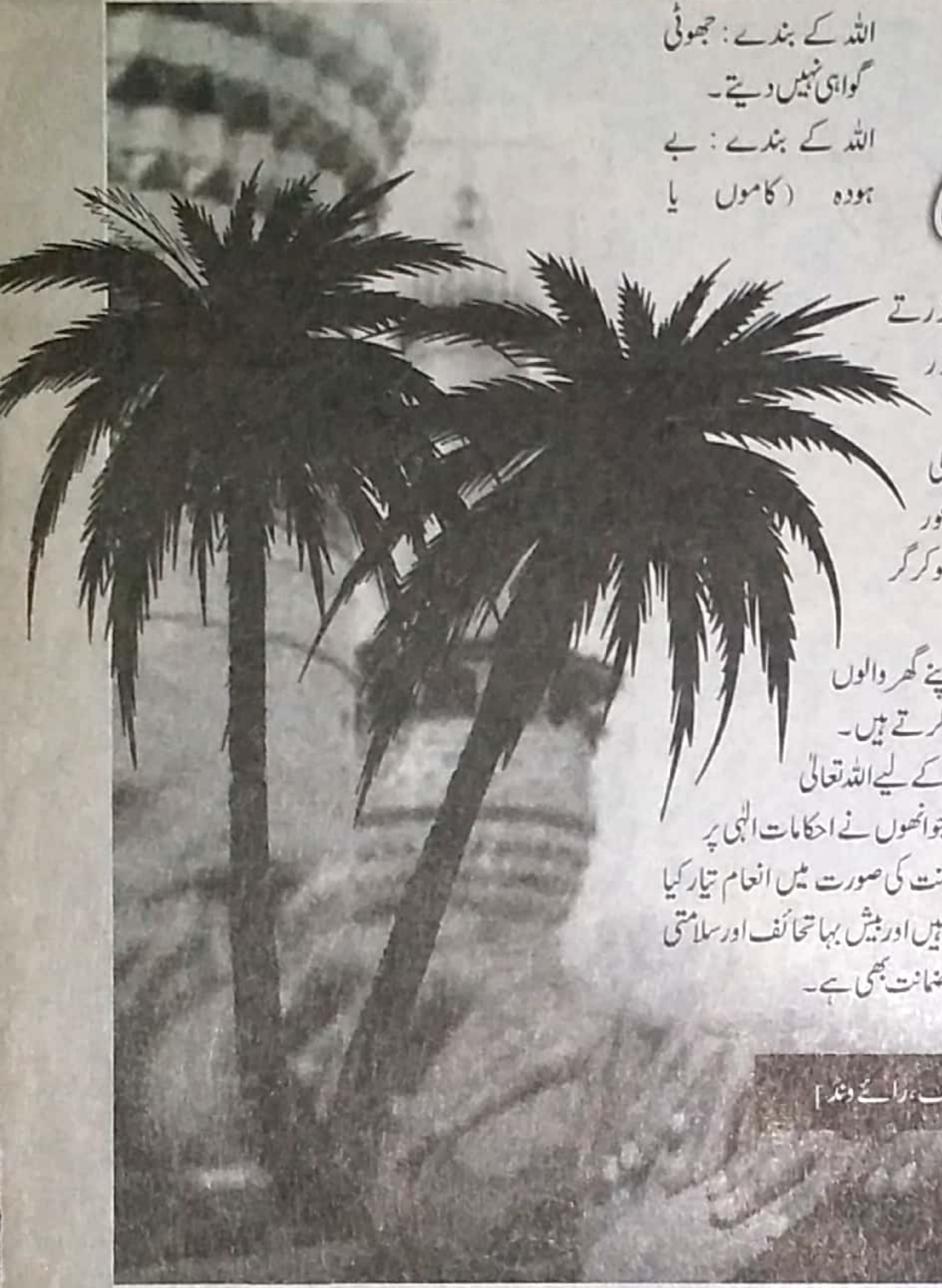

انسان بنا! کیوں؟

پیارے بچو! میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے انسان کو کس لیے پیدا کیا؟ اصل میں اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت تو انسان بنانے سے پہلے بھی ہو رہی تھی۔ بے شمار فرشتے اللہ کی عبادت اور تسبیحات بیان کر رہے تھے۔ جب اتنے زیادہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے تو پھر اللہ نے انسان بنایا۔ کیوں......؟ پیارے بچو! اس کائنات میں ہر چیز اللہ کی عبادت کر رہی ہے۔ ایک لمحہ یا ایک منٹ ایک سیکنڈ یا ایک سیکنڈ کا سوواں حصہ بھی ایسا نہیں جس میں اللہ کی عبادت رک جائے۔ لیکن اس کے باوجود جیسی عبادت ایک انسان کرتا ہے، اس جیسی عبادت نہ تو پوری کائنات میں کوئی چیز کرتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز کر سکتی ہے۔ اگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو وہ صرف عبادت میں ہی مصروف رہتے ہیں۔ ان کو نہ تو اپنے کھانے پینے کی فکر ہے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی فکر ہے اور نہ ہی ان میں نفس امارہ پایا جاتا ہے جو ان کے اندر گناہ کی خواہش پیدا کرے۔ پیارے بچو! ایک انسان جس نے اپنے کھانے پینے کا بھی انتظام بھی کرنا ہوتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کا خیال بھی رکھنا ہوتا ہے اور اس میں جو نفس امارہ ہے جو اسے گناہ کی طرف بلاتا ہے تو وہ ان سب چیزوں کو چھوڑ کر بارگاہِ الٰہی میں جا کر نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ تو یہ بندہ یہ انسان اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت بڑا انعام تیار کر دیتے ہیں۔ جنت میں ایک عالی شان گھر تیار کروا دیتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی انعام تیار نہیں کیا۔ صرف مومن انسان اور جن کے لیے انعام تیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان عظیم انسانوں میں بنا لے جن کے لیے اللہ نے جنت تیار کی ہے۔ (آمین)

[ابنِ شیخ فہیم، رینالہ خورد]

روضہ آرٹ گیلری

محمد عابد شبیر احمد

نبیلہ خلیق، وردہ خلیق، فیصل آباد

نغمہ ریاض، کورنگی

حارث چاند، کورنگی

عتیق الرحمن، جامعہ تعلیم الاسلام

زین عبداللہ محمدی، گگھر

محمد آصف جاوید، چونیاں

مریم اکرام، صادق آباد

نیکی کے ہم لوگ سپاہی

...... بحریہ ٹاؤن کے دو بھائی وہاں سے چلتے چلتے اقبال ٹاؤن مون مارکیٹ تک آئے اور انھوں نے پوچھا کہ کیا یہ جماعت الدعوۃ کا کیمپ ہے۔ جب انھیں بتایا گیا کہ جی فلاح انسانیت کے نام سے یہ کیمپ جماعۃ الدعوۃ کا ہی ہے تو انھوں نے شکر الحمدللہ کہا اور بتایا کہ ہم وہاں سے پیدل چلتے آ رہے ہیں راستے میں ہمیں اور بھی بہت سے کیمپ ملے لیکن چونکہ ہمیں اعتماد جماعۃ الدعوۃ پہ تھا اس لیے ہم نے یہاں تک کا سفر کیا۔ پھر انھوں نے ایک گلہ عمر فاروق بھائی جو کیمپ کے انچارج تھے ان کے حوالے کیا، جس سے 4 ہزار روپے نکلے۔ بچوں نے بتایا کہ وہ ایک سال سے پاکٹ منی جمع کر رہے تھے اور آج وہ خوش ہیں کہ انھوں نے اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کی مدد کی۔

راوی روڈ لاہور کی دو بہنیں عابدہ اور حنا نے اپنی عید کے کپڑے چوڑیاں اور عیدی راوی روڈ میں کیمپ کے اپنے نوید بھائی کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم سے زیادہ ہماری وہ بہنیں نئے کپڑوں اور چوڑیوں کی حق دار ہیں جن کا سب کچھ سیلاب میں تباہ ہو گیا ہے اور وہ بے گھر اور بے آسرا ہماری مدد کی منتظر ہیں۔ لاہور ہی کے علاقے ٹاؤن شپ میں ایک بچے نے غلے میں پندرہ سو پچھتر روپے جمع کر کے سیلاب زدہ بھائیوں کی مدد کی۔

فیصل آباد کی تحصیل غربی رحمانیہ مسجد کبوتراں والا چوک میں رمضان المبارک سے دو دن قبل کیمپ کا اجرا کیا گیا۔ کیمپ صبح 8 سے شام 6 بجے تک کھلا رہتا۔ 8 رمضان المبارک کے دن کیمپ انچارج طیبی بھائی نے اپنی ننھے مجاہدوں پر مشتمل کیمپ کابینہ کے ساتھ میٹنگ کی۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ کیمپ صبح 6 بجے سے رات 11 بجے تک کھولا جائے گا۔ اس فیصلے کے بعد امداد میں 60% سے 80% تک اضافہ ہو گیا۔ اس کیمپ کی خصوصیت یہ تھی کہ 6 سال سے لے کر 14 سال تک کی عمر کے ننھے منھے بھائی بڑے ہی ذوق شوق اور جذبے کے ساتھ کام کرتے رہے۔ ان ننھے مجاہدوں نے کیمپ کے لیے کھیل کود بھی ترک کر دیا تھا۔

جس طرح امداد میں فراوانی آتی گئی۔ اسی طرح کارکنان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ کی تکمیل کے لیے ننھے بھائی دعائیں اور کوشش کرتے رہے۔ ہمارے ایک بہت ہی بہادر کارکن 12 سالہ محمد یٰسین عمر نہایت کمزوری کی حالت میں کیمپ پر ڈیوٹی کرتے رہے۔ دورانِ ڈیوٹی بے ہوش ہو کر گرنے لگے تب انیق الرحمٰن نے ٹھنڈی بوتل منگوا کر پلائی اور سائے میں کرسی پر بٹھا دیا۔ ہمارا سب سے کم عمر ننھا مجاہد محمد ہاشم تھا جو صبح سب سے پہلے آ کر کیمپ انچارج کے ساتھ ڈیوٹی کرتا اور رات 11 بجے کیمپ بند کروا کے گھر جاتا۔ ضلع فیصل آباد میں ون نمبر کیمپ جو ننھے مجاہد بھائیوں نے تسلسل کے ساتھ چلایا ان ننھے مجاہد بھائیوں کے نام درج ذیل ہیں۔ ہاشم بھائی، انیق الرحمٰن بھائی، رمضان بھائی، حمزہ بھائی، اویس بھائی، مدثر بھائی، عظیم بھائی، زید بھائی، یٰسین بھائی، عتیق بھائی، چاچا عبدالعزیز وغیرہ وغیرہ۔

ان بھائیوں کی محنت سے تین لاکھ پچیس ہزار نقدی جمع ہوئی۔ اور ڈیڑھ لاکھ کا خشک راشن برتن وغیرہ جمع ہوئے۔

عید کے روز ننھے مجاہد بھائیوں نے طیبی بھائی کے زیر کنٹرول سیکیورٹی کے فرائض بڑے ہی احسن انداز میں ادا کیے۔ نمازِ عید کے لیے آنے والے احباب ننھے مجاہدوں کی سیکیورٹی دیکھ کر بہت زیادہ لطف اندوز ہوتے رہے۔

کیمپ ابوطلحہ اصغر بھائی مسئول غربی اور قاری عزیز الرحمٰن صاحب کی نگرانی میں چلتا رہا۔

عید کے روز کیمپ دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ دوسرا کیمپ جواد کلب میں لگایا گیا۔ دونوں کیمپ عید کے تین دن بعد بھی چلتے رہے۔

اپنے لیے تو جیتے ہیں سب ہی دنیا میں
زندگی کا نام ہے اوروں کے کام آنا

کیمپ انچارج نے اپنے شاگرد رشید انیق الرحمٰن کی بھرپور معاونت سے غربی تحصیل کے لیے فطرانہ مہم کے حوالہ سے تقریباً 70 عدد چارٹ بھی تحریر کیے جو پوری غربی تحصیل میں لگائے گئے اور فطرانہ جمع کیا گیا۔

[عاصم علی، لاہور]

بقیہ: میں نے پاکستان بنتے دیکھا

تذبذب میں کیسے گزرے، آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ باہر بلوائی اور اندر گاڑیوں میں حد درجہ حبس، موت سر پر تھی اور خون خرابے کے سو فیصدی امکانات تھے۔ بہر حال خدا کا شکر کیا جب دو گھنٹے بعد ہمارا قافلہ وہاں سے چلا۔ بلوائیوں کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے کہ آج مسلمان بچ کر کیسے چلے گئے۔

اب رات آن پہنچی تھی اور دور دور تک سوائے لاریوں کی ہیڈ لائٹس کے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سیاہ بادل بھی آ گئے اور بارش ہونے لگی۔ بارش کے باوجود ہم پسینے میں شرابور تھے۔ دم گھٹ رہا تھا تاہم بارش سے تھوڑا افاقہ ضرور ہوا مگر اب گاڑیوں کے لیے پھسلن اور کیچڑ کی وجہ سے چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایک طرف بلوائیوں کا ڈر اور دوسری طرف بارش سے راستہ ناپید ہو رہا تھا۔ اتنے میں ہم بچوں نے ''پانی، پانی'' کرنا شروع کر دیا۔ گرمی اور حبس کی وجہ سے پیاس بہت تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد نزدیکی ایک نہری نالے کو دیکھ کر فوجیوں نے گاڑیاں روک دیں تاکہ بچوں کو پانی پلایا جائے۔ مگر جب کھالے سے پانی لایا گیا تو وہ خون کی طرح سرخ تھا، اور وہ پینے کے قابل نہ تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے پیدل قافلے کو بلوائیوں نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ ان کا ساز و سامان لوٹ لیا اور جوان عورتوں کو اغوا کر لیا۔ ہمارے فوجیوں کو شک ہو گیا تھا کہ ہمارے قافلے کے ساتھ بلوائیوں کا جتھا بھی کھیتوں میں چھپ کر چل رہا ہے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہے کہ ہم پر حملہ کر دیں۔ لہٰذا گاڑیوں کی اندرونی لائٹس بند کر دی گئیں۔ پھر ایک دفعہ جب بجلی چمکی تو ہم حیران و پریشان رہ گئے کہ واقعی بہت سارے سر اور تلواریں قریبی کھیتوں میں نظر آئیں۔ بجلی کی چمک میں ہم نے تلواروں، نیزوں کی چمک بھی دیکھی! مگر شاباش ہماری بلوچ رجمنٹ کے جوانوں کو کہ انھوں نے بلوائیوں کو موقع ہی نہ دیا اور بلوائی اپنے ناپاک عزائم میں ناکام رہے۔

اب رات کافی ہو چکی تھی۔ گاڑیوں میں کچھ لوگ اونگھ رہے تھے۔ کچھ دعائیں مانگ رہے تھے۔ کچھ حیران و پریشان خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے کہ اتنے میں ہمارے فوجیوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا...... ''مبارک ہو ہم پاکستان کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔'' پھر تھوڑی دیر کے بعد گاڑیاں روک دیں۔ لوگ خوشی خوشی باہر نکلے اور آزاد وطن کی مٹی پر اللہ کے حضور سر بسجود ہو گئے۔ شکر ادا کیا کہ ہم سب آزاد وطن میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہم سب پچھلے بارہ گھنٹے کے سفر کی تکلیف بھول چکے تھے۔ بلاشبہ قافلے کی بحفاظت پاکستان آمد کا کریڈٹ سب سے پہلے بلوچ رجمنٹ کے جوانوں کو اور بعد میں لوگوں کے صبر و اتحاد اور آزادی کی فضا میں سانس لینے کی سچی لگن کو جاتا ہے۔

شرک کا وبال

اللہ کی طرف جھکے رہو، اور اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ۔ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا۔ (الحج:۳۱)

[ایمن سحر، پتوکی]

حاکم سے سوال ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت (جس پر وہ حاکم ہے) کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کا اس سے سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اسی طرح خادم اپنے آقا کے مال کا۔ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (بخاری)

[عادل بھائی، میر پور آزاد کشمیر]

یہ بھی صدقہ ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے۔ چنانچہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ کہنا۔ لا الہ الا اللہ کہنا، اللہ اکبر کہنا تمام صدقات ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر صدقات ہیں اور ان تمام کے بدلے دو رکعت نماز چاشت کی کفایت کر جاتی ہیں۔ (مسلم)

[بنت بشر حکیم، لونگو کے]

پانچ برائیاں ...... پانچ عذاب

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اے مہاجرین کی جماعت! میں اللہ سے تمہارے لیے پانچ بڑی برائیوں میں پڑنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

① جب کسی قوم میں علی الاعلان (کھلم کھلا) فحش (بے ہودہ) کام ہونے لگتے ہیں تو وہ لوگ طاعون اور دوسری گندی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

② جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو قحط سالی، سخت مصائب اور ظالم حکمرانوں کے ظلم میں پھنس جاتی ہے۔

③ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تو ان پر بارش بند ہو جاتی ہے، اگر ان کے چوپائے (جانور) نہ ہوں تو ان پر بارش کی ایک بوند بھی نہ برسے۔

④ جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ ان پر دشمن (کافر) مسلط کر دیتا ہے جو ان کے اموال چھین لیتا ہے۔

⑤ جب کسی ملک (قوم) کے حکام (قاضی و جج وغیرہ) احکام الٰہی کے مطابق فیصلے کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور احکام الٰہی میں اپنی مرضی برتتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قوم میں آپس کی لڑائی دنگا فساد قتل و غارت ڈال دیتا ہے۔

سجدہ سات ہڈیوں پر ہوتا ہے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھ کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی (ناک کی نوک کے ساتھ) یہ بتاتے ہوئے رسول ﷺ نے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔“ (بخاری)

[نعیم الرحمان، مرکز یرموک پتوکی]

سبحان اللہ کی فضیلت

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کمائے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ ہم میں سے کیسے کوئی ہر روز ہزار نیکیاں کما سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ پڑھے، اس کے حساب میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کی ہزار خطائیں دور کر دی جائیں گی۔ (مسلم)

[راضیہ نزہت۔ عارف والا]

محمد ﷺ کی رسالت سے انکار

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے کوئی یہودی، عیسائی (یا کوئی دوسرا غیر مسلم) میرے بارے میں سنے اور جو چیز میں دے کر بھیجا گیا ہوں اس پر ایمان نہ لائے وہ دوزخ میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم)

[محمد مبشر ضیاء، چونیاں]

موت کے بعد بھی ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا اجر و ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔“

① صدقہ جاریہ

② ایسا علم جس سے لوگ استفادہ کریں۔

③ اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

[سعدیہ ارشد مرالہ، منڈی بہاؤالدین]

چراغ جیسا

وہ عالم جو لوگوں کو بھلائی سکھلاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کے لیے تو روشنی بکھیرتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلا دیتا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر)

[محمد عتیق الرحمٰن، حافظ آباد]

قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت

پیارے بچو!

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔“ (بخاری) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا تو اس کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی ہے اور نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔“

ارشاد نبوی ﷺ ہے اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کا حافظ اچھا ہے وہ اللہ کے نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہے اور اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اسے دہراتا رہتا ہے۔ اور اسے اس مشکل گزرتا ہے اس کا اجر دوہرا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ارشادِ نبوی ﷺ ہے جس نے قرآن پڑھا، اس کی تعلیم حاصل کی اور اس پر عمل پیرا ہوا اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی سورج کی مانند ہوگی اس کے والدین کو ایسا جوڑا پہنایا جائے گا جس کے سامنے پوری دنیا بھی ہیچ ہوگی، وہ دونوں کہیں گے یہ ہمیں کہیں ملے میں پہنایا گیا ہے؟ جواب دیا جائے گا، تم دونوں کے بچے قرآن کے سیکھنے کے ملے ہیں۔ (حاکم)

[محمد عتیق الرحمٰن محلہ شریف پورہ، حافظ آباد]

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان

81

29 اکتوبر 2010ء، ۲۰ ذیقعد ۱۴۳۱ھ

کاش یہ قبر میری ہوتی!

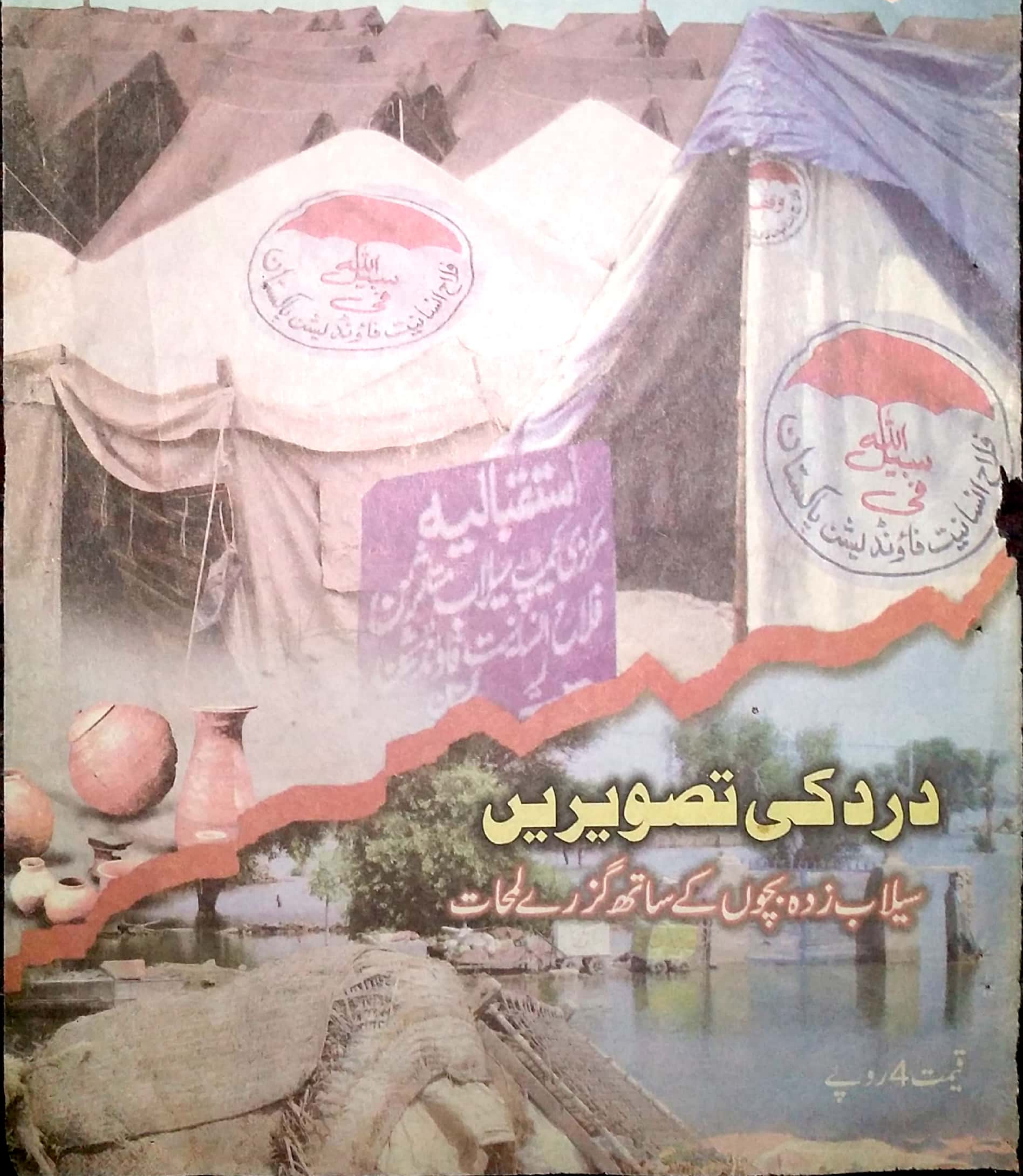

درد کی تصویریں

سیلاب زدہ بچوں کے ساتھ گزرے لمحات

قیمت 4 روپے

پہلی بات

پیارے بچو!

اِن دنوں مچھر بہت کاٹ رہے ہیں
میری دعا ہے۔ اے اللہ! میرے ننھے منھوں کو مچھروں کی کاٹ سے
بچا کر رکھنا.......... اگر کاٹ جائے تو بخار سے محفوظ رکھنا...... (آمین)

لیکن اگر بخار ہو جائے تو بچو گھبرانا نہیں...... آپ کے ابو آپ کو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گے۔ دوائی لیں گے۔ آپ کو پیار کر کر کے پلائیں گے۔ آپ کو پھل کھلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دیں گے۔

پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق بخار یا اور کوئی تکلیف آجائے تو گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خزاں کے موسم میں تیز ہوا چلے تو درختوں کے خشک پتے درختوں سے جھڑتے ہیں اور اڑتے ہوئے دور تک چلے جاتے ہیں...... بچو! آپ یقیناً پوچھیں گے کہ بچے تو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ہاں! بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر ان بیماریوں سے درجات بلند ہو جائیں گے...... اور پھر آپ کی امی اور ابو کو بھی تو ثواب خوب ملے گا نا...... جو آپ کو مٹھیاں بھریں گے سر دبائیں گے اپنے پیارے لال کا جب سر میں درد ہوگا۔ دلیہ بنا کر دے گی امی، تم نہ کھاؤ گے تو صابودانے کی کھیر دے گی، وہ بھی نہ کھاؤ گے تو ڈبل روٹی دے گی...... وہ بھی نہ کھاؤ گے تو مونگ کی دال کی کھچڑی بنا کر دے گی...... اور ذرا تم بہتر ہوئے تو گوشت کے شورے میں پھلکا ڈال کر دے گی...... پھر تو مزہ آئے گا۔ اس لیے کہ بُسے ہوئے منہ کو مرچ اور نمک والا شوربا کھانے کو ملے گا۔

پیارے بچو! جب تم بڑے ہو جاؤ تو پھر ابا جان کو ضرور یاد رکھنا وہ ابا جان کہ جو آج تمہاری بیماری پر پریشان ہو کر آپ کے سب نخرے برداشت کرتا ہے...... کیا خوب فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہے تو اس کی حفاظت کر لے چاہے تو اس کو ضائع کر دے۔ آئیے! عزم کریں کہ جنت کے درمیان کے دروازے کی حفاظت کریں گے یعنی ابا جان کی عزت کریں گے۔

والسلام

آپ کا اپنا

امیر بابا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

توبہ: (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو لاعلمی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے، جو اس حال میں مرتے ہیں کہ کافر ہوتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ (النساء: ۱۸،۱۷)

[جویریہ بتول۔ چکوال]

فرمانِ رسول ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا حرص اور جاہ و جلال (دنیاوی سٹیٹس) کی تمنا انسان کی دنیا و آخرت برباد کرتی ہے۔ (ترمذی)

[جمیلہ شوکت، کالیکی گوجرہ]

E.mail: rozaah@hotmail.com
آفس: 042-37070857
ترسیل: 042-7240945

خط و کتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

اللہ کا رزق

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ صحابہ میں اعلان کر دیا جائے کہ مشرکین کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کرنا ہے، صحابہ اکٹھے ہو جائیں۔ اعلان کیا گیا تو کچھ ہی دیر میں 300 صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ ہم آپ کو اس لشکر کا امیر مقرر کرتے ہیں، لہٰذا یہ لشکر آپ کی نگرانی میں دشمن سے لڑے گا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ترتیب دیا تھوڑی ہی دیر میں تین سو کا لشکر روانہ ہوا۔ چونکہ اس وقت مسلمانوں کے معاشی حالات تنگ تھے اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک بوری کھجور بطور زادراہ عطا فرمائی، لشکر کچھ ہی دور آگے گیا۔ کہ زادراہ بہت کم ہو گیا، سب صحابہ پریشان ہو گئے، اور ایک ایک کھجور ملنا بھی بند ہو گئی۔ اب مجاہدین اسلام درختوں کے پتے توڑتے تھے اور انھیں پانی میں بھگو کر کھاتے تھے جس کی وجہ سے سب بہت کمزور ہو گئے۔ امیر لشکر اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور دعا کی اے اللہ ہم تیرے دین کی سربلندی کے لیے نکل پڑے ہیں ہم فقیروں کی مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور سمندر کو حکم دیا کہ ہمارے بندوں کو خوراک فراہم کرو۔ سمندر نے بہت بڑی مچھلی (وہیل) کنارے پر پھینک دی۔

شمس الرحمان اسد، مسئول شکرگڑھ

10 قیمتی ترین دن

[حافظ حسنین حیدر سہو، خانیوال۔ حبیب الرحمٰن عارف قصوری]

پیارے بچو! ذوالحجہ کا مہینا وہ مہینا ہے جس میں حج کیا جاتا ہے اور اس مہینے کی دس تاریخ کو مسلمان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کرتے ہیں۔ ذوالحجہ کے مہینے کے پہلے دس دن ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دس ایام کو نیک اعمال کے لیے سب سے زیادہ فضیلت والا قرار دیا ہے تاکہ جو لوگ حج میں شریک نہیں ہو سکے وہ ان ایام میں نفلی روزوں اور دیگر عبادات کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اجروثواب حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دس دنوں کا تذکرہ یوں فرمایا ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ ”قسم ہے مجھے فجر کی اور دس راتوں کی۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان دنوں کے علاوہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد میں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس کچھ بھی نہ لایا (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)“ [صحیح بخاری، کتاب العیدین]

پیارے بچو! اس مہینے کی نو تاریخ (عرفہ کے دن) کے روزے کی بڑی فضیلت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ گزشتہ اور آئندہ (یعنی دو سالوں) کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (صحیح مسلم، ترمذی)

ان مبارک دنوں میں اٹھتے، بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے اور کثرت سے امت مسلمہ اور وطن عزیز کی بہتری کے لیے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔

ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد بال اور ناخن نہ کاٹے جائیں، بلکہ قربانی کرنے کے بعد حجامت بنوائی جائے۔ (مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی دن بارگاہِ الٰہی میں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں اور نہ ہی کسی دن کا اچھا عمل اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہے پس تم ان دس دنوں میں کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور الحمد للہ کہو۔ (مسند احمد) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دس دنوں میں ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر پکارتے ہوئے بازار نکلتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ نفلی نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے۔ (بخاری شریف) ان ذوالحجہ کے دنوں میں نواں دن عرفہ کا دن ہے، اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے زیادہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو۔ (مسلم، کتاب الحج) ایک یہودی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا اے امیر المومنین! تمھاری کتاب میں ایک آیت ہے (یعنی) ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ...... الخ﴾ جس کو تم پڑھتے ہو، اگر ہم یہودیوں پر وہ نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنا لیتے، جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا دن یومِ عرفہ تھا اور جمعۃ المبارک تھا۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ نو ذوالحجہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نو ذوالحجہ یومِ عاشورہ (دس محرم) اور ہر ماہ میں سے تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یومِ عرفہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا : یومِ عرفہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ (یعنی دو سال) سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔“ (مسلم) البتہ اتنا یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کے لیے عرفہ کے روزے کو مکروہ جانا ہے۔ (نیل الاوطار ۳/۲۱۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشرہ ذوالحجہ کے فضائل و رحمتیں حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

قرآن کہانی

تمام جنات پریشان تھے کہ آخر کیا ماجرا ہے۔ زمین پر کون سا نیا واقعہ رونما ہوا ہے، اسی بات کا پتا چلانے کے لیے جنات مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔

پیارے بچو! ہوا یوں کہ جنات آسمان سے غیب کی خبریں سن کر عرب کے بعض مشرکین (کاہن نجومی وغیرہ) جو ان سے پوچھا کرتے تھے انھیں بتایا کرتے تھے اور یہ مشرکین بھی ان جنات کے نام کی نذریں چڑھاتے اور نیازیں دیتے اور جب سفر کے دوران کسی رات کو کسی خوفناک مقام پر اترتے تو کہتے کہ اس علاقے کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔

جنوں سے پناہ لینے کا کام سب سے پہلے یمن کے کچھ لوگوں نے کیا اور پھر بنی حنیفہ کے کچھ لوگوں اور پھر ہوتے ہوتے تمام عرب میں اس کا رواج ہو گیا۔

لیکن جنات اس وقت اس نئے واقعہ کی تلاش میں تھے جس کی وجہ سے آسمان کی حفاظت سخت کر دی گئی تھی۔ پہلے تو انھیں آسمان سے کچھ خبریں مل جایا کرتی تھیں لیکن اب اس میں فرشتے کثرت سے پہرے دے رہے ہیں۔ جو شیاطین کو غیب کی خبر سننے کے لیے آسمان کے قریب تک پھٹکنے نہیں دیتے اور جو شیطان اس کی جرأت کرتا ہے اس پر آگ کے شعلے برسائے جاتے اور ان کو کثرت سے شہب کی مار پڑتی ہے۔ اس پر انھیں خیال ہوا کہ زمین پر ضرور کچھ نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان پر سخت پہرے بٹھا دیے گئے ہیں۔

آخر اس نئے واقعہ کو مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے مختلف گروہوں میں سے ایک گروہ نے جو کہ آٹھ جنات پر مشتمل تھا ڈھونڈ لیا۔

یہ حج کے دنوں کی بات ہے، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ سوق عکاظ جاتے ہوئے وادی بطن نخلہ میں ٹھہرے جو کہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ آپ صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ جنوں کی یہ جماعت آ پہنچی۔ انھوں نے جب قرآن سنا تو سچے دل سے ایمان لے آئے اور سمجھ گئے کہ اسی وجہ سے آسمان پر پہرے کا انتظام پہلے سے سخت کر دیا گیا ہے۔ جنات کا یہ وفد واپس اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا اور انھیں کہا۔ ”اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری ہے۔ وہ اگلی (آسمانی) کتابوں کو سچ بتاتی ہے۔ سچا دین اور سیدھا رستہ دکھاتی ہے۔“

ہم نے ایسا قرآن سنا جو (وضاحت و بلاغت میں) بڑا عجیب ہے اور ہم اپنے مالک کا کسی کو ہرگز شریک نہ بنائیں۔

اور ہمارے مالک کی شان بہت بلند ہے۔ جو نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد۔ اور ہم میں کوئی بیوقوف تھا جو اللہ پر بڑا جھوٹ لگاتا تھا۔ اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ آدمی اور جن بھلا اللہ پہ کیوں جھوٹ باندھیں گے اور یہ کہ کئی آدم زاد بعض جنوں کی پناہ لیتے۔ اس سے ان (جنوں) کا دماغ اور چڑھ گیا وہ تکبر کرنے لگے (کہ ہم تو انسانوں کے بھی سردار ہیں)

اور جنات بھی آدمیوں کی طرح یہ سمجھنے لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو جلا کر نہیں اٹھائے گا اور ہم نے آسمان کو جا کر ٹٹولا۔ دیکھا تو وہ زبردست پہروں اور آگ کے شعلوں سے بھرا ہوا ہے، پہلے تو یہ تھا کہ فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے ہم آسمان میں کئی ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ اب تو جو کوئی سنے وہ ایک شعلہ اپنے لیے گھات لگائے اور ہم کو معلوم نہیں کہ اس انتظام سے زمین والوں کی برائی منظور ہے یا ان کا مالک ان سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اور ہم میں کچھ تو نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے (کافر)۔ ہمارے کئی طرح کے گروہ پہلے سے چلے آرہے ہیں۔ اور اب تو ہم نے سمجھ لیا کہ ہم زمین میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو نہیں ہرا سکتے۔ اور نہ کہیں بھاگ کر اس کو عاجز کر سکتے ہیں اور جب ہم نے راہ ہدایت کی بات سنی تو اس کو مان لیا۔ اور جو کوئی اپنے مالک پر ایمان لائے گا اس کو نہ نقصان کا ڈر ہو گا نہ ظلم کا۔ اور ہم میں بعض تو خدا کے تابعدار ہیں اور بعض نافرمان۔ اور پھر جن لوگوں نے خدا کی تابعداری کی انھوں نے سیدھے رستے پر چلنا چاہا اور جنھوں نے نافرمانی کی وہ دوزخ کی لکڑیاں ہے۔

چنانچہ ان کے قبیلے سے ستر افراد آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ جنوں کی پہلی آمد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے نہ ان کو دیکھا نہ ان کی آمد کا آپ ﷺ کو پتا چلا۔ حتی کہ سورت جن کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور وحی کے ذریعے آپ کو مفصل حال معلوم ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بہت بڑی تعداد میں جن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے ہدایت یاب ہوئے اور آپ نے ان کو احکام بھی سنائے۔ اور ایک یا دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کو تعلیم دینے کی غرض سے باہر تشریف لے گئے۔ ایک ملاقات کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ (الاحقاف، الجن)

شکیل احمد، میانوالی

گلدستہ احادیث

پیارے نبی کی پیاری باتیں

- اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کا پہرا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر میں قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (ابن حبان)
- ہر بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے ماں باپ اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری)
- اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ (نسائی)
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی بہت برا ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اسے ملنا چھوڑ دیں یا اس سے الگ رہیں۔ (صحیح الجامع)
- جب تین بندے کسی سفر کے لیے نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ (ابوداؤد)
- جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ پڑوسی کا احترام کرے۔ (بخاری)
- اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبح یا شام کو جانا ”دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس“ سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری)
- بہت سے لوگ دو نعمتوں کی قدر نہیں کرتے ایک صحت دوسری فراغت۔ (صحیح البخاری)
- جسے قسم اٹھانا ہو وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے (مسلم)

[محمد وقاص قیوم۔ ننکانہ صاحب]

اونچی آمین کہنے کی فضیلت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ پھر جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل جائے تو اس کے پہلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

[مریم اکرام، صادق آباد]

یہ بھی صدقہ ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر ایک عضو پر صدقہ ہے۔ چنانچہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا۔ لا الہ الا اللہ کہنا، اللہ اکبر کہنا تمام صدقات ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر صدقات ہیں اور ان تمام کے بدلے دو رکعت نماز چاشت کی کفایت کر جاتی ہیں۔ (مسلم) [بنت بشر حکیم، لونگو کے]

اسلامی کہانی

کاش یہ قبر میری ہوتی!

عبدالعزیٰ چھوٹا سا تھا جب اس کا باپ فوت ہو گیا۔ باپ کے بعد اس کی تربیت اس کے چچا کے سپرد ہو گئی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا تھا اور اس کی نورانیت سے مکہ کی وادی اب چمکنے لگی تھی۔ اتفاق سے نورِ اسلام کی چند شعاعیں عبدالعزّٰی کی طرف لپکیں اور اس کی دنیائے دل کو معمور کر گئیں۔

اب اگرچہ اس کا سینہ تو نور اسلام سے روشن اور دل محبتِ رسول سے سرشار تھا مگر ابھی چچا کے تیور بدلے نہ تھے۔ عبدالعزیٰ منتظر تھا کہ خود چچا کا دل بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائے تو اظہار ایمان کروں مگر بدنصیب چچا اس دولت کو نہ پا سکا وقت گزرتا گیا نبی اکرم ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے۔

اب ایک طرف ایمان کا سمندر جو دل کی دیواروں کو توڑ کو نکل جانا چاہتا تھا دوسری طرف چچا کے خوف کی دیوارِ جو اس کی راہ میں حائل تھی۔

ایک دن آتش ایمان کچھ ایسی بھڑکی کہ عبدالعزّٰی اونچی آواز میں پکارنے لگا.... میں مسلمان ہوں..... میں مسلمان ہوں...

عبدالعزّٰی کے اظہار اسلام کی خبر چچا نے سنی تو اس کے بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ گرجتا اور برستا ہوا آیا اور آتے ہی عبدالعزّٰی کو گلے سے پکڑ کر جھجھوڑنے لگا۔ اب معاملہ ادھر بھی مصلحت کی حدود سے آگے نکل چکا تھا۔ مرد مومن کی قوت ایمانی جوش کھا کر ابھری۔ عبدالعزّٰی نے کہا چچا ”میں نے اسلام کو آج قبول نہیں کیا آج تو صرف میں نے اس کا اظہار کیا ہے ورنہ مسلمان تو میں کتنے ہی عرصہ سے ہو چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید تم بھی اس چشمۂ رحمت سے فیض یاب ہو سکو گے مگر تمہاری بدقسمتی تم یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔ چچا میرا ضبط اب جواب دے گیا ہے، آتش ایمان اب بھڑک اٹھی ہے۔ اب دل بے قابو ہے، اس لیے اب میں تمہارے سامنے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنے ایمان پر تمہاری گواہی بھی لینا چاہتا ہوں۔ چچا دانت پیتا عبدالعزّٰی پر پل پڑا اور اسے اٹھا کر زمیں پر گرا دیا۔

چچا کی آتش غضب اس پر بھی سرد نہ ہوئی بلکہ اس نے عبدالعزّٰی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ ضرب پر ضرب لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تمہیں ایمان کا مزا چکھاؤں؟ عبدالعزّٰی کا ایمان اب بے دردی کی بھٹی میں آزمایا جانے لگا۔

اپنی تمام تر بے دردیوں، بے رحمیوں اور سفاکیوں کے ساتھ جلوہ گر چچا کے ہاتھ پر جو پڑتا وہ دے مارتا۔ مارتے مارتے چچا تھک گیا، اس کی ہمت جواب دے گئی، سانس پھول گئی، بازو شل ہو گئے مگر عبدالعزّٰی کی زبان پر کلمۂ توحید کا ورد جاری رہا۔

وہ تپتی ہوئی زمین پر بے ہوش پڑا تھا جسم ساکت تھا، اعضاء بے حرکت تھے مگر زبان ابھی تک بدستور ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا وظیفہ رہی تھی۔ چچا تھک ہار کر چلا گیا۔ عبدالعزّٰی کو ہوش آیا تو چچا پھر سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا ایمان کا مزا چکھ لیا... یا اور چکھاؤں...؟

پھر وہی مطالبہ اور ادھر سے وہی جواب، پھر کفر کا تشدد اور ایمان کا استحکام، بات پھر بڑھ گئی۔ تشدد کا دور پھر چلنے لگا، پھر وہی اینٹ پتھر تھے اور ادھر بھی وہی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ عبدالعزّٰی کے چچا نے جب یہ دیکھا کہ ایمان کے اس پہاڑ پر تشدد کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو اس نے دوسرا حربہ استعمال کیا۔ اس نے عبدالعزّٰی کی پوری جائیداد پر قبضہ کر لیا، اس کی جیب سے ایک ایک پائی نکلوائی۔ گھر بار، مال ومتاع، بھیڑ بکری، اونٹ کھجور ہر شے سے اسے محروم کر دیا اس نے اس کی زندگی کی شاہراہ پر پہرے بٹھا دیئے اور اسے حیات کی ساری آسائشوں سے محرودم کر دیا اسے گمان تھا کہ عبدالعزّٰی اس کرب ناک صورت حال کو برداشت نہ کر سکے گا۔ واپس پلٹ آئے گا لیکن عبدالعزّٰی نے چچا کے اس گمان کو غلط ثابت کر دیا۔

چچا کی ضدی طبیعت سٹپٹا اٹھی، وہ غصہ کھا کر اٹھا اور سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا آگے بڑھا۔ بھتیجے کو ایک بار پھر جی بھر کر پیٹا اور بالآخر تن کے سارے کپڑے اتروا لیے اور اسے دھکے مار کر ننگ دھڑنگ گھر سے یوں نکال دیا کہ ستر پوشی کے لیے ایک تار بھی جسم پر نہ چھوڑا تم خوش، تمہارا رب خوش اور تمہارا رسول خوش۔

عبدالعزّٰی جو کہ حیا کا مجسمہ تھا اس نے رات کے اندھیرے میں ماں کے دروازے پر آ کر فریاد کی کہ صرف ستر پوشی کے لیے کوئی کپڑا پھینک دیا جائے۔ بیٹے کی حالت پر ماں کا دل کچھ نرم ہوا اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل دور کھڑے عبدالعزیٰ کی طرف پھینک دیا جسے اس نے بصد شکریہ قبول کیا پھر پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے بنائے۔ ایک ٹکڑا ٹانگوں کو لپیٹ لیا اور دوسرے سے باقی جسم ڈھانپ لیا۔ یہ مسافر دو ٹاٹوں میں لپٹا ہوا دن رات سفر کرتا رہا مکہ سے مدینہ تین سو میل (۴۱۸ کلومیٹر) کا سفر، دن کے وقت آفتاب کا آگ برسانا جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے، رات کو نوکیلے پتھروں پر چلنے سے زخم بن جاتے۔ درختوں کے پتوں سے بھوک مٹاتے ہوئے کئی دن کے بعد بالآخر یہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ ہی گیا۔ طلوع فجر کا وقت تھا مسجد نبوی کی راہ میں جدھر سے آفتاب نور کو طلوع ہونا تھا سراپا انتظار بیٹھ گیا تا کہ چند لمحوں پائے محبوب کے پاؤں سے اڑنے والی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا سکے۔

رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال معلوم ہو چکا تھا رات کے وقت حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اندھیرے میں کوئی شخص محسوس ہوا تو پوچھا تم کون ہو..؟ عرض کیا عبد العزّٰی، پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبدالعزّٰی نہیں بلکہ عبد اللہ ذوالبجادین (دو ٹاٹوں والا)۔ عبداللہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے حضور ﷺ نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ عبد اللہ کی ساری تکلیفیں اور تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو عبداللہ بہت ہی محبوب تھے۔

غزوۂ تبوک کے لیے تیاری جاری تھی کہ عبداللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے اس جنگ میں شہادت کی دعا فرمایئے“ اب جنگ وہاں مقدور نہیں تھی اور عبد اللہ کی درخواست کو رد کرنا اللہ کو پسند نہیں تھا، چنانچہ عرش والے نے فرش پر اپنے عظیم پیغمبر ﷺ کو بتا دیا۔ حضور ﷺ نے کھجور کی چھال منگوا کر اس پر لکھوایا کہ الٰہی..! کافر کی تلوار پہ عبد اللہ کا خون حرام کر دے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو بہت پریشان ہوئے۔ عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے تو شہادت کی دعا چاہی تھی فرمایا: ”عبداللہ! اللہ کی راہ میں نکل کر اگر تم بخار سے بھی فوت ہو گئے تب بھی شہید ہی قرار دیئے جاؤ گے۔ اللہ کے رسول کا یہ لکھا پورا ہوا، تبوک میں صرف ایک روز بخار آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو وہاں ہی تبوک میں رات کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چراغ پکڑے کھڑے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کھود رہے تھے۔ قبر تیار ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ خود قبر میں اترے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے میت کو سہارا دیتے ہوئے آگے کیا۔ حضور ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے میت کو تھام لیا کہ اپنے بھائی کی میت کو میرے حوالے کر دو۔ دفن کر چکے تو حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ ”یا اللہ! میں اس شخص پر خوش ہوں تو بھی اس پر خوش ہو جا۔“ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کے راوی ہیں کہ تدفین کا یہ باوقار منظر اور آپ ﷺ کی یہ محبت میں ڈوبی ہوئی دعا سن کر میں تڑپ گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا:

((یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ صَاحِبَ اللَّحْدِ)) ”اے کاش! یہ قبر میری ہوتی“

''دنیا چڑھتے سورج کی پجاری ہے۔'' محاورتاً لکھا ہے، سن رکھا تھا، پڑھ رکھا تھا اور دیکھ بھی رکھا تھا ادھر سورج چڑھا ادھر لوگ دیکھ کے خوش ہوئے ادھر سورج ڈوبا اور لوگ بھول کر نئے سورج کو دیکھنے لگے...... یہ بھلا کیا تمثیل ہوئی چھوڑیئے عقلمندوں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

غزوہ

''آتا ہے یاد مجھ کو''

لفظ سے ہمیں تب آشنائی ہوئی جب ہم نئے نئے لفظوں سے آشنا ہوئے لیکن اس وقت ہمیں آسان اور خوبصورت بنے ہوئے لفظ پسند تھے۔ سو ہمیں یہ اخبار کچھ خاص اچھا نہ لگتا تھا کہ اس میں تصویریں تھیں نہ کہانیاں اور ہماری عمر کا تقاضا یہی تھا۔ خیر جوں جوں بچپن کی خوابوں، خیالوں، تصورات سے بجی دنیا سے نکلتے گئے۔ حقیقت سے مزین یہ اخبار اچھا لگنے لگا اور ہم منتظر بھی رہنے لگے۔ کافی عرصہ بعد اس میں انقلاب ہوا وہ یہ کہ بچوں کے لیے تھوڑی سی جگہ مختص ہو گئی...... لیکن ایسا کوئی لمبے عرصہ کے لیے نہ ہوا اور تھوڑی سی جگہ سے ننھے مجاہد نے جنم لیا...... شمارہ نمبر 2 پڑھ کر ازحد خوشی ہوئی، پہلا شمارہ ہمیں ملا نہ تھا اور پھر یہ لگاتار آنے لگا بارہا لکھنے کو جی چاہا مگر کم عمری، کم علمی اور کم فہمی آڑے آتی گئی اور کچھ یہ بھی کہ تیسری کلاس میں ہم نے ایک کہانی لکھی تھی اپنی نوٹ بک میں یہ لمبی سی کہانی جس کسی نے بھی پڑھی کہا اچھی ہے اور جب ہم بتاتے کہ ہم نے لکھی ہے تو آنکھیں پھاڑ کے کہا جاتا تم نے لکھی ہے......

اب نجانے ان پھٹی پھٹی آنکھوں میں بے یقینی ہوتی یا مرعوبیت ہمیں تو بس وہ پھٹی پھٹی آنکھیں ہی یاد ہیں۔ وہ نوٹ بک ہم نے پھاڑ دی کہ یہ تو بہت گندا کام ہے۔ کہانی وہی روایتی تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے...... پھر شہزادی کو دیو اٹھا کے لے جاتا ہے...... پھر تین شہزادے چھڑواتے ہیں...... اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔

2004ء میں ان ''پھٹی پھٹی'' آنکھوں کو نظر انداز کر کے ہم نے پہلی تحریر نوائے وقت کے ایڈیشن ''پھول اور کلیاں'' میں بھیجی جو شائع ہوئی۔ خوشی ہونے کے ساتھ ساتھ پھٹی پھٹی آنکھوں کا جو خوف ہمیں لاحق تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔ یہ تحریر بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی...... اسی سے حوصلہ اور شہ پا کر ہم نے دوسرا خط ''ننھے مجاہد'' میں لکھا۔

''ننھے مجاہد'' کے شمارہ نمبر 16 میں غالباً...... محض نام ہی شائع ہوا تھا مگر ازحد خوشی ہوئی پھر تو ایک سلسلہ چل نکلا۔ ہم نے ڈھیروں خطوط، تحاریر، ڈرائنگز بھیجنی شروع کر دیں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں...... ہاں یہ الگ بات کہ تحاریر ہماری شائع ہوں ہر دفعہ یا نہ خطوط و ڈرائنگ بھیجنے والے دیگر قارئین میں بلامبالغہ ہر دفعہ ہمارا نام ضرور ہوتا۔ ننھے مجاہد کی سب سے اچھی بات اس کے چٹخارے دار خطوط ہوا کرتے اور ہماری طرح یقیناً نیا شمارہ آتے یہ سب پہلے خطوط کا رخ کرتے...... خطوط ملکی سیاستدانوں کی مانند ہوتے۔ ایک نے بیان دیا جانبدارانہ تو طرف دارانہ جواب لازمی ہوتا۔ کبھی گولہ باری کبھی ژالہ باری کبھی برسات کی تند و تیز بارش کبھی دسمبر کی ٹھنڈی میٹھی ہواؤں کی مانند خطوط ہوتے۔ کبھی قارئین میں پاک بھارت جنگ ہوتی تو کوئی صلح کی جھنڈی لہرائے امریکہ بن کر آ

ٹپکتا۔ خیر اسی پلیٹ فارم کی بخشی ہوئی حوصلہ افزائی ہی تھی کہ ہمیں نئی دنیائیں دریافت کرنے اور اپنے نام کا جھنڈا گاڑنے کا شوق ہوا۔ پھول فرینڈز، الجریدہ، اوصاف، جنگ ینگ ترنگ ایڈیشن، نونہال، ایکسپریس...... دو تین نام اور ہیں لکھ نہیں سکتی کہ نقصِ امن کا خدشہ ہے...... یہاں سے طبیعت نہ بھری تو ہم دوسری دنیا کی جانب لے کر معلومات اور ڈرائنگز سے آگے قدم بڑھائے کہانیاں، فکاہیہ مضمون، مزاحیہ کہانیاں آرٹیکل، کالمز، شاعری، ایک دو اور چیزیں نام نہیں لکھ سکتے کہ یہاں بھی نقصِ امن کا خدشہ ہے۔ روضۃ الاطفال میں ہمارا سوائے ایک خط کے کچھ بھی شائع نہ ہوا۔ خط میں لکھا تھا ہم نے کہ انعامی سلسلے شروع کرنے سے پہلے انعامات کا بندوبست کر لیجئے گا۔ لٹھ مار جواب تھا ایڈیٹر کا کہ انعامات کی تلقین کا شکریہ...... ارے ہم ''جلے'' ہوئے تھے تبھی تو آپ کو ''پھونک مارنے'' کا مشورہ دیا تھا اب جب ہر طرف سے سوال اٹھتے ہیں کہ آپ نہیں لکھتی...... لکھتی تو اب بھی ہوں لیکن روضہ میں کوئی چھاپے تو...... روضہ میں کوئی کیسے چھاپے کے پیچھے بھی ایک لمبی کہانی ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ''ننھے مجاہد'' اپنی آدھی سینچری کے بعد آگے کی جانب رواں دواں تھا۔ ہمارا خط شائع ہوا...... اب ایڈیٹر کے پاس انعام نہیں یا جانے کیا تھا...... انعامی خط کی ہمیں ازحد خوشی ہوئی کیونکہ دو تین اور میگزینز میں ہمارے انعام نکلے تھے۔ اور ایک انعام ہمیں مل بھی چکا تھا خیر ندیدوں کی طرح دو ایک بار پورا ایڈریس لکھ کے بھیجا یاد بھی دلایا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات...... پھر ایڈیٹر صاحب نے یہ رسالہ ہی بند کر دیا۔ ہمارے انعام سے خائف ہو کر۔ پھر روضۃ الاطفال نکال دیا کہ اب انعام کا استفسار کیا تو کہہ دیں گے کہ پالیسی بدل گئی ہے یہی نہیں اور بھی بہت ''احتیاطی تدابیر'' کی گئیں۔ خیر جب روضۃ الاطفال کے 65 شمارے معرضِ وجود میں آ گئے تو ہمیں بھی لکھنے کا خیال آ ہی گیا...... خط اور ڈرائنگ بھیجی بعد ازاں دو تحاریر بھی بھیجیں۔ ایڈیٹر صاحب نے نام دیکھتے ہی کانپتے ہاتھوں سے پڑھے بغیر یقیناً ردی کے ڈرم میں ڈال دی ہوں گی کہ یہ پھر آن ٹپکی ارے بھئی ہم بھول چکے اپنا انعام...... ہماری تحریریں شائع نہ کر کے ایک بھرپور انداز میں ہمیں باور کروایا جا رہا ہے کہ آپ کی تحریریں ہمیں ملتی ہی نہیں۔ بھئی جب دوسرے میگزینز کو مل بھی جاتی ہیں اور چھپ بھی جاتی ہیں تو خیر سے روضہ کے آفس میں اب کون سا برمودا ٹرائی اینگل دریافت ہو گیا ہے جو صرف ہماری تحاریر کو نگل کے نام و نشان تک مٹا ڈالتا ہے۔

ویسے عجیب بات ہے انھی دنوں ایک اور میگزین میں ہمارا انعام نکلا دو چار ماہ انتظار کے بعد ان سے استفسار کر ڈالا کچھ ہی عرصہ بعد وہ میگزین بھی بند ہو گیا اور خدا گواہ ہے ابھی تک بند ہی ہے دیکھا انجام...... ہاہاہا

اب بات ہو جائے اب کے روضہ کے...... لکھنے والے سارے اچھے ہی ہیں اور اگر میں نے ذرا جو تعریف کی تو حفصہ افضال کہے گی ان کی ''پکی فین'' اور ماشاءاللہ یہاں کے مسئول اتنے ایکٹو ہیں کہ ایک روضۃ الاطفال کا شمارہ دے کر دو چار ماہ لیٹ کرتے ہیں تبھی تو ہمارے پاس شمارے بغیر ریکارڈ کے ہیں۔ 60 سے 65 تک پھر ایک شمارہ نمبر 68 ہے۔ اس کے بعد 74,75 خیر جو مل جائے پڑھ لیتے ہیں جو نہ ملے صبر شکر کر کے فاتحہ پڑھ لیتے ہیں...... اللہ تعالیٰ اس کے تمام لکھنے والوں کو جزائے خیر دے اور ایڈیٹر کو...... کہ میری تحریر چھاپ دے یقین جانیے اس انعام کی مجھے نہ کوئی اب آس ہے نہ امید نہ استفسار کروں گی...... سو بلا جھجک چھاپیے اور اللہ تعالیٰ روضۃ الاطفال کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

عقلمندو پتہ چلا کہ ''دنیا واقعی چڑھتے سورج کی پجاری ہے۔'' سوائے حفصہ افضال کے......

[اقصیٰ عبدالمنان ہاشمی، حجرہ شاہ مقیم]

آزمائش کی گھڑی

پیارے بچو! آج جس مصیبت میں ہمارے مسلمان بہن بھائی گرفتار ہیں اللہ نے انھیں آزمائش میں ڈالا ہے اور وہ ہماری مدد کے منتظر ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں کل تک جو اپنے آنگنوں کے ستارے تھے آج بجھے بجھے دکھائی دیتے ہیں۔ پیارے دوستو! ہمیں بڑھ چڑھ کر سیلاب زدگان کے لیے امداد مہیا کرنی چاہیے اور ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ ہم چھوٹے ہیں اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ پیارے دوستو! معوذ اور معاذ اسلام کی خدمت کرتے ہوئے ابوجہل کو واصل جہنم کر سکتے ہیں تو کیا ہم سیلاب سے متاثر لوگوں کی مدد کر کے ان کے چہروں پر خوشی نہیں لا سکتے؟ آیئے ہم میں سے ہر کوئی اپنے آپ سے یہ سوال کرے۔ مجھے یقین ہے سب کا جواب ہاں میں ہوگا کہ ہم ان بجھتے چراغوں کو دوبارہ روشن کر سکتے ہیں۔

میرے عزیزو! آیئے نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے یتیم پر شفقت کی۔ عید کا دن ہے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ خطبہ پڑھانے جا رہے ہیں راستے میں ایک بچہ رو رہا ہے۔ میرے حضور ﷺ رک کر اس سے رونے کی وجہ پوچھتے ہیں۔ تو وہ بچہ بتاتا ہے کہ میرے والدین وفات پا گئے ہیں اور بچوں نے نئے نئے کپڑے پہنے ہیں میں نے اس لیے نہیں پہنے۔ اس بات کو سن کر میرے حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میرے پیارے پیغمبر ﷺ کو اپنی یتیمی کا دور یاد آ گیا۔ آپ ﷺ اس بچے کو گھر لے کر گئے۔ اسے کپڑے پہنائے اور کہا آج سے محمد ﷺ تیرے باپ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تیری ماں ہے۔

اللہ اکبر۔ میرے دوستو ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ بھی ہمارے سامنے ہے اور آج سینکڑوں بچے ہمارے اپنے وطن عزیز میں یتیم ہو گئے ہیں۔ اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے وہ رقم سیلاب زدگان کو پہنچانی چاہیے تا کہ وہ اس بھوک، افلاس، بیماری، تنگ دستی سے نکل سکیں اور ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے اعمال کی فکر بھی کریں اور اپنے اندر جو کمیاں کوتاہیاں ہیں وہ دور کر لیں کیونکہ اللہ رحمٰن و رحیم نے ہمیں سنبھلنے اور عبرت حاصل کرنے کا موقع دیا ہے ازراہِ کرم ہم سب اپنی غلطیوں پر توبہ کریں اور سیلاب سے متاثر اپنے بہن بھائیوں کی جہاں تک ہو سکے مدد کریں۔ کیونکہ

کوئی روتا ہوا چہرہ ہنسا دینا عبادت ہے

دل غمگین کی ڈھارس بندھا دینا عبادت ہے
کسی بے آسرا انسان کے ٹوٹے گھروندے میں
خلوصِ دل سے اک اینٹ لگا دینا عبادت ہے
سعادت حج و عمرہ کی اپنی جگہ لیکن
کوئی اجڑا ہوا آنگن بسا دینا عبادت ہے
جو آڑا وقت آیا ہے
تو اس میں ایک ہو جاؤ
حسد کی آگ کے شعلے بجھا دینا عبادت ہے
دعا مانگو خدا سے کہ
چمن میں پھر بہار آئے
مصیبت میں دعا لینا
دعا دینا عبادت ہے

[حافظہ سلمہ احمد، فیصل آباد]

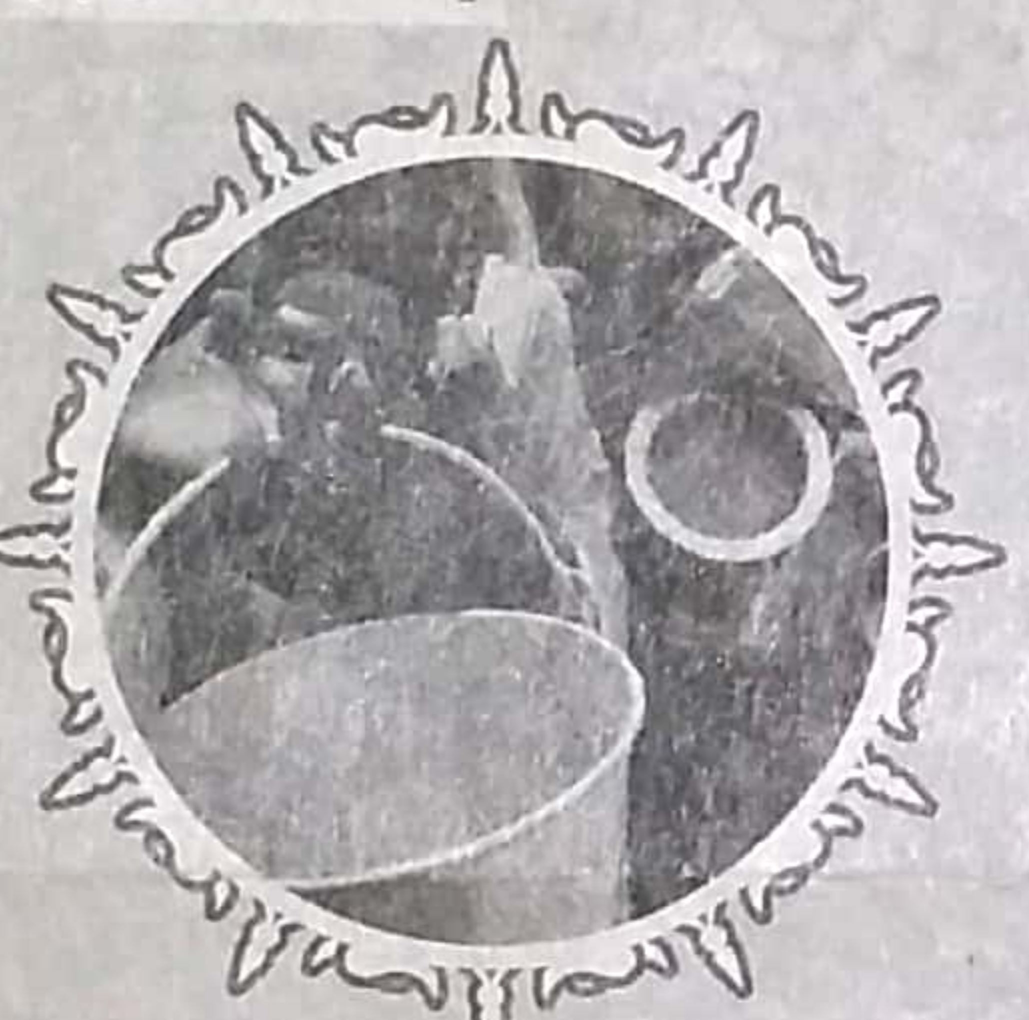

پیپر بیتی

آج ہم بھی (بقول عمر فاروق بھائی کے، حفصہ کی طرح) آپ بیتی نہیں بلکہ "پیپر بیتی" آپ کے گوش پیش کر رہے ہیں۔ پڑھائی کا سلسلہ ختم کیے عرصہ ہوا کہ اچانک دماغ میں مزید پڑھنے کی سمائی۔ طے یہ ہوا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ذریعے پڑھا جائے۔ اگست میں داخلہ فیس بھیجی پھر طویل انتظار کے بعد دسمبر کی آخری تاریخوں میں کتابیں آئیں۔ پھر کبھی اسائنمنٹ لکھو اور کبھی کتابیں پڑھو۔ سب کتابوں کی تو سمجھ آ رہی تھی مگر انگریزی میں تھوڑی مشکل پڑ رہی تھی اس کا حل میں نے اپ ٹو ڈیٹ میں ڈھونڈا۔ اپ ٹو ڈیٹ وہ بھی 2007ء تک کی۔ جبکہ پیپر میں نے 2010ء میں دینے تھے۔ اسی طریقہ امتحان کو سامنے رکھتے ہوئے تیاری کی۔

27 مئی کو سیکنڈ ٹائم پہلا پیپر انگلش کا تھا۔ میں خالد بھائی کے ساتھ فل گرمی میں مطلوبہ جگہ پہنچی۔ کمرہ امتحان کے باہر کی لوکیشن (عبود آفندی کے علاقے کی طرح) بہت خوبصورت تھی۔ سوالیہ پیپر ہاتھ میں آیا تو ہمارے تو طوطے اڑ گئے۔ (روضے کے ان ساتھیوں کی طرح جن کا نام کوشش کیے جاؤ میں بھی نہیں آتا) یہ کیا جیسی میں نے تیاری کی تو تھی ویسا تو آدھا پیپر تھا تھوڑے حواس بحال ہوئے تو مدد کے لیے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو میرے ہی بینچ پر ایک اور لڑکی بیٹھی تھی جس کی حالت بھی مجھ سے ملتی جلتی تھی۔ جب گھر واپس آئے تو اتنی پیاس لگی ہوئی تھی (جتنی روزوں میں لگتی تھی) اگلے پیپر میں ہم (سدرہ کی طرح) سب کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ مجھے سارا پیپر آتا ہے۔

آخری پیپر میں کمرہ امتحان میں داخل ہونے سے پہلے (حمنہ بنت ماسٹر عبدالغفور کی طرح) معصوم سی لڑکی نے مجھے سلام کیا اور پوچھا آپ "ناہید ہوناں!" میں نے حیرانگی سے سر اثبات میں ہلایا اور کہا آپ کو میرا نام کس نے بتایا تو وہ بولی اٹینڈس شیٹ سے پڑھا تھا۔ پیپر ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ ہمارا کمرہ امتحان مکمل اندھیرے میں ڈوب گیا۔ واپڈا والوں کی مہربانی سے۔ ساتھ میں کھڑکیاں بڑے زور سے بج رہی تھیں کیونکہ جون کی شام گوجرانوالہ میں بڑا زبردست طوفان آیا تھا۔

پیپروں کے دوران ہی لڑکیوں کی اگلے سمسٹر کی کتابیں آ گئی تھیں جبکہ میری نہیں آئی تھیں۔ میں نے دل کو تسلی دی چلو جون کے آخر میں آ جائیں گی لیکن جولائی بھی سارا گزر گیا۔ اوپن یونیورسٹی کی انتظامیہ بھی میری کتابیں دینا بھول گئی۔ پھر عابد بھائی کی کوششوں سے اگست کے دوسرے عشرے میں میری کتابیں آ گئیں اور ساتھ رزلٹ بھی آ گیا۔ جس میں شاندار کامیابی ہوئی تو مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہوئی جتنی نوید اختر کو اپنا پہلا خط شائع ہونے پر ہوئی تھی اب اگلے امتحان کا احوال آپ کو پھر سنائیں گے تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

[ناہید مقصود، گوجرانوالہ]

میں نے پاکستان بنتے دیکھا

اگست 1946ء میں والد صاحب فوج سے ریٹائر ہو گئے تھے ہم سب فیروز پور چھاؤنی سے اپنے شہر پٹی میں واپس آ گئے۔ مگر ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ والد صاحب کو فوج نے پھر دوبارہ ملازمت پر بلا لیا اور ان کی پوسٹنگ مغلپورہ لاہور میں کر دی گئی۔ یوں ہم دو بھائی اور ایک بہن والدہ صاحبہ کے ساتھ اپنے چچاؤں اور دادی اماں کے پاس پٹی شہر میں رہنے لگے اور یہیں مجھے کلاس سوئم میں داخل کروا دیا گیا۔

پٹی شہر آزادی سے پہلے تک ضلع لاہور کی تحصیل قصور کا حصہ تھا اور روہی نالہ آنی پر واقع تھا۔ بزرگوں کے مطابق اس شہر کی آبادی 1947ء میں کوئی 38000 سے اوپر تھی۔ جس میں 36000 کے قریب مسلمان تھے اور باقی صرف 2000 غیر مسلم۔ لہٰذا یہ شہر اس وقت مسلمانوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ ہندو عام طور پر بزاز یا پنساری تھے اور سکھ زیادہ تر لوہار، ترکھان، جولاہے وغیرہ جو مسلمان زمینداروں کے لیے کھیتی باڑی کا سامان بناتے یا بیگار کا کام کرتے تھے مگر سب لوگ ملنساری، محبت، عزت اور بھائی چارے سے رہتے تھے۔

مغلیہ دور میں صرف اس ایک شہر سے حکومت وقت کو نو لاکھ اشرفی لگان حاصل ہوتا تھا۔ اسی واسطے پرانے لوگ شہر کو ''نولکھی پٹی'' یا ''پٹی مغلاں'' بھی کہتے تھے۔ پرانا شہر سارا چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ شہر کے اردگرد بھی انہی اینٹوں کی بنی ہوئی مضبوط دیوار تھی جس کی اونچائی کم از کم 15 فٹ اور اوپر سے چوڑائی 3 فٹ کے قریب تھی۔

جب ہم فیروز پور چھاؤنی سے اپنے آبائی شہر پٹی پہنچے تو عجیب سا لگا۔ ان دنوں تحریک پاکستان عروج پر تھی۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لَا اِلٰہ الا اللہ کا نعرہ عام تھا۔ ہر طرف لے کے رہیں گے پاکستان کا شور تھا۔ پٹی کیونکہ مسلمانوں کا گڑھ تھا لہٰذا یہاں جوش و خروش کچھ زیادہ ہی تھا مگر پر امن، پرسکون اور ایسے حالات کہ جن میں ہر ایک کو جینے کا حق تھا۔ میں بھی لالہ چورنجی مل (پنساری) کی دکان پر چلا جاتا تو چاچا مفت میں میری جھولی ریوڑیوں، مکھانوں اور پھلیوں سے بھر دیتا اور پوچھتا ''بیٹا بڑے چوہدری صاحب تو نہیں آئے۔'' (والد صاحب کو وہ چوہدری صاحب ہی کہتا تھا) جب والد صاحب جنگ عظیم میں غیر ممالک میں تھے تو گھر کا سودا سلف لالے کی دکان سے آتا تھا۔ کبھی دو مہینے تک لالہ جی کی دکان پر گھر کا کوئی فرد نہ جاتا تو وہ خود گھر آ جاتا اور والدہ صاحبہ سے کہتا ''بہن جی خیریت تو ہے دو مہینے سے کوئی سودا سلف نہیں منگوایا آپ نے'' بہن جی پیسوں کی فکر نہ کریں میں جانوں اور بڑے چوہدری صاحب...... آپ حکم کریں لڑکے کے ہاتھ سودا بھجوا دیتا ہوں۔ یہی حال ایک ہندو بزاز کا تھا (نام یاد نہیں آ رہا) وہ تھانوں کے تھان کپڑے بھجوا دیتا۔ والدہ صاحبہ اپنی پسند کا کپڑا رکھ لیتیں اور باقی اسے واپس بھجوا دیتیں مگر کیا مجال کہ کبھی پنساری یا بزاز نے آ کر رقم کا تقاضا کیا ہو۔ اچھے دن تھے۔ ایک دوسرے پر اعتبار تھا کہ ہم سب نے یہیں پٹی شہر میں جینا اور مرنا ہے۔

مگر جوں جوں 1946ء اختتام کو پہنچ رہا تھا حالات میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ محسوس یہ ہو رہا تھا کہ جیسے جیسے تحریک پاکستان زور پکڑ رہی ہے ویسے ویسے غیر مسلم محتاط ہوتے جا رہے ہیں۔

پھر 3 جون 1947ء کو جب پاکستان بننے کا اعلان ہوا تو یہ بات ہندوؤں اور سکھوں کو ناگوار گزری۔ دل ہی دل میں وہ کڑھنے لگے مگر کیونکہ پٹی میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی لہٰذا کسی غیر مسلم کو کوئی شرارت وغیرہ کرنے کی جرأت نہ تھی۔ حالانکہ اس اعلان کے ساتھ ہی اردگرد کے گاؤں میں جہاں مسلم کم تھے غیر مسلموں نے ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کسی کے مویشی کھول لیے، کسی کی فصل کاٹ لی یا کسی مسلمان مزارع سے زمینیں واپس لے لیں۔ جس کسی کو گھر دیا ہوا تھا وہ خالی کرا لیا۔ ایک دو جگہ مسلمانوں کے گھر جلا دیے ایک دو اغوا کی وارداتیں ہوئیں۔ پٹی کیونکہ مسلمانوں کا گڑھ تھا، لہٰذا اردگرد کے چند ستائے ہوئے لوگ حفاظت کے طور پر پٹی میں آ گئے اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ شہر والوں نے اپنے بھائیوں کے لیے دروازے کھول دیے۔ ہجرت کر کے شہر میں آنے والے مسلمانوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ جہاں چاہیں رہیں۔ ان کے کھانے پینے کا بندوبست شہر والوں کے ذمہ تھا۔

یقین تھا کہ منظور شدہ فارمولے کے تحت مسلمانوں کی آبادی والے علاقے پاکستان کا حصہ ہوں گے۔ لہٰذا پٹی اور اردگرد کے مسلمان بہت خوش تھے۔ یہی ایک بات تھی جس سے غیر مسلموں کے حوصلے ابھی تک پست تھے۔ وہ شرارتیں تو کر رہے تھے مگر خفیہ طور پر کیونکہ انھیں ڈر تھا کہ جس دن پٹی پاکستان کا حصہ بنا مسلمان ان کی تکہ بوٹی کر دیں گے۔ لہٰذا ابھی تک ان کا رویہ بظاہر پیار و محبت والا تھا مگر دل میں وہ جلے بیٹھے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو یقین تھا کہ فارمولے کے تحت دریائے بیاس کی سرحد ہوگی اور یوں پٹی کے علاوہ ہریکے پتن تک علاقہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے پاکستان میں شامل ہوگا اور یوں نئے آزاد پاکستان کو پنجاب کا زرخیز ترین علاقہ مل جائے گا مگر دوسری طرف غیر مسلم بھلا کب چاہتے تھے کہ یہ علاقہ پاکستان کو ملے۔

14 اگست 1947ء کا دن مسلمانوں کا تو گویا یوم عید تھا۔ رمضان کا مہینہ اور 27 رمضان المبارک اور شاید جمعہ کا دن تھا۔ اتنی ساری خوشی اکٹھی ہو گئی تھی کہ سنبھالے نہ سنبھلتی تھی۔ خبر یہ تھی کہ مشرقی بنگال اور پنجاب پر مشتمل ایک آزاد مملکت پاکستان کا قیام ہوا ہے جس میں مسلمان اکثریت والے علاقے شامل ہوں گے۔ رات کو لوگوں نے چراغاں کیا۔ نماز شکرانہ ادا کی اور خدا کے حضور آئندہ بننے والے اسلامی ملک پاکستان کی ترقی و سالمیت کے لیے دعائیں کیں۔ شہر میں باوجود مسلمانوں کی یقین دہانی کے غیر مسلم سہم سے گئے تھے مگر...... جلد ہی ہم مسلمانوں پر اوس پڑ گئی۔ 15 اگست 1947ء کی صبح پتا چلا کہ مسلمانوں کے ساتھ فراڈ اور دھوکہ ہوا ہے۔ ضلع لاہور کے کچھ علاقے بشمول پٹی شہر اور گورداسپور ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ دریائے بیاس کی قدرتی سرحد کو نہیں مانا گیا اور مسلمانوں کو اپنے مضبوط گڑھ شہر پٹی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

اس خبر نے منظر نامہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ وہ غیر مسلم جو ایک دن پہلے مسلمانوں سے بھگوان اور گرو کا واسطہ دے کر پناہ مانگ رہے تھے آج انھوں نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔ مندر میں بھجن گائے گئے اور گردوارے میں اکھنڈ پاٹ اور خوشی کے گیت سنائے گئے۔ بعد میں آہستہ آہستہ غیر مسلم بلوائی پٹی شہر کے اردگرد جمع ہونے شروع ہو گئے جس سے شہر میں سراسیمگی سی پھیلی مگر مسلمانوں نے عہد کیا کہ وہ متحد رہیں گے اور کسی بلوائی کو شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ انھوں نے چوکیدار سسٹم ذرا اور سخت کر دیا۔

اب مسلمانوں کے پاس صرف تین ہی راستے تھے۔ ہندوستان میں غلام بن کر رہا جائے۔ پاکستان ہجرت کی جائے یا پھر لڑ مر کر شہادت نصیب ہو۔ غلام بننے کو کوئی تیار نہ تھا۔ لڑائی کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس لیے کہ حکومت تو آخر ہندوستان کی تھی۔ لہٰذا بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ جس کا جی چاہے اور جیسے چاہے پاکستان کو ہجرت کر جائے۔ کیونکہ ابھی حالات قابو میں ہیں مگر ایک دو ماہ بعد کیا ہوگا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ساتھ ہی شہر کی حفاظت کا نظام سخت کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ خاص کر رات کے اوقات میں۔ لوگوں کو کہا گیا کہ راشن ذخیرہ کر لیں۔ دوسری طرف بزرگوں نے ہجرت کرنے کی منصوبہ بندی شروع کی۔ لاہور جانے کے لیے قصور اور کھالڑی کے دونوں راستے محفوظ نہ تھے کیونکہ راستے میں سکھوں کے گاؤں پڑتے تھے۔ اس وقت قصور جنکشن سے روزانہ دو تین ٹرینیں آتی تھیں جو براستہ کھیم کرن (جی ہاں وہی کھیم کرن جس پر پاکستانی بہادر فوج نے 1965ء میں قبضہ کیا تھا) ترن تارن تک جاتی تھی۔

اب ایک طرف تو حالات خراب ہونے شروع ہوئے اور ہندو اور سکھ دانت تیز کرنے لگے دوسری طرف ڈاک کا

نظام درہم برہم ہو گیا۔ لہٰذا والد صاحب جو کہ لاہور میں تھے ان کی کوئی خبر نہ تھی۔ آخر فیصلہ یہ ٹھہرا کہ پہلے مرحلے میں تمام عورتیں اور بچے بذریعہ ٹرین والد صاحب کے پاس لاہور چلے جائیں۔ چنانچہ ہم ہر روز اپنے چچاؤں کے ساتھ صبح سویرے ریلوے سٹیشن پہنچ جاتے کہ پہلی ٹرین پر قصور چلے جائیں۔ سارا دن بے چینی میں گزرتا۔ ٹرین نہ آتی تو شام کو مایوس ہو کر مغرب تک واپس گھر پہنچ جاتے، سٹیشن پر یہ معلوم ہوتا کہ کیونکہ ملک میں گڑبڑ شروع ہو گئی ہے لہٰذا ریل گاڑیوں کا معمول بھی ڈسٹرب ہو گیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ چاندنی رات تھی۔ شور اٹھا کہ بلوائیوں نے شہر پر حملہ کر دیا ہے۔ دونوں چچاؤں نے فوراً لاٹھیاں نکالیں اور چھت پر ہوشیار ہو کر منڈیر کے ساتھ لیٹ گئے مگر میں گھبراہٹ میں اماں اماں کہتا ہوا دروازہ کھول کر دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ گلی میں روشنی تو تھی نہیں۔ راستے میں ایک دو جگہ مرد حضرات ڈنڈے اور برچھیاں لے کر ہاتھی دروازے کی طرف بھاگے کہ ایک تو عورتوں اور بچیوں کی حفاظت کی جائے دوسرے بلوائیوں کو دروازے سے اندر نہ آنے دیا جائے یوں اچھی خاصی بھگدڑ مچ گئی۔ اندر والے باہر جانے کی کوشش کر رہے تھے اور باہر والے اندر آنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس بھیڑ میں میں نیچے گر گیا اور پھر پتا نہیں کیا ہوا۔ وہ تو اللہ بھلا کرے تایا ضیاء اللہ (مرحوم) کا جن کا ہاتھی دروازے کے ساتھ ہی حکمت کی دکان تھی کہ انھوں نے مجھے زخمی حالت میں اٹھایا اور گھر پیغام بھجوایا کہ بچہ زخمی حالت میں میرے پاس ہے۔ مجھے ٹانگوں اور ماتھے پر کافی چوٹیں آئیں اور ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ چچاؤں اور پھوپھی صاحبہ نے جلدی جلدی مرہم پٹی کی۔ دادی جان سب پر سخت برہم تھیں۔ آج بھی جب میں یہ زخموں کے نشان اپنے جسم پر دیکھتا ہوں تو مجھے آزادی کی رات یاد آ جاتی ہیں۔ بلکہ میں تو ان زخموں کو آزادی کے نشان ہی کہتا ہوں۔

اگلے روز چورنجی مل صبح ہی صبح آ دھمکا۔ ''نمسکار بہن جی، میں نے سوچا بچوں کا حال معلوم کر آؤں اور اس سے ضرورت آن پڑی تھی۔ لہٰذا کچھ ادھار چکا دیں تو رام بھلی کرے گا۔'' اس نے دروازے کے پیچھے کھڑی والدہ صاحبہ کو کہا۔ اتنی دیر میں بڑا چچا بھی آ گیا۔ ''خیریت چورنجی مل جی آج کیا دکان بند رکھنے کا ارادہ ہے، ارے کیوں اپنے گاہک گنواتے ہو......'' انھوں نے مذاق میں اسے کہا۔ گھر میں اتنے پیسے نہیں تھے جو چورنجی مل کا حساب چکاتے۔ خیر والدہ صاحبہ نے چچا کو کہا کہ چورنجی کو بتائے کہ شام تک اس کی رقم مل جائے گی۔ یہ بات سنی تو چورنجی مل ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ بہن جی چوہدری صاحب کا کیا پتا آئیں نہ آئیں۔ ان کا انتظار مت کریں شام تک رقم پہنچا دیں مجھے ضرورت ہے۔ خیر والدہ صاحبہ نے کسی طرح بندوبست کر کے ادھار ادا کیا مگر حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ دراصل چورنجی مل مخبری کرنے آیا تھا کہ بلوائیوں کو محلے کے حالات سے آگاہ کر سکے۔

حالات کے تحت کاروبار زندگی ٹھپ ہو گیا تھا۔ سکول بند، دکانیں بند، ٹرانسپورٹ بند، ریل بند، میونسپلٹی کا کام ٹھپ، سارا دن لوگ تھڑوں یا بازار میں بیٹھے حالات پر تبصرہ کرتے علاقے کی رکھوالی کرتے اور ہجرت کرنے کے طریقے سوچتے۔ ہم سب پریشان تھے کیونکہ والد صاحب کی خیریت کی کوئی اطلاع نہ تھی۔

اور پھر اللہ نے کرم کیا کہ 27 اگست 1947ء کو صبح گیارہ بجے کے قریب والدہ صاحب فوجی وردی میں تین لاریوں اور بلوچ رجمنٹ کے فوجیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ انھوں نے باہر ایک میدان میں گاڑی پارک کیں۔ فوجیوں نے حفاظتی انتظام کیے اور والد صاحب تنہا وہاں سے تقریباً ایک میل کا فاصلہ پیدل چل کر گھر پہنچے۔ سارا محلہ ان کی آمد پر خوش تھا اور زیادہ محفوظ محسوس کر رہا تھا۔ گھر آ کر انھوں نے لڑکوں کو دوڑایا کہ سارے محلے میں اطلاع کر دیں کہ باہر تین گاڑیاں کھڑی ہیں جس کسی نے پاکستان جانا ہو فوراً دو گھنٹے کے اندر اندر میں سوار ہو جائے اور یہ بھی کہ کم سے کم ضرور سامان ساتھ لیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ گاڑیوں میں بیٹھ سکیں۔ دادی اماں کو پتا چلا تو انھوں نے اپنا گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگیں یہ کیا بات ہوئی۔ کیا یہاں پاکستان نہیں۔ ارے سارے مسلمان ہیں صدیوں سے پیار محبت سے رہ رہے ہیں...... پاکستان میں نئے لوگ ہوں گے...... ارے جاؤ میں تو اپنا گھر اور بزرگوں کی قبریں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی...... تم جاؤ میں گھر کی رکھوالی کروں گی...... ارے کسی میں جرأت ہے کہ میرے ہوتے ہوئے میرے گھر کی طرف قدم بڑھائے۔ اس چھڑی سے اس کی آنکھیں نہ نکال لوں گی...... کس کی مجال ہے کہ میرے گھر کی دہلیز پار کرے۔ مار مار کر اس کا بھرکس نہ نکال دوں گی......!

والدہ صاحب، والدہ صاحبہ اور چچاؤں نے ان کی بہت منت کی مگر وہ اپنے ارادے میں چٹان کی طرح مضبوط تھیں۔ آخر بڑے چچا نے چھوٹے چچا سے کہا: بیٹھو نیچے۔ وہ پہلوان تھے۔ جب وہ نیچے بیٹھ گئے تو بڑے چچا نے والدہ صاحب کے اشارے سے دادی اماں کو ''تائی، تائی'' کہتے ہوئے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ دادی جان نے کافی شور مچایا۔ ''ارے نہیں جاؤں گی۔ کہتے ہو، واپس آ جائیں گے۔ کم بختو! ایک دفعہ اپنی مٹی پاؤں سے نکل گئی، سو گئی۔'' پھر کون واپس آنے دے گا تمہیں...... ارے یہ تمہارے بھرے ہوئے گھر لوٹ لیں گے۔ پھر کیا کرو گے...... ارے مجھے اپنوں کی قبروں میں دعا تو کر لینے دو...... اور پھر ہم نے دیکھا کہ دادی جان کی بے نور آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بہہ نکلے۔ وہ رونے لگیں اور کانپتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگیں! ''اچھا خدا حافظ''

آج اپنے آبائی شہر کو چھوڑنے کا بہت غم تھا اور افسوس بھی۔ صدیوں پرانا شہر، تعلقات، جائیدادیں، بزرگوں کی قبریں سب کچھ یاد آ رہا تھا۔ ایک خواہش تھی کہ خدا کرے ابھی اعلان ہو جائے کہ پٹی دوبارہ پاکستان میں شامل کر دیا گیا ہے مگر یہ امید باقی نہ رہی، مجبوری تھی۔ آخر آزادی کے لیے کچھ تو کھونا ہی پڑتا ہے۔ گاڑیاں شہر سے باہر سڑک پر آئیں تو دیکھا کہ بلوائیوں نے گردوارے کے پاس ایک بہت بڑا اور پرانا درخت کاٹ کر سڑک بلاک کر رکھی ہے۔ والد صاحب پریشان ضرور تھے مگر فوجی ہونے کی وجہ سے حوصلہ نہیں ہارے تھے۔ بلوائیوں کا منصوبہ تھا کہ وہ لوگوں کو گاڑیوں سے باہر آنے پر مجبور کریں اور پھر اچانک حملہ کر دیں۔ والدہ صاحب اور بلوچ رجمنٹ کے جوانوں کو بھی اس منصوبے کا علم تھا۔ لہٰذا انھوں نے حکم دیا کہ کچھ بھی ہو جائے جب تک نہ کہا جائے کوئی شخص گاڑی سے نہ اترے اور ساتھ ہی بلوچ رجمنٹ کے جوانوں نے ساری گاڑیوں کو گھیرے میں لے کر بلوائیوں کی طرف بندوقیں تان لیں اور بآواز بلند کہا کہ اگر کسی نے شرارت کی تو سب کو بھون کر رکھ دیں گے (ان دنوں بندوق یا رائفل صرف فوج کے پاس ہی ہوتی تھی۔ آج کل کی طرح نہیں کہ لوگ برسر عام کلاشنکوف اٹھائے پھرتے ہیں)

آخر فوج کے حکم سے ہر گاڑی سے دس دس جوان باہر آئے تاکہ زور بازو سے درخت کو سڑک سے ہٹایا جائے۔ اس طرح دو تین دفعہ زور لگانے سے لوگوں نے درخت کو گردوارے کی دیوار کے ساتھ کر دیا۔ ہم قافلے والے اس کامیابی پر بہت خوش تھے۔ فوجی جوانوں نے فوراً گاڑیوں میں بیٹھنے کو کہا اور گاڑیوں سٹارٹ کر دیں۔ اللہ کی مہربانی سے تقریباً دو گھنٹے بعد اب ہماری گاڑیاں سڑک پر پاکستان کی طرف رواں تھیں مگر منزل ابھی دور تھی! تقریباً مغرب کے قریب ہم وہاں سے چلے۔ یہ دو گھنٹے موت و حیات کے

بقیہ صفحہ 13 پر

ابولہب کا انجام

ابولہب (جس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب ہے) آپ ﷺ کا چچا تھا، لیکن اپنے کفر کی وجہ سے آپ کا شدید ترین دشمن تھا۔ آپ جب کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ ''لوگو! اس کی بات مت سنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ﷺ ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتا ہے جو مرنے کے بعد ملیں گی، ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا (تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد ﷺ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو پکارا۔ آپ ﷺ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر انداز میں اسلام کی دعوت دی۔ ابولہب بھی موجود تھا (بعض روایات میں موجود ہے کہ ہاتھ جھٹک کر) کہنے لگا'' تو برباد ہو جائے (نعوذ باللہ) کیا تو نے ہمیں اس بات کے لیے جمع کیا تھا اور روح المعانی میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کی طرف پھینکے الغرض اس کا کفر اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ ''اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے۔ ان سب کو فدیہ دے کر چھوٹ جاؤں گا۔'' اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر ﷺ سے بہت ضد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا۔ یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اس کو اور زیادہ تیز کر دیتی تھی۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں سورۂ لہب کے اندر ان میں دونوں کا انجام بتلا کر آنے والی دنیا کو بتا دیا ہے کہ مرد ہو یا عورت اپنا ہو یا بیگانہ بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ تو پیارے بچو! جب اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کی توہین پہ غصہ آیا تو اس کی پکڑ سے پیغمبر ﷺ کی قرابت بھی اس کی تباہی کو بچا نہ سکی۔ کہا گیا یہ ابولہب کیا ہاتھ جھٹک کر باتیں بناتا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر اللہ کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دراز کرتا ہے، سمجھ لے کہ اب اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔

اس کی سرداری برباد ہو چکی تھی۔ اس کے اعمال ختم ہو گئے اس کا زور ٹوٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ غزوہ ''بدر'' سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، وہیں پر ابولہب مر گیا اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی۔ کسی نے نہ اٹھائی، جب سڑنے لگی اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوائی، انھوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر لڑھکا دیا اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی، یعنی مال، اولاد، عزت وجاہت کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

[حماد الرحمن کمبوہ، حافظ آباد]

مر کے بھی زندہ

[حافظ حسنین حیدر محسن، اوکاڑہ]

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کی بہت فضیلت، اور جنت میں اس کے لیے بلند مقام ہے آؤ قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھیں کہ شہید کا اللہ کے نزدیک کیا رتبہ ہے۔

1۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان نچھاور کرنے والے کو شہید کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا اتنا احترام کرتا ہے کہ اسے موت آجانے کے بعد بھی مردہ کہنا پسند نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور اللہ کی راہ میں کٹ مرنے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔'' (البقرہ آیت: ۱۵۴) گویا میدان قتال آدمی کو موت نہیں بلکہ زندگی بخشتا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔'' (آل عمران: ۱۶۹)

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جنت میں جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں پلٹنا پسند کرے اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا، سوائے شہید کے وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسویں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدرو قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' (مسلم)

سیدنا مقدام بن معدی کرب ؓ سے روایت ہے کہ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھے اعزاز ہوں گے جو اور کسی کو نہیں ملیں گے۔''

شہید کے لیے چھ اعزاز:

① موت کے پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت کردی جائے گی اور اس کی جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جائے گا۔
② شہید کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا۔
③ قیامت کی ہولناکیوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔
④ اس کے سر پر عزت ووقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا صرف ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سب سے قیمتی ہے۔
⑤ گوری گوری، بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کردی جائے گی۔
⑥ اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (ترمذی)

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ ام ربیع بنت براء جن کا دوسرا نام ام حارثہ بنت سراقہ ؓ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا'' اے اللہ کے رسول ﷺ! (میرے بیٹے) حارثہ کے متعلق بتایئے جو بدر کے دن نامعلوم تیر کی وجہ سے شہید ہو گئے تھے اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں ورنہ رو رو کر دل کی بھڑاس نکال لوں۔'' تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ام حارثہ! جنت میں کئی جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو اللہ نے جنت الفردوس (سب سے اعلیٰ) عطا فرمائی ہے وہ جنت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ (بخاری)

عید مبارک

پیارے بچو! اب پھر عید آئے گی اور ہم سب لکھیں اور کہیں گے کہ تمام اہل اسلام اور اہل پاکستان کو ''عید مبارک'' قبول ہو۔

یوں قیام پاکستان کی پہلی عید پر بھی ''عید مبارک کہا گیا خوشی سے نہیں بلکہ زبردستی اسلحے کے زور ماؤں نے اپنے شہید بیٹوں کو، بہنوں نے اپنے شہید بھائیوں کو، بیویوں نے اپنے شہید خاوندوں کو، دادیوں نے اپنے پوتوں کو، نانیوں نے اپنے شہید نواسوں کو، خالاؤں اور پھوپھیوں نے بہتی اور چیختی ہوئیں اپنے شہید بھانجوں اور بھتیجوں کو، روتی چیختی و چلچلاتی بیٹیوں نے اپنے شہید باپوں کو۔''

ہماری عید کی خوشیاں چھیننے والے بھلا کون تھے وہ یقیناً ہندوؤ اور سکھ تھے جنھوں نے روز عید، عید کے تحفے میں لاشیں دیں، مسلمان خواتین کی عزتیں برباد کر دیں، آنسو اور چیخیں اور سب کچھ چھین لیا جن بھارتیوں سے ہم پیار ومحبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں اور انھیں اپنا ہمدرد سمجھتے نہیں تھکتے۔ کیا یہ ظالم مسلمانوں کے ازلی دشمن نہیں ہیں ان کو ان کے سیاہ کرتوتوں کی سزا بھلا کون دے گا۔

جالندھر کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا حال بیان کرتے ہیں کہ انہی دنوں مغربی پنجاب سے ایک ہندو ڈپٹی کمشنر سکھا نند تھا۔ گوجرانوالہ کے مسلمانوں کے بدلے ہوئے تیور بھانپ کر جالندھر تبدیل ہو کر آ گیا۔ باؤنڈری کمیشن کے اعلان تک وہ جالندھر کے مسلمان کو اکا دکا قتل کراتا رہا لیکن ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء کے روز عید الفطر تھی۔ اس روز خوف وخطر کی فضاؤں میں جالندھر کے مسلمانوں نے جو کہ ہزاروں کی تعداد میں عید کی نماز ادا کرنے کے لیے عید گاہ میں جمع تھے اور ابھی پہلی رکعت میں سجدہ ریز ہوئے ہی تھے کہ ہندوؤں سکھوں نے تلواروں، گنڈاسیوں، برچھیوں، سے مسلح ہو کر ان پر حملہ کر دیا اور آنِ واحد میں سینکڑوں مسلمانوں کے سر تن سے جدا کر دیئے تھے جو اس وحشیانہ حملے سے جان بچا کر عید گاہ سے باہر بھاگے انھیں بھالوں کی نوک پر دھر لیا۔ اس طرح جالندھر کی عید گاہ لاشوں سے پٹ گئی۔ اس کے بعد سکھا نند ڈپٹی کمشنر کی سربراہی میں فرقہ پرست ہندو سکھ طے شدہ پروگرام کے مطابق جالندھر کے آسودہ حال اور ذی اثر مسلمانوں کے گھروں سے زبردستی پردہ نشین عورتوں کو گھیر کر عید گاہ تک لائے۔ یہاں ان کے برقعے اور ان کی چادریں ہی سروں سے نہ اتاریں گئیں تھیں بلکہ ان کے لباس اتار کر انھیں ننگا کر دیا اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے مردوں کو ''عید کی مبارک باد'' کہیں اور قیام پاکستان کی خوشی میں ان کی لاشوں کے آس پاس رقص کریں۔

دنیا بھر کے زندہ اور غیرت مند مسلم نوجوانوں بھلا تم نے بھی ایسے کسی کو ''عید مبارک'' کہی ہے بلکہ تم نے تو زندہ مسلمانوں کو ''عید مبارک'' دیتے ہونا بھلا اب پھر عید آئے گی تم نے اس روز ان اسلام کے دشمن کو ان کی گردنیں اڑا کر اور ان کے بازو اور ان کی ٹانگیں کاٹ کر ان سے کہو کہ اب ۱۹۴۷ کی طرح ''عید مبارک'' تم بھی قبول کرو۔

دشمنانِ پاکستان کی درندگی اور سنگدلی ظلم وزیادتی کی چھوٹی سی جھلک! اسی (۸۰) ہزار کے قریب مسلمان بیٹیوں کو اغوا کر کے اور لاکھوں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے باوجود ان کی غیض وغضب کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی تھی اور وہ مسلمانوں کو کلمہ گوئی اور علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنے کے جرم میں اذیتیں دینے کے نت نئے ایجاد کر رہے تھے۔ انھوں نے عید کے موقعہ پر ہندوستان سے لاہور آنے والی مال گاڑی کے ڈبے میں مسلمان عورتوں کی کٹی ہوئی لاشیں، معصوم بچوں کی گردنیں اور کٹے ہوئے ہاتھ عید کے تحفے کے طور پر اسلامیانِ پاکستان کو ارسال کیے۔ جب وہ ڈبہ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو اس پر پاکستانی مسلمانوں کے لیے ''عید کا تحفہ'' کے اشتعال انگیز الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

بھارت کے ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک کیا وہ کسی عارضی گمراہی اور ہنگامی جنون کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ ان کی ذہنیت کا ایک بھیانک مظاہرہ تھا۔ اس ذہنیت کا جس کا دسمبر ۱۹۷۱ء میں سقوطِ مشرقی پاکستان کے موقعہ پر نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی نے ان الفاظ میں اظہار کیا تھا۔

''ہم نے مسلمانوں سے ایک ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لے لیا ہے۔''

ایسے دلخراش اور ناقابل فراموش حالات اور واقعات کا گاہے گاہے تذکرہ بہت ضروری ہے کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد کو اجاگر رکھنے تاریخی دشمنوں کے عزائم سے باخبر رہنے اور نئی نسل کو آزادی کی صحیح قدر وقیمت کا احساس دلانے کے لیے ازحد ضروری ہے تاکہ نئی پود اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے مکروہ چہروں کو انکے اصلی روپ میں دیکھ سکیں۔ (از جب امرتسر جل رہا تھا)

کیا ایسے ظالم، بے حیا اور بے غیرتوں کے لیے پھولوں کے تحفے، میٹھے آموں اور دوسرے تحفوں کو بھیج کر اپنی بے بسی اور بے غیرتی اور کفار کی غلامی کی ہم نے حد تو نہیں کر دی۔ دنیا بھر کے مسلمانوں تمہاری نظر میں قیامِ پاکستان کی وہ پہلی عید کی ''عید مبارک'' یاد رہے۔

[ابو رضوان جاوید، ملتان]

جھوٹے میسج

پیارے دوستو! جس بات نے ہمیں قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے کچھ بہن بھائی لاعلمی میں بہت سے میسج ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں حالانکہ وہ جھوٹ کو آگے منتقل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے ہر جگہ موبائل اور میسج کرنا عام ہو گیا ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے اچھے پیغامات لوگوں کی اصلاح بھی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ میسج کی حقیقت کو دیکھے بغیر آگے بھیج دیتے ہیں تو یہ بات بالکل درست نہیں ہے۔

اکثر یہ میسج موصول ہوتا ہے کہ جس نے رجب شعبان یا رمضان کے مہینے کی خوشخبری اپنے مسلمان بھائی کو دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہو گئی۔

تو یاد رکھئے! اس قسم کی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ اور ایسا کرنا نہ تو ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی ایسا کیا تھا۔

ہماری ان بہن بھائیوں سے گزارش ہے جو ایسے میسج بھیج کر جھوٹ کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتے ہیں یہ کوئی دین کی خدمت نہیں ہے بلکہ یہ گناہِ کبیرہ ہے کہ اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ اور ایسے کرنا سراسر بدعت ہے کیونکہ ایسے میسج کو ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے اور ہر وہ کام جو اسلام میں موجود نہ ہو اور اس کو اسلام سے منسوب کرنا بدعت ہے۔

ہمارے پیارے حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔'' (بخاری، مسلم)

پیارے دوستو! جو بات دین میں نہیں ہے جس کی کوئی روایت موجود نہیں تو ایسی بات کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنا آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کا قول وعمل بھی مردود ہے اور وہ خود بھی مردود ہے۔

اسی طرح یہ میسج بھی ہے کہ اس کلمے کو یا اس آیت کو پانچ یا سات افراد کو بھیجیں تو آپ کو خوشخبری ملے گی تو ایسی ساری روایتیں من گھڑت ہیں۔ اور صحیح احادیث میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ہماری سب بہن بھائیوں سے گزارش ہے کہ آپ کوئی بھی ایسا میسج آگے نہ بھیجیں بلکہ کوئی بھی حدیث وہ آگے بھیجیں جس کے ساتھ حوالہ موجود ہو کیونکہ مومن کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے پھیلا دے بغیر کسی حوالے کے۔ امید ہے آپ ہماری گزارش پر عمل کریں گے

[حافظہ سلمیٰ احمد، فیصل آباد]

ہارون الرشید کے آنسو

ہارون الرشید اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دوستی تھی۔ جب ہارون خلیفہ ہوا تو سفیان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن انھوں نے پروانہ کی۔ آخر ہارون نے ان کے نام خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا۔

ہارون رشید کی طرف سے اپنے بھائی سفیان کی طرف۔

بھائی! تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کیا ہے اور میرے تمہارے جو تعلقات تھے، بدستور قائم ہیں۔ میرے تمام احباب میری خلافت کی مبارکباد دینے کے لیے آئے اور میں نے ان کو بہترین صلے دیئے ہیں۔ افسوس ہے آپ اب تک نہ آئے۔ میں خود حاضر ہوتا، لیکن یہ امر شان خلافت کے خلاف تھا۔

امام سفیان ثوری نے جواباً لکھا تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کرلیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپے کو بے جا و بے موقع (بہترین صلے دیکر) خرچ کیا۔ اس پر بھی تم کو تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ میں قیامت میں تمہارے اصراف کی شہادت دوں۔ ہارون! تم کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ تم تخت پر اجلاس کرتے ہو۔ حریر کا لباس پہنتے ہو، تمہارے دروازے پر پہرہ رہتا ہے، ان جرائم پر پہلے تم کو تمہارے حکاموں کو سزا ملنی چاہیے پھر اوروں کو۔

ہارون! وہ دن بھی آئے گا کہ تم قیامت میں اس حال میں آؤ گے کہ تمہاری مشکیں بندھی ہوں گی۔ تیرے ظالم حکام تیرے پیچھے ہوں گے اور تم سب کا پیشوا بن کر سب کو دوزخ کی طرف لے جاؤ گے۔ میں نے تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کردیا اور اب پھر کبھی خط نہ لکھنا۔"

وہ ہارون تھا، جس کے عدل و حلم کے کارناموں سے اسلامی تاریخ آفتاب عالمتاب سے زیادہ اپنی چمک دکھارہی ہے۔ اس نے خط پڑھا، بے اختیار چیخ اٹھا اور دیر تک روتا رہا۔

مرہ بن سماک واعظ ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس گئے۔ ہارون نے ان کی بے انتہا تعظیم کی۔ مرہ بن سماک نے اپنی خدمت دیکھ کر کہا، باوجود بادشاہت کے آپ کی تواضع آپ کے شرف سے بھی زیادہ ہے۔

ابومعاذنیہ الضریر (نابینا) ایک بہت بڑے عالم تھے۔ ایک دن خلیفہ نے ان کو بلوایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ جب کھانا کھا چکے تو خلیفہ نے ابومعاذنیہ سے پوچھا۔ کچھ معلوم ہے، آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے تھے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ خلیفہ نے کہا محض اکرام علم کے لیے خود میں نے آپ کے ہاتھ دھلائے تھے۔

اصمعی سے ایک مرتبہ ہارون نے کہا، آپ لوگ عالم ہیں۔ ہم کو مفید باتیں بتایا کریں کہ ہمارے پاؤں صراطِ مستقیم سے ڈگمگا نہ جائیں۔ آپ ہم سے جلد جلد ملتے رہا کریں۔

قاضی فاضل کا قول ہے کہ سوائے دو بادشاہوں کے کوئی ایسا نہیں ہوا، جس نے طلب علم کے لیے سفر کے مصائب برداشت کیے ہوں۔ ایک ہارون رشید تھا۔ جس نے اپنے بیٹے امین اور مامون کے ساتھ مؤطا امام مالک کی سماعت کے لیے سفر کیا۔ دوسرا سلطان صلاح الدین ایوبی، جو کہ اسی مؤطا امام مالک کی سماعت کے لیے اسکندریہ گیا تھا۔

[ساجد الرحمٰن ثانی، طیبہ کالونی مرید کے]

"روضہ اور آپ ساتھ ساتھ"

"روضہ اور آپ ساتھ ساتھ" چونکہ ہمارا دل پسند سلسلہ ہے تو ہم نے بھی قسمت آزمائی کے لیے آخر کار قلم اٹھا ہی لیا۔ روضہ اور ہمارا تعلق اگرچہ "اولون سابقون" جتنا پرانا تو نہیں۔ بہرحال پرانا ضرور ہے۔ ہم نے پہلی مرتبہ روضہ میں "علی عمران" بھائی کے دورِ حکومت میں خط کے ذریعے شامل ہونے کی کوشش کی تھی جو کہ کامیاب رہی گو کہ ہمیں اپنا خط شائع ہونے کی کچھ خاص امید نہ تھی جب بھائی نے بتایا تو اپنا نام دیکھ تو ہمیں بے حد خوشی ہوئی پھر سلسلہ چل نکلا اب سارے نہیں تو کچھ قارئین تو ہمارے نام سے واقف ہوں گے۔ گو کہ نہ ہی ہم کوئی اتنے پرانے لکھاری ہے اور نہ ہی قاری، قاری تو ہر حال ہم مستقل ہو گئے ہیں اور لکھاری ہمیں ایڈیٹر بھائی ہونے نہیں دیتے۔ ہمیں لگتا ہے یا تو ہم اتنا اعلیٰ لکھتے ہیں کہ روضہ کے "ننھے ننھے" قارئین کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے اور یا اتنا برا لکھتے ہیں کہ روضہ کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ خیر اس کا جواب تو ایڈیٹر بھائی ہی بہتر دے سکتے ہیں جو کہ میرے خیال میں بوقت ضرورت بھی منہ نہیں کھولتے۔ جہاں تک روضہ کے لکھاریوں کا تعلق ہے تو سب خوب محنت سے اور اچھا لکھتے ہیں ہر ایک اپنے منفرد انداز کے ساتھ روضہ میں شرکت کرتا ہے۔ معذرت کے ساتھ نام ہم اس لیے نہیں لکھ رہے کیونکہ ہمارا حافظہ ذرا کمزور ہے تو اگر کسی کا نام رہ گیا تو سراسر ناانصافی ہوگی۔ روضہ کے کچھ لکھاری ضرورت سے زیادہ خوشامدی واقع ہوئے ہیں جو کہ ایڈیٹر بھائی کی خوشامد کرتے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ عبدالوارث بھائی کے دورِ حکومت میں یہ خوشامد فرینڈلی اپوزیشن کا سماں پیش کرتی ہے۔ قوی امکان ہے کہ ایڈیٹر بھائی میری تحریر رد کر دے اس لیے ہم اپنا موضوع گفتگو ہی بدل دیتے ہیں۔ پہلے میانچنوں کی کلثوم، زینب وغیرہ کے نام اشعار اور کوشش جاری رکھیں میں پڑھنے کو ملتے تھے اب تو غالباً انھوں نے بھی ہمت ہار دی ہے۔ میانچنوں والو! اٹھو ہمت کرو اور میدانِ کارزار میں کود پڑو، بھائی! جو بچے پہلی دفعہ روضہ میں خطوط کے ذریعے شرکت کرتے ہیں ان کے خطوط شائع کر دیا کریں اس طرح ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ مزید بہتر لکھنے کی کوشش کریں گے۔ اور "آپ کے خطوط" کو ہر شمارے میں شامل کیا کریں۔ اب اجازت چاہتی ہوں، امید کرتی ہوں کہ اگر قارئین تک میری تحریر پہنچی تو قارئین تبصرہ ضرور کریں گے۔

[گل زیب فاطمہ، میانچنوں]

عورت کا جہاد

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا عورتوں پر جہاد کرنا فرض نہیں (یعنی عورت جہاد نہیں کر سکتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہاں مگر وہ ایسا جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں، وہ حج اور عمرہ ہے۔ یہی عورت کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

[مزمل حسین صدا، کسووال]

سخت بخیل

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ شخص سخت بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔" (ترمذی)

[حبیب الرحمٰن قصوری]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کیسے پڑھتے تھے؟

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دائیں ہاتھ کے ساتھ تسبیح کی گرہ باندھتے تھے۔" (یعنی دائیں ہاتھ کے ساتھ شمار کرتے تھے۔) (ترمذی)

[مسفرہ عزیز، ملتان]

بخار کیوں ہوتا ہے؟

تحریر: دعا، لاہور

پیارے بچو! ہمارے جسم میں حرارت کی ایک مقررہ مقدار ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اس مقررہ مقدار سے زائد حرارت ہو جانے کو بخار کہتے ہیں۔ اللہ نے ہمارے جسم کو گرم رکھنے کے لیے ایک نہایت ہی پیچیدہ نظام قائم کیا ہے جسے ہم مختصراً اور آسان زبان میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ ہم جو خوراک کھاتے ہیں وہ جسم کے لیے ایندھن مہیا کرتی ہے اور جسم میں اور خاص طور پر عضلات میں حدت پیدا کرتی ہے۔ اس پیدا شدہ گرمی کو جسم کے مختلف حصوں میں خون کی نالیوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ جلد کے نیچے روغنیات کی ایک موٹی تہہ موجود ہوتی ہے تاکہ جسم میں پیدا ہونے والی حرارت بے وجہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس سارے نظام کا کنٹرول دماغ کے ایک حصہ HYPOTHALAMUS کے چند مخصوص خلیات کے ذریعہ ہوتا ہے جو جسم کی تپش کا منتظم ہے۔ اس پر کوئی ایسا اثر ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں بخار ہو جاتا ہے اور جلد خشک اور گرم ہو جاتی ہے۔

پچھلی صدی کے آخری سالوں میں ڈاکٹر کارل ونڈرلیچ نے انسانی جسم کے درجۂ حرارت پر کافی تحقیق کی۔ اس کا تعلق یونیورسٹی آف لیپزیگ سے تھا۔ اس نے ایک لاکھ افراد کا درجۂ حرارت ناپا اور اپنے اعداد و شمار سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ ایک صحت مند فرد کے جسم کا درجۂ حرارت دن کے مختلف حصوں میں مختلف ہوتا ہے۔ یعنی صبح سویرے کم سے کم اور پچھلے پہر زیادہ سے زیادہ۔ چنانچہ معالج اب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ۹۷.۲ ڈگری سے ۹۹.۵ ڈگری تک بھی اگر حرارت ہو تو وہ نارمل ہے۔

ہمارا خون پیدا شدہ گرمی کو جسم کے مختلف حصوں میں پہنچاتا ہے۔ اس طرح جسم کے مختلف حصوں میں گرمی کی حرارت مختلف ہوتی ہے۔ جگر ہمارے جسم کا گرم ترین عضو ہے۔ یہاں درجۂ حرارت ۱۰۱ ڈگری ہوتا ہے۔ جلد کے درجۂ حرارت میں بعض دفعہ بہت زیادہ کمی واقع ہو جاتی ہے مثلاً سخت سردیوں میں پیروں کی جلد کا درجۂ حرارت بہت کم ہو جاتا ہے۔

بخار ہو جانے کی بے شمار وجوہات ہیں۔ ان میں سب سے بڑی وجہ جراثیم کا حملہ ہے۔ چنانچہ تمام امراض جو جراثیم سے ہوتے ہیں ان میں بخار ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً نمونیہ، ٹائیفائیڈ، زخم میں پیپ پڑ جانا، پیچش، خناق، گردن توڑ بخار، تپ دق وغیرہ۔

اس کے علاوہ وائرس سے ہونے والے امراض میں بھی بخار ہو جاتا ہے۔ چیچک، خسرہ، انفلوئنزا، پولیو، گلسوئے وغیرہ۔ نیز بعض کیڑے بھی بخار پیدا کرتے ہیں مثلاً مچھر کی وجہ سے ڈینگی بخار، ملیریا وغیرہ۔

بعض دفعہ خوف اور پریشانی سے بھی بخار ہو جاتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ بچے بہت زیادہ خوف زدہ ہو جاتے ہیں تو ان کو بخار ہو جاتا ہے۔ یہ بخار بعض دفعہ ۱۰۳ ڈگری تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ نیز بے چینی اور ڈر کی وجہ سے جو کسی امتحان یا انٹرویو کے وقت ہو جاتا ہے اس سے بھی درجۂ حرارت معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔

دماغی چوٹ اور دماغ میں رسولی کی بنا پر دماغ کے وہ خاص خلیات بری طرح متاثر ہوتے ہیں جس کی بنا پر بخار ہو جاتا ہے اور یہ بخار عام طور پر بہت تیز ہوتا ہے۔ بخار کے جسم پر نقصان کے اثرات کا دارومدار دو باتوں پر منحصر ہے۔ اول بخار کی وجہ، دوم بخار کی شدت۔

جیسا کہ بخار کی وجوہات میں بتایا گیا ہے کہ اس کے ہو جانے کی بے شمار وجوہات ہیں جن میں سے بعض بالکل بے ضرر ہیں اور بعض تشویش کی حد تک خطرناک مثلاً دماغی چوٹ، دماغ میں رسولی یا لو لگنے سے ہونے والا بخار۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے یہ ان تینوں وجوہات کی بنا پر جو بخار ہوتا ہے وہ بہت تیز ہوتا ہے۔ اور بہت تیز بخار اکثر جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ ۹ ڈگری کے بخار کو اتارنے کے لیے جلدی سے کوئی ترکیب نہ کی جائے تو عین ممکن ہے کہ مریض چل بسے۔

اگر کسی دل کے مریض کو بخار ہو جائے تو معاملہ سنگین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بخار کی حالت میں جسم کے خلیوں میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کے لیے انھیں زیادہ آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس کی وجہ سے پہلے ہی بیمار کے دل پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ اس طرح دل ناتواں کے جواب دے جانے کے امکانات ہو جاتے ہیں۔

یہ تو ہوئیں وہ مخصوص وجوہات جن کی وجہ سے بخار خطرناک ہے لیکن عام طور پر ہونے والے بخار مثلاً نزلہ، معدے کی خرابی، ملیریا وغیرہ جو تشویش کا باعث نہیں۔ بلکہ وہ تو اللہ کی طرف سے ایک قسم کا خطرہ کا سگنل ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم کو کوئی مرض لگ گیا ہے جسے ٹھیک کرنے کے لیے اس کا علاج ضروری ہے۔

بعض دفعہ بخار کی صحیح تشخیص میں بخار کی کیفیت بھی بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مختلف امراض کی وجہ سے بخار کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ٹائیفائیڈ میں بخار مسلسل رہتا ہے جب کہ ملیریا میں ہر دوسرے یا تیسرے دن سردی لگ کر آتا ہے اور درمیان میں بالکل اتر جاتا ہے۔ ٹائیفائیڈ میں یہ بخار کم اور تیز ہوتا رہتا ہے۔ لیکن بالکل نہیں اترتا۔ تپ دق میں روزانہ شام کو ہلکا بخار ہو جاتا ہے۔

مشاہدے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ انسان ۱۰۹ ڈگری سے زائد بخار برداشت نہیں کر سکتا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ لیکن عام طور پر بخار ۱۰۶ ڈگری سے اوپر نہیں پہنچنے پاتا۔ سوائے چند خاص حالتوں میں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے جسم میں کوئی ایسا ہنگامی نظام موجود ہے جو بخار کو ایک مقررہ حد سے بڑھنے سے روکتا ہے اس کا عمل ۱۰۶ ڈگری بخار کے آس پاس شروع ہو جاتا ہے اور حیات بخش واقعات سلسلہ وار رونما ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے مریض بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پھر جسم کے بیرونی سطحوں میں خون کی فراہمی میں زیادتی ہو جاتی ہے اور جسم سے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ٹھنڈک کا اثر ہوتا ہے اور بخار تشویش ناک حد تک بڑھنے سے رک جاتا ہے۔ بلکہ آہستہ آہستہ اترنا شروع ہوتا ہے۔

بخار ایک عام انسان کو خطرناک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کئی لحاظ سے انسان کے لیے مفید بھی ہے۔

یہ نہ صرف ہمارے جسم کو جراثیم کے مقابلہ کے لیے سفید جسموں کی تعداد میں اضافہ پر مجبور کرتا ہے بلکہ جراثیم کو ہلاک کرنے کے لیے خون میں کیمیائی مادہ پیدا کرتا ہے۔

اس کی وجہ سے جسم میں ایک ہارمون ACTH کی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے جو جسم کی بخار کی بنا پر ہونے والی تکان سے محفوظ رکھتا ہے۔

بخار کی حدت کی وجہ سے بعض جراثیم جسم میں جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ اس بات کا انکشاف پہلی صدی میں ہوا۔ یہ دیکھا گیا کہ تیز بخار مثلاً ٹائیفائیڈ یا ملیریا کے حملہ کے بعد وہ مریض جو سوزاک میں مبتلا تھے اور اس بیماری کے جراثیم پہلے سے ان کے جسم میں موجود تھے وہ اس مرض سے بھی شفایاب ہو گئے۔

بخار کی کیفیت اور اس کے اتار چڑھاؤ سے مرض کی تشخیص میں مدد ملتی ہے۔

علاج کے سلسلے میں چند ہدایتیں

۱۔ بہت تیز بخار یا خطرناک امراض (مثلاً خناق) کی وجہ سے ہونے والے بخار میں آرام بڑا ضروری ہے۔ ہلکے بخار میں بھی آرام کرنا بہتر ہے۔

۲۔ تیز بخار میں کمبل، یا دوسرا کوئی گرم کپڑا جسم پر ڈھانپنا نقصان دہ ہے۔ ہوادار کمرے میں ہلکی چادر سے جسم کو ڈھانپنا مناسب ہے۔

۳۔ قبض نہ ہونے دیں۔ اگر قبض رہے تیز قسم کی قبض کشا ادویات ہرگز استعمال نہ کریں۔

۴۔ پانی اور دوسرے مشروبات کا استعمال کثرت سے کریں۔

۵۔ خوراک بخار میں ہلکی پھلکی ہو لیکن اس میں تمام ضروری اجزا مثلاً پروٹین حیاتین وغیرہ شامل ہوں تاکہ وہ نظام انہضام اور دوسرے نظام پر بوجھ نہ بنیں۔ نیز خوراک کا توانائی بخش بھی ہونا لازمی ہے تاکہ بخار کی بنا پر جو جسم میں توڑ پھوڑ ہو تو خوراک عضلات کو ٹھیک کرنے کے کام آئے۔ خوراک کے تعین میں یہ سوچنا بھی ضروری ہے کہ وہ فاسد مادوں کے اخراج میں مددگار ثابت ہو۔

بخار کے شروع دنوں میں پانی، دودھ اور گلوکوز اور پھلوں کے رس دیئے جائیں۔

۶۔ اپنے معالج سے بخار کی تشخیص اور علاج کے سلسلے میں ضرور مشورہ طلب کریں۔